کتاب العقائد سے کتاب الرضاع تک
۶۸۰ فتاویٰ کا مُستند ذخیرہ

فتاویٰ فقیہ ملت

معروف بہ

فتاویٰ مرکز تربیت افتاء

تصنیف:

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی

بفیضِ روحانی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ

کتاب العقائد سے کتاب الرضاع تک

۶۸۰ فتاویٰ کا مُستند ذخیرہ

معروف بہ

(اوّل)

تصنیف:

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی

زیرِ نگرانی

جانشین فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد صاحب قبلہ قادری امجدی مدظلہ

ترتیب

- نائب فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
- مفتی اشتیاق احمد مصباحی امجدی
- مفتی محمد اویس القادری الامجدی

شبیر برادرز

اُردو بازار لاہور

اظہار تشکر

فتاویٰ فقیہ ملت کی فراہمی میں معاونت پر ہم محترم جناب غلام اویس قرنی قادری رضوی ناظم اعلیٰ
ادارہ معارف نعمانیہ و رضوی فائونڈیشن پاکستان کے مشکور ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ
انہیں مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) بجاہ نبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نام کتاب : فتاویٰ فقیہ ملت معروف بہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء (اوّل)

تصنیف : استاذ الفقہاء فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی

زیرِ نگرانی : جانشین فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد صاحب قادری امجدی سربراہ اعلیٰ مرکز تربیت افتاء، اوجھا گنج، بستی

ترتیب : نائب فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی، مفتی اشتیاق احمد مصباحی امجدی، مفتی محمد اویس القادری الامجدی

تصحیح کتابت : مولانا شاہ عالم قادری، مولانا اسرار احمد مصباحی، مولانا نیاز احمد مصباحی، مولانا ارشد رضا مصباحی، مولانا شمس الدین علیمی

کمپوزنگ : علی رضا مصباحی، غلام حسن مصباحی

کل صفحات : ۵۰۶

کل مسائل : ۶۸۰

سن طباعت باراول : ۲۰۰۵ء

مطبع : اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

طابع : شبیر برادرز لاہور

قیمت : 450 روپے مکمل سیٹ (2 جلد)

ملنے کے پتے

☆ **ادارہ پیغام القرآن** زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

☆ **مکتبہ اشرفیہ** مریدکے (ضلع شیخوپورہ)

☆ **ضیاء القرآن پبلی کیشنز** لاہور/کراچی

☆ **مکتبہ غوثیہ ہول سیل** سبزی منڈی کراچی

☆ **احمد بک کارپوریشن** کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ **مکتبہ ضیائیہ** بوہڑ بازار راولپنڈی

☆ **اقراء بک سیلر** امین پور بازار فیصل آباد

انتساب

صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت حضرت علامہ

مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی

وصال ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

اور

آپ کی دینی وعلمی یادگار

مرکز تربیت افتاء دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم

اوجھا گنج بستی

کے نام

جس نے بہت سے تشنگان علوم کو سیراب وشادکام کیا

عقیدت کیش

محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

تہدیہ

فقیہ بے بدل مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی
(وصال ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رضوی
(وصال ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء)

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا قادری بریلوی
(وصال ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء)

احسن العلماء حضرت علامہ سید مصطفےٰ حیدر حسن قادری برکاتی مارہروی
(وصال ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء)

شیخ المشائخ شعیب الاولیاء حضرت الشاہ صوفی محمد یار علی علوی قادری
(وصال ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء)

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری، بلیاوی، ثم جمشید پوری
(وصال ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء)
علیہم الرحمۃ والرضوان
کی
خدمات عالیہ میں

نیاز کیش
اشتیاق احمد مصباحی امجدی
اویس القادری امجدی مورانوی

Hazrat Allama Maulana Mufti
Mohammed
Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
President: All India Sunni Jamiatul Ulema
Head Mufti: Central Darul Ifta - Bareilly.
82, Raza Nagar, Saudagran, Bareilly Sharif
U P 243003, (INDIA)- Tel 0581- 2472166, 2458543

Ref No ________ حوالہ

Date ________ تاریخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رضوی فاؤنڈیشن کا قیام

مسلک حق اہل سنت و جماعت کی وساطت سے دین کی ترویج و اشاعت اور عوام اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہنا ہر سنی مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے۔ لہٰذا ایسی تنظیموں کی ضرورت ہے جو کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تعلیمات کی روشنی میں مذکورہ منشور پر عمل پیرا ہوں۔ اس سلسلے میں لاہور (پاکستان) سے میرے محب، عزیزم غلام اویس قرنی قادری رضوی سلمہٗ اور ان کے رفقاء نے ''رضوی فاؤنڈیشن'' کے نام سے ایک تنظیم کے قیام کی خواہش کی ہے۔

لہٰذا آج مورخہ ۲۶ رصفر المظفر ۱۴۲۶ھ/ ۷ راپریل ۲۰۰۵ء بروز جمعرات عرس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک موقع پر میں ''رضوی فاؤنڈیشن'' کے قیام کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور کی ترویج و اشاعت کا کام بھی اسی ''رضوی فاؤنڈیشن'' کے زیر انتظام کرتا ہوں۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم ''رضوی فاؤنڈیشن'' کے کارکنان اور وابستگان کو مقاصد حسنہ میں کامیابی و ترقی عطا فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فروغ اور اس پر ہمیشہ کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین لے۔ آمین بجاہ نبی الرؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم

(فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

محمد منشا تابش قصوری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناشر کتب فتاویٰ

محترم المقام مکرم جناب ملک شبیر حسین صاحب بانی ادارہ شبیر برادرز لاہور پاکستان نے یوں تو مسلک حق اہل سنت و جماعت کی حفاظت و صیانت کے لئے نہایت علمی، تاریخی، تحقیقی، اصلاحی، تبلیغی تصانیف و تالیف کو عمدہ اور نفیس ترین طباعت سے آراستہ و پیراستہ کر کے جہانِ اشاعت میں ایک نام اور مقام پیدا کر لیا ہے، مگر کتب فتاویٰ میں جو انفرادی و امتیازی حیثیت حاصل کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس وقت تک پاک و ہند میں مفتیانِ اہل سنت کے جتنے فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں، ان تمام کی بڑے اہتمام سے ملک شبیر حسین صاحب نے پاکستان میں اشاعت کر کے علمائے اہل سنت کے لیے بے حد آسانی اور سہولت مہیا کر دی ہے۔ اس وقت تک درج ذیل فتاویٰ موصوف نے شائع کئے ہیں۔

- ☆ فتاویٰ فیض الرسول (تین جلدیں)
- ☆ فتاویٰ اجملیہ (چار جلدیں)
- ☆ فتاویٰ بریلی شریف
- ☆ فتاویٰ مصطفویہ
- ☆ فتاویٰ حامدیہ
- ☆ حبیب الفتاویٰ
- ☆ فتاویٰ نوریہ ۶ جلدیں اور فتاویٰ رضویہ جدید ۲۸ جلدیں بھی یہاں سے بآسانی حاصل کی جا سکتی ہیں۔
- ☆ اب فتاویٰ فقیہ ملت (۲ جلدیں) قوم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے جو فقیہ ملت صاحبِ تصانیف کثیرہ حضرت

الحاج الحافظ القاری علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے ارشد تلامذہ کی فقاہت و علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت فقیہ ملت کے فرزندانِ گرامی جو تمام تر آپ کے علوم و فنون اور اعمالِ حسنہ کے امین و عکس جمیل ہیں، انہوں نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فتاویٰ کو مرتب فرمایا اور دورِ جدید کے تقاضہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمالیات کے

پہلو کو خوب نمایاں کیا۔ کتابت، کاغذ، طباعت اور خاص کر تصحیح کی طرف خوب توجہ دی اور یہ گرانمایہ فتاویٰ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔

فقیہ ملت علیہ الرحمۃ نے راقم الحروف کو زندگی بھر اپنی تصانیف اور مکتوبات علمیہ سے باقاعدہ شاد کام کیا میرے پاس حضرت کے بیسیوں خطوط اور آپ کی ہر کتاب آپ کے دستخط کے ساتھ موجود ہے۔ صاحبزادگان نے بھی ربط و تعلق کو قائم رکھا ہے مگر حضرت علیہ الرحمۃ کی تو بات ہی کچھ اور تھی، دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان اور تلامذہ کو ان کے نقوش جمیلہ پر گامزن رکھے اور ملک شبیر حسین صاحب کو بھی جن سے فقیہ ملت ہمیشہ خوش رہے اور ان کی طباعت و اشاعتی سرگرمیوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ہدیۂ تبریک و تحسین سے نوازتے گئے۔

صلائے عام ہے فقیہانِ ملت کے لئے

ادارہ شبیر برادرز لاہور کی طرف سے اہل سنت کے تمام مفتیانِ کرام کے لئے مژدۂ راحت افزاء دیا جارہا ہے کہ جن حضرات کے پاس مطبوعہ و غیر مطبوعہ فتاویٰ ہوں اور وہ انہیں بعض وجوہات کی بناپر شائع کرنے سے قاصر ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اپنے فتاویٰ ہمیں عطا کریں۔ ہم بصد ذوق و احترام طباعت سے آراستہ کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

☆ دعا ہے اللہ تعالیٰ ادارہ شبیر برادرز کو اشاعتی میدان میں بیش از بیش کامیابیوں اور کامرانیوں سے بہرہ مند فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ

سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ وبارك وسلم

دعا گو

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/ ۱۶ مئی ۲۰۰۴ء

دوشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

حامداو مصلیا و مسلما

صاحب تصانیف کثیرہ، استاذ الفقہاء، فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ الحافظ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ بانی مرکز تربیت افتاء دارالعلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم اوجھا گنج، ضلع بستی (یوپی) ایک جید عالم دین، باکمال مصنف، محقق، مستند فقیہ، قابل رشک مدرس اور اُس عالم گیر و ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے جو اپنی مثال آپ تھے، علم و آگہی، تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور فقہ و فتاوٰی میں ایک منفرد و ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ نے انوار الحدیث، فقہی پہیلیاں، بزرگوں کے عقیدے اور انوار شریعت وغیرہ مختلف ناموں سے دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں، علاوہ ازیں آپ کے گراں قدر و مایۂ ناز، مستند و معتمد فتاوٰی کے دو مجموعے ''فتاوٰی فیض الرسول'' اور ''فتاوٰی برکاتیہ'' آپ کی حیات ظاہری ہی میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئے، آپ کی جملہ تصانیف اپنی اہمیت کے اعتبار سے نادر روزگار اور گوہر آبدار سے تولنے کے قابل ہیں۔

ازیں قبل آپ کے فتاوٰی کے دو مجموعے منظر عام پر آئے جو آپ کی دینی صلابت، فکری پختگی، علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کے غماز ہیں۔ یہ وہ فتاوے ہیں جو آپ نے شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کے قائم کردہ مشہور و معروف مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف میں ان کے سایۂ عاطفت میں رہ کر تحریر فرمایا تھا۔ لیکن آپ کی وہ قلمی میراث اور فتاوٰی کی شکل میں علمی جواہر پارے جو ہندو پاک کے منفرد مفتی ساز ادارہ مرکز تربیت افتاء دارالعلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم، اوجھا گنج، ضلع بستی سے جاری ہوئے تھے چند وجوہات کی بنا پر اب تک شائع نہ ہو سکے، مگر اب ہم انہیں مستند و معتمد فتاوٰی کا ضخیم مجموعہ بنام ''فتاوٰی فقیہ ملت'' دو جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ کر کے آپ کے روبرو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

فتاوٰی فیض الرسول و فتاوٰی برکاتیہ کی طرح یہ مجموعہ یعنی فتاوٰی فقیہ ملت بھی اہل علم و دانش خصوصاً موجودہ دور کے ارباب افتاء و اہل تدریب افتاء سب کے لئے اعلیٰ درجہ کا رہنما ہے، جو آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، فقہی اصول و ضوابط اور مختار، مفتیٰ بہ اقوال وارشادات سے مزین و مرصع ہے۔ یہ مجموعہ بھی اُسی طرح عقائد سے لے کر میراث تک مختلف ابواب پر مشتمل ہے۔

ہندو پاک کا یہ منفرد مشہور و معروف ادارہ مرکز تربیت افتاء دارالعلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم جو والد ماجد حضور

فقیہ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرشد برحق حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان اور مشفق و کرم فرما استاذ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک ناموں سے منسوب ہے، جو برسوں سے دینی وملی خدمات میں مصروف عمل ہے۔ تصنیف واشاعت میں سرگرم عمل اسی ادارہ کے ایک ذیلی شعبہ ''فقیہ ملت اکیڈمی'' کے زیر اہتمام یہ مجموعہ طبع ہو کر آپ تک پہونچ رہا ہے۔

فتاویٰ فقیہ ملت کی تبییض وترتیب، کمپوزنگ و پروف ریڈنگ میں ہم نے پوری توجہ سے کام لیا ہے اور اپنے اعتبار سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، حوالہ جات کو ان کے ماخذ سے مقابلہ بھی کر لیا ہے، پھر بھی اگر کسی طرح کی شرعی، غیر شرعی کوئی خامی رہ گئی ہو تو قارئین کرام مصنف علیہ الرحمہ کی ذات کو اس سے ماوراء تصور کرتے ہوئے ہماری بے بضاعتی وعلمی کم مائگی پر محمول کریں، اور از راہ کرم ہمیں ضرور مطلع کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

اخیر میں ہم ان تمام حضرات کے تہ دل سے ممنون ومشکور ہیں جنہوں نے کسی بھی طرح اس عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا کی اشاعت میں حصہ لیا خصوصاً شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبد القادر صاحب قبلہ علوی، ناظم اعلیٰ وسجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول، براؤں شریف اور محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ نے تقریظ لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور جانشین حضور فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد صاحب قبلہ قادری امجدی سربراہ اعلیٰ مرکز تربیت افتاء، اوجھاگنج جن کی نگرانی میں یہ سارا کام انجام پذیر ہوا، خصوصاً حضرت مولانا مفتی اشتیاق احمد مصباحی امجدی وحضرت مولانا مفتی محمد اویس القادری الامجدی استاذ دار العلوم جامعۃ طاہر العلوم، چھتر پور (ایم، پی) جنہوں نے از اول تا آخر ترتیب و تبییض وغیرہ ہر کام میں ہمارا مکمل تعاون فرمایا۔ محسن اہل سنت حضرت علامہ محمد اقبال صاحب قبلہ اور وہ علمائے کرام جن کے فتاویٰ شامل اشاعت ہیں انہوں نے اس کی طباعت میں حصہ لیا، اساتذۂ مرکز تربیت افتاء وعلمائے تدریب افتاء جنہوں نے اس کی پروف ریڈنگ کی ہم ان سبھی حضرات کے شکر گذار ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل ہمیں آئندہ بھی تصنیفی واشاعتی کام کی توفیق رفیق بخشے، اور ہمارے لئے اس حقیر خدمت کو نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین، بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین.

محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

خادم درس وافتاء مرکز تربیت افتاء، اوجھاگنج بستی

۲ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ　۲۳ اپریل ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیہ ملت وفتاویٰ فقیہ ملت کا فقہی مقام

محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ

حامداً و مصليا و مسلما

فتویٰ کا معنی ہے حکم شرعی بتانا، شریعت کے قانون سے آگاہ کرنا۔ اس مفہوم کے لحاظ سے لفظ ''فتویٰ'' عقائد قطعیہ، ظنیہ، فرائض اعتقادیہ، عملیہ، احکام منصوصہ، مخصوصہ، اجتہادیہ، مخرجہ، وغیرہا سب کو عام ہے۔

اور فقہ کی اصطلاح میں ''فتویٰ'' کا لفظ اس مفہوم عام کے مقابل بہت خاص ہے کیونکہ فقہا ایسے نو پید مسائل پر فتویٰ کا اطلاق کرتے ہیں جن کے بارے میں علمائے مذہب امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول نہیں ہے اور اصحاب امام اعظم کے بعد کے مجتہدین مثلاً عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابوسلیمان جوز جانی، ابو حفص بخاری، محمد بن سلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابوالنصر قاسم بن سلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام اپنے اجتہاد سے بیان فرمائے۔ اس تعریف کے لحاظ سے فتوے کی سب سے پہلی کتاب فقیہ ابواللیث سمرقندی کی کتاب النوازل ہے، اس کے بعد فتاویٰ کے کثیر مجموعے وجود میں آئے جیسے: مجموع النوازل، واقعات ناطفی، واقعات صدر الشهيد، وغیرہ۔ بعد کے ادوار میں جو کتب فتاویٰ تصنیف ہوئیں ان میں عصری تقاضوں کے پیش نظر مسائل اصول، نوادر، فتاویٰ سب کو یکجا کر دیا گیا، ان میں کچھ مجموعے تو ایسے تیار ہوئے جن میں یہ مسائل مخلوط طور پر لکھے گئے اور ایسا مضامین کی مناسبت کی بنا پر ہوا جیسے فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ خلاصہ وغیرہما اور کچھ مجموعوں میں مسائل کے مدارج کے لحاظ سے اہم فالاہم کی ترتیب رکھی گئی کہ پہلے مسائل اصول ونوادر جمع کئے گئے، پھر اخیر میں مسائل واقعات وفتاویٰ کو شامل کیا گیا۔

اسی نوع کی ایک کڑی امام رضی الدین سرخسی کی محیط ہے۔ اس جدت نے فتویٰ کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا کر دی اور مسائل ظواہر ونوادر بھی اس کے اطلاق میں شامل ہو گئے۔ اس طرح اصحاب مذاہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی فتاویٰ کے اجزاء میں شمار ہونے لگے مگر اس توسیع کے باوجود بھی فتویٰ کا اطلاق ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسائل اجتہادیہ کے ساتھ ہی خاص رہا۔

پھر جب بساط اجتہاد سمٹ گئی اور فرش گیتی پر ہر طرف تقلید کے ہی مظاہر رونما ہو گئے تو لفظ فتویٰ کے مفہوم میں ایک بار پھر توسیع ہوئی۔ پہلے تو جو مسائل ائمہ سابقین نے اپنے اجتہاد سے مستنبط کئے تھے ان کو فتویٰ کہا جاتا تھا اور اب ان مسائل کو عوام

الناس سے بیان کرنے، بلفظ دیگر نقل کرنے کو بھی لفظ فتوی سے ہی تعبیر کیا جانے لگا۔ اس تنوع کے لحاظ سے مفتی کی دو قسمیں وجود میں آئیں۔ مفتی مجتہد، مفتی ناقل۔

جو فقیہ اپنے اجتہاد سے مسائل بتائے وہ مفتی مجتہد ہے، اور جو ان مسائل کو استفتاء کرنے والوں سے زبانی یا تحریری بتائے وہ مفتی ناقل ہے، کہ اس کا کام محض نقل ہے، نہ کہ اجتہاد۔ بہار شریعت میں فتاوی عالمگیری کے حوالہ سے ہے:

''فتوی دینا حقیقۃً مجتہد کا کام ہے کہ سائل کے سوال کا جواب کتاب وسنت واجماع وقیاس سے وہی دے سکتا ہے۔ افتاء کا دوسرا مرتبہ نقل ہے یعنی صاحب مذہب سے جو بات ثابت ہے سائل کے جواب میں اسے بیان کردینا اس کا کام ہے۔ اور یہ حقیقۃً فتوی دینا نہ ہوا بلکہ مستفتی کے لئے مفتی (مجتہد) کا قول نقل کردینا ہوا کہ وہ اس پر عمل کرے'' حصہ ۱۲ ص ۶۹

آج کے دور میں جو مفتی پائے جاتے ہیں وہ سب ''مفتی ناقل'' ہیں۔ مگر یہ نقل بھی آسان کام نہیں کہ جو چاہے نقل احکام فرمادے بلکہ اس کے لئے کئی ایک اہم شرائط درکار ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مفتی کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے اسے بغور سنے، پڑھے، سوال کی منشاء کیا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرے، ضرورت ہو تو سائل سے مخفی گوشوں کے تعلق سے وضاحت بھی طلب کرے، عجلت سے بچے۔ بہار شریعت میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

''بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوال میں پیچیدگیاں ہوتی ہیں جب تک مستفتی سے دریافت نہ کیا جائے سمجھ میں نہیں آتا، ایسے سوال کو مستفتی سے سمجھنے کی ضرورت ہے، اس کی ظاہر عبارت پر ہرگز جواب نہ دیا جائے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ سوال میں بعض ضروری باتیں مستفتی ذکر نہیں کرتا اگرچہ اس کا ذکر نہ کرنا بددیانتی کی بنا پر نہ ہو، بلکہ اس نے اپنے نزدیک اس کو ضروری نہیں سمجھا تھا۔ مفتی پر لازم ہے کہ ایسی ضروری باتیں سائل سے دریافت کرلے تاکہ جواب واقعہ کے مطابق ہوسکے۔ اور جو کچھ سائل نے بیان کردیا ہے مفتی اس کو اپنے جواب میں ظاہر کردے تاکہ یہ شبہہ نہ ہو کہ جواب وسوال میں مطابقت نہیں ہے''

(ص ۷۱۔۷۲ حصہ ۱۲)

(۲) سوال تفصیل طلب ہو اور الگ الگ شقوں کا جواب دینے میں یہ احتمال ہو کہ سائل اپنے لئے اس شق کو اختیار کرلے گا جس میں اس کا نفع، یا سرخ روئی، یا عافیت ہو گو کہ اس کا معاملہ اس شق سے وابستہ نہ ہو تو اپنی طرف سے شق قائم کرکے جواب نہ دے، بلکہ تنقیح کے ذریعہ صورت واقعہ کی تعیین کرے پھر جواب دے۔ بہار شریعت میں ہے:

''مفتی پر یہ بھی لازم ہے کہ سائل سے واقعہ کی تحقیق کر لے، اپنی طرف سی شقوق نکال کر سائل کے سامنے بیان نہ کرے، مثلاً یہ صورت ہے تو یہ حکم ہے، اور یہ ہے تو یہ حکم ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو صورت سائل کے موافق ہوتی ہے اسے اختیار کر لیتا ہے اور گواہوں سے ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو گواہ بھی بنا لیتا ہے'' (ص ۷۰ حصہ ۱۲)

ہاں اگر شقوق میں ایسے احتمال کی گنجائش نہ ہو تو بقدر ضرورت شقوق کا جواب دے دینا چاہئے۔

(۳) جواب میں سوال کی مناسبت سے جتنے جزئیات مل سکیں سب پر اچھی طرح غور کر لے، جو جزئیہ سوال کے مطابق ہو اسی کو نقل کرے۔

(۴) جواب مذہب کی کتب معتمدہ، مستندہ سے دے، کتب ضعیفہ سے استناد نہ کرے، استفادہ، یا تائید کے لئے مطالعہ الگ چیز ہے۔ بہار شریعت میں فتاوی عالمگیری کے حوالے سے ہے:

''مفتی ناقل کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ قول مجتہد کو مشہور و متداول ومعتبر کتابوں سے اخذ کرے، غیر مشہور کتب سے نقل نہ کرے'' (ص ۶۹ حصہ ۱۲)

(۵) پیش آمدہ سوال کے تعلق سے جزئیات دو طرح کے ہوں، یا ایک ہی جزئیہ میں احتمالات دو طرح کے ہوں تو اصحاب ترجیح میں سے کسی فقیہ نے جس قول، یا جس احتمال کو ترجیح دیا ہو اسے اختیار کرے۔

(۶) اور اگر ترجیح بھی مختلف ہو تو اصحاب تمیز نے فتوی کے لئے جسے اختیار فرمایا اس پر فتوی دے، مفتیٰ بہ کی دریافت سے عاجز ہو تو اپنے سے افقہ کی طرف رجوع کا حکم دے، یا خود رجوع کرے، یہ بھی ممکن نہ ہو تو توقف کرے کہ اب جواب دینا فتویٰ نہیں ''طغویٰ'' ہوگا۔ ان امور کی رعایت کے لئے کم از کم متعلقہ ابواب کا کامل اور بغور مطالعہ نیز تمام جزئیات اور ان کے فروق پر گہری نظر اور یکسوئی وحاضر دماغی ضروری ہے۔

(۷) جواب تمام ضروری گوشوں کو محیط ہو، اس کے لئے وسعتِ مطالعہ، استحضار، تیقظ ناگزیر ہے۔

(۸) جواب کا تعلق کسی دشواری کے حل سے ہو، اور حل مختلف ہو تو جواب میں اس حل کو اختیار کرے جو قابل عمل ہو، اور جو حل کسی وجہ سے قابل عمل نہ ہو اس کا ذکر عبث ہوتا ہے۔

(۹) بہار شریعت میں ہے کہ:

''مفتی کو بیدار مغز ہوشیار ہونا چاہئے، غفلت برتنا اس کے لئے درست نہیں کیونکہ اس زمانے میں اکثر حیلہ سازی اور ترکیبوں سے واقعات کی صورت بدل کر فتوی حاصل کر لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر

کرتے ہیں کہ فلاں مفتی نے مجھے فتوی دے دیا ہے، محض فتوی ہاتھ میں ہونا ہی اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں، بلکہ مخالف پر اس کی وجہ سے غالب آجاتے ہیں، اس کو کون دیکھے کہ واقعہ کیا تھا، اور اس نے سوال میں کیا ظاہر کیا'' (ص۷۰ حصہ ۱۲)

(۱۰)　مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بردبار، خوش خلق، ہنس مکھ ہو، نرمی کے ساتھ بات کرے، غلطی ہو جائے تو واپس لے، اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں کبھی دریغ نہ کرے، یہ نہ سمجھے کہ مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ غلط فتوی دے کر رجوع نہ کرنا حیا سے ہو یا تکبر سے بہر حال حرام ہے۔ (بہار شریعت ص۲۷ ج۱۲ بحوالہ عالمگیری)

(۱۱)　ان تمام امور کے ساتھ ایک امر لازم یہ بھی ہے کہ جامع شرائط ماہر مفتی کی خدمت میں شب وروز حاضر رہ کر افتا کی تربیت حاصل کرے، جدوجہد کا خوگر بنے، اور کثرت مشق ومزاولت سے خود درج بالا امور کا ماہر ہو جائے۔

اگر جامع شرائط مفتی کی تربیت میں رہنے کا موقعہ نہ میسر ہو تو مشکل اور پیچیدہ مسائل میں اپنے سے افقہ سے تبادلۂ خیال کرے اور ان کے علم وتجربہ سے استفادہ کو غنیمت سمجھے۔

جو عالم دین ان اوصاف وشرائط کا جامع ہو وہی نقل فتوی کا اہل ہے اور وہی قابل اعتماد ولائق استناد مفتی ناقل ہے اور اس کے فتاوی اس سے نیچے درجے کے علماء کے لئے حجت اور واجب العمل ہیں۔ اس معیار کے کتب فتاویٰ میں

(۱) فتاویٰ مصطفویہ　　　(۲) فتاوی امجدیہ

(۳) فتاوی شریفیہ　　　(۴) فتاوی بحر العلوم

سر فہرست ہیں۔ بلکہ ان کے بہت سے فتاوی نقل فتاوی کے معیار سے بالاتر اعلیٰ تحقیقات واستخراجات کے درجے پر، یا ان کے قریب ہیں۔

حجت بھی ہیں البتہ ان میں بعض کے مدارج بعض سے اعلیٰ ہیں، اول ودوم کو یکساں مقام حاصل ہے۔ اور فتاوی رضویہ کا مقام تو بہت ہی ارفع واعلیٰ ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر مناسب نہ تھا۔

فتاوی ہندیہ، ردالمحتار، طحطاوی علی الدر، طحطاوی علی المراقی، بہار شریعت بھی اسی نوع کے کتب فتاویٰ میں ہیں جن میں پوری صحت وتحقیق کے ساتھ مسائل ظواہر ونوادر وفتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔

کہانی مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی:

ہم یہاں اس مبحث جلیل کا احاطہ نہیں کرنا چاہتے ورنہ یہ تحریر اور بھی کئی ایک علمائے اہل سنت کے کتب فتاوی کے

تذکرے سے مزین ہوتی، بلکہ ہم ان چند مثالوں کے ذریعہ اپنے عام قارئین کو اجالے میں لاکر فقیہ ملت اور فتاوی فقیہ ملت پر یہ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ ان کا مقام فقہ کیا ہوسکتا ہے؟

اس پر تفصیلی گفتگو کے لئے تو فتاوی فقیہ ملت کا تحقیقی و تفصیلی مطالعہ ضروری تھا جس سے راقم السطور ابھی محروم ہے، تاہم متعدد مقامات کا تبرکاً مطالعہ کیا ہے اور حضرت فقیہ ملت کی شخصیت اور ان کے آداب فتوی نویسی سے بہت قریب سے واقفیت بھی ہے اس کے پیش نظر اپنا تاثر یہ ہے فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ معتمد ناقل فتوی کا ہے کیونکہ آپ تقریباً درج بالا جملہ اوصاف و شرائط کے جامع ہیں آپ نے فتاوی کامل غور و فکر کے بعد تحریر فرمائے ہیں اور ان کے ثبوت میں قول مرجح، مختار، مفتیٰ بہ سے استناد کیا ہے، ساتھ ہی نقل میں صحت و دیانت کے تقاضوں کو پورا کیا ہے، آپ کا مجموعہ، فتاوی عموماً اسی طرح کے فتاوی پر مشتمل ہے اس لئے یہیں سے اس کا مقام بھی متعین ہوگیا کہ وہ حجت اور واجب العمل ہے۔ ''عموماً'' کی قید اس لئے لگائی کہ آپ کے مجموعۂ فتاوی میں کچھ ایسے نو پیدا مسائل کے بھی جوابات ہیں جن کے احکام اصحاب مذاہب اور بعد کے ائمۂ مجتہدین کے یہاں منصوص نہیں ہیں تو ان کا درجہ احکام منصوصہ کے درجے سے فروتر ہونا چاہئے۔

اس مجموعہ سے پہلے حضرت فقیہ ملت کے فتاوی کی تین جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اب یہ چوتھی جلد بنام ''فتاوی فقیہ ملت'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پہلی تینوں جلدوں کی طرح اسے بھی مقبول انام بنائے اور حضرت کے فیض کو مزید عام تام فرمائے۔ آمین، بجاہ حبیبه سید المرسلین صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و علیٰ آله و صحبه و ازواجه اجمعین.

محمد نظام الدین الرضوی

خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارکپور، اعظم گڑھ

۸ ربیع النور ۱۴۲۵ھ ۲۹ اپریل ۲۰۰۴ء (جمعرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیہ ملت اور مرکز تربیت افتاء

جانشین فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد قادری امجدی صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ مرکز تربیت افتاء، اوجھا گنج

والد گرامی استاذ الفقہاء فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج حافظ و قاری مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ و الرضوان کا نام نامی واسم گرامی دنیائے اسلام وسنیت میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ اپنی وقیع تحریرات دمعتبر تصانیف کے ذریعہ ملک وبیرون ملک کے گوشے گوشے میں عزت ووقار کے ساتھ جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اپنی حیات پاک ہی میں آپ مرجع فتاویٰ مرکز علماء اور عوام الناس کے لئے مصدر فیوض وبرکات تھے۔ آپ کی پوری زندگی حرکت وعمل کا نمونہ تھی۔ آپ تقویٰ وتدین اور تصلب فی الدین کے پیکر تھے۔ جرأت وبے باکی، حق گوئی اور ہمت مردانہ آپ کے خاص اوصاف تھے۔ زمانہ شاہد ہے کہ کلمۂ حق کے برملا اعلان میں آپ نے حالات کی کبھی کوئی پروانہیں کی۔ باطل پرستوں کے لئے آپ کی شخصیت شمشیر بے نیام تھی۔ آپ ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام دونوں کو کامیاب وسرخرو دیکھنا چاہتے اور اس کے لئے ہمیشہ اپنا خون جگر بھی جلایا کرتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے بس یہی دھن رہتی کہ کس طرح مسلمانوں کی اصلاح ہو۔ گویا خدمت دین اور اصلاح مسلمین آپ کا اوڑھنا، بچھونا تھا۔ اپنی ضرورتوں سے کہیں زیادہ آپ عصر حاضر کی دینی ضرورتوں کا احساس رکھتے تھے۔ موقع اور ماحول کے مطابق جس دینی ضرورت کا آپ کو احساس ہوتا بلا تاخیر زبان وقلم کے ذریعہ اسے پورا کرنے کی سعی بلیغ فرماتے اور دوسرے علماء وتلامذہ کو بھی اس کی اہمیت کا احساس دلاتے۔ آپ کی نظر ہمیشہ وقت کے تقاضے کے مطابق، دین کے ضروری اور اہم کاموں پہ مرکوز رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مدرسے کی لمبی چوڑی عمارت کی بجائے آپ معیاری تعلیم وتربیت کے قائل تھے اور اسی پر دھیان دیتے تھے۔

دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کی تدریس وافتاء کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر آپ جب اپنے وطن اوجھا گنج میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے تو باوجودیکہ ضعف، پیری وامراض مزمنہ کی بنا پر طبیعت محنت ومشقت کی متحمل نہیں تھی لیکن چونکہ وقت کی دینی ضرورتیں آپ کو بے قرار کر رہی تھیں نیز بے کار ہو کر بیٹھنا آپ کے مزاج کے خلاف بھی تھا اس لئے:

ع عزم وایماں ہے قوی جسم کا لاغر ہی سہی

کے مطابق آپ نے تربیت افتاء کی اہم دینی ضرورت کے پیش نظر دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم میں باضابطہ اس کا شعبہ قائم کرنے

کے متعلق مجھ سے مشورہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ اس خدشہ کا بھی اظہار فرمایا کہ افتاء کا کام حد درجہ دماغ سوزی اور جگر کاوی کا ہے۔ بھلا کون مولوی مشق افتاء کے لئے تیار ہوگا۔ اس خدشہ کے اظہار کے بعد اس دن آپ نے اس موضوع پہ مزید کوئی اور گفتگو نہیں کی۔ لیکن چونکہ آپ کو اس کی ضرورت کا احساس اچھی طرح ہو چکا تھا اس لیے بعد میں دوسرے دن مجھے بلا کر فرمایا کہ زمانہ بہت تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے۔ نئی نئی ایجادات واختراعات ہو رہی ہیں خصوصاً کمپیوٹر کی ایجاد نے تو دنیا کا منظر نامہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے اب ایسی صورت میں مفتیان اسلام کی ذمہ داریاں بھی دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ محض کتابوں کے مطالعہ سے افتاء کا کام صحیح ڈھنگ سے نہیں انجام دیا جا سکتا جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ''آج کل درسی کتابیں پڑھنے سے، پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں داخل نہیں ہوتا'' اور تحریر فرماتے ہیں کہ: ''علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔'' لہٰذا ضرورت ہے کہ باذوق وباصلاحیت اور محنتی فاضلین کو افتاء کی تربیت دی جائے تاکہ آنے والے وقت میں وہ دین کی اس اہم خدمت کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ چنانچہ **توکلاً علی اللہ** آپ نے دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم میں شعبۂ تربیت افتاء کے قیام کا اعلان فرمادیا۔

ارشد العلوم میں اس شعبہ کے قیام کے اعلان سے پہلے جب میں نے دیکھا کہ حضرت نے مرکز تربیت افتاء کے قیام کا عزم محکم فرمالیا ہے تو میں نے اور بعض دوسرے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کام شہر بستی میں شروع کرنا مناسب ہوگا میرا خیال تھا کہ اس طرح کا اہم کام کسی مرکزی مقام پہ شروع کرنا چاہئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اس کام کے لیے فی الحال شہر بستی میں نہ تو کوئی مناسب جگہ ہے اور نہ وطن سے باہر رہنے کی میری صحت ہی اجازت دیتی ہے۔ نیز حدیث شریف **اعمار امتی مابین الستین الی السبعین واقلهم من یجوز ذلك**" (۱) کے مطابق میرا پیمانۂ عمر بھی لبریز ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں بستی شہر میں زمین حاصل کرنے پھر اس پہ عمارت بنوانے کی الجھنوں میں پڑ کر زیادہ وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ بستی میں زمین حاصل کرنے اور اس پہ عمارت بنانے کے لیے ایک خطیر رقم کا چندہ کرنا پڑے گا اور اس میں کافی وقت لگے گا اس لیے کہ میں نہ تو کوئی بہت بڑا پیر ہوں اور نہ ہی ایسے افراد میرے متعلقین میں ہیں جو میرے ایک ایماء واشارے پر اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور فقہ وفتاویٰ جیسے بنیادی کام کی اہمیت بھی لوگ محسوس نہیں کرتے کہ معمولی وقت میں اس اہم کام کے لئے مطلوبہ رقم مہیا کرا دیں۔ جب کہ اوجھا گنج میں میری ایک وسیع وعریض ذاتی زمین ہے اس میں یہ کام شروع کرنا میرے لئے زیادہ آسان ہے۔ چنانچہ حضرت نے ہم لوگوں کے مشورے سے اپنی اس زمین کو ارشد العلوم کے لئے وقف فرمادیا (۲) اور شعبۂ تربیت افتاء نیز شعبۂ حفظ وقرأت کو اسی زمین پہ تعمیر

(۱) میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہیں۔ کم لوگ ہیں جو اس سے آگے بڑھیں (مشکوۃ ص ۴۵۰)

(۲) البتہ زمین کا کچھ حصہ (58X58 فٹ) اپنی آرام گاہ کے لئے وقف سے الگ رکھا اس وقت فقیہ ملت کا مزار پاک اسی حصہ میں ہے۔

شدہ عمارت میں شروع فرمادیا، حضرت کے وصال کے بعد شعبۂ عربی وفارسی کا قیام بھی عمل میں آیا۔ بحمدہ تعالیٰ سارے شعبے اس وقت سے اب تک نہ صرف یہ کہ اچھی طرح چل رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، پھر اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت اور حضرت والد گرامی علیہ الرحمہ کے اخلاص عمل کی برکت سے دن بدن ترقی کی شاہراہ پہ گامزن ہیں۔ فالحمد للہ علی منہ وکرمہ۔

حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ادارہ کی تمام ذمہ داریاں میرے ہی ناتواں کاندھے پہ آ گئیں اور حضرت علیہ الرحمہ کے روحانی فیضان سے میں اپنی تمام ذمہ داریاں نبھانے کی بھرپور کوشش بھی کرتا رہا ہوں لیکن مجھے حد درجہ خوشی ہے کہ ارشد العلوم کے انتظام وانصرام اور فتویٰ نویسی جیسے اہم کام انجام دینے میں برادر عزیز مولانا مفتی محمد ابرار احمد امجدی زید مجدہ میرے دست وبازو بنے ہوئے ہیں اور بہترین رفیق کار کی حیثیت سے میرے عمدہ معین ومددگار ہیں اور برادر اصغر عزیزم مولانا ازہار احمد امجدی سلمہ جو ابھی زیر تعلیم ہیں ہمیں ان کی ذات سے بھی امید ہے کہ والد ماجد کے مشن کو روز افزوں ترقی دینے میں ہمارے معین ومددگار ثابت ہوں گے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں آفات روزگار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور علم وعمل کے ساتھ دارین میں سرخرو فرمائے۔ آمین۔

مشہور کہاوت ہے کہ: ''چراغ سے چراغ جلتا ہے''۔ چنانچہ حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے جب باقاعدہ تربیت افتاء کا کام شروع فرمادیا تو بعض دوسرے ادارے کے ذمہ داروں نے بھی اس کی افادیت وضرورت کو محسوس کیا اور انہوں نے بھی اپنے اپنے یہاں باضابطہ الگ سے تربیت افتاء کا شعبہ قائم کردیا۔ چنانچہ مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، جامعہ نوریہ بریلی شریف اور جامعہ رضویہ پٹنہ وغیرہ میں بھی باقاعدہ یہ شعبہ قائم کرکے چلایا جانے لگا اور گویا کچھ اس طرح کا منظر سامنے آیا کہ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

یہ بات یقیناً خوشی کی ہے کہ جس کام کو اکیلے ایک شخص نے شروع کیا تھا اس میں جماعتی سطح پر کافی حد تک پھیلاؤ آیا لیکن میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ہندوپاک میں باضابطہ تربیت افتاء کے قیام کی اولیت کا سہرا حضرت فقیہ ملت ہی کے ماتھے ہے۔ حدیث شریف ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنةفله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیران ینقص من اجورهم شئی۔(۱)

یعنی اگر کوئی شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے گا تو اس کو اس کا اجر تو ملے گا ہی اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا بھی اجر اسے ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ کمی بھی نہیں ہوگی

(۱) مشکوۃ شریف ص ۳۳

اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ سب سے پہلے مرکز تربیت افتاء قائم کرنے کی وجہ سے اس کے اجر وثواب کے مستحق تو ہوئے ہی۔ بعد میں بھی تربیت افتاء کے جو مراکز قائم ہوئے یا ہوں گے ان کے اجر وثواب کے بھی مستحق انشاء اللہ تعالیٰ ہوں گے۔

موجودہ دور میں تربیت افتاء کے علاوہ اور بھی دوسری دینی ضرورتیں ہیں جن کا احساس حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ کو پوری طرح تھا اور ان کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے مثلاً تخصص فی الحدیث مع حالات رجال۔ آج کے دور میں یہ کام کتنا مفید، بنیادی اور اہم ہے اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ خصوصاً غیر مقلدیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کے تناظر میں۔ اسی طرح تخصص فی الاصول۔ بھی ایک اہم اور ضروری کام ہے۔ کیونکہ جب تک کسی شخص کو اصول فقہ میں مہارت وبصیرت نہیں ہوگی وہ نئے فقہی مسائل کے صحیح احکام کا استخراج نہیں کرسکتا۔ کاش جماعت کے سربرآوردہ حضرات ان اہم کاموں کی جانب توجہ مبذول فرماتے تو وقت کی اہم دینی ضرورتیں پوری ہوجاتیں۔

سطور بالا سے قارئین کو حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی خلوص وللّٰہیت، جذبۂ دین پروری اور ضعف ونقاہت کے ماحول میں بھی آخری دم تک جہد مسلسل کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی حضرت جیسا اخلاص اور خدمت دین کا جذبۂ فراواں عطا فرمائے۔ آمین۔

زیر نظر کتاب ان فتاوی کا مجموعہ ہے جنہیں حضرت نے مرکز تربیت افتاء دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج سے صادر فرمایا۔ اس میں کچھ فتاوے تو ایسے ہیں جنہیں حضرت نے خود بہ نفس نفیس تحریر فرمایا اور کچھ ایسے ہیں جنہیں فتاوی کی تربیت پانے والے علماء سے تحریر کرایا اور خود ان کی اصلاح فرما کر تصدیق فرمائی۔

اس کتاب کا تعلق چونکہ فقہ وافتاء سے ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عام قارئین کے فائدہ کے لئے فقہ وافتاء کے تعلق سے بھی کسی قدر معلومات یہاں جمع کردی جائیں تاکہ قارئین دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ کرسکیں۔

فقہ کا اطلاق بسا اوقات عقائد واعمال دونوں کے علم پر ہوتا ہے۔ اسی لیے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ کی تعریف اس طرح منقول ہے۔

معرفة النفس مالها وما عليها (۲) یعنی نفس کا ان باتوں کو جاننا جو اس کے لیے مفید اور مضر ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تعریف میں اتنا عموم ہے کہ عقائد واعمال دونوں کو شامل ہے کیونکہ جس طرح بعض اعمال نفس کے لیے مفید اور بعض مضر ہوتے ہیں اسی طرح بعض عقائد بھی انسانی نفس کے لیے مفید اور بعض مضر ہوتے ہیں۔ لیکن عقائد واعمال چونکہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اس لیے عقائد کے علم کے لیے فقہ اکبر اور اعمال کے علم کے لیے فقہ اصغر کا لفظ خاص کردیا گیا۔ پھر اعمال کے علم کے لیے زیادہ تر خالی فقہ

(۲) توضیح تلویح ص ۴۴

کا لفظ بولا جانے لگا۔ یہاں تک کہ اگر لفظ فقہ مطلق طور پہ بولا جائے تو اس سے ذہن اسی علم کی طرف جاتا ہے جس میں اعمال سے بحث کی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ فقہ کا لفظ جب مطلق طور پہ بولا جاتا ہے تو عموماً اس سے احکام شرعیہ عملیہ ہی کا علم مراد ہوتا ہے۔ لہذا اب فقہاء کی اصطلاح میں فقہ کی تعریف اس طرح ہوگی۔

الفقه هو العلم بالاحكام الشرعية من ادلتها التفصيلية.(۱) تفصیلی دلیلوں سے حاصل شدہ احکام شرعیہ کے علم کو فقہ کہتے ہیں۔

فضیلت واہمیت فقہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْراً كَثِيْراً (۲) اس آیت کی شرح میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"قدفسر الحكمة زمرة ارباب التفسير بعلم الفروع الذين هو علم الفقه" (۳) یعنی مفسرین نے حکمت سے علم فقہ مراد لیا ہے اس کی روشنی میں آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوا کہ جو احکام شرعیہ کا عالم ہوا اس کو بہت بھلائی ملی۔

ایک دوسرے مقام پہ ارشاد خداوندی ہے

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ.(۴) تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں

حدیث شریف میں فقیہ وفقہ کے تعلق سے اس طرح ارشاد ہوا

من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين (۵) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نعم الرجل الفقيه فى الدين ان احتيج اليه نفع وان استغنى عنه اغنى نفسه.(۶) دین کا فقیہ کتنا بہترین آدمی ہے۔ اگر اس سے حاجت کا اظہار کیا جائے تو فائدہ پہونچاتا ہے اور اگر اس سے بے نیازی برتی جائے تو خود کو بے نیاز رکھتا ہے

---

(۱) توضیح تلویح ص ۳٤

(۲) سورہ بقرہ، آیت ۲۶۹

(۳) درمختار مع شامی جلد اول ص ۲۸

(۴) سورۂ توبہ، آیت ۱۲۲

(۵) مشکوٰۃ شریف ص ۳۶

(۶) مشکوٰۃ شریف ص ۳۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا

لان اجلس ساعة فافقه احب الی من ان احیی لیلة القدر (۱)
ایک گھڑی بیٹھ کر فقہ حاصل کرنا شب قدر کی شب بیداری کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے

طبرانی کی ایک روایت میں ہے

مجلس فقه خير من عبادة ستين سنة (۲)
فقہ کی ایک نشست ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرة العینین میں فرمایا کہ

قرآن وحدیث کے بعد اسلام کا دارومدار فقہ پر ہے۔ (۳)

ضرورت فقہ

آئے دن نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر نئے مسئلے کا حکم کتاب وسنت یا اجماع امت میں تفصیل وصراحت کے ساتھ موجود ومذکور نہیں اور اسلام چونکہ ہر قدم اور ہر دور کے لوگوں کا مذہب ہے اس لئے مقررہ شرائط کے ساتھ کتاب وسنت یا اجماع امت سے ان نو پید مسائل کے احکام کا استخراج کرنا ایک ناگزیر امر ہے۔ ورنہ اسلام ایک گونہ تعطل وجمود کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

تدوین فقہ

فقہ کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہوئی سب سے پہلے یہ کام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ طریقۂ کار یہ تھا کہ اپنے تلامذہ میں سے چالیس بڑے بڑے علماء وفقہاء کو آپ نے منتخب فرمایا پھر کوئی مسئلہ زیر بحث لایا جاتا بحث وتمحیص کے بعد جو طے پاتا اسے فقہی وشرعی مسئلہ قرار دیا جاتا۔ (۴)

---

(۱) مقدمہ تاتارخانیہ جلد ۱ ص ۵
(۲) مقدمہ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۵
(۳) مقدمہ تاتارخانیہ ج ۱ ص ٦
(۴) مقدمہ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۱۳

افتاء

افتاء کا لغوی معنی ہے فتوی دینا۔ اور افتاء کی اصطلاحی تعریف علامہ سید شریف جرجانی نے اس طرح کی ہے الافتاء بیان حکم المسئلة (التعریفات للجرجانی) یعنی کسی خاص مسئلے کا حکم بیان کرنا افتاء ہے۔

افتاء کا کام حد درجہ مشکل ہے۔ اگر توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو تو صلاحیت اور محض کتابوں خصوصاً فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے یہ کام صحیح طور پہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ماضی قریب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو فضل الٰہی سے ایسا تفقہ فی الدین حاصل تھا کہ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کو تشنہ نہیں چھوڑا جو ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ جنھوں نے محض اپنے علم وعقل پہ بھروسہ کیا اور توفیق ربانی نے ان کا ساتھ نہیں دیا انہوں نے افتاء کے کام میں قدم قدم پہ ٹھوکر کھائی ہے۔ حالانکہ دنیا انہیں مطاع العالم (۱) شیخ الکل (۲) اور حکیم الامت (۳) کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

فتاوی فقیہ ملت کی چند نمایاں خصوصیات

(۱) کتاب وسنت سے استناد۔ اس کی مثالیں فتاوی فقیہ ملت میں قارئین کو جا بجا ملیں گی۔

(۲) حوالہ جات کی کثرت۔

تثویب کے جائز وناجائز ہونے کے بارے میں حضرت فقیہ ملت سے سوال ہوا۔ آپ نے کافی مفصل اس کا جواب دیا جو فتاوی فیض الرسول کے جلد اول میں شامل ہے۔ اس میں آپ نے تثویب کے جائز ہونے پر فقہ حنفی کی ۳۶ کتابوں کے نام شمار کرا کے حوالے دیئے ہیں۔ (۴)

(۳) مشکوک سوال کی تحقیق:-

حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ کو جب اس بات کا شبہ ہو جاتا کہ سائل اصل واقعہ کے برخلاف اپنے مقصد برآری کے لئے غلط سوال کر کے جواب چاہتا ہے تو کبھی جائے وقوع پر آدمی بھیج کر اور کبھی سائل کو حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کے مزار پاک پہ لے جاتے اور حلفیہ بیان لے کر سوال کی تحقیق کرتے اس کے بعد جواب لکھتے۔ چنانچہ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص ۱۸۷ پر ہے:-

(۱) مولوی رشید احمد گنگوہی مراد ہیں جنھوں نے کوا اور بکرا کے کپورے کو حلال اور منی آرڈر اور میلاد شریف کو حرام وناجائز قرار دیا

(۲) مولوی نذیر دہلوی مراد ہیں جنھوں نے بطور اداء دو وقت کی نمازوں کو ایک کے وقت میں پڑھنے کو جائز قرار دیا۔

(۳) مولوی اشرف علی تھانوی مراد ہیں جنھوں نے 'بہشتی زیور' میں نوشہ کے سر پہ سہرا باندھنے کو شرک لکھ دیا۔

(۴) فتاویٰ فیض الرسول ج ۱ ص ۲۳۲

''زید صاحب معاملہ نے شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک مزار پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ قسم کھائی کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی ہیں۔ لہٰذا اس کا بیان تسلیم کرلیا گیا (۱)

(۴)　سوال میں غیر شرعی بات پر سائل کو تنبیہ

مثلاً سوال میں اگر کوئی اسم رسالت کے ساتھ درود یا سلام کا مخفف یعنی صلعم ''م''، ''ؐ'' وغیرہ لکھتا تو اصل جواب کے ساتھ سائل کو اس سے منع فرماتے:

(۵)　محولہ کتاب کی جلد نمبر وصفحہ نمبر کی نشاندہی کا التزام۔ (جیسا کہ آپ کے فتاویٰ سے ظاہر ہے)

(۶)　اصل سوال کے جواب کے ساتھ سوال میں مذکور دوسرے خلاف شرع امور کے ارتکاب کا بھی بیان کرنا۔ مثلاً ایک سوال اس طرح کا آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم کو طلاق دے دوں گا نیز یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم اپنی لڑکی رکھوں گا مگر تم کو نہیں رکھوں گا۔ تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ زید ایسا کہنے کے بعد اپنی اس بیوی کو رکھے ہوئے ہے۔

حضرت فقیہ ملت نے اس کا اصل جواب اس طرح دیا کہ زید کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی لیکن چونکہ قسم کھانے کے بعد اپنی اس بیوی کو رکھا اس لئے زید پر قسم کا کفارہ واجب ہوا۔ (۲)

(۷)　شرعی مسئلے کے تعلق سے عوام میں پھیلی ہوئی غلط فہمی کی تردید واصلاح، عام طریقے سے جاہل مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ اس کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں'' (۳)

اقوال فقہاء میں تطبیق

فاسق کی اذان کے اعادہ وعدم اعادہ سے متعلق فتاوی مصطفویہ اور انوار الحدیث میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ایک صاحب نے تعارض واشکال پیش کیا اور جواب کے طالب ہوئے۔ حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے جواب کچھ اس طرح تحریر فرمایا کہ ''حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے مگر دے تو ہو جائے گی۔ عالمگیری میں ہے: یکرہ اذان الفاسق و لایعاد اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق اذان نہ کہے اس کی اذان مکروہ ہے مگر کہہ دے تو ہو جائے گی۔ اعادہ واجب نہیں اور'' انوار الحدیث'' میں جو ''در محتار'' اور ''بہار شریعت'' کے حوالہ سے ہے کہ فاسق کی

(۱) فتاویٰ فیض الرسول ج ۲ ص ۱۸۷　(۲) فتاویٰ فیض الرسول ج ۱ ص ۱۲۵　(۳) فتاویٰ فیض الرسول ج ۱ ص ۲۹۲

اذان کا اعادہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعادہ مستحب ومندوب ہے اور اعادہ واجب نہ ہو مگر مستحب ومندوب ہو اس میں تعارض نہیں"(۱)

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری خصوصیات ہیں مثلاً حدیث وفقہ میں بظاہر تضاد کی صورت میں حدیث کی عمدہ توجیہ، غیر تحقیقی بات لکھنے سے اجتناب، اعتراض بشکل استفتاء کا تحقیقی جواب کے ساتھ الزامی جواب اور جواب میں سائل کے علمی حال وحیثیت کا لحاظ وغیرہ۔ مگر قلت وقت وخوف طوالت کی وجہ سے ان کی تفصیلات سے گریز کیا جارہا ہے۔

اخیر میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد کو حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ جیسا اخلاص، جذبۂ عمل اور وسیع وگہرا علم عطا فرمائے اور حضرت کا فیضان ہم سبھی کے دلوں پہ جاری وساری رکھے۔ آمین۔

انوار احمد قادری امجدی

خادم | مرکز تربیت افتاء، اوجھا گنج
کتب خانہ امجدیہ، دہلی

۷؍ربیع النور ۱۴۲۵ھ

۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۴ء

(۱) فتاویٰ فیض الرسول ج۱ص۱۸۳

فہرست مضامین فتاویٰ فقیہ ملت جلد اول

فہرست مضامین — صفحہ

باب الاذان و الاقامۃ

اذان واقامت کا بیان

باب شروط الصلاۃ

نماز کی شرطوں کا بیان

باب صفۃ الصلاۃ

طریقۂ نماز کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

باب الامامة

امامت کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

باب الجماعت

جماعت کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

باب ما یفسد الصلاۃ

مفسدات نماز کا بیان

باب مایکرہ فی الصلاۃ

نماز کے مکروہات کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین — صفحہ

باب العیدین

عیدین کا بیان

کتاب الجنائز

جنازہ کا بیان

کتاب الزکاۃ

زکاۃ کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

کتاب الحج

حج کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

باب الولی و الکفو

ولی اور کفو کا بیان

باب المہر

مہر کا بیان

باب الجهاز

جہیز کا بیان

باب نکاح الکافر و المرتد

کافر و مرتد کے نکاح کا بیان

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتہ) کا بیان

تقریظ جلیل

ممتاز الفقہاء محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی

بانی جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ بہت ہی وسیع النظر، مشاق، کہنہ مشق مفتی تھے۔ اور علمائے کرام کو آپ کے فتویٰ پر اعتماد تھا اسی لئے آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی مجلس شرعی میں فیصل بورڈ کے ایک رکن منتخب ہوئے اور تا حین حیات آپ اس منصب پر قائم رہے۔

فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کئی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں ان میں "فتاویٰ فیض الرسول" آپ کی حیات ہی میں خواص وعوام میں مقبول ہو چکے تھے بلکہ میں نے بہت سے مفتیان کرام کو اس سے استفادہ کرتے ہوئے بھی پایا ہے۔

فتویٰ نویسی دنیا کے تمام علوم وفنون میں سب سے زیادہ نظری علم ہے۔ بڑی ہی محنت شاقہ ریاضت کاملہ کا متقاضی ہے۔ مفتی وہی ہو سکتا ہے جو استنباط احکام، اسباب وعلل، نقض ومنع، طرد وعکس میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ عبادات وعرف، حرج وبلویٰ اور تعامل الناس میں درک ومہارت رکھتا ہو۔ نتہ وافتاء کا منصب تو اصحاب اجتہاد کے لئے مخصوص ہے مگر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی آمد تک یہ دروازہ بند ہے کہ اب اجتہاد کے شرائط ولوازمات کی معرفت ومہارت والے افراد کا وجود تقریباً ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے امت کے اکابر نے اجماع فرمالیا کہ اب ائمہ اربعہ کی تقلید ہی فرض ہے اور اس سے خروج گمراہی ہے۔ اس لئے تمام علماء اقوال مذہب کی نقل ہی کو فتویٰ قرار دیتے ہیں۔ اقوال مذہب کی نقل بھی آسان امر نہیں ہے کہ مذہب کی چند کتابیں مطالعہ کرلیں اور افتاء کا کام شروع کر دیا جائے۔ بلکہ تغیر عالم کے سبب روزنما نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اور عرف وتعامل میں تغیر ہوتا ہے۔ نئے نئے فتنے سر ابھارتے ہیں۔ اور مسائل کی نئی نئی شکلیں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ خدا کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے ائمہ کرام پر کہ انہوں نے کلیات وجزئیات کا استیعاب اس انداز میں فرمایا ہے کہ ہر مسائل جدیدہ اور ہر نئی صورت کو ہمارے ائمہ فقہاء کے بیان کردہ کسی حکم پر منطبق کیا جا سکتا ہے اور انطباق واستخراج کا یہ عمل بھی ہر عالم کی دسترس میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے فقہی ابواب وفصول اور ان کے جزئیات وکلیات پر مدتوں ایک صاحب کو جگر سوزی کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں نقل اقوال وترجیح منقولات وادراک مفتی بہ اور کسی جزئیہ مصرح پر مسائل جدیدہ کے انطباق پر قابو حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ پر کہ انہوں نے پوری دیانت اور تجسس وتحقیق کے ساتھ عمر کے آخری حصہ تک فتویٰ نویسی فرمائی اور فتویٰ نویسی کی تربیت کا انتظام بھی فرمایا اور اب آپ کا مرکز تربیت افتاء آپ کے صاحبزادگان مولانا انوار احمد امجدی کی نگرانی اور مولانا مفتی ابرار احمد امجدی صاحب کے اہتمام میں سابقہ روایات کے مطابق جاری ہے۔

فقیہ ملت کا زیر نظر مجموعہ فتاویٰ اگرچہ آپ کے سابقہ فتاویٰ جیسی تفصیلات وطویل جوابات ومراجع کثیرہ کی نقول پر مشتمل نہیں ہے لیکن ان میں اصل احکام شرع پوری وضاحت ودیانت کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں اور بزرگوں سے بھی ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کے شباب وقوت کے دور میں فتاویٰ بہت ہی مفصل اور مدلل ومبسوط انداز میں ہوتے تھے اور اخیر دور میں اختصار کے کام لیتے تھے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اب عمر قلیل ہے۔ اور کام طویل اس لئے اختصار کے ساتھ ہر کام نباہ لیا جائے۔ اس کے علاوہ عوام کے لئے اصل حکم کی دریافت ہی کافی ہے اور زیادہ مفید ہوتی ہے۔

میں فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی پر ہمیشہ مطمئن رہا۔ اور فتویٰ نویسی میں ان کے احتیاط کا قائل رہا ہوں۔ رب قدیر وکریم ہم تمام اہل سنت کی طرف سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور مشائخ اہل فتویٰ کے زمرہ میں ان کو شمار فرمائے (آمین) بحرمۃ حبیبک النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہٗ

۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

بانی، جامعہ امجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب العقائد

عقیدے کا بیان

مسئلہ:- از: محمد اسحٰق قادری ڈھلمو شریف، ڈاکخانہ التفات گنج، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے یا جنید یا جنید کہہ کر دریا پار کرنے کا واقعہ اپنی تقریر میں بیان کیا جسے الملفوظ حصۂ اول میں حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا ہے۔ بکر اس واقعہ کو بے بنیاد اور بے اصل کہتا ہے اور اسے گمراہ کن قرار دیتا ہے اور حوالہ میں فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ ص ۲۹۵ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے کہ یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا ملا۔ بلکہ دجلہ ہی کے پار جانا تھا اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا اور یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ یا جنید کہہ الخ - اور الملفوظ کو غیر مستند کہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا واقعۂ مذکور بیان کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور بکر کا قول کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- یا جنید یا جنید کہہ کر دریا پار کرنے کا واقعہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کا بیان فرمانا اور امام الفقہاء حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا اسے ملفوظ میں تحریر فرمانا واقعۂ مذکورہ کے مستند ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ لہٰذا زید کا اس کو بیان کرنا درست ہے۔ اور بکر کا اس واقعہ کو بے بنیاد و بے اصل کہنا اور اسے گمراہ کن قرار دینا غلط ہے۔ اور ثبوت میں عبارت مذکورہ کا پیش کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ اعلیٰ حضرت نے اصل واقعہ کو غلط قرار نہیں دیا ہے بلکہ سوال میں جتنی باتیں خلاف واقعہ تھیں صرف ان کا غلط ہونا ظاہر فرمایا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ یا جنید یا جنید کہے تو نہ ڈوبے اور اللہ اللہ کہے تو ڈوب جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو ایسا کہنے والے کو صوبہ مہاراشٹر میں پونہ بھیج دیا جائے کہ اسی شہر کے قریب حضرت قمر علی درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں ایک بڑا گول پتھر ہے جس کا وزن نوے کلو بتایا جاتا ہے وہ "قمر علی درویش" کہنے پر انگلیوں کے معمولی سہارا دینے سے اوپر اٹھتا ہے اور اللہ کہنے سے نہیں اٹھتا۔ میں بذات خود اس کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اس میں کیا راز ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور الملفوظ کو غیر مستند بتانا امام الفقہاء حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ و ھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴/ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: حاجی قاسم علی۔ موضع چک شیورہا، ڈاکخانہ نواب گنج، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ مولوی ہے جو کبھی کبھی امامت بھی کرتا ہے۔ شرعی گفتگو کے دوران اس نے کہا کہ میں بہار شریعت اور قانون شریعت کو نہیں مانتا ہوں۔ پھر دوسرے موقع پر اس نے کہا کہ تم لوگ جاؤ ہم کو شریعت سے الگ ہی رہنے دو تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:- زید علانیہ توبہ کرے اور اقرار کرے کہ میں بہار شریعت اور قانون شریعت کو مانتا ہوں۔ اور اس کا یہ جملہ بہت سخت ہے کہ تم لوگ جاؤ ہم کو شریعت سے الگ ہی رہنے دو۔ لہذا اگر وہ بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ۷، ع۱۴) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از محمد شریف خاں۔ قصبہ خاص، ڈاکخانہ بھمن جوت، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ آبادی کا ایک قبرستان ہے جس پر ہندو پردھان قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس بنیاد پر اس کا مقدمہ چل رہا ہے۔ تو سارے مسلمانوں نے اس ہندو پردھان کا بائیکاٹ کر دیا، مگر زید اس کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے۔ جب اسے منع کیا گیا تو وہ کہتا ہے کہ میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا چاہے سارے مسلمان مجھ کو چھوڑ دیں میں کافر ہوں کافروں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اور زیادہ دباؤ ڈالیں گے تو میں سور کھا لوں گا۔ اور اگر قبرستان میں ہمارے مردوں کو مسلمان نہیں دفن ہونے دیں گے تو تالاب کے کنارے جہاں بھی اونچی نیچی جگہ ملے گی وہیں اپنے مردوں کو جلا دوں گا۔ تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید نے جب یہ کہا کہ میں کافر ہوں کافروں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ تو وہ اپنے اس اقرار کے سبب کافر ہو گیا اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے "المرء یوخذ باقراره" لہذا اسے کلمہ پڑھا کر پھر سے مسلمان کیا جائے اور بیوی والا ہو تو اس کا تجدید نکاح کیا جائے۔ اور ہندو پردھان مذکور کا اگر کسی صورت میں ساتھ چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہ ہو تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ وهو تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱ر جمادی الآخرہ ۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: محمد جمیل احمد قریشی رضوی۔ لائبریری، قصبہ بارا، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ انوار الحدیث شریف صفحہ ۸۵ پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے خطبات محرم شریف صفحہ ۱۸ پر یہ ارشاد ہے کہ اور مسلمانوں میں سب سے کم درجہ گمراہ و بدمذہب کا ہے جس کی بدمذہبی حد کفر کو نہیں پہنچی ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ مذکورہ دونوں عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گمراہ بدمذہب، بے دین، بددین، مبتدع وغیرہ وغیرہ پر جب مسلمانوں کا اطلاق ہوگا تو لفظ مومن کا بھی اطلاق ہوگا برائے کرم حضرت مفتی صاحب قبلہ واضح فرمائیں کہ فقیر نے جو سمجھا وہ صحیح وحق ہے یا نہیں؟ جواب بالتفصیل تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ انوار الحدیث کے صفحہ ۸۵ پر جو مذکور ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے وہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کی اس عبارت کا ترجمہ ہے کہ ہر مومن مسلم ست و ہر مسلم مومن۔ اور یہ حق ہے، لیکن ہر مرتد گمراہ، بدمذہب بے دین، بددین اور مبتدع ہے مگر ہر گمراہ بدمذہب، بددین اور مبتدع مرتد نہیں۔ یعنی مرتد اور گمراہ وغیرہ میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے جیسے جاندار اور انسان میں نسبت ہے کہ ہر انسان جاندار ہے مگر ہر جاندار انسان نہیں جیسے بیل اور بھینس وغیرہ۔ لہٰذا جب کسی مرتد کو گمراہ، بدمذہب، بددین اور مبتدع کہا گیا تو اس کو نہ مسلمان کہہ سکتے ہیں اور نہ اس پر مومن کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ لیکن جب ایسے شخص کو گمراہ، بدمذہب بددین یا مبتدع کہا گیا جس کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو تو وہ مسلمان ہے اور گمراہ مسلمان ہے۔ اور جب وہ مسلمان ہے تو اس پر مومن کا بھی اطلاق کر سکتے ہیں جیسا کہ شیخ محدث دہلوی کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان مومن ہے لیکن عرف میں گمراہ مسلمان تو کہا جاتا ہے مگر گمراہ مومن نہیں کہا جاتا، اور سوال میں گمراہ، بدمذہب، بددین اور مبتدع کے ساتھ جو بے دین پر بھی مسلمان کا اطلاق ہونے کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں اس لئے کہ جو بے دین ہوگا وہ کافر ہوگا مسلمان نہیں ہوگا۔ و اللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر جمادی الاولی ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: مہدی حسن۔ بیدی پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں:

۱۔ زید کو عمرو بکر نے جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کو کہا کہ چلو نماز جمعہ پڑھنے اس پر زید نے عمرو بکر کو جواب دیا کہ میں کافر ہوگیا نماز جمعہ پڑھنے کیسے چلیں۔ جب کہ زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ زید کے اس جملہ کو موضع کے خطیب وامام نے سنا تو نماز جمعہ میں ہی لوگوں کو مسئلہ بتایا کہ زید کا نکاح ٹوٹ گیا اب وہ تجدید ایمان و نکاح و بیعت کرے تو دریافت طلب یہ ہے کہ زید کے اس جملے سے زید پر عندالشرع کیا قانون نافذ ہوتے ہیں۔ زید کا جملۂ ایں سے کفر ثابت ہوا کہ نہیں اور اگر زید پر کفر ثابت نہیں ہوا تو

خطیب وامام پر عند الشرع کیا قانون نافذ ہوتے ہیں۔

۲۔ زید ایک پابند احکام شریعت ہے عالم دین ہے مگر زید سے اور بکر سے دوران گفتگو کچھ تکرار ہوگئی بکر نے زید سے کہا کہ میں قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری بات صحیح ہے اس پر زید جو کہ عالم دین ہے۔ زید نے کہا کہ میں قرآن کو نہیں مانتا ایسی صورت میں زید کے اس جملے پر کفر ثابت ہوا کہ نہیں اگر کفر ثابت ہوگیا تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے، زید پر شریعت مطہرہ کے کیا احکام ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) زید نے اگر واقعی جملۂ مذکورہ کہا یعنی اس پر یہ جھوٹا الزام نہیں ہے تو وہ کافر ہوگیا۔ اس پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان بنے، بیوی والا ہو تو تجدید نکاح کرے، اگر کسی سے مرید ہو اور اس کی بیعت کو باقی رکھنا چاہے تو تجدید بیعت کرے۔ ھذاما عندی و ھو اعلم بالصواب۔

(۲) شروع سوال میں ہے کہ زید ایک پابند احکام شریعت عالم دین ہے۔ پھر بعد میں ہے زید نے کہا کہ میں قرآن کو نہیں مانتا تو مستفتی اپنی بات کو خود جھٹلا رہا ہے اس لئے کہ جو عالم پابند احکام شریعت ہوگا وہ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ میں قرآن کو نہیں مانتا۔ اور اگر واقعی عالم دین نے ایسا کہا ہے تو مستفتی دار العلوم امجدیہ اوجھا گنج میں حاضر ہو کر اس کی جامع مسجد کے منبر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے کہ عالم دین نے ایسا کہا ہے۔ تب فتویٰ لکھ کر دیا جائے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۶ ربیع الثانی، ۱۹ھ

مسئلہ:- از: قربان علی خاں۔ مدرسہ عربیہ غریب نواز، پگارے، بستی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید و بکر کے درمیان زمین کے سلسلے میں جھگڑا ہوا یہاں تک کہ زید نے یہ کہا کہ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو میں قرآن شریف بھی اٹھانے کو تیار ہوں اتنے میں بکر کی بیوی جو وہیں پر تھی اس نے کہا "میں قرآن شریف کو نہیں مانتی" اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کی بیوی جس نے جملۂ مذکورہ کہا اس پر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- بکر کی بیوی کو کلمہ پڑھا کر اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور اس کا نکاح پھر سے پڑھا جائے۔ تاوقتیکہ یہ ساری باتیں وہ نہ کرے اس کا بائیکاٹ کیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷، ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۱۴ ذوالقعدہ، ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: قاری محمد سلیم۔ مدرسہ مسعود العلوم، سسئی، تحصیل ہریا (بستی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیٹی ہندہ کی شادی بکر کے لڑکے خالد کے ساتھ طے ہوئی اور جب بکر بارات لے کر زید کے گھر آیا تو ساتھ میں ناچ گانا ویڈیو بھی لایا اور بارات میں وہابیوں کو لایا جس کو دیکھ کر مدرسے کے مدرس نے منع کیا اور نکاح پڑھنے سے انکار کیا اس پر زید نے کہا کہ میں نے وعدہ کر لیا ہے کہ یہ تمام کام ہوگا چاہے آپ نکاح پڑھیں یا نہ پڑھیں اور زید نے ایک دیوبندی سے اپنی بیٹی کا نکاح پڑھوایا تو ایسی صورت میں زید اور ہندہ کے گواہوں اور زید کے گھر کھانے پینے والوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ نیز زید نے یہ بھی کہا کہ مجھ کو شریعت سے کوئی مطلب نہیں لہذا ازروئے شرع زید پر کیا حکم نافذ ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:- لڑکی کے باپ زید کا اپنے گھر ناچ اور گانا وغیرہ کرانا سخت گناہ اور دیوبندی جو اپنے کفریات قطعیہ کے سبب بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں ان سے نکاح پڑھوانا سخت حرام اور اس کا یہ کہنا کفر ہے کہ مجھ کو شریعت سے کوئی مطلب نہیں لہذا اسے کلمہ پڑھا کر علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور بیوی والا ہو تو اس کا نکاح دوبارہ پڑھایا جائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں خدائے تعالی کا ارشاد ہے "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷، ع ۱۴) اور جن لوگوں نے یہ ساری باتیں جانتے ہوئے اس کے یہاں کھانا کھایا وہ توبہ کریں۔ و ھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: نثار احمد قادری لیکھپال۔ ساکن بڑھنی، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

۱۔ زید نے اپنی تقریر کے دوران آیت کریمہ: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ" کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ "جتنے بھی امراء، روسا آئے وہ اور جملہ انبیاء سب کے سب فنا ہو گئے" زید کا اس طرح کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

۲۔ زید نے تقریر کے دوران عظمت رسالت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "ذات خدا ہی ذات مصطفیٰ ہے" زید کا یہ جملہ کفریہ ہے یا نہیں؟ اور اس پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

۳۔ اگر کسی سے سہواً کلمۂ کفر سرزد ہو جائے تو صرف توبہ ہی کافی ہے یا تجدید ایمان و نکاح بھی ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) بے شمار حقائق ایسے ہیں جو مانے جاتے ہیں مگر کہے نہیں جاتے۔ مثلاً ماں کو باپ کی بیوی ماننا ضروری

ہے لیکن کہنا گستاخی ہے۔ اور مثلاً اللہ تعالیٰ کو ہر ہر چیز کا خالق و مالک ماننا ضروری ہے۔ اس کے باوجود بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر صراحۃً خدا کو ان کا خالق و مالک کہا جائے تو اس کی گستاخی ہے۔ یعنی خالق و مالک نہ مانے تو غلط۔ اور مان کر کہدے تو غلط۔ مثلاً کوئی نادان بک دے کہ خدائے تعالیٰ خنزیر کا خالق ہے تو وہ خدا کی بارگاہ کا گستاخ ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" کے مطابق یہ ماننا ضروری ہے کہ زمین پر جتنی چیزیں ہیں سب کو فنا ہے۔ لیکن انبیائے کرام کے بارے میں صراحۃً یہ کہنا گستاخی ہے کہ وہ سب کے سب فنا ہو گئے یعنی مٹ گئے۔ لہذا اس طرح کہنے والا توبہ و تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جملۂ مذکورہ صریح کفر ہے۔ زید پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر سہواً کلمۂ کفر سرزد ہو جائے تو صرف توبہ کافی ہے تجدید ایمان و نکاح ضروری نہیں۔ والله تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

مسئلہ: - از: محمد اختر قریشی۔ رضوی لائبریری، قصبہ بارا، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہندہ قرآن شریف پڑھ رہی تھی شوہر آ کر کسی دوسری وجہ سے لڑنے لگا۔ جب دونوں میں تو تو میں میں بڑھ گئی تو ہندہ نے مارے غصے کے قرآن پاک پلنگ پر سے نیچے پھینک دیا۔ جس وقت قرآن پاک کو پھینکا اس وقت اس قدر غصے میں تھی کہ اس کے مخصوص اعضا بھی کھلے ہوئے تھے۔ اب حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی قدس سرہ کی کتاب اسرار الاحکام بانوار القرآن کے صفحہ ۱۰۰ سے ۱۰۱ کے جوابات کو سامنے رکھ کر ہندہ پر کیا حکم ہوگا۔ آسان صورت میں جواب سے نوازیں۔

نوٹ: - بعدہ ہندہ بہت روئی، توبہ تلا کیا کتاب کی فوٹو کاپی حاضر خدمت ہے بلا تاخیر جواب عطا ہو۔

الجواب: - صورت مسئولہ میں اگر ہندہ نے بہ نیت توہین قرآن مجید کو پلنگ سے نیچے پھینکا تو یہ کفر ہے اس صورت میں اس عورت سے توبہ و استغفار کرایا جائے اور اس کا نکاح پھر سے پڑھایا جائے۔ اور اگر بہ نیت توہین نہیں پھینکا بلکہ شوہر پر غصہ آ جانے کے سبب پھینکا اور صورت حال سے ظاہر یہی ہے تو اس صورت میں تجدید نکاح ضروری نہیں۔ مگر توبہ و استغفار لازم ہے۔ اور اسے قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ قال الله تعالیٰ "اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" والله تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷ رجب المرجب ۱۶ھ

مسئلہ:- از: حاجی محمود شاہ۔ چارکوپ کاندے والی، بمبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان کو زید نے اپنے شجرہ میں قیوم اول اور قیوم زماں لکھا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- غیر خدا کے متعلق قیوم، قیوم اول یا قیوم زماں کہنے اور لکھنے والے کو فقہائے اسلام نے کافر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی، مجمع الانہر میں ہے "اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخلق جل و علا نحو القدوس و القیوم و الرحمن و غیرها یکفر اھ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۹۶) هذا ما ظهرلی و العلم بالحق عند ربی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲ر شوال المکرم ۱۴۱۸ھ　　　۲ر شوال المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ا۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ جبکہ کافر کہنے والا خود مسلمان ہے؟ اور دین اسلام کو ہلکا جاننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) اگر کوئی ایسے شخص کو کافر کہے جو حقیقت میں مسلمان ہے تو کفر اسی پر پلٹ آتا ہے اور اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "ایما رجل قال لاخیه كافر فقد باء بها احدهما" یعنی جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر خود اس پر پلٹ آیا (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۴۱۱) اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں کہ "رجع اليه تكفيره لكونه جعل اخاه المؤمن كافرا فكانه كفر نفسه" اھ ملخصاً (مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

البتہ جو نام کا مسلمان ہو مگر حقیقت میں مرتد منافق ہو یعنی کلمۂ لا اله الا الله پڑھتا ہو مگر خداوند قدوس، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہو یا ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہو تو وہ کافر ہے اور اسے کافر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "اگر اس میں کوئی بات کفر کی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ بظاہر دیندار ومتقی بنتا ہے تو اسے کافر کہنے میں حرج نہیں۔ بلکہ اگر کسی ضروری دینی کا انکار کرتا ہے تو بیشک کافر ہے اور اسے کافر ہی کہیں گے" (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۰۸) اور دین اسلام کو ہلکا جاننا کفر ہے۔ حدیقہ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۹۹ پر ہے

"الاستخفاف بالشریعة کفر" اھ وھو تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از: عبداللہ۔ گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ:

ایک شخص شہر گورکھپور میں یہ اعلان کرتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں نیا اللہ ہوں، اللہ کی شادی میری ماں سے ہوئی ہے۔ اللہ ہماری چارپائی کے نیچے رہتے ہیں۔ یہ شخص مسلم ہے لیکن اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں اس کے اس اعلان سے شہر گورکھپور کے مسلم و ہندو سب پریشان ہیں۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں سہل وآسان جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی دوسرا اللہ ہرگز نہیں وہ ایک ہے ذات وصفات کسی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا اور نہ اس کے لئے کوئی بیوی ہے وہ ان چیزوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "و الٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. یعنی اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں" (پارہ ۲، سورۂ بقرہ آیت ۱۶۲) اور ارشاد فرماتا ہے: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. یعنی تم فرماؤ وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی" (پارہ ۳۰، سورۂ اخلاص)

لہٰذا شخص مذکور اپنے اس اعلان کی وجہ سے کافر و مرتد ہوگیا۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "جو اسے (اللہ تعالیٰ کو) باپ یا بیٹا بتائے یا اس کے لئے بیوی ثابت کرے کافر ہے بلکہ جو ممکن بھی کہے گمراہ بددین ہے" اھ (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۴) اور فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں ہے: "یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ او جعل لہ شریکا او ولدا او زوجة" ملخصاً اس پر لازم ہے کہ اپنے اس کفری بول سے باز آئے۔ علانیہ توبہ واستغفار کرے، تجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں خود کو اس سے دور رکھیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد امجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۶/ ربیع الاول ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالستار رضوی۔ محلہ لال شاہ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں:

میرے مولا تیری قدرت کا تماشا کیا ہے　　کیوں نظر پھیر لیا ہم سے تو روٹھا کیا ہے
شان میں جن کے لولاک لما فرمایا　　ان کی امت کو گرانا تجھے زیبا کیا ہے
تیرے محبوب کی امت میں ہم ہیں یارب　　جلد امداد تو کر دیکھتے بیٹھا کیا ہے
تیری قدرت سے لے لیں گے جو لینا ہے ضرور　　مولا اب دیکھ لے تقدیر میں لکھا کیا ہے

ان اشعار کو پڑھانا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر ان اشعار کو پڑھا جائے تو بحکم شرع اس کے اوپر کیا قانون نافذ ہوگا؟

(۲) کیا جنازہ کی نماز دو مرتبہ پڑھ سکتے ہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں تحریر فرمایا ہے کہ دوسری مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھنا شراب پینے کے برابر ہے۔ اور مفتی شریف الحق علیہ الرحمۃ کے جنازہ کی نماز دو مرتبہ پڑھی گئی تھی تو یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) مذکورہ اشعار میں بعض کی تاویل کی جا سکتی ہے لیکن ان میں اکثر کفری ہیں۔ لہذا ان کے بنانے اور پڑھنے والے پر توبہ و تجدید ایمان اور بیوی ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ فتاویٰ عالم گیری خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۸۳ میں ہے: "ما کان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطریق الاحتیاط" و هو تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) جب تک نماز جنازہ اس کا ولی یا بادشاہ اسلام نہ پڑھے اور نہ اس کی اجازت سے پڑھی جائے تو دوسرے لوگ دسوں مرتبہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی قدس سرہ کی نماز جنازہ جب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں پڑھی گئی تو وہاں نہ ان کے ولی نے نماز جنازہ پڑھی اور نہ ولی کی اجازت سے پڑھی گئی، پھر جب حضرت کا جنازہ گھوسی لایا گیا تو وہاں ولی کی اجازت سے جنازہ کی نماز پڑھی گئی جس میں خود ولی بھی شریک رہے۔ اور یہ جائز ہے جیسا کہ ہدایہ اولین صفحہ ۱۸۰ میں ہے: "ان صلی غیر الولی و السلطان اعاد الولی ان شاء. یعنی اگر ولی اور حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو ولی دوبارہ پڑھ سکتا ہے" اھ اور ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۳۵ میں بھی ہے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ دوسری مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھنا شراب پینے کے برابر ہے۔ تو اس پر لازم ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں دکھائے کہ اعلیٰ حضرت نے اس طرح کہاں تحریر فرمایا ہے۔ اگر وہ نہ دکھا سکے تو علانیہ توبہ کرے اور آئندہ بلا تحقیق کوئی بات کہنے سے باز رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد امجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۸ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:۔از: محمد اطیعوا اللہ قادری نقشبندی۔ مالونی ملاڈ، بمبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ غیر خدا کو قیوم یا قیوم اول یا قیوم زماں کہنا کیسا ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ غیر خدا کو قیوم یا قیوم اول یا قیوم زماں کہنا کفر ہے جبکہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۳۷ میں عالم امر اور عالم خلق کو بیان کرتے ہوئے کچھ آگے چل کر بیان فرماتے ہیں کہ "یہ پوری معرفت والا عارف جب تمام امکانی مراتب کو طے کر لیتا ہے اس کو اسم تک رسائی ہو جاتی ہے جو اس کا قیوم ہے۔ جبکہ اسی دفتر دوم مکتوب ۴۷ (ان الله خلق ادم علی صورته) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آسمان اور زمین اور پہاڑ وہ جامعیت کہاں سے لائیں کہ اللہ کی صورت میں مخلوق ہوں۔ اور اس کی خلافت کا حقدار ٹھہریں" اور اس کا بوجھ اٹھائیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس امانت کے بوجھ کو آسمان اور زمین اور پہاڑ کے حوالے کر دیں تو وہ پارہ پارہ ہو جائے آگے فرماتے ہیں:۔ اس حقیر کے خیال کے مطابق وہ امانت نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو کہ انسان کے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بحکم خلافت اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں" لہذا مکتوبات کی عبارت پر غور فرماتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی مجمع الانہر میں ہے: "اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل و علا نحو القدوس و القیوم و الرحمٰن و غیرها یکفر اھ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۹۶) اور اسی جلد کے صفحہ ۳۱۰ پر ہے ائمہ فرماتے ہیں غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے مجمع الانہر میں ہے۔ اذا اطلق الخ۔ پھر اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۵ میں ہے۔ من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمٰن کفر۔ جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہو جائے۔ انتہی بالفاظہ۔

اور مکتوب حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کی اسناد میں ضعف ہے۔ انہوں نے مختلف دیار وامصار میں اپنے مریدین و معتقدین کو خطوط روانہ کئے جو ان کے وصال کے بعد کسی نے تلاش کر کے جمع کیا اس میں اس کا بھی امکان ہے کہ الحاق ہوا ہو جو مکتوب حقیقت میں ان کا نہ ہو کسی خدا ناترس نے شامل کر دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ حضرت مجدد صاحب نے اپنے مکتوب صد وبست ویکم (۱۲۱) میں اقرار فرمایا ہے کہ میں نے اپنے مکتوبات میں سب باتیں صحو خالص میں نہیں لکھی ہیں بہت سی باتیں سکر آمیز ہیں، تحریر فرماتے ہیں۔ "ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم واسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است ظاہرا بخاطر شریف شما قرار یافتہ است کہ از روئے صحو خالص نوشتہ است بے مزج سکر حاشا وکلا (صفحہ ۵۶۵) "صحو" کا مطلب ہوتا ہے کہ عارف غلبۂ محبت اور جذب واستغراق کی وجہ سے مغلوب نہ ہو اور "سکر" کا مطلب ہوتا ہے کہ مغلوب ہو۔ عالم سکر کی باتیں حجت نہیں اس لئے مکتوبات میں جو باتیں

شریعت کے مطابق ہوں وہ مقبول ہیں اور جو اس کے خلاف ہوں وہ قابل قبول نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳/ ذی الحجہ، ۱۸ھ

مسئلہ:۔ از: محمد توفیق رضا خاں۔ مقام و پوسٹ کھڑ گواں، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند معاملات مسجد سے متعلق مباحث کے بعد زید یہ کہتا ہے کہ ''آپ سنی بنے رہیں ہم کو تبلیغی ہی سمجھو ہم تبلیغی ہی بہتر ہیں'' بکر نے یہ جملے سن کر کہا کہ تبلیغیوں کے یہاں مذہبی اعتبار سے بات چیت کرنا، کھانا پینا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، کفن دفن یا کسی قسم کے رسم ورواج میں شامل ہونا شریعت کی جانب سے منع ہے۔ کیونکہ ہم سنی تبلیغیوں کو کافر سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ اب جب تک زید نئے سرے سے ایمان لانے کا تحریری و تقریری اعلان نہ کرے تب تک ہماری سنی کمیٹی سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ بکر کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:۔ مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو ان کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنیاد پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سیکڑوں مفتیان کرام وعلمائے عظام نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا۔ جس کی تفصیل حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔

لہٰذا اگر زید تبلیغی جماعت کے ان پیشواؤں کو کافر و مرتد نہیں سمجھتا یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں۔ من شك في كفره و عذابه فقد كفر. اس صورت میں بکر کا کہنا صحیح ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک زید توبہ واستغفار کے بعد نئے سرے سے ایمان لانے کا اعلان نہ کرے اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے سنی کمیٹی اور سارے مسلمان کوئی تعلق نہ رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷ ع ۱۴) اور حدیث شریف میں ہے "ایاكم و ایاهم لا یضلونكم و لا یفتنونكم. یعنی تم بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰)

اور اگر زید تبلیغی جماعت کے ان پیشواؤں کے کفریات قطعیہ کو نہیں جانتا غلط فہمی سے تبلیغی جماعت سے ہوگیا تو اس صورت میں بھی جب تک وہ توبہ نہ کرے اور ان سے دور رہنے کا عہد نہ کرے سنی مسلمان اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳)

و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد امجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۳؍ربیع الاول، ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد نظامی برکاتی- لوکی لالہ بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ اپنے بھتیجے سے گھریلو حالات کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی گفتگو کے دوران یہ بات آئی کہ آج کل ایک بھائی دوسرے بھائی کو بڑھتا ہوا دیکھ کر حسد کرنے لگتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہ نہ بڑھ پاتا تو اچھا ہوتا اور بھائی کے درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ اسی اثنا میں ہندہ نے کہا کہ اللہ سے بڑھ کر منئی (آدمی) ہو گئے ہیں یا ہو جاتے ہیں۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد ہندہ سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کہا ہے اس کا کیا مطلب؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اتنا دکھ نہیں دیتا جتنا آدمی دیتا ہے۔ اللہ دکھ نہیں دیتا ہے مگر آدمی ستاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں ہندہ پر کیا عائد ہوتا ہے؟ بالتفصیل بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- جملۂ مذکورہ کفر ہے اس لئے کہ ہندہ نے آدمی کو اللہ سے بڑھ کر بتایا اور کلمۂ کفر کا استعمال کرنا اگرچہ اس کا اعتقاد نہ رکھے کفر ہے جیسا کہ درمختار جلد سوم صفحہ ۳۱۰ میں ہے۔ "من هزل بلفظ كفر ارتد و ان لم يعتقده للاستخفاف اھ" اور شامی جلد سوم صفحہ ۲۹۳ پر بحر الرائق سے ہے "الحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هازلا او لاعبا كفر عند الكل و لا اعتبار باعتقاده كما صرح به فى الخانية اھ" لہذا ہندہ کو کلمہ پڑھا کر اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور شوہر والی ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۳؍محرم الحرام، ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد شمس الدین قادری- پرانی بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کچھ مسلم عورتیں نقاب لگا کر مندر میں اس کے پجاری کے پاس گئیں اور ہاتھ جوڑ کر اس سے جھاڑ پھونک کرائیں تو ایسی عورتوں کے بارے شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مذکورہ عورتیں گنہگار ہوئیں۔ وہ سب عورتوں کے مجمع میں پندرہ منٹ تک قرآن مجید اپنے سر پر لے کر کھڑی رہیں۔ اسی حالت میں توبہ کریں اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد امجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۳؍جمادی الاخریٰ، ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمود احمد۔ تمکوہی راج، کشی نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید اور دیگر مسلمان ہندؤں کے ساتھ ایک مندر کے شیلانیاس کرنے کے لئے گئے۔ اس وقت زید نے پیلی دھوتی پہن لی، ماتھے پر لال ٹیکا لگایا، ہاتھ میں ایک پلو بھی لیا، مٹی کا کلسا اٹھایا اور اچھت لیا۔ پنڈت نے اپنے دھرم کے مطابق جو کچھ رکھوایا اور کہلوایا زید نے سب کیا اور کہا اور ان کے جلوس میں شریک رہا۔ زید کا کہنا ہے کہ ہم نے یہ سب کام اوپر کے دل سے کیا ہے۔ تو زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور دوسرے مسلمان جو اس شیلانیاس میں شریک تو ہوئے لیکن انہوں نے ہندؤں کے رسم کے مطابق کوئی کام نہیں کیا تو ان مسلمانوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور زید کے ایسے کرتوت کے باجود جو مسلمان اس کے ساتھ شریک رہیں اس سے سلام وکلام کریں اور کچھ مسلمان جو یہ کہتے ہیں کہ زید کے بارے میں جب تک فتویٰ نہیں آ جائے گا ہم زید سے سلام وکلام اور کھانا پینا بند رکھیں گے تو ان میں کون لوگ صحیح پر ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "ماتھے پر قشقہ لگانا خاص شعار کفر ہے اور اپنے لئے جو شعار کفر پر راضی ہو اس پر لزوم کفر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من شبہ بقوم فھو منہ جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: عبادۃ الصنم کفر و لا اعتبار بما فی قلبہ" اھ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۳۱۶) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔ "من ھزل بلفظ کفر ارتد و ان لم یعتقدہ للاستخفاف" اھ (درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۳۱۰) پھر ردالمحتار صفحہ ۳۱۲ پر ہے "الحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلا او لاعبا کفر عند الکل و لا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ" اھ۔

لہٰذا اگر واقعی زید میں مذکورہ باتیں پائی گئیں تو وہ اسلام سے نکل گیا اگر چہ یہ سب کام اس نے اوپر کے دل سے کیا ہو۔ اسے کلمہ پڑھا کر علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور اگر وہ بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اور دوسرے مسلمان جو وہاں گئے وہ بھی سخت گنہگار ہوئے توبہ واستغفار کریں۔ اور جن لوگوں نے زید سے سلام وکلام اور کھانا پینا بند کر رکھا ہے وہ صحیح پر ہیں۔ البتہ زید تجدید ایمان وتجدید نکاح کر لے تو اس کا بائیکاٹ ختم کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد امجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۷ر جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق چودھری۔ سرسیا۔ سدھارتھ نگر

زید ایک بدنام مسلم کش..... سیاسی پارٹی کا ممبر ہے اور ان کے جلسوں میں شرکت کرتا ہے اور جے شری رام کا نعرہ بھی لگاتا ہے اور انہیں کے انداز میں جے شری رام کہہ کر سلام کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف مخبری کرتا ہے اور جھوٹی باتیں کہہ کر بھڑکاتا ہے اور انہیں کا ساتھ بھی دیتا ہے لہٰذا زید اور اسے حق بجانب کہنے والوں پر حکم شرع کیا عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر واقعی زید کے اندر وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو وہ گمراہ وسخت گنہگار مستحق عذاب نار اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷، ع ۱۴) اور زید کا ساتھ دینے والے غلطی پر ہیں وہ بھی اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد امجدی　　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

مسئلہ: - از: محمد شہاب الدین۔ سرسیا، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۸ کی حدیث میں سر منڈانا بدمذہبوں کی نشانی قرار دیا گیا ہے تو کیا سر منڈانے والے کو بدمذہب سمجھا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - حدیث شریف میں سر منڈانا جو بدمذہبوں کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ وہ یقیناً حق ہے لیکن صرف سر منڈانا ہی بدمذہبوں کی نشانی نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی نشانیاں ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پوجنے والوں کو چھوڑ دیں گے (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۳۵) اور وہ اچھی باتیں کریں گے لیکن ان کا کام برا ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۰۸) اور وہ جھوٹ بولنے والے اور فریب دینے والے ہوں گے وہ مسلمانوں کے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو انہوں نے کبھی نہ سنا ہوگا نہ ان کے باپ دادا نے (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸) اور وہ ایسے ہوں گے جن کی نمازوں اور روزوں کو دیکھ کر مسلمان اپنی نماز اور روزوں کو حقیر سمجھیں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۳۵)۔

لہٰذا تاوقتیکہ تحقیق نہ کر لی جائے صرف سر منڈانے والے مسلمان کو ہرگز بدمذہب نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ بہت سے بدمذہب اور گمراہ اپنی بدمذہبی اور گمراہی کو پھیلانے کے لئے صالحین اور بزرگان دین کی خصلتوں کو اختیار کر لیتے ہیں۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷، صفحہ ۱۱۳ میں ہے "علامتھم التحلیق و ھو استئصال الشعر و المبالغة فی الحلق وھو لایدل علی ان الحلق مذموم فان الشیم و الحلی المحمودة قدیتزیا بھا الخبیث ترویجا لخبثه و افساده علی الناس و ھو کوصفھم بالصلاۃ و القیام و ثانیھما ان یراد به تحلیق القوم و اجلاسھم حلقا حلقا" اھ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۹ محرم الحرام، ۱۸ھ

مسئلہ:- از: مراد علی۔ گوئٹہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بے نمازی کافر ہے یا مسلمان؟ دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- بے نمازی مسلمان ہے لیکن سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "خمس صلوات کتبهن الله تعالیٰ علی العباد" الی قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "من لم یأت بهن فلیس له عند الله عهد ان شاء عذبه و ان شاء یدخله الجنة. یعنی پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے"۔ (فتاوی رضویہ جلد دوم صفحہ ۱۹۱ بحوالۂ ابوداؤد و نسائی) اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ بے نمازی مسلمان ہے اگر وہ کافر ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ تارک نماز کو اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے۔

جماہیر علمائے دین وائمۂ معتمدین تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت میں یہی ہے کہ بے نمازی کافر نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی المولیٰ عنہ حلیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں "ذهب الجمهور منهم اصحابنا و مالك و الشافعی و احمد فی روایة الی انه لا یکفر" (فتاوی رضویہ جلد دوم صفحہ ۱۹۰) خلاصہ یہ ہے کہ بے نمازی مسلمان ہے مگر سخت فاسق ہے کافر نہیں۔ درمختار جلد اول صفحہ ۲۵۹ میں ہے "و تارکها عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق اه." و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اظہار احمد نظامی

۷ رشعبان المعظم، ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: توحید احمد۔ انعامی پٹی، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں (۱) آجکل اکثر عوام سے اور بعض کٹھ ملا سے بارہا کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ کافر کو کافر نہیں کہنا چاہئے ہوسکتا ہے کہ آگے چل کر ایمان لائیں۔ تو موجودہ وقت میں جو کافر ہیں ان کو کافر جانا جائے اور کافر کہا جائے کہ نہیں؟ اگر کوئی مسلمان ایسا کہتا ہے کہ میں کافر کو کافر نہیں جانتا اور نہ ان کو کافر کہتا ہوں۔ وہ مسلمان از روئے شرع مسلمان ہے کہ نہیں؟ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریات

دین سے ہے۔ اگر چہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔ خاتمہ پر بنا روز قیامت اور ظاہر پر مدار حکم شرع ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر پر مرا مگر ہم کو اللہ و رسول کا حکم یہی ہے کہ اسے کافر ہی جانیں۔ اس کی زندگی میں اور موت کی بعد تمام وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لئے ہیں۔ مثلاً میل جول، شادی بیاہ، نماز جنازہ، کفن دفن جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں۔ اور خاتمہ کا حال علم الٰہی پر چھوڑیں جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اس سے کوئی قول و فعل خلاف ایمان نہ ہو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں اگر چہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔" (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۵۵) وهو تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۷ ربیع الآخر ۱۷ھ

مسئلہ: -از: عبد العزیز نوری۔ اندور، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ جواباز نے توبہ کی پھر مزید توبہ پر ثابت قدم رہنے کے لئے دل میں سوچا کہ اگر میں دوبارہ جوا کھیلوں تو معاذ اللہ کافر ہو جاؤں جبکہ اسے یقین تھا کہ اگر میں دوبارہ جوا کھیل بھی لوں گا جب بھی مسلم ہی رہوں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جواباز دوبارہ جوا کھیلنے سے کافر ہو جائے گا؟ بالفرض اگر ہو گیا تو اس نے توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح کیا مگر وہ جس پیر سے مرید ہے ان کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ انہیں سے بیعت رہنا چاہتا ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اسی بیعت پر برقرار رہے؟ یا اس پیر کی تجدید بیعت کا کوئی طریقہ نکل سکتا ہے؟ بینو توجروا.

الجواب: - سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ جنہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے۔ پھر اس اقرار سے پھر گئے۔ ان میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمۂ طیبہ سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہو گیا۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ نئے سرے سے اسلام لائے۔ اس کے بعد عورت اگر راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں۔ اس سے سلام و کلام اس کی موت و حیات میں شرکت سب حرام۔ اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمۂ طیبہ سے پھرنا نہ ہوگا وہ گنہگار ہوا اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ کقولہ هُوَ بَرِيءٌ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِنْ فَعَلَ كَذَا. (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۵۹)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر واقعی جواباز کو اس بات کا یقین تھا کہ میں دوبارہ جوا کھیلنے کے بعد بھی مسلمان ہی رہوں گا تو وہ

کافر نہ ہوگا بلکہ مسلمان ہی رہے گا۔ البتہ ایسی غلط بات دل میں سوچنے اور توبہ کے بعد دوبارہ جوا کھیلنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا توبہ کرے۔ اور آئندہ ایسے برے کام سے دور رہنے کا عہد کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: رضی الدین احمد برکاتی
۲۷ر شوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:۔ از: محمد حسام الدین، کے، جی، این موٹرس، واشی نیو ممبئی

ایک کافر نے ایک عالم دین سے کہا کہ میں مسلمان ہونے کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں مجھے اسلام کا کلمہ پڑھا دیجئے۔ اس پر عالم صاحب نے کہا جاؤ غسل کرکے آؤ اس کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں عالم دین پر توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے کہ وہ غسل کرنے کے وقت تک کفر پر راضی رہے کہ جس وقت اس کافر نے عالم دین سے کہا تھا کہ مجھے اسلام کا کلمہ پڑھا دیجئے تو عالم پر فرض تھا کہ فوراً تلقین کرکے مسلمان کر دیتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ غسل کرکے آنے کا حکم دیا جبکہ اسلام لانے کے لئے غسل لازم نہیں تھا۔

شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۱۸ میں ہے "کافر قال لمسلم اعرض علیّ الاسلام فقال اذهب الی فلان العالم کفر لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملازمة العالم و لقائه" اھ. اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں "و من المکفرات ایضاً ان یرضی بالکفر و لو ضمنا کان یسأله کافر یرید الاسلام ان یلقنه کلمة الاسلام فلم یفعل او یقول له اصبر حتی افرغ من شغلی او خطبتی لو کان خطیباً. اھ (فتاویٰ مصطفویہ حصہ اول صفحہ ۲۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: سمیر الدین چشتی مصباحی
۲۲ر صفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: قاری محمد رضا حشمتی۔ ڈلمہوا، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان ان مسائل میں کہ:

(۱) زید ایک ذمہ دار عالم ہے۔ وہ اپنے مدرسہ میں غیر مقلد وہابیہ معلمہ کو رکھ کر تعلیم دلواتے ہیں۔ وہابیوں سے سلام وکلام ان کے مرنے پر ایصال ثواب ودعائے مغفرت کرتے ہیں۔ تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کی اقتدا میں نماز درست ہے؟

(۲) زید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ بھی کہتا ہے کہ وہ حق پر نہیں تھے تو کیا اس کا یہ کہنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) وہابیہ معلمہ سے تعلیم دلوانا ایمان کے لئے زہر قاتل ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے "ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم" (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۳۷) اور وہابیوں سے سلام وکلام کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں (وہابیوں سے بچوں کو تعلیم دلوانا) حرام حرام حرام اور جو ایسا کرے وہ بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۰۳) اور حدیث شریف میں ہے "ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم. یعنی بدمذہبوں سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہاء وتصریحات عامۂ کتب فقہیہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبة الشھابیہ و رسالہ سل السیوف اور النھی الاکید وغیرھا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کردیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی وہمراہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر وارتداد میں شک نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۵۵) اور کافر کے لئے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ "کافر کے لئے مغفرت کی دعا ہرگز ہرگز نہ کرے" (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۵۷)

لہذا وہابیوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا حرام ہے اور مسلمان سمجھ کر دعا کرنا کفر ہے۔ اور انہیں ایصال ثواب کرنا بھی کفر ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "قبر کافر کی زیارت حرام اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۸) لہذا ایسا شخص سخت گنہگار مبتلائے قہر قہار اور مستحق عذاب نار ہے۔ اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں ان افعال میں ملوث ہونے کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے "لا کلام فی کراھة الصلاة خلف الفاسق و المبتدع ھذا اذا لم یؤد الفسق و البدعة الی حد الکفر و اما اذا ادی الیه فلا کلام فی عدم جواز الصلاة خلفه" لہذا اس پر لازم ہے کہ توبہ، تجدید ایمان کرے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی کرے نیز غیر مقلد معلمہ کو فوراً برخاست کردے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ ۱۲، سورہ ہود، آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ حق پر نہیں تھے نری جہالت وگمراہی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور کتاب خطبات محرم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد حنیف قادری

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الغوث، ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از، بندہ نواز ہاشم۔ بیجاپور، کرنٹک

ایک مسلمان اسلام سے پھر گیا اس نے گھر میں ہندو دیوتا کی پوجا شروع کی۔ عورتوں کی ساڑی پہننے لگا اور پیشانی پر بندی

لگانے لگا۔لوگوں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو قبول نہیں کیا جب اس کا انتقال ہوا تو مسلمانوں نے اس کے حال سے آگاہ ہونے کے باوجود اسلامی طریقہ پر اسے غسل دیا، نماز جنازہ پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا۔اور امام نے کمیٹی کے دباؤ سے نماز جنازہ پڑھائی تو امام اور جو لوگ دفن وغیرہ میں شریک ہوئے سب پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جب شخص مذکور کافر و مرتد ہو کر ہندو دیوتا کی پوجا کرنے لگا اور دوبارہ اسلام لائے بغیر اسی حالت میں مر گیا تو اسلامی طریقہ پر اسے غسل وکفن دینا۔اس کے جنازے کی نماز پڑھنا پڑھانا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کرنا سب ناجائز وحرام ہوا۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۵۱ پر ہے اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ" (سورۂ توبہ آیت ۸۴)

لہذا جو لوگ اس کے حال سے آگاہ ہونے کے باوجود اسے غسل وکفن دینے اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے میں شریک ہوئے سب پر توبہ وتجدید ایمان اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح کا حکم ہے۔اور امام نے اگرچہ کمیٹی کے دباؤ سے نماز جنازہ پڑھائی ہے۔اس پر بھی توبہ وتجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم ہے، فتاویٰ رضویہ میں حلیہ سے ہے "الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالىٰ فيما اخبر به" اھ. اور شامی جلد اول صفحہ ۵۲۳ مطبوعہ بیروت میں ہے "قد علمت ان الصحيح خلافه فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلا و لا شرعا و لتكذيبه النصوص القطعية" اھ. و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۶ / ربیع الغوث ۱۴ھ

مسئلہ:۔از: محمد قمر الدین۔نیا محل، دہلی

خالد کہتا ہے ائمۂ کرام میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا قول نہیں ملتا جس میں انہوں نے اپنی تقلید کرنے کا حکم دیا ہو بلکہ وہ اس سے منع کرتے تھے۔تو معلوم ہوا مسلمانوں پر ٹھونسی جانے والی تقلید بعض ملاؤں کی اختراع کردہ ہے ائمۂ کرام اس سے بری ہیں۔
محمود کہتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک کی فقہی تقلید دور حاضر میں جمہور امت مسلمہ کے لئے واجب ہے۔اور ان کی تقلید سے آزاد رہنا مذہبی آوارگی اور گمراہی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ دونوں اقوال میں کس کا مسلک وخیال صحیح ہے اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحقیقی جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ محمود کا کہنا درست ہے بیشک ائمۂ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک کی فقہی تقلید امت مسلمہ کے لئے واجب ہے اور ان کی تقلید سے دور رہنا مذہبی آوارگی وگمراہی ہے۔اور خالد کا یہ کہنا غلط ہے کہ ائمۂ کرام تقلید سے منع

کرتے تھے کیوں کہ تقلید کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں یہی وجہ ہے کہ جاہل اور پڑھے لکھے سب کے سب غیر مقلد اپنے مولویوں کی تقلید ضرور کرتے ہیں اس لئے کہ ظاہر ہے تجارت کرنے والے کھیتوں میں ہل چلانے والے اور گھسیارے، چرواہے وغیرہ سارے لوگ قرآن وحدیث سے مسئلہ نکالنے کی قدرت نہیں رکھتے تو وہ اپنے مولویوں کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر وہ جو اپنے قیاس سے مسئلہ بتاتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اس طرح وہ اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں مثلاً ایک غیر مقلد تانبہ کو پیتل سے بیچنا چاہتا ہے تو ایک دوسرے کے برابر کم وبیش کر کے نقد اور ادھار بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اسے معلوم کرنے کے لئے اس کو اپنے مولوی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اس لئے کہ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث میں موجود نہیں تو غیر مقلد مولوی خود قیاس کر کے مسئلہ بتائے گا۔ اور مقلد مولوی قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے امام کے بتائے ہوئے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس کی جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح کرے گا۔ اس طرح غیر مقلد اپنے علاقہ کے موجودہ مولوی کی تقلید کرتا ہے۔ اور مقلد ساری دنیا کے مانے ہوئے مجتہد عالم دین کی تقلید کرتا ہے۔

اب اگر غیر مقلد کہے کہ ہم اپنے مولوی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ان کی بات مانتے ہیں تو یہ غلط ہے اس لئے کہ وہ سب حجت ودلیل کے اہل نہیں۔ لہٰذا وہ دلیل وحجت کے بغیر اپنے مولویوں کی بات مانتے ہیں اور اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ حضرت علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "التقليد عبارة عن قبول قول الغير بلا حجة و لا دليل" یعنی حجت ودلیل کے بغیر کسی کی بات مان لینے کو تقلید کہتے ہیں (التعریفات صفحہ ۵۷) اور المنجد میں ہے "يقال قلده فى كذا، اى تبعه من غير تامل و لا نظر" یعنی غور وفکر کے بغیر اس نے اس کی پیروی کی اور رہے ان کے مولوی تو وہ بلا دلیل وحجت اپنے بڑوں کی بات مانتے ہیں اس طرح وہ ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کی تقلید کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور غیر مقلد نواب وحید الزماں نے لکھا ہے ''ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو ذرا غور کرو اور انصاف کرو کہ جب تم نے ابو حنیفہ، اور شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر (پیچھے پیدا ہوئے) ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے'' (حیات وحید الزماں صفحہ ۱۰۲ بحوالہ شیشے کے گھر صفحہ ۲۰)

لہٰذا جو تقلید کو بدعت اور گمراہی کہتے ہیں وہ خود بدعتی اور گمراہ ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ امت مرحومہ کا سواد اعظم گمراہی پر ہے جن میں لاکھوں مسلمان بے شمار علمائے عظام واولیائے کرام داخل ہیں مثلاً حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور سارے بزرگان دین۔ یہ ایسے مشائخ ہیں جن کی عظمت شان، صلاح وتقویٰ اور صلاحیت دینی پر جمہور اہل سنت وجماعت متفقہ طور پر شاہد ہیں کہ یہ سب مجتہد نہیں تھے بلکہ مقلد ہی تھے تو کیا یہ لوگ گمراہ تھے (معاذ اللہ رب العلمین) حالانکہ یہ لوگ ایسے نہ تھے

اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ان اللہ لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة و ید اللہ علی الجماعة من شذ شذ فی النار و قال اتبعو السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار" یعنی بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور خدائے تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہے۔ جو جماعت سے نکلا وہ آگ میں جا پڑا رواہ الترمذی فی ابواب الفتن من الجزء الثانی ص ۳۹ اور ارشاد فرمایا کہ تم سواد اعظم کی پیروی کرو بے شک جو ان سے نکلا وہ آگ میں جا پڑا۔ لہذا لاکھوں خواص وعوام اہل اسلام مقلد مذہب گمراہ نہیں ہیں بلکہ یہ چند شخص منکرین تقلید گمراہ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه" یعنی جو شخص اسلام کی جماعت سے ایک بالشت بھر نکلا تو بیشک اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ رواہ احمد وابوداؤد۔ تعجب ہے ان جاہلوں پر جو لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف بلاتے ہیں اور ائمۂ مجتہدین کی تقلید سے ہٹاتے ہیں۔

اور تقلید اس لئے بھی ضروری ہے کہ جو ائمہ کا دامن نہ تھامے وہ قیامت تک کسی اختلافی مسئلہ کو حدیث شریف سے ثابت نہیں کرسکتا۔ مثلاً اسی چیز کا ثبوت دے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام کون سی حدیث میں آیا ہے کہ کتا کھانا حرام ہے آیت میں تو حرام کھانے کی چیزوں کو صرف چار پر حصر فرمایا مردار، رگوں کا خون، خنزیر کا گوشت اور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ تو کتا درکنار سور کی چربی، گردے اور اوجھڑی کہاں سے حرام ہوگئی۔ حدیث شریف میں ان کی تحریم نہیں آئی اور آیت میں "لحم" فرمایا جو ان کو شامل نہیں۔ لہذا عوام اور خواص کسی کو بھی تقلید سے چھٹکارا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۲/ربیع النور، ۲۰ھ

مسئلہ: - از: عبدالستار اشرفی۔ سمرا بازار

زید و ہندہ دونوں کسی بات پر جھگڑ رہے تھے درمیان میں ہندہ نے کہا کہ قرآن اٹھاؤ گے تو زید نے کہا تم قرآن کو ایسی ویسی کتاب سمجھتی ہو تو ہندہ نے کہا ہاں میں ایسی ویسی کتاب جانتی ہوں تو زید نے کہا کہ تم ایسی ویسی کتاب جانو میں تو قرآن کو خدا جانتا ہوں تو۔ سوال طلب امر یہ ہے کہ عندالشرع زید و ہندہ پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - ہندہ کا یہ کہنا قرآن مجید کی توہین ہے کہ ہاں میں قرآن کو ایسی ویسی کتاب جانتی ہوں۔ اور قرآن مجید کی توہین کفر ہے ایسا ہی بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۷۱ پر ہے اور زید کا یہ جملہ کہ تم ایسی ویسی کتاب جانو میں تو قرآن کو خدا جانتا ہوں یہ بھی کلمۂ کفر ہے۔ کہ اس نے خدا کے کلام کو خدا جانا۔ اگرچہ ان دونوں نے اپنی جہالت کی بنیاد پر ایسا کہا ہو۔ فتاویٰ عالم گیری جلد دوم صفحہ ۲۷۶ میں ہے "من اتی بلفظة الکفر و هو لم یعلم انها کفر الا انه اتی بها عن اختیار یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض و لا یعذر بالجهل کذا فی الخلاصة" اھ۔

لہذا زید و ہندہ دونوں کو کلمہ پڑھا کر علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور شوہر و بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: جمیل احمد، میڈیکل اسٹور، متھرا بازار، ضلع بلرام پور

زید نے بکر سے کہا کہ مجھے پردھان نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ بیس کلو گندم ادھار دیدو تو بکر نے کہا کہ تمہیں چاہے اللہ پاک نے ہی بھیجا ہو میں ادھار نہیں دوں گا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سوال کیا گیا کہ ''زید نے کہا آپ کی بات نہیں سنوں گا خدا کہے جب بھی نہیں سنوں گا'' اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ زید نئے سرے سے اسلام لائے توبہ کرے کلمۂ طیبہ پڑھے بعد تجدید اسلام، تجدید نکاح کرے'' اھ۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۲ او فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۹ میں ہے۔ "اذا قال لو امرنی اللہ بکذا لم افعل فقد کفر کذا فی الکافی" اھ۔

لہذا زید کا یہ کہنا کفر ہے کہ ''تمہیں چاہے اللہ پاک نے ہی بھیجا ہو میں ادھار نہیں دوں گا'' اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے نئے سرے سے کلمہ پڑھے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اور عہد کرے کہ آئندہ اس طرح کے کفری الفاظ نہیں کہے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷، ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی
۷ر جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد نثار احمد خاں۔ بچلے پوروہ، گونڈہ

زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے مگر اس کے عقائد وہابی علماء سے ملتے جلتے ہیں۔ مدرسہ فرقانیہ (گونڈہ) سے اس کا بہت ربط و ضبط ہے۔ اس میں اس کا بھائی پڑھتا ہے۔ زید وہابیوں کے ساتھ تبلیغ میں بھی جاتا ہے نماز بھی ان کے پیچھے پڑھتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ سنی علماء اپنی تقریر میں خرافات ہی بکتے ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ لہذا جس عقائد پر ہم ہیں ہمارے لئے وہی ٹھیک ہے۔ اور سنی عوام کے سامنے کہتا ہے کہ ہم سنی ہیں نیاز و فاتحہ دلواتے ہیں۔ اب شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ ایسے آدمی کے یہاں کھانا پینا، اور رشتہ کرنا اور جو لوگ اس کے بھائی کی شادی میں جو خالص وہابی کے یہاں ہوئی شریک ہوئے جس میں کچھ ہمارے سنی بھائی بھی شریک ہوئے ہیں جنہوں نے ضد پر کہا ہے کہ ہم بھی وہابی ہو جائیں گے۔ اور وہابی سے دنیاوی مفاد کے لئے تعلق رکھنا کیسا ہے؟

اور جولوگ بضد ہوکر شریک ہوئے ہیں وہ لوگ پھر مسلک اہل سنت میں آنا چاہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مستفسرہ سے ظاہر ہے کہ زید جو اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور نذر و فاتحہ دلواتا ہے یہ اس کا مکر و فریب ہے۔ حقیقت میں وہ وہابی ہے اور کئی وجہوں سے اس کا وہابی ہونا ظاہر ہے مثلاً اس کا وہابیوں سے ربط و ضبط، ان کے مدرسہ میں اپنے بھائی کو پڑھانا، ان کے ساتھ تبلیغ میں جانا، ان کے ساتھ رشتہ کرنا، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور علمائے اہل سنت کی توہین کرنا۔

اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لا تجالسوھم و لا تواکلوھم و لا تناکحوھم و لا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم" یعنی ان کے ساتھ نہ بیٹھو، اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان سے نکاح نہ کرو اور ان پر نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ (بحوالۂ انوار الحدیث صفحہ ۱۰۲)

اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ ''جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر و مرتد لکھا ہے اور صاف فرمایا "من شك فی كفره و عذابه فقد كفر"

جو ان کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۷۶) اور زید کا یہ کہنا اس کے وہابی ہونے کی کھلی نشانی ہے کہ سنی علماء خرافات ہی بکتے ہیں۔ اور جو لوگ اس کے بھائی کی شادی میں شریک ہوئے اور کہا کہ ہم بھی وہابی ہو جائیں گے۔ وہ وہابی ہو گئے جیسا کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا کسی اور وجہ سے" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۰۲) اور اشباہ صفحہ ۱۵ میں ہے "لا یکون مسلما بمجرد نیة الاسلام بخلاف الکفر"

لہٰذا ان سبھوں پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح اور مرید ہوں تو تجدید بیعت بھی کریں اور وہابی سے دنیاوی خواہ اپنے مفاد کے لئے تعلق رکھنا جائز نہیں کہ مرتد سے ہر طرح کے معاملات منع ہیں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد ۹ نصف آخر صفحہ ۳۰۲ میں ہے ''مرتد کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ ان سے خریدا جائے ان سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم و ایاھم" ان سے دور بھاگو انہیں اپنے سے دور رکھو۔ اھ. و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۳ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ: -

ایک ہندی ڈائجسٹ میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق شری رام شری کرشن گوتم بدھ اور ذوالکفل وغیرہ بھی نبی ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - پیشوائے اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''نبوت و رسالت میں اوہام وتخمین کو دخل نہیں "اللہ اعلم حیث یجعل لرسولہ" اللہ ورسول نے جن کو تفصیلاً نبی بنایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً۔ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں۔تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید ہو شاید یہ ہو کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید امنا باللہ ورسلہ .ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں "و قرونا بین ذلک کثیرا" قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ،تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہونا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو واجب ثابت پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انھیں کامل ومکمل بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیاء ورسول مانا جائے'' اھ تلخیصاً (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۴۳)

اور صاحب تصانیف کثیرہ حضور فقیہ ملت صاحب قبلہ دامت برکاتہم یہ تحریر فرماتے ہیں ''کسی شخص کو نبی کہنے کے لئے قرآن حدیث سے ثبوت چاہئے اور ہندؤں کے پیشواؤں کے بارے میں نبی ہونے پر قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اسلئے ہم انھیں نبی نہیں کہہ سکتے ہیں۔(انوار شریعت اردو صفحہ ۱۰)

لہٰذا رام کرشن گوتم بدھ وغیرہ ہرگز نبی نہیں انہیں نبی ورسول خیال کرنا سخت جہالت وگمراہی ہے۔البتہ حضرت ذوالکفل کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ" یعنی اور یاد کرو اسمٰعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔(پارہ ۲۳،سورۂ ص،آیت ۴۸) لیکن ان کے نبی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ایسا ہی زیر آیت کریمہ تفسیر خزائن العرفان میں ہے ''مسلمان ایسے بازاری اور گمراہ کن ڈائجسٹ ہرگز نہ پڑھیں ورنہ گمراہ ہوجائیں گے''۔واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی
۷؍ جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ: - از: محمد طیب علی۔ دھنوجی خورد، کشی نگر

زید نے کہا کہ میں خدا کو بھی مانتا ہوں مگر باپ کے بعد تو اس کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا یہ کہنا سراسر کفر ہے کہ میں خدا کو بھی مانتا ہوں مگر باپ کے بعد اس لئے کہ اس نے اپنے باپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ مرتبہ والا جانا۔ اور کسی مخلوق کو خدائے تعالیٰ پر کسی بھی چیز میں فضیلت دینا کفر ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۹ میں ہے "لو قال لامرأته انت احب الی من اللہ تعالیٰ یکفر کذا فی الخلاصة" لہذا زید پر لازم ہے کہ وہ توبہ وتجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اور آئندہ اس طرح کی بات نہ کہنے کا عہد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۲۳ رذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد حسین خاں اداری۔ سرگوجہ، ایم۔ پی

مورتیوں پر پھول مالا چڑھانا کیسا ہے؟ بینو توجروا۔

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے اشد واخبث کفر الاشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے: عبادة الصنم کفر و لا اعتبار بما فی قبله" اھ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۴۹) لہذا مورتیوں پر پھول مالا چڑھانے والے کافر و مرتد ہیں خواہ وہ کسی کی مورتی ہو۔ ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور جو بیوی والے ہوں وہ تجدید نکاح بھی کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی
۲۲ رشوال ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ناظم علی۔ اموڑھا بازار، بستی

جو مسلمان چیچک کی بیماری کے موقع پر اپنے گھروں میں مالی بلا کر لاتے ہیں یہ سمجھ کر کہ اس کے آنے سے اس کے چڑھانے بجانے سے بیماری ٹھیک ہو جائے گی تو ایسے مسلمانوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے۔ زید کہتا ہے کہ "جو مسلمان ایسا کرتا ہے اس کی بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے" تو ایسی صورت میں زید کا کہنا کیسا ہے؟

(۲) ایک سنی مولوی صاحب اہل حدیث کے بارے میں کہتا ہے کہ شافعی مسلک والوں کو اہل حدیث کہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اہل حدیث میں بھی بعض لوگ بہت کھرے قسم کے سنی ہوتے ہیں تو مولوی صاحب کا ایسا کہنا شرع کے نزدیک کیسا ہے؟

(۳) زید یہ بھی کہتا ہے کہ جو مسلمان چیچک کے موقع پر اپنے گھر مالی کو بلا کر لاتا ہے کہ اس کے آنے سے بیماری ٹھیک ہو جائے گی تو اس مسلمان کو توبہ، تجدید نکاح کرانے سے پہلے اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ جو مسلمان پڑھائے گا اس کی

بیوی کا بھی نکاح ٹوٹ جائے گا زید کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ایسے مسلمان جاہل گنوار ہیں انھیں ایسے کام سے توبہ ضرور کرایا جائے۔اور تجدید نکاح کا حکم انہیں زجراً و توبیخاً دیا جاتا ہے تاکہ آئندہ پھر وہ ایسا کام نہ کریں۔زید جو ایسے مسلمان کے نکاح ٹوٹ جانے کا مسئلہ بتاتا ہے وہ ثبوت کے لئے کسی معتمد مفتی کا فتوی یا کتاب مستند کا حوالہ پیش کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اہل حدیث غیر مقلد کو کہتے ہیں جو چاروں اماموں میں سے کسی امام کی تقلید نہیں کرتے اور شافعی مسلک والے اہل حدیث ہرگز نہیں کہلاتے اور نہ اہل حدیث (غیر مقلد) میں کوئی سنی ہوتا ہے۔وہ کٹر قسم کے وہابی اور انبیائے کرام و اولیائے عظام کے دشمن ہوتے ہیں۔لہذا اس مولوی کی دونوں باتیں غلط ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) ایسے مسلمان کا جنازہ پڑھانے سے نکاح نہیں ٹوٹے گا۔زید اگر کہتا ہے کہ ٹوٹ جائے گا تو وہ ثبوت پیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۹/ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: غلام محی الدین۔نکہا بستی

چند مسلمان اکٹھا ہوئے اور زید سے مدرسہ عربیہ غوثیہ میں لکڑی دینے کے لئے کہا زید نے انکار کیا تو لوگوں نے سمجھایا کہ دین اسلام کی بات ہے مدرسہ و مسجد میں جہاں تک ہوسکے امداد کرنی چاہئے۔اس بات پر زید غصہ میں آ گیا اور اس نے برے الفاظ میں دین اسلام کو کھلی ہوئی گالی دی۔تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید دین اسلام کو گالی دنے کے سبب کافر ہو گیا اس پر لازم ہے کہ توبہ و تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں کو اس کے بائیکاٹ کرنے کا حکم ہے۔قال اللہ تعالیٰ "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷، ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۵/ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: سید آصف۔اورنگ آباد، مہاراشٹر

ایک پیر صاحب کہتے ہیں کہ شریعت تو ہمارے ہاتھ کی میل ہے اور انہیں نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا تو ایسے پیر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) کامل پیر کی پہچان کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- یہ کہنا کفر ہے کہ شریعت ہمارے ہاتھ کی میل ہے کیوں کہ اس میں شریعت کی تحقیر ہے اور شریعت کو حقیر و ہلکا سمجھنا کفر ہے۔ حدیقہ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۹۹ میں ہے "الاستخفاف بالشریعة ای عدم المبالات باحکامها و اهانتها و احتقارها کفر" اھ ملخصاً اور جو شخص نماز باجماعت نہ پڑھتا ہو، پابند شرع نہ ہو وہ ہرگز پیر نہیں بلکہ شیطان کا مسخرہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں جو باوصف بقائے عقل و استطاعت قصداً نماز و روزہ ترک کرے ہرگز ولی نہیں، ولی الشیطان ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۴) اور تفسیر صاوی جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ پر ہے "کل من کان للشرع علیه اعتراض فهو مغرور مخادع" اھ. لہذا پیر مذکور مبتلائے کفر اور گمراہ و گمراہ گر ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے دور رہیں اور ہرگز بیعت نہ ہوں اور جو پہلے ہو چکے تھے کفر کے سبب ان کی بیعت ٹوٹ گئی وہ کسی سنی صحیح العقیدہ، باعمل، پابند شرع پیر سے بیعت ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) پیر کامل کی پہچان یہ کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہو، کم از کم اتنا علم رکھتا ہو کہ بغیر کسی کی مدد کے اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے، اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو اور فاسق معلن نہ ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۱۲، بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۷۹ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۴ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ: -از: شکیل احمد اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک دیوبندی، وہابی، جماعت اسلامی وغیرہ تمام جماعت گستاخان رسول کو سلام کرنا اور ان کے سلام کا جواب دینا یا ان کے لئے سلام لکھنا یا ان کے لئے دعائیہ کلمات جیسے زید کرمه، اطال الله عمره، زید شرفه وغیرہ کا لکھنا یا کہنا کیسا ہے اور اگر کوئی کہے یا لکھے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دیوبندی، وہابی، جماعت اسلامی کسی بھی بدعقیدہ کو سلام کرنا ان کے سلام کا جواب دینا یا ان کے لئے سلام لکھنا یا ان کے لئے دعائیہ کلمات جیسے زید کرمہٗ اطال اللہ عمرہٗ، زید شرفہٗ وغیرہ لکھنا یا کہنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ناقص الایمان ہے۔ حدیث شریف میں ہے "ایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم و لا تجالسوهم و لا تشاربوهم و لا تواکلوهم و لا تناکحوهم و لا تصلوا علیهم و لا تصلوا معهم." یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان

کی روایات کا مجموعہ ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

ا رذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: دلدار احمد۔ خواجہ پور، جونپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بکر کی بیوی کو بچہ پیدا نہیں ہو رہا تھا، ایک دعا تعویذ کرنے والے نے دعا تعویذ کی اور دوا وغیرہ کھلایا جس پر بکر کی بیوی کو ابھی حمل ٹھہرا ہوا ہے۔ ایک دن خالد نے کہا کہ تعویذ کرنے والا نہ نماز پڑھتا ہے نہ ہی اور کوئی شریعت کی پابندی کرتا ہے۔ وہ کچھ نہیں ہے، جس پر بکر نے کہا کہ ہمارا کام بنا دیا ہمارا تو وہ خدا ہے ہم تو اس کو اپنا اللہ مانتے ہیں۔ بکر ان پڑھ ہے لاعلمی میں اس نے یہ بات کہی۔ اب بکر پر کیا حکم عائد ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بکر کا مذکورہ جملہ کہ ''ہمارا تو وہ خدا ہے ہم تو اس کو اپنا اللہ مانتے ہیں'' صریح کفر ہے۔ اس لئے کہ اس نے غیر خدا کو خدا اور اللہ کہا۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۷۶ پر ہے "و من اتی بلفظة الکفر وھو لم یعلم انھا کفر الا انہ اتی بھا عن اختیار یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض و لا یعذر بالجھل کذا فی الخلاصة" اھ۔

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے۔ اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۱۹)

لہٰذا جملۂ مذکورہ کہنے کے سبب بکر اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کرے کلمۂ طیبہ پڑھے، اور اپنی عورت کو رکھنا چاہے تو اس کی رضامندی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" (پارہ ۷، ع ۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۱۸ رذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: سراج احمد نیپالی، پوکھریا، نیپال

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلے میں کہ ایک فلم کا نام جانور ہے جس کے ایک گانے میں یہ شعر ہے:

یار ہمارا رب سے پیارا　　　رب سے زیادہ تمہارا اعتبار ہو گیا

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس گانے کا گانا یا ٹیپ میں سننا کیسا ہے جو منع کرنے کے باوجود اس گانے کو گائے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مذکورہ بالا شعر صریح کفر ہے جو لوگ اس شعر کو پڑھتے ہیں وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہو گئے ان تمام کے نیک اعمال بے کار ہو گئے اگر وہ شادی شدہ ہیں تو ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو محبوب بتانا اور کسی پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ اعتبار کرنا کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۵۹ پر ہے "لو قال لامرأته انت احب الیّ من الله تعالیٰ یکفر کذا فی الخلاصه اھ"

لہذا جس کسی نے اس شعر کو پڑھا یا سن کر پسند کیا اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر اس کفری شعر سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے اگر شادی شدہ ہے تو بیوی کی رضامندی سے نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرے اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان سب کا بائیکاٹ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷، رکوع ۱۴) اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس کے پاس اس قسم کی کفریہ گانے کی کیسٹیں ہیں ان کو فوراً مٹا دیں ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔ والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبه: محمد شبیر قادری مصباحی

۵؍ جمادی الاخریٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از مصلیان بڑی مسجد سیب پور، ہوڑہ

زید جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا تعلیم یافتہ ہے۔ وہ حال ہی میں سعودیہ عربیہ سے آیا ہے۔ اس نے مسجد کے محراب میں الصلاة والسلام علیك یا رسول الله کے لگے ہوئے اسٹیکر پھاڑ کر پھینک دیا اور کہتا ہے محراب کی زینت ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم نے ایسا کیا۔ اور زید مسجد میں صلاۃ وسلام پڑھنے سے بھی روکتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس کے باپ بکر کی موجودگی میں اسٹیکر پھاڑنے کا واقعہ ہوا جو اسی مسجد کا صدر ہے۔ مگر وہ کچھ بولا نہیں تو قابل صدارت وہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ظاہر یہی ہے کہ زید وہابی، دیوبندی ہے اور اس کا یہ کہنا غلط ہے کہ محراب کی زینت ختم ہو رہی تھی اس لئے ہم نے ایسا کیا اس کے وہابی ہونے پر یقین کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کی کفری عبارتیں مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ تقریراً یا تحریراً اس کے سامنے پیش کی جائیں کہ جن کے سبب مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے مولویان مذکور کو قطعاً اجماعاً کافر ومرتد قرار دیا جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ اگر زید ان مولویان مذکورین کو اچھا کہے یا کم از کم مسلمان جانے یا ان کے کفر میں شک کرے تو بمطابق فتویٰ حسام الحرمین وہ بھی کافر ومرتد ہے اس لئے کہ فقہائے اسلام نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا۔ "من شك فی کفره و عذابه فقد کفر"

لہذا زید کو اس صورت میں مسجد میں آنے سے روکا جائے کہ اس کے جماعت میں شریک ہونے سے صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں پیشوائے اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ ''اگر وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔'' اھ ملخصا (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۷۴) اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من وصل صفا وصله الله و من قطعه قطعه الله" یعنی جو صف کو ملائے گا اس کو اپنی رحمت سے ملائے گا اور جو صف قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کرے گا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۹) اور زید مسلمانان اہل سنت کو ایذا پہنچانے والا ہے تو اس لحاظ سے بھی اس کو مسجد سے روکنا واجب ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۸۹ میں ہے "یمنع کل موذ و لو بلسانه" اھ. اور زید کے اسٹیکر پھاڑنے پر اس کا باپ بکر خاموش رہا تو ظاہر یہی ہے کہ وہ اس کے اس فعل سے راضی رہا۔ لہذا بکر صدر بننے کے لائق نہیں رہا اسے فوراً منصب صدارت سے ہٹایا جائے۔

اور رہا مسجد میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا مسئلہ تو اگر بعد نماز فجر آواز سے پڑھتے ہیں تو اس وجہ سے بعد میں آنے والے مقتدیوں کی نمازوں میں یقیناً خلل ہوگا۔ لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس وقت بلند آواز سے صلاۃ وسلام نہ پڑھیں بلکہ الگ الگ آہستہ آہستہ پڑھیں اور یا تو فجر کی جماعت ایسے وقت قائم کریں کہ اس سے فارغ ہو کر صرف دو تین بند سلام پڑھیں جس میں نئے آنے والے نمازی بھی شریک ہو جائیں پھر اس کے بعد وہ آسانی سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ سکیں اور اس طرح صلاۃ و سلام پڑھے جانے کا بار بار اعلان کرتے رہیں تاکہ بعد جماعت آنے والے ختم سلام سے پہلے نماز نہ شروع کریں۔ آواز کے ساتھ اوراد و وظائف یا قرآن مجید کی تلاوت سے لوگوں کی نمازوں میں خلل ہو تو اس کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایسی صورت میں اسے جہر (آواز کے ساتھ) پڑھنے سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۹۶) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۷ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد اسلم رضوی، بیجاپور، کرناٹک

ایک صاحب جو کہ سنیوں کے سربراہ بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے گھر سرو دھرم سمیلن ہوا۔ جس میں شہر کے نامور سیاست داں اور ہر مذہب ہندو، عیسائی، جین، بدھ اور ورشو کے رہنما کو بلایا گیا۔ تقریر کے دوران شخص مذکور نے کہا کہ ''اللہ کے نزدیک مذہب میں کوئی فرق نہیں'' اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا انھوں نے غلط کہا؟ ان پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ ان پر شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شخص مذکور کے قول کا مطلب ظاہر ہے کہ ہندو، عیسائی، جین اور ورشو وغیرہ مذہب اور اسلام میں کوئی فرق

نہیں اللہ کے نزدیک سب یکساں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور جھوٹ باندھنا ہے کہ اس نے صاف ارشاد فرمایا "ان الدین عند اللہ الاسلام" یعنی بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (پارہ ۳، سورۂ ال عمران آیت ۱۹)

اور اسلام و کفر کو ایک جاننا کفر ہے فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۷ پر ہے "من اعتقد ان الایمان و الکفر و احد فھو کافر کذا فی الذخیرۃ" اھ. لہٰذا شخص مذکور پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے سے دور رکھیں حدیث شریف میں ہے "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم". یعنی تم ان سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کبتہ : عبدالحمید رضوی مصباحی
۱۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: بدرالدین احمد، بیج پور، مرزاپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مدرسہ کے کمیٹی کے صدر سے ایک شخص نے کہا کہ شریعت خیال کیجئے تو اس پر صدر نے کہا ''ہم اکثریت دیکھتے ہیں شریعت نہیں دیکھتے۔'' تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وہ دینی مدرسہ کے صدارت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی موافقت کرتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شریعت کے مقابلہ میں اکثریت دیکھنے والا اور شریعت کو پس پشت ڈالنے والا گمراہ ہے بلکہ بعض مشائخ کے نزدیک ایسا کہنا کفر ہے۔ بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۷۱ پر ہے کہ ''کسی شخص کو شریعت کا حکم بتایا کہ اس معاملہ میں یہ حکم ہے اس نے کہا ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے ہم تو رسم کی پابندی کریں گے ایسا کہنا بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔'' ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم" یعنی ان سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم جلد اول صفحہ ۱۰)

ایسا شخص ہرگز صدارت کے لائق نہیں اس کو اس عہدہ سے فوراً برطرف کردیا جائے اور ایسے شخص کو صدر منتخب کیا جائے جو ہر معاملہ میں شریعت کو دیکھے۔ اور جو لوگ اس کی موافقت کررہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان سے بھی دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷، رکوع ۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی
۸ر شعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: شرافت حسین عزیزی ثاقب ارماوی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ:

کافر کا نابالغ بچہ مرجائے تو جنتی ہے یا جہنمی؟ زید کہتا ہے کہ "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ جنتی ہوگا۔" اور بکر کا کہنا ہے کہ "بچہ خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے اور یہاں والدین کافر ہیں اس لئے ان کے تابع ہوکر جہنمی ہوگا۔" تو دونوں میں کس کا قول معتبر ہے؟ اور فتاویٰ امجدیہ جلد اول مسئلہ نمبر ۴۱۹ کے جواب کا مفہوم یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ نابالغ بچہ ناسمجھ ہے تو اس کا اسلام معتبر نہیں وہ خیر الابوین کا تابع ہے، اور والدین کفریہ عقائد رکھتے ہوں تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت جائز نہیں۔ تو اس مفہوم سے بھی بکر کے قول کی تائید ہورہی ہے۔ لہٰذا صحیح حکم سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- کافر کے نابالغ بچوں کے جنتی وجہنمی ہونے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں وہ جنتی ہیں اور بعض کے نزدیک جہنمی۔ اور اسی اختلاف کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی اختیار کی ہے اور ان کے ثواب وعذاب کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی، جیسا کہ رئیس المحدثین عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب تکمیل الایمان اردو صفحہ ۶۷ میں ہے کہ مشرکین کے اطفال کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توقف کیا ہے اور انہوں نے دلائل میں تعارض کی وجہ سے خاموشی اختیار کی ہے اور ان کے ثواب وعذاب کے متعلق بھی کوئی واضح رائے قائم نہیں کی، لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ ایسے بچے دوزخ میں جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ بہشت میں۔ محمد بن الحسین فرماتے ہیں کہ "مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے گناہ عذاب نہیں کرتا اس لئے یہ بچے مسئول نہیں ہوں گے" اھ۔

لہٰذا زید وبکر پر لازم ہے کہ اس مسئلہ میں ہرگز نہ الجھیں اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی پیروی کرتے ہوئے خاموشی اختیار کریں ورنہ بحر عمیق میں اپنے آپ کو ڈالنے کے مترادف ہوں گے۔ اور فتاویٰ امجدیہ جلد اول مسئلہ نمبر ۴۱۴ کے جواب سے بکر کے قول کی تائید نہیں ہورہی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر ماں باپ کے ناسمجھ بچہ کا اسلام معتبر نہیں اور مرجائے تو دنیا میں اس پر حکم وہی ہوگا جو اس کے والدین پر حکم ہے اور مسلمانوں جیسا غسل وکفن بھی نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، باقی آخرت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سلامت حسین نوری
۳؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

ایک شخص نے اپنے سسرال والوں سے کہا کہ "اللہ سے پہلے میری دعوت ہونی چاہئے کیوں ہم کو بعد میں دعوت دیا۔" ایسے قائل کے بارے میں کیا حکم؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جس نے یہ کہا کہ ''اللہ سے پہلے میری دعوت ہونی چاہئے'' وہ کافر ہوکر اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید اسلام ونکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحمید رضوی مصباحی
۲؍ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد دین صدر نورانی مسجد، سوناپالی، اڑیسہ

شاہد کھلم کھلا تبلیغی جماعت کے اجتماع میں شریک ہوتا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتا و پڑھاتا ہے اور گیارہویں شریف کو کونڈا کا فاتحہ بھی دلاتا ہے۔ تو اس پر شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟ اور جو لوگ اس کی حالت سے واقف ہوکر اسے دینی وقومی تنظیم کا عہدیدار بنائیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے عقائد وہی ہیں جو اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کے کفری عقائد ہیں جن کی سبب مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، برما و بنگال اور ہندوستان و پاکستان وغیرہا کے سینکڑوں علماء کرام ومفتیان عظام نے بالاتفاق فتویٰ دیا کہ وہ اسلام سے خارج کافر و مرتد ہیں۔ اور فرمایا "من شك فى كفره و عذابه فقد كفر." یعنی جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۲۲ اور فتاویٰ حسام الحرمین میں بالتفصیل موجود ہے۔

اور اس جماعت کا مقصد اپنے آباء واجداد کے کفری عقائد کی تعلیم اور اس کی نشر واشاعت ہے جو دین وایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ تبلیغ کے ذریعہ وہ بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو گمراہ کر کے دیوبندی، وہابی بناتے ہیں۔ لہذا اس جماعت مین شریک ہونا اور ان کے ساتھ تبلیغ کے لئے جانا سخت حرام ہے ہرگز جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ "اياكم و اياهم لايضلونكم و لايفتنونكم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) اس لئے جب تک شاہد علانیہ توبہ استغفار نہ کرے اور لوگوں کو اس پر مکمل طور سے اطمینان نہ ہوجائے اس وقت تک اسے کسی بھی تنظیم کا عہدیدار نہ بنائیں۔ نیز اگر شاہد نے تبلیغی جماعت والوں کو مسلمان جانتے ہوئے ان کی جماعت میں شریک ہوا اور ان کے ساتھ نماز پڑھا پڑھایا تو وہ بھی مسلمان نہ رہا۔ تو جو لوگ ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے اسے کسی تنظیم کا عہدیدار بنائے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کہ انہوں نے ایک فاسق العقیدہ کی تعظیم کی جو شریعت میں حرام ہے۔ لہذا وہ بھی توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی
۲۳؍صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:۔از: سید مرغوب احمد ضیائی پالی

کوئی شخص ظاہر میں سنیوں جیسا عمل کرے مگر اندرونی طور پر بدعقیدہ ہو تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ جو شخص اندرونی طور پر بدعقیدہ ہو تو مسلمان اس سے دور رہیں اور اسے اپنے قریب نہ آنے دیں حدیث شریف میں ہے۔ "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم" یعنی بدمذہب سے دور رہو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی
۲۹ر صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: محمد دین صدر نورانی مسجد، سونا پالی، اڑیسہ

جو شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم کو نہ مانے تو عامۃ المسلمین اس سے میل ملاپ رکھیں، اس کے نکاح و جنازہ میں شریک ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم کو نہ ماننے والا اسلام سے خارج ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ پر ہے۔ ''لو قال با من شریعت واین حیلہا سودندارد او قال پیش زدواو قال مرادبوس ہست شریعت چکنم فھذا کلہ کفر'' اھ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ ''جو شخص مسائل شرعیہ کے مقابلے میں یہ کہے کہ وہ مسائل شرعیہ کو نہیں مانتا۔ وہ اسلام سے خارج ہو گیا اھ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۵۱۷) ایسے شخص سے میل ملاپ رکھنا اور اس کے نکاح و جنازہ میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں سخت حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ "ان مرضوا فلا تعودو ھم و ان ماتوا فلاتشھدوھم و ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم و لا تجالسوھم و لاتشاربوھم و لا تؤاکلوھم و لاتناکحوھم و لا تصلوا علیھم و لاتصلوا معھم۔" یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے پاس پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔

لہذا تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے شخص سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور ان سے دور رہیں اور انہیں اپنے سے دور رکھیں ورنہ وہ سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہوں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی
۲۷ر صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: مولانا محمد مطیع الرحمٰن امجدی فیضی، اودے پور، راجستھان

زید نے عملیات کی کتاب مرتب کی جس میں مندرجہ عبارت مرقوم ہے کہ منتر مجھے ایک سادھو نے دیا تھا جسے میں آپ کے لئے لکھ رہا ہوں دھیان رہے کہ اس منتر کو جائز کام میں ہی لیں اگر ناجائز کریں گے تو نقصان ہوگا وہ منتر یہ ہے۔ ''اوم، اوم، اوم ہرے، ہرے، ہرے، ارا، ارا سواہا''۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی کتاب کی خرید وفروخت واشاعت درست ہے یا نہیں؟ کتاب ہذا کا افتتاح زید نے ایک مندر کے پجاری سے کروایا جتنے لوگ افتتاح میں شریک ہوئے ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور زید کے لئے کیا حکم شریعت ہے جب کہ زید کا کہنا ہے کہ میں نے یہ منتر ہندوؤں کے لئے لکھا ہے مسلمانوں کے لئے نہیں لکھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کا یہ کہنا بظاہر غلط ہے کہ میں نے یہ منتر ہندوؤں کے لئے لکھا ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو جس طرح یہ لکھا کہ دھیان رہے اس منتر کو جائز کام میں ہی لیں اس طرح یہ بھی لکھتا کہ یہ منتر صرف ہندوؤں کے لئے ہے۔ اور اگر اس کی بات مان بھی لی جائے تو کافر کو کفر سکھانا کفر ہے۔ اس لئے کہ اس میں رضا بالکفر ہے۔ اور حدیقہ ندیہ صفحہ ۳۳۰ پر ہے۔ "الرضا بالکفر کفر" اھ. بلکہ کفری مراسم کی اجازت دینے سے بھی مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴ میں ہے۔

لہٰذا زید توبہ وتجدید ایمان کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷، سورۂ انعام آیت ۶۸) اور کتاب مذکور کی اشاعت وخرید وفروخت کرنا بھی ناجائز وحرام ہے اور جو لوگ اس کتاب کے افتتاح میں شریک ہوئے وہ بھی توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: مطیع الرحمٰن امجدی، اودے پور، راجستھان

زید نے بکر کو تاکید کرتے ہوئے کہا کہ پانچوں وقت نماز با جماعت ادا کیا کرو۔ اس پر بکر نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہوں تحقیق کر رہا ہوں کہ کون سا مذہب سچا ہے تو زید نے بکر سے کہا کہ آپ مرتد ہو گئے میرے سامنے توبہ، تجدید ایمان کر لیں لیکن بکر بالکل خاموش رہا کچھ دنوں کے بعد بکر کا انتقال ہو گیا تو زید نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر مرتد ہوا یا نہیں؟ جو لوگ دانستہ یا نادانستہ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے ان کے لئے شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر واقعی بکر نے یہ کہا کہ ''میں مسلمان نہیں ہوں تحقیق کر رہا ہوں کہ کون سا مذہب سچا

ہے''تو وہ مسلمان نہیں رہ گیا کافر ہو گیا اس پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۷۹ میں ہے۔"مسلم قال انا ملحد یکفر." یعنی اگر کوئی مسلمان کہے کہ میں ملحد ہوں تو وہ کافر ہو گیا۔اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ''جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں اسے توبہ، تجدید ایمان پھر تجدید نکاح چاہئے۔''(فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۲۶)

لہذا اگر بکر نے توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہیں کیا اور مر گیا تو وہ کافر ہو کر مرا اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔" وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ." یعنی کبھی بھی ان کے کسی مردے کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو انہوں نے اللہ ورسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔(پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۸۴) اور نماز جنازہ کی لئے میت کا مومن ہونا ضروری ہے۔تنویر الابصار مع درمختار جلد سوم صفحہ ۱۰۳ میں ہے"و الصلاة علیه فرض کفایة و شرطها اسلام المیت." ا..

لہذا جو لوگ بکر کی نماز جنازہ میں دانستہ طور پر شریک ہوئے توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح چاہئے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ''کسی شخص نے باآں کہ اس حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اس کے لئے استغفار کی جب تو اس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورت سے از سر نو نکاح کرنا چاہئے"فی الحلیة نقلا عن القرافی و اقره الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالیٰ فیما اخبر به. اه. (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۳) اور جو لوگ نادانستہ طور پر نماز جنازہ میں شریک ہوئے وہ بھی توبہ واستغفار کریں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کبولوی گجراتی

۱۴ رذو الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد قیس، بھدرک، اڑیسہ

بکر کہتا ہے کہ فائدہ پہنچانا اور مدد کرنا خدائے تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فائدہ پہنچانے والا اور مددگار کہنا، لکھنا غلط ہے۔اور زید کہتا ہے کہ صحیح ہے اس میں حق پر کون ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید اپنے اس قول واعتقاد میں حق بجانب ہے کہ انبیائے کرام اولیائے عظام کو مددگار کہنا، لکھنا جائز ہے۔ اس لئے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۶۳ پر ہے۔"الاستعانة بغیر الله تعالیٰ فی دفع الظلم جائزة فی الشریعة" اه ملخصا. البتہ اللہ تعالیٰ کا مددگار ہونا اور فائدہ پہنچانا ذاتی طور پر ہے اور انبیائے کرام اولیائے عظام کا بطور عطائی، یعنی اس کی دی ہوئی طاقت وقوت سے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَ فِی الْآخِرَۃِ" یعنی ہم تمہارے مددگار ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (پارہ ۲۴ سورۂ حم آیت ۳۱) اور دوسری جگہ فرماتا ہے: "وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ." یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۷۱) معلوم ہوا کہ رب بھی تمہارا مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کی مددگار ہیں مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار ہے اور یہ باعطا مددگار ہیں۔

اور فرماتا ہے: "وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعاً بَصِیْراً." یعنی اللہ ہی سننے دیکھنے والا سمیع و بصیر ہے (پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۱۳۴) اور دوسری جگہ فرماتا: "اِنَّـا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعاً بَصِیْراً" یعنی بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو ہم نے اسے سمیع و بصیر بنا دیا (پارہ ۲۹ سورۂ انسان آیت ۲)۔ اللہ تعالیٰ اپنے لئے سمیع و بصیر فرمایا اور انسان کے لئے بھی سمیع و بصیر فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کا سمیع و بصیر ہونا ذاتی طور پر ہے اور انسان کا سمیع و بصیر ہونا اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کی عطا سے ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۴۴ میں ہے "فی قوله بالمؤمنین رؤف رحیم فی حق نبیه علیه السلام و فی قوله لنفسه تعالیٰ ان الله بالناس لرؤف رحیم دقیقة لطیفة شریفة و هی ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما كان مخلوقا كانت رأفته و رحمته مخلوقة فصارت مخصوصة بالمؤمنین لضعف الخلقة و ان الله تعالیٰ لما كان خالقا كانت رأفته و رحمته قدیمة فكانت عامة للناس بقوة خالقیته." اھ. ملخصا.

اور سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی عنہ ربہ القوی "ایـاك نستعین" کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر و اورا مظہر عون الٰہی نداند حرام ست و اگر التفات محض بجانب حق ست و اورا یکی از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت وتعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت تعبیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بحضرت حق است لاغیر۔" یعنی سمجھنا چاہئے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الٰہی نہ سمجھے حرام ہے۔ اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز ہے اور اس قسم کی استعانت بالغیر انبیاء و اولیاء نے بھی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ حق تعالیٰ کے غیر سے مانگنا نہیں ہے بلکہ اسی کی مدد ہے (تفسیر عزیزی جلد ا صفحہ ۲۰) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۱۱/ ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ: -از: مولانا سکندر علی اشرفی کمہاری، ضلع ناگور شریف، راجستھان

زید ہمیشہ وہابی و دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور جب کسی سنی عالم دین امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اپنی نماز دہراتا ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ ''میں سنی بریلوی ہوں اور نہ دیوبندی۔'' اور ہمیشہ مراسم اہل سنت مثلاً نیاز، فاتحہ، ومجلس میلاد وجلوس وغیرہ کی مخالفت کرتا ہے۔ نیز ایک باشرع شخص نے زید کے ہاتھ کی لکھی تحریر ''دیکھی کہ اولیائے کرام سے مدد مانگنا بھی تو شرک ہے۔'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ وہ شریعت کی رو سے سنی صحیح العقیدہ ہے یا نہیں اور زید سے مومنانہ تعلق رکھنا اور مرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے ایصال ثواب کی مجلس مثلاً قرآن خوانی وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - دیوبندی، وہابی اپنے عقائد کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر و مرتد ہیں اس لئے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں جیسا کہ فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اصفحہ ۳۰۴ پر ہے" روی عن ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما الله ان الصلاة خلف اهل الاهواء لاتجوز." اھ. اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی یہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''دیوبندی کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہوگی ہی نہیں۔ فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔'' اھ. (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۲۵)

لہٰذا اگر زید دیوبندی، وہابی امام کو صحیح مسلمان جان کر اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرتا ہے۔ تو وہ خارج از اسلام ہے دیوبندیہ، وہابیہ کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور فرمایا"من شك فى كفره و عذابه فقد كفر." یعنی جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور سنی عالم دین کے پیچھے نماز پڑھ کر دہرانا بد مذہبی کی نشانی ہے جب کہ لائق امامت ہو اور زید کا یہ کہنا کہ میں نہ سنی بریلوی ہوں اور نہ دیوبندی یہ مکر و فریب ہے اور یہ شخص پکا دیوبندی، وہابی ہے۔ اس لئے کہ ہر شخص پر سنی بریلوی جماعت کی پیروی کرنا لازم ہے حدیث شریف میں ہے۔"اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار." یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو تو بیشک جو شخص جماعت سے الگ ہوا تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰) اور اہل سنت سب سے بڑی جماعت ہے اور اسی پر امت کے اکثر لوگ قائم ہیں اور اسی کے پیروکار ہیں اور یہی جماعت حق ہے اس کے علاوہ جو فرقے مثلاً دیوبندی، وہابی غیر مقلد، تبلیغی جماعت، نیچری قادیانی سب باطل اور جھوٹے ہیں امام کبیر حضرت علامہ شرف الدین الحسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی شارح مشکوٰۃ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں"السواد الاعظم يعبر به عن الجماعة الكثيرة انظروا الى الناس و الى ماهم عليه فما عليه الاكثر من علماء المسلمين من الاعتقاد و القول و الفعل فتبعهم فيه فانه هو الحق و ماعداه باطل"اھ. (شرح الطیبی جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

اور اولیائے کرام سے مدد مانگنا ہرگز شرک نہیں بلکہ ان کو مظہر عون الٰہی جان کر مددگار جاننا جائز و درست ہے۔ ایسا ہی تفسیر فتح العزیز صفحہ ۲۰ پر ہے اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الاستعانة بغیر الله فی دفع الظلم جائزة فی الشریعة" اھ. (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۶۶۲) اور حضرت علامہ ظاہر شاہ ابن عبد العظیم میاں مدائی تحریر فرماتے ہیں۔ "اعلم ان الاستعانة باحباب الله تعالیٰ کالنبی و الاولیاء و الصالحین جائز فی حیاتھم و بعد مماتھم." اھ. (ضیاء الصدور مطبع ترکی صفحہ ۱۱)

لہذا زید کے مذکورہ افعال و اقوال سے ظاہر یہی ہے کہ وہ دیوبندی، وہابی جماعت کا پیروکار ہے اور بدمذہب و گمراہ ہے غنیۃ شرح منیۃ صفحہ ۵۱۴ پر ہے "المراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً علی خلاف یعتقد اهل النسة و الجماعة." اھ.
اور دیوبندی، وہابیوں کا یہی کام ہے کہ وہ مذہب اہل سنت کے اعتقادات کی مخالفت کرنے میں اور ہر وہ کام جو سنی لوگ کرتے ہیں اس کی مخالفت کرنا ان کی پہچان ہے۔ مثلاً نیاز، فاتحہ، میلاد قیام سلام وغیرہ اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک قرار دینا وغیرہ۔
لہذا ایسے شخص سے مومنانہ تعلق رکھنا اور اس سے سلام کلام کرنا اور اس کے مرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔
حدیث شریف میں ہے "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تشھدوھم و ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم و لا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تؤاکلوھم و لاتناکحوھم و لاتصلوا علیھم و لا تصلو معھم." اھ. یعنی بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں تمہیں وہ گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرو اور اگر ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو اور ان کے پاس نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ پانی وغیرہ نہ پیو اور کھانا نہ کھاؤ اور شادی بیاہ نہ کرو اور ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث شریف مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ عقیلی، اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے (انوار الحدیث ص ۱۰۳) اور اس کی لئے ایصال ثواب مثلاً قرآن خوانی وغیرہ کرنا بھی جائز نہیں۔
و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۸ ربیع النور ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد سلمان رضا خاں قادری، روناہی، فیض آبادی
مولوی اسمٰعیل دہلوی کافر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تکفیر کیوں نہیں فرمائی؟ اگر نہیں تو علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے کیوں تکفیر فرمائی؟ بینوا توجروا۔
الجواب:- مولوی اسمٰعیل اپنی عبارات کفریہ ملعونہ مندرجہ تقویۃ الایمان صفحہ ۷ اور صراط مستقیم صفحہ ۹۵ وغیرہ کے سبب

کافرومرتد ہے۔

چونکہ علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال ۱۲۷۸ھ میں ہوا اور اس وقت تک اسمٰعیل دہلوی کی توبہ مشہور نہیں ہوئی تھی جس کی بنا پر آپ نے اس کی تکفیر فرمائی برخلاف اس کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی اور آپ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا اس وقت تک اسمٰعیل دہلوی کی توبہ مشہور ہو چکی تھی اس لئے آپ نے احتیاطاً اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی خود تحریر فرماتے ہیں کہ ''ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب اور احتیاط کی وجہ اسمٰعیل دہلوی کا اپنے اقوال کفریہ ملعونہ سے توبہ کی خبر کا مشہور ہونا ہے۔ (الکوکبۃ الشہابیۃ صفحہ ۶۱)

اس مسئلہ پر مزید معلومات کے لئے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصنیف ''تحقیقات حصہ دوم'' کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: محمد بخش قادری، وارڈ ہنگن گھات۔

زید کہتا ہے کہ زمین سورج کے چاروں طرف چکر لگاتی ہے اور سورج ساکن ہے۔ بکر کہتا ہے کہ سورج زمین کے چاروں طرف چکر لگاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ" یعنی اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔ اور ہر ایک، ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔ (پارہ ۲۳ سورۂ یٰس آیت ۳۸/۴۰) اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: "سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىٕبَیْنِ" یعنی سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔ (پارہ ۱۳ سورۂ ابراہیم آیت ۳۳) اور تیسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: "كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" یعنی ایک مقررہ وقت کے لئے سب حرکت میں ہیں (پارہ ۱۳ سورۂ رعد آیت ۲) اور چوتھے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ" یعنی بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا۔ (سورۂ فاطر آیت ۴۱)

اور امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ والرضوان: "اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا" کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اعلم ان کون الارض فراشا مشروط بکونها ساکنة فالارض غیر متحرکة بالاستدارة و لا بالاستقامة و سکون الارض لیس الامن اللہ تعالیٰ بقدرته و اختیاره و لهذا قال تعالیٰ، ان اللہ یمسک

السموٰت الخ ملخصا." (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۳۳۶) اور حدیث شریف میں ہے۔ "قیل لابن مسعود رضی اللہ عنه ان کعبا یقول ان السماء تدور فی قطبة مثل قطبة الرحا فی عمود علی منکب ملك قال کذب کعب، ان الله یمسك السموٰت الخ" و کفی بها زوالا ان تدورا." یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضرت کعب غلط کہتے ہیں کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو فرشتہ کے کندھے پر ہے گھوم رہا ہے آپ نے فرمایا کعب غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفة بن الیمان رضی الله عنهما کذب کعب" ان الله یمسك السموٰت" الایة. یعنی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیل پر گھوم رہا ہے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے زمین وآسمان کو ٹلنے سے روک رکھا ہے (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۹) اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں جو صحابہ وتابعین ومفسرین معتمدین نے لئے یعنی حرکت شمس ہے نہ کہ حرکت زمین الناسب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمانوں کو کیسے حلال ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۶)

لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ زمین سورج کے چاروں طرف چکر لگاتی ہے صحیح نہیں یہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے مذکورہ قول سے رجوع کر کے توبہ واستغفار کرے۔ اور بکر کا کہنا کہ سورج زمین کے چاروں طرف چکر لگاتا ہے حق ہے اور یہی قرآن وحدیث کے مطابق موافق ہے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسی پر ایمان رکھیں۔ تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت کا رسالۂ مبارکہ "فوز مبین در رد حرکت زمین" اور نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان۔ ملاحظہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۹ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:-

معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد اقصیٰ میں داخل ہونا زید نہیں مانتا اور یہ بھی تسلیم نہیں کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات آسمان کی سیر فرمائی ہے تو زید کافر ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سید الفقہاء حضرت علامہ شیخ احمد عرف ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ "قال اهل السنة باجمعهم ان المعراج الی المسجد الاقصی قطعی ثابت بالکتاب و الی سماء الدنیا ثابت بالخبر المشهور و الی ما فوقه من السموات ثابت بالاحاد فمنکر الاول کافر و منکر الثانی مبتدع مضل و منکر الثالث

فاسق۔ یعنی علماء کرام نے لکھا ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی معراج قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور مسجد اقصی سے آسمان دنیا تک کی معراج حدیث مشہور ہے اور اس کا انکار کرنے والا منکر بدعتی ہے اور گمراہ ہے اور آسمان اول سے بالائے عرش تک کی معراج کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے۔اھ (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۲۲۸)

اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۴۲ میں ہے "ان دخوله صلى الله عليه وسلم فى المسجد الاقصى ثبت با لاحاديث المشهورة" اھ

لہذا جب کہ زید معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد اقصی میں داخل ہونا اور آسمانوں کی سیر کرنا نہیں مانتا تو اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا البتہ وہ بدعتی و گمراہ ضرور ہے اس کے پیچھے پورے طور پر نماز نہیں ہوگی بلکہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔"يكره تقديم المبتدع لانه فاسق من حيث الاعتقاد و هو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق و يخاف و يستغفر بخلاف المبتدع و المراد بالمبتدع من يعتقد شيئًا على خلاف ما يعتقده اهل السنة و الجماعة" اھ ملخصا (غنیۃ صفحہ ۵۱۴) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:-

اعلیٰ حضرت نے بابائے وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی پر الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ میں متعدد وجوہ سے حکم کفر ثابت فرمایا تو اس کی تکفیر کیوں نہیں کی؟ بینوا تواجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے بابائے وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر احتیاطاً نہ فرمائی جیسا کہ خود تحریر فرماتے ہیں "با جملہ ماہ نیم ماہ مہر ہمروز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ منفرقہ وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتوی اکابر واعلام کی صریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور ازسرنو کلمہ اسلام پڑھنا فرض وواجب اگر چہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب اور احتیاطاً وجہ اسماعیل دہلوی کا اپنے تمام اقوال کفریہ ملعونہ سے توبہ کی خبر کا مشہور ہونا ہے" (الکوکبۃ الشہابیہ صفحہ ۶۱)

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شاہد رضا

مسئلہ:- از: مولانا محمد نعیم الدین، پرسا، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے کہا کہ اللہ تعالی کافروں کے اقوال وافعال وعبادات سے راضی ہے اسی لئے انھیں بھی روزی دیتا ہے۔ نیز اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ کافروں سے دنیا میں خوش ہے اور آخرت میں ناراض تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توا جروا۔

الجواب:- زید کا قول مذکور کہ اللہ تعالی کافروں کے اقوال وافعال وعبادات سے راضی ہے۔ اس لئے کہ انہیں بھی روزی دیتا ہے سراسر غلط وباطل ہے اور اللہ تعالی پر افتراء وجھوٹ باندھنا ہے۔ وہ ان سے دنیا میں بھی راضی نہیں اگر ایسا ہوتا تو ان پر کیوں غضب وجلال فرماتا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:"وَ لٰکِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡکُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ" یعنی لیکن جو دل کھول کر کافر ہوان پر اللہ کا غضب ہے (پارہ۱۴ سورۂ نحل آیت نمبر۱۰۶) اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے"وَ لَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ" یعنی اور اللہ تعالی اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں (پارہ۲۳ سورۂ زمر آیت نمبر۷) اور غیر خدا کی عبادت تو شرک ہے اس سے کیسے راضی ہو سکتا ہے جبکہ برے افعال واقوال سے بھی راضی نہیں۔ حدیقہ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۶۳ پر ہے"و القبیح منھا ای من افعال العباد ھو غیر الموافق لما اذن اللہ تعالی بہ لیس صادرا من المکلفین بھما ای بسبب رضاء اللہ تعالی و محبتہ بل بغضبہ سبحانہ و کراھتہ" اھ

اور انہیں روزی دیا جانا ان کے افعال واقوال وعبادات سے راضی ہونے کی وجہ نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت دنیا وآخرت دونوں میں مومنوں کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن کافروں کو رزق دیا جانا اور ان سے شر کا دفاع کرنا مومنوں کی برکت کی وجہ سے ہے۔ حدیقہ ندیہ جلد اول صفحہ ۸۸ پر ہے"و رحمتی وسعت کل شئ یعنی ان رحمتہ تعالی عمت خلقہ کلھم البر و الفاجر فی الدنیا للمومنین خاصۃ"اھ

لہذا زید جو کافروں کے اقوال وافعال وعبادات کے بارے میں کہتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے وہ اسلام سے خارج ہوگیا (فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۸۵) پر ہے"و یکفر ان اعتقد ان اللہ یرضی بالکفر کذا فی البحر الرائق"اھ اس پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اللہ کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" (پارہ۷ آیت۱۴) اور بغیر علم کے فتوی دینا حرام ہے حدیث شریف میں ہے"من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء و الارض" و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

مسئلہ:- از: عبدالخالق رضوی اڑیسہ

ایک سنی مسلمان جو وہابیوں دیوبندیوں کے بارے میں اچھی جانکاری رکھتا ہے اور ان کے عقائد سے آگاہ ہے پھر بھی

وہ کہتا ہے کہ سنی بھی ٹھیک ہے دیوبندی بھی ٹھیک ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توا جرو

الجواب:- وہابی دیوبندی بمطابق حسام الحرمین کافر مرتد ہیں اور ان کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر ان کے کافر اور لائق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں "من شك فی کفره و عذابه فقد کفر" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۳۵)

اور شخص مذکور جبکہ وہابیوں دیوبندیوں کے باطل عقائد پر مطلع ہے پھر بھی سنیوں دیوبندیوں دونوں کو ٹھیک کہتا ہے اور برابر جانتا ہے تو وہ درحقیقت مومن و کافر کو برابر سمجھتا ہے اور یہ کفر ہے (فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۵۷) میں ہے "من اعتقد الایمان و الکفر واحد فهو کافر کذا فی الذخیرة" اھ

لہذا شخص مذکور پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس سے دور رہیں اور اس کو دور رکھیں حدیث شریف میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ہے "ایاکم و ایاهم لایضلونکم و لا یفتنونکم" یعنی تم ان سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم جلد اول صفحہ ۱۰)
واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: عبدالحمید مصباحی

مسئلہ:-

بکر کہتا ہے کہ سارے نبی اور ولی اللہ کے محتاج ہیں اور زید کہتا ہے کہ سب نبی اللہ تعالی کے محتاج ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محتاج نہیں اس لئے کہ خدائے تعالی نے انہیں سب کچھ عطا کر دیا اور مختار کل بنا دیا تو ان میں کس کا قول صحیح ہے۔ بینوا توا جروا.

الجواب:- بکر کا یہ قول کہ 'سارے نبی اور ولی اللہ کے محتاج ہیں' صحیح ہے قرآن مجید میں ہے "وَ اللّٰهُ الغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ" (سورہ محمد پارہ ۲۶) اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ "فی التاویلات النجمیة و الله الغنی لذاته بذاته و من غناه تمکنه من تنفیذ مراده و استغناؤه عما سواه و انتم الفقراء الی الله فی الابتداء لیخلقکم و فی الوسط لیربیکم وفی الانتهاء لیغنیکم عن انانیتکم و یبقیکم بهویته فالله غنی عنکم من الازل الی الابد و انتم الفقراء محتاجون الیه من الازل الی الابد"۔ (تفسیر روح البیان مطبع عثمانیہ جلد ۸ صفحہ ۵۲۵)

اور زید کا یہ قول کہ خدائے تعالی نے انھیں سب کچھ عطا کر دیا اور مختار کل بنا دیا یقینا حق ہے اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں تمام

جہاں حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے چاہیں واپس لیں تمام جہاں میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں تمام جہاں ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۲۲) ان اختیارات کی بنا پر زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں کفر ہے اس پر توبہ تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ اس پر دال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:- از آفتاب عالم سسوابازار پوسٹ ہٹوا ضلع کبیر نگر

ہمارے یہاں ایک مولانا کہہ رہا ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خنزیر کا گوشت بہت زیادہ پسند ہے" اور اس نے کئی بار یہ بات کہی تو اس مولانا کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- خنزیر کا گوشت حرام قطعی ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ" یعنی تمہارے لئے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام قرار دیا گیا (پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳) لہذا شخص مذکور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خنزیر کے گوشت کو صرف کھانے کو نہیں کہتا بلکہ اس حرام قطعی کو حضور کا پسندیدہ کھانا بتاتا ہے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس توہین کے سبب وہ گستاخ کافر و مرتد ہو گیا۔ شفا شریف میں ہے "المنقص له كافر" اگر یہاں حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے قتل کر دیا جاتا۔

موجودہ صورت حال میں حکم یہ ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ سلام و کلام، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سننا، چھوڑ دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ ۱۲ سورۂ ھود آیت نمبر ۱۱۳) اور فرماتا ہے: "كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" (پارہ ۶ سورۂ مائدہ آیت ۷۸)

حیرت ہے سسوابازار کے مسلمانوں پر کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا جملہ سننا کیسے گوارہ کر لیا کہ اگر ان مسلمانوں میں سے کسی کو وہ کہتا کہ تمہارے باپ کو سور کا گوشت بہت زیادہ پسند تھا تو وہ اس سے فوراً مار پیٹ کر لیتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہی جملہ کہا تو وہاں کے مسلمان خاموش رہے خدائے تعالیٰ انھیں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کر صحیح مسلمان بنائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۱۰ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:- از: قربان علی خان، مدرسہ عربیہ غریب نواز، پکارے، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید وبکر کے درمیان زمین کے سلسلے میں جھگڑا ہوا یہاں تک کہ زید نے یہ کہا کہ آپکو یقین نہیں تو میں قرآن شریف بھی اٹھانے کو تیار ہوں اتنے میں بکر کی بیوی جو وہیں پرتھی اس نے کہا کہ ''میں قرآن شریف کو نہیں مانتی'' اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کی بیوی جس نے جملۂ مذکورہ کہا اس پر ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا تواجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں بکر کی بیوی کا یہ کہنا کہ ''قرآن شریف کو نہیں مانتی'' بلاشبہ کفر ہے کہ قرآن شریف کا انکار کفر ہے اور کلمۂ کفر کا استعمال کرنا اگرچہ اس کا اعتقاد نہ رکھے کفر ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''قرآن مجید کا انکار کفر''۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۳۴) اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۳۱۰ میں ہے "من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف "اھ

اور ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۲۹۳ پر بحرالرائق سے ہے "الحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هاز لا اولاعبا كفر عند الكل و لا اعتبار باعتقاده كما صرح به فى الخانية "اھ لہذا بکر کی بیوی کو کلمہ پڑھا کر علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم.

مسئلہ:-

اللہ تعالی کی قضا ورضا کے بغیر کوئی کام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- اللہ تعالی کی قضا کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "افعال العباد كلها بارادة تعالى و مشيته و حكمه و قضيته اى قضائه (شرح عقائد صفحہ ۶۲) اور اللہ تعالی کی رضا کے بغیر کام ہوسکتا ہے جیسے کفر ومعصیت وغیرہ برے افعال کقولہ تعالی "و لا يرضىٰ الله لعباده الكفر". (پارہ ۲۳ سورۂ زمر آیت نمبر ۷)

اور شرح عقائد نسفی صفحہ ۲۵ میں ہے "و الحسن منها اى من افعال العباد برضاء الله تعالى و القبيح منها ليس برضائه يعنى ان الارادة و المشية و التقدير يتعلق بالكل برضاء الله تعالى و الامر لا يتعلق الا بالحسن دون القبيح "اھ. و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد رئیس القادری برکاتی
۸/ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔از: مولانا محمد نعیم الدین، پرسا، سدھارتھ نگر

جو شخص لواطت کی حرمت کا انکار کرے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ لواطت حرام قطعی ہے۔اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔قال اللہ تعالیٰ: "وَ لُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ. اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ." (سورۂ اعراف آیت ۸۰، ۸۱) یعنی اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے جہان میں سے کسی نے نہ کیا تو تم مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔

اور پارۂ ۱۸ رکوع ۱ سورہ مومنون آیت ۷ میں ہے: "فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ" یعنی تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔لیکن اپنی بیوی سے لواطت کی حرمت کا منکر کافر نہیں۔نورالانوار صفحہ نمبر ۱۹۱ پر ہے "اللواطة من امرائة حراما لكن حرمتها ظنية حتى لا يكفر مستحلها" اھ. واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد رئیس القادری برکاتی

۱۳ ر شعبان ۱۴۱۹ھ　　　۲۷ ر رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:۔از: مولانا محمد مونس عالم نظامی، ببرولی، گورکھپور، یوپی

زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے مگر وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے ان کی شادی وغیرہ میں شریک ہوتا ہے اور ان کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتا ہے تو زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ زید اگر یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں دیوبندیوں نے جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اس کے باوجود وہ ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھا تو انہیں مسلمان سمجھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اور ایسے ہی اگر ان کو مسلمان سمجھتے ہوئے ان سے میل جول اور ان کی شادی وغیرہ میں شریک ہوتا ہے تو مسلمان نہیں اور اگر زید ان کو مسلمان نہیں سمجھتا بس یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ بدعقیدہ ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو سخت گنہگار ہے۔اس کی نمازیں جو ان کے پیچھے پڑھی باطل ہیں۔

مجدد اعظم امام احمد رضا فرماتے ہیں جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔اس لئے کہ علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر و مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ "من شك فى كفره و عذابه فقد كفر" جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔... پیچھے نماز پڑھنے سے سخت گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل و بے کار (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۷۷) وہابیوں

دیوبندیوں سے میل جول حرام ہے ارشاد باری ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷ آیت ۱۴) اور حدیث شریف میں ہے "فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم" ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم جلد اول ۱۰) دوسری حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تواکلوھم و لا تناکحوھم و لا تصلو علیھم و لا تصلوا معھم." (عقیلی و ابن حبان بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۰۳)

لہٰذا اگر زید ان کو مسلمان نہ مانتے ہوئے بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت ترگنہگار اور مرتکب حرام و فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۹۸) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی

مسئلہ:- از: ممتاز احمد قادری محلہ ملیہاری مسجد کے سامنے پھتر پور

قرآن مجید میں "لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ" جیسی کئی آیتیں ہیں جس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے موجود ہونے کے بعد ان کا علم ہوتا ہے تو اس کا جواب کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- اللہ عزوجل اپنے جملہ صفات کمالیہ کے ساتھ ازلی و ابدی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا علم ان کے وجود سے پہلے ہوتا ہے تفسیر طبری صفحہ ۱۵ جلد ۲ پر ہے "اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ ثَنَاءُہٗ ھُوَ الْعَالِمُ بِالْاَشْیَاءِ کُلِّھَا قَبْلَکُمْ مِنْھَا" اھ اور آیت مذکورہ اور اس جیسی دوسری آیتوں میں علم کی نسبت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف ہے جیسا کہ تفسیر طبری مذکور جلد و صفحہ میں آیت کریمہ "لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ" کے تحت ہے "اما معناہ عندنا فانہ ما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لیعلم رسول و حزبی و اولیائی من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقیبیہ فقال جل ثنائہ لنعلم و معناہ لیعلم رسول و اولیائی اذکان رسول اللہ و اولیاءہ من حزبہ" اھ. اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ آیت مذکور میں علم باری تعالیٰ مراد نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا علم مراد ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس علم کی نسبت اپنی طرف کیا یا تو عرف کا لحاظ کرتے ہوئے جیسا کہ کہا جاتا ہے بنی الامیر المدینۃ حالانکہ عمارت معمار بناتے ہیں لیکن عرف عام میں اس کی نسبت امیر کی طرف کی جاتی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کے علم کو اپنی طرف منسوب فرمایا جیسے آیت کریمہ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا صرف اظہار عظمت کے لئے تاکہ بارگاہ خداوندی میں حضور علیہ السلام کا مقام و مرتبہ بندوں پر واضح ہو جائے۔

جیسا کہ الجامع لاحکام القرآن صفحہ ۱۰۵ جلد ۲ آیت مذکورہ کے تحت ہے: "و قیل المعنی لیعلم النبی و اتباعہ و

اخبر تعالی بذلك عن نفسه كما يقال فعل الامير و انما فعله اتباعه و ذكره المهدى و هو حبيب ۔ و قيل معناه ليعلم محمد فاضاف علمه الى نفسه تعالى تخصيصا و تفصيلا "اھ ۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:۔از: کمال الدین ادریسی، نگر بازار بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک دینی مدرسہ کا اہم رکن سکریٹری ہے۔اس نے ایک ہندو پردھان کے کامیاب ہونے پر رنگ کی ہولی یعنی ابیر اپنے سر اور داڑھی میں لگوائے اور لگاتے ہوئے خوب خوشیاں منائیں اور ساتھ ہی ساتھ لڈو کا پرشاد بانٹتے بٹواتے اور کھاتے ہوئے پورے شہر میں گشت کیا اور مندر تک گیا پھر چند دنوں کے بعد پردھان مذکور اپنے چند ہندو دوستوں کے ساتھ اجودھیا نہانے جانے کی تیاری کیا تو زید بھی ہمراہ جانے لگا چند ارباب اہل سنت کے سمجھانے پر کہ ایسی جگہ مت جاؤ جس سے علمائے کرام فتوی دینے پر آمادہ ہوں۔ زید نے کہا میں جاؤں گا جس کو جو کرنا ہو کرے میں ایسے فضول فتوی وتوی کو نہیں مانتا کہہ کر زید اجودھیا چلا گیا اور پھر آٹھ بجے رات کو سب کے ساتھ واپس آیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص پر شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شخص مذکور نے اگر واقعی وہ ساری باتیں کی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں اور یہ کہا ہے کہ میں فتوی وتوی نہیں مانتا تو وہ سخت گنہگار ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں خدائے تعالی کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ۷، رکوع۱۴) و ھو تعالی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔از: ضمیر اللہ، موضع پگارے، کپتان گنج بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ گاؤں کے کنارے چکبندی والوں نے آبادی کے لئے زمین چھوڑ دی۔ جس میں پردھان نے بہت سے لوگوں کو دیا۔ عبد القدوس کو بھی اس میں سے تھوڑی زمین ملی۔ اس نے اپنی زمین میں سے کچھ حصہ مسجد بنانے کے لئے دیا۔ باقی حصہ پر بعض لوگوں نے زبردستی مدرسہ بنانا چاہا تو عبد القدوس نے گالی دیتے ہوئے کہا کہ مدرسہ ہمارے فلاں پر رہے۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عبد القدوس مدرسہ کے متعلق گالی بکنے کے سبب گنہگار ہوا۔ وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور عہد کرے کہ میں آئندہ گالی نہیں بکونگا۔ اور جن لوگوں نے عبد القدوس کی زمین پر زبردستی مدرسہ بنانا چاہا وہی لوگ گالی کا سبب بنے کہ اگر وہ اس کی زمین پر ناجائز قبضہ نہ کرنا چاہتے تو وہ گالی نہ بکتا۔

لہٰذا وہ لوگ بھی اپنی غلطی کا اقرار کریں اور پھر کبھی کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کی کوشش نہ کرنے کا عہد کریں اور اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے ڈریں۔ و هو تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ ربیع الاول ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: محمد علی قادری نندنگر، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو ناجائز استقرار حمل ہوا الٹرا ساؤنڈ کرانے تک کچھ نہیں کیا بعد میں ضائع کرا دیا گیا اب وہ بکر کا نام پیش کرتی ہے اور حلفیہ بیان دینے کو تیار ہے کہ یہ حمل بکر کا تھا۔ اور بکر پوچھنے پر انکار کرتا ہے وہ بھی حلفیہ بیان دینے کو کہتا ہے کہ میرا نہیں ہے اور نہ میرے ہندہ سے کوئی تعلقات تھے اب ایسی صورت میں کس کا قول صحیح مانا جائے اور ہندہ اور بکر کے ساتھ میل و مراسم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں ہندہ کا مذکورہ بیان کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ حلفیہ بیان بھی دے کہ حمل بکر کا تھا تو بھی وہ از روئے شرع ہرگز معتبر نہیں۔ لہٰذا ہندہ کے بیان سے بکر کو مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا تاوقتیکہ وہ خود اقرار جرم نہ کرے۔ اور ہندہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار و لائق قہر قہار ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے بہت کڑی سزا دی جاتی۔ موجودہ صورت میں اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور صرف عورتوں کے مجمع میں پندرہ منٹ تک قرآن مجید سر پر لئے کھڑی رہے اور اسی حالت میں عہد کرے کہ میں آئندہ حرام کاری نہیں کروں گی۔

اور اسے قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً" (پارہ ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۷۱) و هو تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد حنیف رضا میراں صاحب نقارچی رضوی، بیجاپور درگاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کسی غیر مسلم رہنما (ہندو سوامی) کو سنی دینی جلسہ میں مدعو کرنا، اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا اور ایسا کرنے والوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ فقہ حنفی کی معتمد کتاب تبیین الحقائق جلد اول صفحہ ۱۴۴ پر ہے: "قد وجب عليهم اهانته شرعا" یعنی از روئے شرع مسلمانوں پر فاسق معلن کی اہانت واجب ہے۔

لہذا جب فاسق مسلمان کی توہین واجب ہے اور تعظیم جائز نہیں تو شخص مذکور کو سنی جلسہ میں بلانا اور اس کی تعظیم وتوقیر کرنا بدرجۂ اولی جائز نہیں۔ جن لوگوں نے ایسا کیا عندالشرع ان پر توبہ لازم ہے۔ و هو تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: سید عبدالقدیر، قصبہ، بھنان بازار، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید جو کہ مولوی ہے اور پابند شریعت ہے اور کسی قسم کا نشہ وغیرہ نہیں کرتا ہے مگر چند شرابی ودیگر لوگ کہتے ہیں کہ زید بھی شرابی ہے اور زید پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- زید مولوی اگر واقعی پابند شریعت ہے اور کسی قسم کی نشہ آور حرام چیز شراب وغیرہ نہیں پیتا کھاتا ہے تو اس پر شرابی ہونے کی تہمت لگانے والے سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور لائق قہر قہار ہیں ان پر توبہ واستغفار کرنا اور مولوی مذکور سے معافی مانگنا لازم ہے خدائے تعالی کا ارشاد ہے: "وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا" (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۵۸) اور حدیث شریف میں ہے: "من اذى مسلما فقد اذانى و من اذانى فقد اذى الله" یعنی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی تو اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اخرجه الطبرانى. و هو تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: غلام حسین، موضع وڈاکخانہ، بیڑاڑی، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ زید کا ناجائز تعلق بکر کی بیوی سے ہے اس بنیاد پر گاؤں والوں نے بکر کا بائیکاٹ کر دیا اور اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب بند کر دیا تو بکر کی بیوی کو ایک مولانا صاحب نے توبہ کرایا مگر پھر بھی گاؤں کے لوگ بکر کا بائیکاٹ رکھے ہوئے ہیں۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر گاؤں والوں نے غلط الزام لگایا کہ زید کا بکر کی بیوی سے ناجائز تعلق ہے تو وہ لوگ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں اور اگر واقعی ان دونوں کا ناجائز تعلق رہا تو ان پر توبہ واستغفار لازم جب بکر کی بیوی کو توبہ کرا دیا گیا تو اب گاؤں والوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ ختم کر دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له." یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مثل ہے

جس کا کوئی گناہ نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۶) البتہ بکر کی بیوی کو قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً"۔ (پارہ ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۷۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۵ رشوال المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: سراج احمد خاں، بکرم جوت بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید کی عورت نے بکر کی عورت سے جھگڑا کیا اور اسی جھگڑے کی حالت میں بکر کی عورت نے زید کی عورت سے کہا تو چوری کر کے دوسرے کا سامان لاتی ہے اور کھیت وغیرہ میں بھی جا کر جو چیز پاتی ہے اسے گھر لا کر کھاتی ہے۔ تو زید کی عورت نے کہا کہ خنزیر کی ہڈی بھی لا کر تم لوگوں کو کھلاتی تھی اور وہی زید کی عورت کہتی ہے کہ ہمارے سر پر خواجہ غریب نواز آتے ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم؟ بینوا توجروا۔

(۲) زید و بکر حقیقی بھائی ہیں ان کے درمیان کسی بات پر سخت اختلاف ہوا تو ان کے پیر نے آکر میل کرا دیا۔ پھر معمولی سی بات پر زید نے بکر سے کہا ہم تم سے قیامت تک نہیں ملیں گے۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) زید کی عورت جس نے یہ کہا کہ میں خنزیر کی ہڈی بھی لا کر تم لوگوں کو کھلاتی تھی وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اس کا یہ کہنا غلط، جھوٹ اور مکر و فریب ہے کہ ہمارے سر پر خواجہ غریب نواز آتے ہیں۔ اگر وہ اپنی اس مکاری و فریب کاری سے باز نہ آئے تو سارے مسلمان سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں۔ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام و کلام سب اس کے ساتھ بند کر دیں۔ اور اس کے گھر والے جو اس بات کو صحیح مانتے ہوں ان سے بھی سب مسلمان قطع تعلق کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷، رکوع ۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من هجر اخاه سنة فهو كسفك دمه رواه ابو داؤد." یعنی جو شخص اپنے بھائی کو سال بھر چھوڑ دے تو یہ اس کے قتل کے مثل ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۸) اور دوسری حدیث میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار رواه احمد و ابو داؤد." یعنی کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔ پھر جس نے ایسا کیا اور مر گیا تو وہ جہنم میں گیا۔ (احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۸)

لہٰذا جس نے اپنے بھائی سے یہ کہا کہ ہم تم سے قیامت تک نہیں ملیں گے وہ اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرے اور اپنے

بھائی سے ملے ورنہ اسی حال میں مرجائے گا تو وہ حدیث شریف کے مطابق جہنم میں جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶ رصفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: غلام حسین قادری، سسہنیاں کلاں

زید جو کہ سنی صحیح العقیدہ ہے اور مسجد کا امام ہے مگر محرم کے مہینہ میں ڈھول بجاتا ہے اور سمجھانے پر نہیں مانتا ہے۔ چوک کے اوپر تعزیہ کے سامنے کھانا رکھ کر فاتحہ کرتا ہے تو چوک کے اوپر کھانا رکھ کر فاتحہ کرنا کیسا ہے اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ایسے امام کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب:- مروجہ تعزیہ ناجائز وحرام ہے اور ڈھول بجانا بھی حرام ہے۔ ایسا ہی سیدنا اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ لہذا زید جو کہ ڈھول بجاتا ہے اور تعزیہ کے چوک پر کھانا رکھ کر فاتحہ کر کے ایک امر ناجائز میں جاہلوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور سمجھانے پر بھی نہیں مانتا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اسے چاہئے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے تا کہ دوسرے لوگ بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔ حدیث شریف میں ہے: "توبة السر بالسر و العلانية بالعلانية." یعنی نہاں گناہ کی توبہ نہاں اور عیاں گناہ کی توبہ عیاں طور پر ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۴ رصفر المظفر ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محبوب علی منصوری، سمر بنا، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) مروجہ تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔ (۲) اپنے ہاتھوں چوکا بنا کر اور اشیاء خوردنی رکھ کر نیاز کرنا کرانا کیسا ہے؟ (۳) قربانی سے لے کر عاشورۂ محرم تک ڈھول تاشہ بجانا اور شب عاشورہ میں تعزیہ کے پیچھے پیچھے مردوں، عورتوں کا ڈھول تاشہ بجاتے اور مرثیہ گاتے ہوئے جانا کیسا ہے؟ (۴) بعض لوگ سبیل پلاتے ہیں اور وعظ کی مجالس منعقد کرتے ہیں جس میں واقعات کربلا مع دیگر واقعات صحیح روایات کے ساتھ بیان کرتے ہیں ایسا کرنا عند الشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ داری عشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست۔'' پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں ''تعزیہ داری کہ ہمچوں مبتدعاں می کنند

بدعت ست وہمچنین ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت ست وظاہرست کہ بدعت سیئہ است۔" اور تحریر فرماتے ہیں "این چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانچہ درحدیث شریف آمدہ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان رواہ مسلم۔ یعنی عشرۂ محرم میں تعزیہ داری اور قبر وصورت وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ تعزیہ داری جیسا کہ بدمذہب کرتے ہیں بدعت ہے اور ایسے ہی تابوت، قبروں کی صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت سیئہ ہے۔ یہ تعزیہ جو بنایا جاتا ہے زیارت کے قابل نہیں ہے بلکہ اس قابل ہے کہ اسے نیست ونابود کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ختم کردے اور اگر ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۶-۷۵) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی مذکورہ بالا عبارتوں سے بالکل واضح ہوگیا کہ ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری بدعت سیئہ وناجائز ہے۔ اور اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی نے ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز وحرام ومایۂ بدعات قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۳۵ ملاحظہ ہو اور اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں "تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات ان کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۸۹) اور تحریر فرماتے ہیں "تعزیہ کی تعظیم بدعت ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۸) اور تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ بنانا ناجائز ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۸۶) اور تحریر فرماتے ہیں "یہ جو باجے تاشے مرثیے ماتم براق پری کی تصویریں تعزیے سے مرادیں مانگنا اس کی منتیں ماننا اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۹۴)

(۲) عوام جو اپنے ہاتھوں چوکا بناتے اور اس پر تعزیہ رکھتے ہیں۔ پھر اسی چوکا پر اشیاء خوردنی رکھ کر نیاز کرتے اور کراتے ہیں جسے تعزیہ کا چڑھاوا کہتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں تعزیہ کا چڑھاوا ناجائز وبدعت وگناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۶۵) **و اللہ تعالی اعلم۔**

(۳) قربانی سے لے کر عاشورۂ محرم تک ڈھول بجانا اور شب عاشورہ میں تعزیہ کے پیچھے پیچھے مرد وعورتوں کا ڈھول تاشہ بجاتے اور مرثیہ گاتے ہوئے جانا یہ سب ناجائز وگناہ ہیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ڈھول بجانا، عورتوں کا گانا یہ سب حرام ہیں۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۷۵) اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ڈھول بجانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۸۹) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے غلط واقعات

نظم کئے جاتے ہیں اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر کیا جاتا ہے یہ سب ناجائز وگناہ کے کام ہیں۔ (بہار شریعت حصہ شانز دہم صفحہ ۲۴۸) اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''مرثیے کا پڑھنا سننا سب گناہ وحرام ہے حدیث میں ہے "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المراثى. "یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۸۸) والله تعالى اعلم.

(۴) سبیل پلانا وعظ کی ایسی مجالس منعقد کرنا جس میں واقعات کربلا مع دیگر واقعات صحیح روایات کے ساتھ بیان کئے جاتے ہوں تو یہ سب جائز بلکہ مستحسن وکار ثواب ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ''پانی یا شربت کی سبیل جبکہ بہ نیت محمود اور خالصا لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبہ ائمۂ اطہار مقصود ہو بلاشبہ بہتر ومستحب وکار ثواب ہے حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اذا كثرت ذنوبك فاسق الماء على الماء تتناثر كما يتناثر الورق من الشجر فى الريح العاصف. "یعنی جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔'' اور چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں: ''اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی ملک یا اہل بیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغۂ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو اور وہاں بین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریباں دری یا ماتم یا تصنع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل ومناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ موجب ثواب ونزول رحمت ہیں عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة. (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۸۹) والله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی | کتبہ: محمد حنیف قادری

۸/ رجمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد اعظم، مہداول، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ عالم نام کا ایک شخص کہتا ہے کہ عبدالقیوم نے دعا تعویذ کرا کے مجھ پر سات خبیث کردیا ہے۔ عالم کے اس بیان پر اس کے گھر والے عبدالقیوم کے خلاف ہوگئے اور اس کا بائیکاٹ کردیا۔ عبدالقیوم نے اپنی صفائی میں کہا کہ میں اللہ ورسول کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کچھ نہیں کیا کرایا ہے۔ اس پر عالم کی ماں نے کہا میں اللہ و رسول کو کچھ نہیں جانتی۔ اور عالم کے گھر والے برابر عبدالقیوم کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عالم کا عبدالقیوم کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے دعا تعویذ کرا کے مجھ پر سات خبیث کردیا ہے سخت ناجائز ہے کہ یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ عندالشرع ہرگز اس کا اعتبار نہیں۔ اور جبکہ وہ اپنی صفائی میں اللہ ورسول کی قسم کھاتا ہے تو بلاوجہ نہ ماننا گناہ ہے اور اس کا بائیکاٹ کردینا غلط ہے۔ اور عالم کی ماں کا یہ کہنا کفر ہے کہ میں اللہ ورسول کو کچھ نہیں جانتی۔ ایسا ہی فتاویٰ

رضویہ جلد نہم صفحہ ۵ نصف اول پر ہے۔

لہذا عالم کی ماں کو کلمہ پڑھا کراسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور شوہر والی ہو تو اس کا پھر سے نکاح بھی پڑھایا جائے۔

اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان سختی سے اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا یُنسِیَنَّكَ الشَّیطٰنُ فَلَاتَقعُدْ بَعْدَ الذِّكرٰی مَعَ القَومِ الظّٰلِمِینَ" (پارہ ۷، رکوع ۱۴) اور عالم کے گھر والے کا عبدالقیوم کو برا بھلا برابر کہتے رہنا اسے ایذا و تکلیف پہنچانا ہے اور ایذائے مسلم حرام ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ الَّذِینَ یُؤذُونَ المُؤمِنِینَ وَ المُؤمِنٰتِ بِغَیرِ مَا اكتَسَبُوا فَقَدِ احتَمَلُوا بُهتَاناً وَّ اِثماً مُّبِیناً" یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۵۸) اور حدیث شریف میں ہے: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھکو تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ الخ

لہذا عالم کے گھر والے عبدالقیوم کو ایذا پہنچانے کے سبب اس سے معذرت کریں اور توبہ کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ لَاتَركَنُوا اِلَی الَّذِینَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ ۱۲ رکوع ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد بدرالدین حبیبی مصباحی

۲۶ رذوالقعدہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: پیر غلام، بشیشر گنج بستی

زید مسجد میں گالی بک رہا تھا بکر نے اس کو منع کیا کہ مسجد میں گالی مت بکو تو وہ مسجد میں اپنی دی ہوئی گھڑی اور مدرسہ میں دی ہوئی تپائی اٹھا لے گیا اور مسجد سے باہر نکل کر بکر کو گالی دی اور کہا تم اور تمہارے ساتھی سب پاکستانی ہو تو سب لوگوں کی رائے سے اس کا بائیکاٹ کیا گیا مگر کچھ لوگ اس کو اپنا پیشوا بنائے ہوئے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- گالی بکنا حرام ہے خاص کر مسجد میں اور سخت حرام ہے اور مسلمان کو گالی دینا فسق ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے: "سباب المسلم فسوق." اور مسجد یا مدرسہ میں اپنے دیئے ہوئے سامان کو واپس لے لینے کی وجہ سے سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور گھڑی و تپائی واپس کرے اور بکر وغیرہ جن کو گالی دی ان سے معافی مانگے۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے اس کا بائیکاٹ جاری رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنسِیَنَّكَ الشَّیطٰنُ فَلَاتَقعُدْ بَعدَ الذِّكرٰی مَعَ القَومِ الظّٰلِمِینَ." یعنی اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے پر ظلم و زیادتی کرنے والوں کے ساتھ

نہ بیٹھو۔(پارہ ۷، رکوع ۱۴) ایسے شخص کا ساتھ دینے والے اور اس کو اپنا پیشوا بنانے والے سخت غلطی پر ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی مصباحی

۲۱ر شوال ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: محمد حسین خاں، اداری، سرگوجہ، ایم۔ پی

زید نے کہا کہ دنیا میں جتنے انسان پیدا ہوئے سب گنہگار ہیں یہ سن کر عمرو نے کہا کہ آپ کی زبان میں طاقت ہے تو آپ کہیں میں تو نہیں کہوں گا کیوں کہ دنیا میں ایک سے ولی بزرگ پیدا ہوئے جیسے بڑے پیر صاحب ان لوگوں کو ہم کیسے گنہگار کہہ سکتے ہیں زید نے کہا کہ میں دعوی کے ساتھ کہتا ہوں اور اس کا ثبوت بھی دوں گا کہ ہر انسان گنہگار ہے ثبوت طلب کرنے پر ٹال مٹول کرتا رہا ہے۔اور ہر انسان کے عموم میں پیغمبر بھی داخل ہیں تو ولی و پیغمبر کو گنہگار کہنے والے پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے گناہ کا صادر ہونا شرعاً محال ہے اور اولیائے عظام سے بھی گناہ نہیں ہوتا۔حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سورۂ شوری کی آیت کریمہ ۵۲ "مَاكُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں "ان اهل الوصول اجتمعوا على ان الرسل عليهم السلام كانوا مؤمنين قبل الوحي معصومين من الكبائر و من الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعثة و بعدها .اه" (تفسیر روح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۴۷) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ لیا ہو جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عز وجل انہیں محفوظ رکھتا ہے ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔اھ ملخصاً'' (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۱۴ بحوالہ اربعین صفحہ ۳۲۹)

لہذا جو شخص سب کو گنہگار کہے وہ خود ہی سخت گنہگار مستحق عذاب نار فاسق و فاجر ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے اس گندے و ناپاک خیال سے توبہ کرے اور آئندہ اس طرح کی باتیں نہ کہنے کا عہد کرے۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۴ر شوال ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: محمد ابوطلحہ خاں برکاتی، دوست پور، امبیڈکر نگر

زید نے مروجہ تعزیہ داری کے لئے اپنی انجمن کمیٹی والوں کے ساتھ چندہ وصول کرنا شروع کیا کچھ لوگوں مثلاً خالد، عمرو، بکر نے کہا کہ ہم سب سنی صحیح العقیدہ ہیں اور ہمارے اکابرین اہل سنت کے نزدیک یہ امر خلاف شرع ہے جیسا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و دیگر علمائے کرام کے فتاویٰ سے ثابت ہے لہذا ہم اس میں چندہ نہیں دیں گے اس پر تعزیہ کمیٹی والوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔کیونکہ گاؤں میں انہیں کا دبدبہ ہے اور کہا کہ جب ان کا کوئی معاملہ آئے گا تو ان کا ساتھ دینے کے

لئے تیس کی جگہ تین سو اور چالیس کی جگہ چار سو روپے ڈنڈ لیا جائے گا۔ تو زید اور اس کے حامیوں کا یہ قول و فعل از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ نیز ایسی صورت میں خالد، عمرو اور بکر وغیرہ کیا کریں؟ **بینوا توجروا.**

الجواب:- خالد، عمرو اور بکر وغیرہ کا تعزیہ داری کے لئے چندہ دینے سے انکار کرنا بالکل درست وحق ہے اور ان کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ہمارے اکابرین اہل سنت مثلاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی و دیگر علمائے کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ سے اس امر کا خلاف شرع ہونا ثابت ہے۔ تو کمیٹی والوں کا محض تعزیہ داری کے لئے چندہ نہ دینے کی بنیاد پر انہیں بائیکاٹ کرنا سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ اور تعزیہ داروں کا یہ کہنا کہ جب کوئی معاملہ آئے گا تو ان کا ساتھ دینے کے لئے ہم تیس کی جگہ تین سو اور چالیس کی جگہ چار سو روپے ڈنڈ (جرمانہ) لیں گے نہایت ہی غلط اور ظالموں جیسا خیال ہے۔ اور ظلم و زیادتی کرنے والوں کے متعلق خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا" یعنی اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔ (سورۃ الفرقان ۱۹)

لہذا زید اور اس کے حامیوں کا یہ قول و فعل ہرگز درست نہیں ان پر لازم ہے کہ اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں اور شریعت کا جو حکم ہے اسی پر عمل کریں شریعت کو چھوڑ کر باپ دادا کا طریقہ نہ اختیار کریں۔ اپنی جہالت و ہٹ دھرمی، بے جا ظلم و زیادتی اور ڈنڈ (جرمانہ) لینے کے ظالمانہ ارادے سے باز آ کر خالد وغیرہ کا بائیکاٹ ختم کر دیں۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو خالد، عمرو اور بکر وغیرہ ان سے دور رہیں کسی معاملے میں انہیں اپنا مددگار نہ بنائیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۸ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبد الحمید قادری، سیتاپور، سرگوجہ (ایم۔ پی)

نویں اور دسویں محرم کے دنوں میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

(ب) ان تاریخوں میں جو تعزیہ داری کرتے چوک پر اس کے سامنے کچھ رکھ کر نیاز دلاتے ہیں جلوس کی شکل میں تعزیہ کو گاؤں کے کوچوں میں ڈھو کر گھماتے ہیں، ماتم کرتے باضابطہ ڈھول طرح طرح کے باجے بجواتے کھیل تماشے کرتے، مصنوعی کربلا تک آتے جاتے ہیں۔ اور جلوس میں مردوں کے ساتھ عورتیں جاتی ہیں مرثیئے گاتی ہیں۔ ان میں جوان لڑکیاں بھی رہتی ہیں۔ محرم وغیر محرم کا کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ عورتیں تعزیہ پر مورچھل مارتی منت کرتی ہیں۔ کسی مرد یا عورت پر بابا کی سواری آتی ہے۔ وہ کچھ سے کچھ بولتی ہے۔ ان سب چیزوں کی حقیقت کیا ہے؟ اور ایسا کرنے والوں کا حکم کیا ہے؟ **بینوا توجروا.**

الجواب:- نویں اور دسویں محرم کو مسلمان زیادہ سے زیادہ صدقات و خیرات کریں۔ روزہ رکھیں کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اور ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر روزوں وغیرہ تمام نیکیوں کا ثواب حضرت امام حسین شہید

کربلا و دیگر شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کی نذر کریں گرمیوں میں ان کے نام پر شربت پلائیں۔ جاڑے میں چائے پلائیں۔ کھچڑا، پلاؤ فرنی وغیرہ جو ہو سکے پکا کر برادری میں بانٹیں۔ محتاجوں اور اپنے گھر والوں کو کھلائیں کہ اچھی نیت سے یہ سب ثواب کے کام ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۳۶ پر ہے۔

(ب) ان تاریخوں میں تعزیہ داری کرنا، چوک پر تعزیہ کے سامنے کچھ رکھ کر نیاز فاتحہ دلانا، تعزیہ کو گاؤں وگلی کوچوں میں گھمانا ماتم کرنا، ڈھول، تاشے طرح طرح کے باجے بجانا بجوانا، کھیل تماشہ کرنا مصنوعی کربلا کو جانا، جلوس میں مرد و عورت کا باہم خلط ملط ہونا، عورتوں کا مرثیے گانا، ان کا تعزیہ پر مور چھل مارنا، منت مانگنا اور کسی مرد یا عورت پر بابا کی سواری کا آنا یہ سب باتیں خرافات و بدعات اور سخت ناجائز و حرام ہیں۔ شریعت میں ان کی کوئی اصل وحقیقت نہیں۔ اور ایسا کرنے والے سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ علم، تعزیے، تخت، مہندی ان کی منت گشت۔ چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیہ کو نکلنا یہ سب باتیں حرام و ناجائز و منع ہیں۔ فاتحہ جائز ہے۔ روٹی، شیرینی، شربت چاہے جس چیز پر ہو مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے۔ ہاں تعزیہ سے جدا ہو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۴۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۱۰ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: سفر محمد قادری، حسن گڈھ، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بہنوئی و سالے میں جھگڑا ہوا اس بنیاد پر بہنوئی نے اپنی تمام جائداد دوسرے کے ہاتھ بیچ دی۔ اس پر محمود اور عبد الباری گواہ ہوئے۔ تو گواہی دینے کی وجہ سے رمضان علی نے محمود کو گالی دی اور مجمع میں توبہ کرایا اور آئندہ گواہی نہ دینے کا عہد کرایا پھر دو سال بعد اسی بات پر رمضان کے لڑکے نے محمود کو مارا تو ان دونوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر صرف گواہی دینے کی وجہ سے رمضان علی نے محمود کو گالی دی، مجمع میں توبہ کرایا اور آئندہ گواہی نہ دینے کا عہد کرایا اور پھر دو سال بعد اسی بات پر اس کے لڑکے نے محمود کو مارا تو وہ دونوں سخت گنہگار ظالم جفا کار اور حق العبد میں گرفتار ہوئے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے تکلیف دینا اللہ و رسول کو تکلیف دینا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا." یعنی اور تم میں سے جو ظلم کرے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔ (پارہ ۱۸ سورۃ فرقان آیت ۱۹) اور حدیث شریف میں ہے: "سباب المسلم فسوق." (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۱) اور دوسری حدیث میں ہے: "من اذی

مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ۔" (بحوالۂ فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید صفحہ ۴۷۹)

لہٰذا دونوں محمود سے معافی مانگیں اور توبہ و استغفار کریں کہ حق العبد اس وقت تک اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ جب تک وہ بندہ خود نہ معاف کر دے۔ اگر وہ دونوں معافی نہیں مانگیں گے تو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کے تحت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "ما المفلس قالو المفلس فینا من لادرھم له و لامتاع فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلاة و صیام و زکاة و یأتی قد شتم ھذا و قذف ھذا و اکل مال ھذا وسفك دم ھذا و ضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناته و ھذامن حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطا یا ھم فطرحت علیه ثم طرح فی النار۔" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ پیسے ہوں نہ سامان حضور نے فرمایا میری امت میں دراصل مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکاۃ لے کر آئے اس حال میں کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو، کسی کا مال کھالیا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اب انہیں راضی کرنے کے لئے اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں کی درمیان تقسیم کی جائیں گی پس اس کی نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد بھی اگر لوگوں کے حقوق اس پر باقی رہ جائیں گے تو اب حق داروں کے گناہ لاد دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ ۴۳۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری

۲۸ ررجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: - از: عبدالستار اشرفی، سمرا بازار، بستی

معمولی سے جھگڑے پر زید نے بکر کو چارپائی کی پائی سے پہلو میں مارا پھر اس کے سر پر مارا تو وہ بہت بری طرح زخمی ہو کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اس کے بعد زید کی بیوی اور لڑکی نے ہاتھ اور پیر سے اس کو مارا یہاں تک کہ چند گھنٹے بعد وہ انتقال کر گیا تو زید اور اس کی بیوی اور لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس ظالم کی مدد کر رہے ہیں ان کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ اور جن لوگوں کے سامنے یہ واقعہ ہوا وہ گواہی دینے کے لئے تیار نہیں تو ان کے بارے میں بھی جو حکم ہو تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: - زید اس کی بیوی اور لڑکی بکر کو بے دردی کے ساتھ قتل کرنے کے سبب سخت گنہگار، مستحق عذاب نار، ظالم جفا کار اور حق العبد میں گرفتار ہوئے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں ایسوں کے بارے سخت وعیدیں آئی ہیں جن میں ان کا ٹھکانا جہنم فرمایا گیا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِداً فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِیْماً۔" یعنی جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے مدتوں اس میں رہے گا اس پر اللہ کا

غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لئے بھاری عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اھ (پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۹۳) اور فرماتا ہے "مَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً كَبِيْراً" یعنی اور تم میں سے جو ظلم کرے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔ (پارہ ۱۸ سورۂ فرقان آیت ۱۹) اور حدیث شریف میں ہے "زوال الدنيا اهون عند الله من قتل رجل مسلم رواه الترمذی و النسائی." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا پوری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ کے نزدیک مسلمان مرد کے قتل سے کم ہے۔ (ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۰) اور حدیث شریف میں ہے "کل ذنب عسى الله ان يغفر الا من مات شركا او من يقتل مؤمنا." یعنی امید ہے کہ اللہ ہر گناہ کو بخش دے گا علاوہ اس شخص کے جو مشرک ہو کر مرا یا جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۰۱)

لہذا اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان قتل کرنے والوں کو کڑی سزا دی جاتی موجودہ صورت میں حکم یہ ہے کہ اس ظالم جفا کار کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور سلام و کلام سب بند کر دیں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸) اور جو لوگ اس ظالم کی مدد کسی بھی طرح کر رہے ہیں وہ بھی سخت گنہگار ہیں ان کو آخرت میں بہت بڑا عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کو اسلام سے خارج فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے: "من مشى مع ظالم يقويه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام." یعنی حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا جو شخص ظالم کو طاقت پہنچانے کے لئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

اور جن لوگوں کے سامنے یہ واقعہ ہوا اگر وہ گواہی نہ دیں گے تو وہ لوگ خدائے تعالیٰ کے عذاب عظیم میں گرفتار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ: "وَ لَاتَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ." یعنی گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔ (پارہ ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۸۳) اور حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو گواہی کے لئے بلایا گیا اس نے گواہی چھپائی یعنی ادا کرنے سے گریز کی وہ ویسا ہی ہے جیسا جھوٹی گواہی دینے والا۔ (طبرانی) اور جھوٹے گواہی کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ بحوالہ بہار شریعت حصہ ۱۲ صفحہ ۸۸)

لہذا جو لوگ اس ظالم کی مدد کر رہے ہیں وہ اس سے باز آ جائیں اور علانیہ توبہ استغفار کریں اور آئندہ اس ظالم کی مدد کسی بھی طرح نہ کرنے کا عہد کریں۔ اور جو لوگ گواہی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں ان پر لازم ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے دیکھا ہے حق بیانی کے ساتھ اس کی گواہی دیدیں۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو سارے مسلمان ان لوگوں کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں ان کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب چھوڑ دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ

فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ"۔ (پارہ ۶ سورۂ مائدہ ایت صفحہ ۷۹) اور فرماتا ہے: "وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"۔ (پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
۲۶ رجمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبدالحمید قادری، سرگوجہ، چھتیس گڈھ

تعزیہ داری جو مسلمانوں میں رائج ہے اس کے لئے اہتمام خاص کرنا اور اس کے انتظام کے لئے لوگوں سے چندہ لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

(۲) ہمارے گاؤں میں لوگ برسوں سے تعزیہ داری کی رسم انجام دیتے آرہے ہیں از روئے شرع جیسا کہ حضور فقیہ ملت صاحب قبلہ وغیرہ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ جب انہیں اس امر سے روکا جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ آج کل کے نئے نئے پڑھے ہوئے مفتی لوگ اپنے گھر سے نیا نیا مسئلہ نکالتے ہیں پہلے کوئی نہیں منع کرتا تھا ہم لوگ بابا آدم سے کرتے آرہے ہیں۔ اور کریں گے ایسا کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟ قائل کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مروجہ تعزیہ داری کے لئے اہتمام خاص کرنا ناجائز و گناہ ہے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ داری در عشرۂ محرم و ساختن ضرائح و صورت وغیرہ درست نیست۔" یعنی عشرۂ محرم میں تعزیہ اور قبر و صورت وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۵) پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں "تعزیہ داری کہ ہیچو مبتدعان می کنند بدعت ست و ہمچنیں ساختن ضرائح و صور قبور علم وغیرہ ایں ہم بدعت ست و ظاہر ست کہ بدعت سیئہ است۔ یعنی تعزیہ داری جیسا کہ بدمذہب کرتے ہیں بدعت ہے اور ایسے ہی تابوت قبر کی صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت سیئہ ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۵)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم و عقیدت سخت حرام و اشد بدعت۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ نصف اول صفحہ ۱۸۶) اور اس کے انتظام کے لئے لوگوں سے چندہ لینا اور دینا بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ گناہ ہے۔ اور گناہ پر مدد حرام ہے۔ "حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ایں ہم جائز نیست چرا کہ اعانت بر معصیت می شود و اعانت بر معصیت غیر جائز۔" یعنی یہ بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ گناہ پر مدد ہے اور گناہ پر مدد نا جائز ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۷)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحری فرماتے ہیں: "تعزیہ داری میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں قال اللّٰہ تعالیٰ "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ نصف آخر صفحہ ۲۰۸) و

اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) تعزیہ داری سے روکنے پر لوگوں کا کہنا سراسران کی جہالت، علماء پر الزام تراشی اوران کی توہین ہے کہ آج کل نئے نئے مفتی لوگ اپنے اپنے گھر سے نیانیا مسئلہ نکالتے ہیں پہلے نہیں کوئی منع کرتا تھا اس لئے کہ علمائے کرام ومفتیان عظام ہمیشہ اسے ناجائز وبدعت کہتے رہے اور تعزیہ داری سے منع فرماتے رہے۔ جیسا کہ جواب نمبر ۱ میں پیشوایان اہل سنت حضرت محدث دہلوی اور محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاوی سے واضح ہے۔ اور عالم کی توہین کرنا یا اس کے حق کو ہلکا سمجھنا سخت گناہ اور نفاق ہے۔ "لایستخف بحقهم الا منافق بین النفاق." یعنی علماء کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا ہوا منافق۔ رواه الشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنهما (بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۹ نصف اول صفحہ ۱۴۰)

او حضرت علامہ امام رازی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "من استخف بالعالم اهلك دینه." یعنی جس نے عالم دین کو حقیر سمجھا اس نے اپنے دین کو ہلاک کر دیا۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۳۸۳)

اور یہ کہنا کہ ہم لوگ بابا آدم سے کرتے آرہے ہیں، اور کریں گے سخت برا ہے کہ یہ بولی مسلمانوں کی نہیں ہے بلکہ یہود و نصاریٰ کی بولی ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کہتے تھے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ لَایَهْتَدُوْنَ." یعنی جب ان سے کہا جائے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔ (پارہ ۷ سورۂ مائدہ آیت ۱۰۴) لہذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور تعزیہ داری نہ کرنے نیز علماء کی توہین نہ کرنے کا عہد کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان سے دور رہیں ان کو اپنے سے دور رکھیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۳۰ رصفر المظفر ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد ابوطلحہ خاں برکاتی، دوست پور، امبیڈکر نگر

زید ایک غیر مسلمہ سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی بیوی بچوں کا خیال نہیں کرتا جب کہ اس کی بیوی اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ محنت مزدوری کر کے کسی طرح چلاتی ہے۔ تو زید کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور بعد مرگ اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر واقعی زید غیر مسلمہ سے تعلق رکھتا ہے تو وہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور فاسق و فاجر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور غیر مسلمہ عورت سے بالکل تعلق ختم کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سماجی

بائیکاٹ کریں اور اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب ترک کردیں۔ ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ۱۲سورۂ ہود آیت ۱۱۳) اور اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "کہ اس سے تمام لوگ قطع تعلق کرلیں اور جب تک سچی توبہ نہ کرے اس کو اپنے میں نہ ملائیں اور جو لوگ اسے روکنے اور باز رکھنے پر قدرت رکھتے ہوں اور نہ روکیں وہ بھی گنہگار عذاب کے سزاوار ہیں۔" (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۴)

اور زید اپنے بیوی بچوں کا خیال نہیں کرتا اور نہ ان کو خرچ دیتا ہے تو اس سبب سے بھی وہ گنہگار ظالم و جفاکار اور حقوق العباد میں گرفتار ہوا۔ اس پر اپنے اہل وعیال کا خیال کرنا اور نفقہ دینا واجب ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "عورت کونان ونفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم وگنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار۔" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "(النفقة) تجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۹۹)

اور اگر زید غیر مسلمہ سے تعلق ختم نہ کرے اور توبہ کئے بغیر مرجائے تو اس کے ساتھ مسلمانوں ہی جیسا برتاؤ کیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ البتہ زجراً وتوبیخاً علماء اور خواص اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں عوام پڑھ لیں تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "خواص نہ پڑھیں عوام پڑھ لیں۔" (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۶۵) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۷؍جمادی الاخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد فیض الحسن قادری، مقام وپوسٹ بسنت رام پور، سرگوجہ، چھتیس گڈھ

ایک آدمی کے گھر شادی تھی اس نے اہلسنت و جماعت کو دعوت دیا اس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ اگر کوئی دیوبندی آپ کے گھر آئے گا تو سنی شریک نہیں ہوں گے۔ تو اس نے کمیٹی کو ایک درخواست دی کہ میں کسی بھی دیوبندی کو بارات نہیں لے جاؤں گا۔ اور باراتیوں کی لسٹ بھی دیا کہ اگر اس میں کوئی دیوبندی ہو تو اطلاع دیجئے۔ تو اس میں بھی کسی دیوبندی کا نام نہیں تھا۔ اس لئے کمیٹی کی جانب سے اعلان کردیا گیا کہ سبھی سنی بارات جائیں گے۔ جہاں سے بارات کی گاڑی چلی تھی وہاں ایک بھی دیوبندی شریک نہیں ہوا مگر بعد میں زید ایک دیوبندی کو بیٹھا کر بارات لے گیا اور خود بھی گیا چونکہ اسے اہل سنت و جماعت کے صدر کو بدنام کرنا تھا اس لئے اسے لے گیا۔ اب چند جاہلوں کو لے کر جو شریعت سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے زید ہنگامہ برپا کرتا ہے کہ دیوبندی شریک ہوگیا تھا اس لئے صدر کو برطرف کردیا جائے۔ تو زید کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید اگر واقعی خود دیوبندی کو بارات لے گیا تو وہی گنہگار ہے صدر پر کوئی الزام نہیں کہ بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "المسلم اخو المسلم لایظلمه و لایخذله." یعنی مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اسے رسوا کرے۔ (المعجم الکبیر للطبرنی جلد ۲۲ صفحہ ۴۷)

لہذا زید پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور پختہ عہد کرے کہ آئندہ کسی مسلمان کو رسوا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا اگر وہ ایسا نہ کرے تو ایسے فتنہ انگیز آدمی سے سب مسلمان دور رہیں اور اس کو اپنے سے دور رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" . و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر آفاق احمد، کبیر پور (بھاگلپور)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید ایک مدرسہ چلاتا ہے۔ وہ بکر سے کہتا ہے کہ آج ہمارے مدرسہ میں ایک بچہ داخلہ کے لئے آیا۔ جس کا نام احمد حسین تھا۔ میں نے اس کا نام بدلدیا۔ احمد حسین کی جگہ کچھ اور نام رکھ دیا۔ بکر نے کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو زید جواب دیتا ہے کہ احمد نام کا آدمی قسین ہوتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ احمد رضا کے نام سے تو ساری سنیت جانی جاتی ہے۔ تو زید جواب دیتا ہے کہ احمد رضا بھی قسین ہوتے اگر اس کے سر پر آل رسول کا ہاتھ نہ ہوتا۔ ایسا کہنے والے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا یہ کہنا کہ احمد نام کا آدمی قسین ہوتا ہے بالکل غلط ہے۔ ایسا کہنے والا خود قسین ہے۔ وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے۔ اور جس بچہ کا نام احمد حسین تھا اسے بدل کر صرف اس وجہ سے دوسرا نام رکھنا کہ احمد نام کے قسین ہوتے ہیں ہرگز درست نہیں۔ کہ احمد ومحمد دونوں نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہیں۔ نیز اس کا یہ کہنا کہ احمد رضا بھی قسین ہوتے اگر اس کے سر پر آل رسول کا ہاتھ نہ ہوتا۔ یہ بھی ہرگز درست نہیں اس کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ خود فتنہ گر ہے۔ اور اس کے عقیدہ میں فساد معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنی صحیح العقیدہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شیدائی ہوگا اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہوگا وہ اس طرح کا کلام ہرگز نہیں کرسکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا رب عزوجل فرمائے گا: "ادخلا الجنة فانی الیت علی نفسی ان لایدخل النار من اسمه احمد و لا محمد." یعنی جنت میں

جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ یعنی جب کہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن و حدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو" کما نص علیه الائمة فی التوضیح وغیرہ. "ورنہ بدمذہبوں کی لئے تو حدیثیں یہ اشارہ فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔اھ"(احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۸۰)اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۱۰ میں بھی ہے لہذا زید پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اپنے باطل خیال سے باز آئے۔احمد یا محمد نام والوں کو قمین وغیرہ کہنے کی ہرگز جرأت نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔از: نورالحسن، معلم مدرسہ ضیاء الاسلام، موراواں، ضلع اناؤ

ایک عالم دین نے ہندوؤں کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو بھگوان کے نام سے مخاطب کیا تو کیا اللہ تعالیٰ کو بھگوان کہنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ بھگوان ہندو مذہب کے دیوتاؤں کا لقب ہے مثلاوہ کہتے ہیں" بھگوان رام بھگوان کرشن وغیرہ اس لئے اللہ تعالیٰ کو بھگوان کہنا صحیح نہیں بلکہ حرام ہے فقیہ اعظم ہند حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:" خدا کو رام کہنا ہندوؤں کا مذہب ہے اور اسے رام کہنا کلمۂ کفر" اھ ملخصا (فتاوی امجدیہ جلد۴ صفحہ ۴۱۸) لہذا عالم دین توبہ واستغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کو بھگوان کے نام سے مخاطب نہ کرنے کا عہد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۰/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:۔از: جی ایم باگوان، مکان نمبر ۳۸۴، محلہ پاتھری، پوسٹ شیرائے، تحصیل بارشی، ضلع سولاپور، مہاراشٹرا

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح کہاں رہتی ہے؟ کیا اس کو پھر سے نیا جنم ملتا ہے؟ اور کیا مرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ابھی مرے ہوئے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کی روحیں ان کے مراتب کے اعتبار سے مختلف جگہوں پر رہتی ہیں بعض کی قبر پر بعض کی زمزم شریف کے کنواں میں بعض کی آسمان وزمین کے درمیان بعض کی پہلے دوسرے آسمان سے لے کر ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلندی پر بعض کی روحیں عرش کے نیچے قندیلوں میں اور بعض کی اعلی علیین میں غرضیکہ روحیں جہاں بھی کہیں ہوں اپنے جسم سے ان کا تعلق بدستور باقی رہتا ہے جو بھی قبر کے پاس آتا ہے اسے دیکھتے پہچانتے اس کی بات سنتے ہیں بلکہ روح کا دیکھنا قرب قبر ہی سے مخصوص نہیں اس کی مثال حدیث شریف میں یوں فرمائی گئی ہے کہ ایک پرندہ پہلے پنجرہ میں بند تھا اور

اب آزاد کر دیا گیا۔

ائمۂ کرام فرماتے ہیں۔"ان النفوس القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة اتصلت بالملاء الا علی و تری و تسمع الکل کالمشاھد" بیشک پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں۔اور حدیث شریف میں ہے۔"اذا مات المؤمن یخلی سربه یسرح حیث شاء" جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جائے اور کافروں کی خبیث روحیں بعض کی ان کے مرگھٹ یا قبر پر رہتی ہیں بعض کی برہوت میں جو یمن میں ایک نالا ہے بعض کی پہلی دوسری سے لے کر ساتویں زمین تک بعض کی اس سے بھی نیچے سجین میں اور وہ بھی کہیں ہوں جو اس کی قبر یا مرگھٹ پر آتا ہے اسے دیکھتے پہچانتے بات سنتے ہیں مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کیونکہ مقید ہیں۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ روحیں کسی دوسرے انسان یا جانور کے جسم میں چلی جاتی ہیں بالکل غلط اور اس کا ماننا کفر ہے موت کا معنی یہ ہے کہ روح جسم سے الگ ہو جائے یہ نہیں کہ روح مرجاتی ہے جو شخص روح کو فنا مانے وہ بد مذہب ہے ایسا ہی بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۲۵ پر ہے۔اور فتاوی حدیثیہ صفحہ ۶ پر ہے۔"ان ارواح الشهداء فی اجواف طیور خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح فی الجنة حیث تشاء کما فی مسلم و غیره و اما بقیة المومنین فنص الشافعی رضی الله عنه و رحمه علی أن من لم یبلغ التکلیف منهم فی الجنة حیث شاء و افتأوی الی قنادیل معلقة بالعرش و عن وهب انها فی دار یقال لها البیضاء فی السماء السابعة ان ارواح غیر الشهداء فی افنیة القبور تسرح حیث شاء ت. ارواح المومنین تجتمع بالجابیة و اما ارواح الکفار فتجتمع بسبخة حضر موت یقال لها برهوت و لذا ورد ابغض بقعة فی الارض واد بحضر موت یقال برهوت فیه ارواح الکفار و فیه بئر ماء یری بالنهار اسود کانه قیح یاوی الیها بالنهار الهوام" والله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

باب الطھارۃ

وضو وغسل کا بیان

مسئلہ:- از: محمد مکی، چھجاپور، ٹانڈہ

کچھوچھہ شریف میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے آستانہ کے بغل میں جو پانی جمع رہتا ہے لوگ اس میں غسل، وضو کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا پینا اور وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- غسل اور وضو کا پانی ماء مستعمل ہے اور طاہر غیر مطہر ہے نجس نہیں اگر حوض میں گر گیا تو حوض ناپاک نہ ہوگا جب خود ناپاک نہیں تو دوسرے کو کیا ناپاک کرے گا۔ اور حوض جب کہ دہ در دہ ہو تو نجاست گرنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔

اور ہر وہ گڈھا جس کی پیائش (مربع) سو ہاتھ ہو وہ بڑا حوض ہے۔ ایسا ہی بہار شریف حصہ دوم صفحہ ۴۸ پر ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸ میں ہے۔ "الماء الراكد اذا كان كثيرا فهو بمنزلة الجاری لا يتنجس جميع بوقوع النجاسة فی طرف منه الا ان يتغير لونه او طعمه او ريحهٗ." اھ اور اسی صفحہ میں ہے۔ "ان الغدير العظيم كالجاری لايتنجس." اھ اور ایسا ہی درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۱۹۰ پر ہے۔

اور حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے آستانہ مقدسہ کی بغل میں جو پانی جمع رہتا ہے۔ وہ دہ در دہ سے کہیں زیادہ ہے لہذا جہاں نجاست کی وجہ سے رنگ، بو یا مزہ نہ بدلا ہو وہاں کے پانی سے وضو غسل کرنا اور اس کا پینا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدی

كتبه: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۱۹ر ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق چودھری، سرسیا، سدھارتھ نگر (یوپی)

اگر آدمی پاک ہے ویسے ہی غسل کرتا ہے تو کس طرح نیت کرے؟

الجواب:- وضو اور غسل چونکہ عبادت غیر مقصودہ میں سے ہیں اس بنا پر ان کے لئے نیت ضروری نہیں احکام نیت صفحہ ۱۶ بر اشباہ صفحہ ۱۴ سے ہے۔ "لاتشترط (النية) فی الوضو و الغسل" اھ. لہذا یہ دونوں بغیر نیت بھی صحیح ہو جائیں گے مگر وضو غسل کا ثواب نہیں ملے گا۔ البتہ اگر طاعت کی نیت سے کرے گا تو ثواب کا حقدار ہوگا حدیث شریف میں ہے۔ "انما الاعمال بالنيات." یعنی اعمال کے ثواب کا مدار نیتوں ہی پر ہے۔

وضو کی نیت کے عربی الفاظ یہ ہیں۔ "نویت ان اتوضأ تقربا الی اللہ تعالیٰ." اور ہر طرح کے غسل کے لئے نیت کے الفاظ یہ ہیں۔ "نویت ان اغتسل تقربا الی اللہ تعالیٰ." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد الحی قادری

مسئلہ:- از: عبد الرشید قادری نوری، بھوپال

غسل کرتے وقت کلمہ، درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- غسل کرتے وقت کلمہ و درود شریف پڑھنا منع اور خلاف سنت ہے کہ اس وقت کسی قسم کا کلام کرنے اور دعا پڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ "(غسل میں سنت یہ ہے کہ) کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے۔" (بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۳۷) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں۔ "قال شر نبلالی و یستحب ان لایتکلم بکلام مطلقا اما کلام الناس فلکراھته حال الکشف و اما الدعاء فلانه فی منصب المستعمل و محل الاقذار والا و حال اھ." (شامی جلد اول صفحہ ۱۱۵) ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۴ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: فیروز احمد، کشمیر

ہمارے گاؤں کے کنارے ایک چشمہ ہے جہاں سے پانی نکل کر ایک چھوٹی سی نہر کی شکل بن کر گاؤں کے اندر سے گذرتا ہے جس میں عورتیں برتن اور کپڑے دھوتی ہیں۔ اس میں جانوروں کو بھی نہلاتے ہیں اور بطخ وغیرہ بھی اس میں گھومتی رہتی ہیں اور تمام مکانوں کا گندہ و نجس پانی بھی اسی نہر کے اندر جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ پانی ایک مسجد سے گذرتا ہے وہاں پر لوگ اسی میں پیشاب کرتے ہیں اور وضو بھی کرتے ہیں تو اس نہر کے اندر وضو اور غسل جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اس نہر میں جہاں نجس پانی یا پیشاب کے سبب پانی کا رنگ، بو یا مزہ نہ بدلا ہو وہاں وضو اور غسل جائز ہے۔ اور جہاں بدلا ہو وہاں نہیں جائز ہے۔ ایسا ہے بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۴۵ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۶/ شعبان ۲۱ھ

مسئلہ:- از: مولانا محمد نعیم الدین صاحب، مقام پرسا، سدھارتھ نگر

چھوٹے بچے نے گھر میں پیشاب کر دیا جو بغیر دھوپ کے سوکھ گیا تو وہ جگہ پاک ہوئی یا نہیں اور وہاں نماز پڑھنا جائز ہے یا

نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- وہ جگہ سوکھنے سے پاک ہوگئی جبکہ نجاست کا اثر ختم ہوگیا ہو، اور وہاں نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا "ناپاک زمین اگر خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے پاک ہوگئی۔ خواہ وہ ہوا سے سوکھی ہو یا دھوپ یا آگ سے، مگر اس پر تیمم کرنا جائز نہیں نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں"۔ (بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۰۶) اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۴ پر ہے۔ "الارض تطهر باليبس و ذهاب الاثر للصلاة للتيمم هكذا في الكافي. و لا فرق بين الجفاف بالشمس و النار و الريح و الظل كذا في البحر الرائق." اھ. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

۲۲ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: صغیر احمد خان قادری، بکری کیلا کے پاس، کھنڈوہ، ایم پی

بکر کو کبھی کبھی پیشاب کے ساتھ منی نکلنے کا شبہ ہوتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا نہیں ہوئی ہے تو پیشاب کے ساتھ نکلنے سے غسل واجب نہ ہوگا۔ البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ "اگر منی پتلی پڑگئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے کچھ قطرے بلاشہوت نکل آئیں تو غسل واجب نہیں البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔" اھ (بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۲۸) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "فرض الغسل عند خروج مني من العضو منفصل عن مقره بشهوة." اھ (درمختار مع شامی جلد اصفحہ ۱۱۸) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۲ر ذی القعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد جمیل خان اشرفی

مسواک کرنے کے بعد بغیر کلی کئے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسواک کرنے کے بعد بغیر کلی کئے نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ ایسا فعل آداب نماز کے خلاف ہے اور اس لئے بھی کہ دیکھنے والا سمجھے گا یہ بغیر وضو کئے نماز پڑھ رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۳ر ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبدالغفار روانی سوئی بگ، کشمیر

(۱) خوف وڈر کے وقت جو منی نکلے اس سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲) غسل میں جو تین فرض ہیں کیا وہ غسل سنت میں بھی فرض ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) منی نکلنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو۔ ایسا ہی بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۳۸ پر ہے۔ اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۴ پر ہے۔ "الموجبة للغسل خروج المنی علی وجه الدفق و الشهوة اه." اور خوف وڈر سے جو منی نکلتی ہے وہ بے شہوت ہوتی ہے لہذا اس سے غسل واجب نہیں ہوگا ہاں وضو جاتا رہے گا۔ و الله تعالیٰ اعلم.

(۲) غسل کے فرائض صرف غسل فرض میں فرض ہیں اور وہ غسل سنت میں سنت ہو جاتے ہیں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۲۶ / ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: علی حسن، بھیونڈی، مہاراشٹر

زید کہتا ہے کہ ماء مستعمل سے ناپاک کپڑا پاک کیا جا سکتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ ماء مستعمل سے کپڑے کی صرف وہ نجاست دور کی جا سکتی ہے جو سوکھنے پر نظر آتی ہے۔ تو ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا قول صحیح ہے بے شک ماء مستعمل سے ہر ناپاک کپڑا پاک کیا جا سکتا ہے خواہ کیسی بھی نجاست لگی ہو نہ کہ صرف وہ نجاست دور کی جا سکتی ہے جو سوکھنے پر نظر آئے۔ ہاں اس سے صرف وضو غسل نہیں ہو سکتا ہے ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۲۶۴ کے حاشیہ اور بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۱۰۲ پر ہے اور تنویر الابصار مع درمختار علی فوق ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۰۹ پر ہے: "یجوز دفع نجاسة حقیقیة عن محلها بماء و لو مستعملا" اھ اور فتاوی عالمگیری ج اول ص ۴۱ پر ہے: "یجوز تطهیر النجاسة بالماء و بکل مائع طاهر یمکن ازالتها به و من المائعات الماء المستعمل و علیه الفتوی اه ملخصا."

اور بکر کا قول صحیح نہیں وہ توبہ کرے کہ اس نے بے علم فتویٰ دیا۔ حدیث شریف میں ہے۔ "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض." یعنی جس نے بے علم فتوی دیا اس پر آسمان وزمین کے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۱۱ / صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالغفار وانی، سوئی بگ، کشمیر

سنی بہشتی زیور صفحہ ۳۸ پر یہ عبارت ہے کہ پانی کو بعض جگہ تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں یا بھیگا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں حالانکہ یہ مسح ہوا غسل نہ ہوا غسل میں پانی ہر جگہ پر پہنچ جانا ضروری ہے جب کہ انوار شریعت وانوار الحدیث میں اس طرح لکھا ہے کہ: ''اس کے بعد بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑے'' اھ تو ان دونوں میں سے کون سا طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سنی بہشتی زیور وانوار شریعت وانوار الحدیث کی دونوں عبارتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ سنی بہشتی زیور کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جسم میں بعض اعضاء ایسے ہیں کہ غسل میں ان پر آسانی سے پانی نہیں پہنچتا جب تک کہ ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے اور اکثر عوام سر پر پانی ڈال کر پورے جسم پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں یا ان اعضاء پر پانی کو تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا حالانکہ اس طرح سے غسل ہرگز نہیں ہوتا کیوں کہ جسم کے ہر ہر عضو پر پانی بہانا فرض ہے نہ کہ صرف تر کر لینا۔

اور انوار شریعت وانوار الحدیث کی عبارت جو آپ نے پیش کی ہے وہ سنی بہشتی زیور صفحہ ۳۹ پر بھی درج ہے اور اس کا مطلب یہ ہے غسل کرتے وقت جسم پر پانی بہانے سے پہلے پورے بدن پر پانی کو تیل کی طرح چپڑے خاص کر جاڑے کے موسم میں کیوں کہ اس موسم میں پورا بدن خشک ہوتا ہے اور بدن کے چمڑے سکڑے رہتے ہیں جس سے ہر ہر عضو پر پانی نہ بہنے کا اندیشہ رہتا ہے اور جب بدن پر پانی چپڑ لیں گے تو جسم کے اعضا تر و نرم ہو جائیں گے پھر اس کے بعد جسم پر پانی بہانے سے ہر عضو پر آسانی سے پانی پہنچ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۵ر محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالغفور نعیمی، صدر المدرسین غوثیہ عربی مدرسہ، گھٹ پربھا، کرناٹکا

استنجاء کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ زید کہتا ہے کہ جو امام بغیر ڈھیلے کے استنجاء کرتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور بکر کہتا ہے کہ ڈھیلا لینا ضروری نہیں بلکہ جسے بعد پیشاب قطرہ کی شکایت ہو اس کے لئے ڈھیلا لینا ضروری ہے اور زید ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے جو امام ڈھیلا استعمال نہیں کرتا اگرچہ وہ امام ڈھیلا لینے کا منکر بھی نہ ہو تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو زید پر شرعی حکم کیا ہے جو کہ جماعت کا تارک ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- استنجاء کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بعد پیشاب پاک مٹی، کنکر یا پھٹے پرانے کپڑے سے پیشاب سکھائے پھر پانی سے دھو ڈالے لیکن اگر کوئی صرف پانی ہی استعمال کرے تو بھی درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا چوں و چرا جائز ہے کہ ڈھیلے سے استنجا سنت ہے فرض واجب نہیں اور ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی کا استعمال افضل ہے۔ جیسا کہ

شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۲۶ پر ہے۔ "الاستنجاء بنحو حجر سنة . اھ ملخصا" اور اسی میں صفحہ ۱۲۷ پر ہے۔ "و غسله بعد الحجر ادب. اھ. "البتہ اگر کسی کو بعد پیشاب قطرہ کی شکایت ہو تو اس پر استبراء کرنا یعنی ڈھیلے وغیرہ کا استعمال کرنا واجب ہے۔

اور زید نے جو یہ بات کہی ہے کہ جو امام بغیر ڈھیلے کے استنجا کرتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے، ہرگز صحیح نہیں اس پر توبہ و استغفار لازم کہ اس نے بغیر علم فتویٰ دیا۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض. "یعنی جس نے بغیر علم فتویٰ دیا۔ اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳) اور وہ اس بنیاد پر امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ کر جماعت ترک کرتا ہے تو وہ فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۸۰ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۲۰ ر ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: مولانا محمد مطیع الرحمٰن صاحب امجدی، اودے پور، راجستھان

وضو کے لئے مسواک کونسی سنت ہے مؤکدہ یا غیر مؤکدہ؟

الجواب:- ہر نماز کے لئے وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت غیر مؤکدہ مستحبہ ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد ا صفحہ ۸۴ میں ہے۔ "و یستحب السواك عندنا عند کل صلاة و وضوء. "اھ. ہاں اگر منہ میں بدبو ہو تو اسے دور کرنے کے لئے مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ "کونه سنة قبلية للوضوء۔" بالجملہ بحکم متون و احادیث اظہر وہی مختار بدائع و زیلعی و حلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے ہاں سنت مؤکدہ اس وقت ہے جب کہ منہ میں تغیر ہو۔" اھ (فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۱۵۵) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۴ ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: نبی بخش امجدی، پالی مارواڑ، راجستھان

جو پانی دھوپ سے گرم ہو جائے اس سے وضو اور غسل کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جو پانی دھوپ سے گرم ہو جائے اس سے وضو و غسل کرنا منع ہے اس لئے کہ اس سے برص (یعنی سفید داغ کا مرض ہونے کا اندیشہ) ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ "عن عائشة رضی اللہ عنها قالت اسخنت ماء فی الشمس فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تفعلی حمیراء فانه یورث البرص. " یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دھوپ سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا اے حمیراء آئندہ

ایسا نہ کرنا کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے"۔ (بیہقی شریف جلد اول صفحہ ۱۱) اور دوسری حدیث شریف میں ہے۔ "قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تغتسلوا بالماء المشمس فانہ یورث البرص." یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔" (بیہقی شریف جلد اول صفحہ ۱۰)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "دھوپ کے گرم پانی سے مطلقاً (وضو صحیح ہے) مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہئے وضو سے نہ غسل سے نہ پینے سے معاذ اللہ احتمال برص ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۴۱۲) اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۴۹ پر بھی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۲۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد نعیم الدین رضوی، چریا کوٹ، مئو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سر کے مسح میں اگر تری ہاتھ پر باقی ہو تو نیا پانی لے کر مسح کرے یا باقی تری پر اکتفا کرے، سنت کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ "ادخل یدہ فی الاناء فمسح براسہ." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا تو اپنے سر کا مسح کیا اور انہیں سے دوسری روایت میں ہے۔ "اخذ بیدیہ ماء فمسح راسہ." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پانی لیا تو اپنے سر کا مسح کیا۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۳۲،۳۳) اور انہیں سے صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۲۳ اور ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۶ پر ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: "و مسح برأسہ بماء غیر فضل یدہ." یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے پانی سے اپنے سر کا مسح کیا۔ اور ابوداؤد شریف صفحہ ۱۷ میں ہے۔ "عن الربیع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح برأسہ من فضل ماء کان فی یدہ." یعنی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے بچے ہوئے پانی سے سر کا مسح کیا۔ لہٰذا ان احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہاتھ کی باقی تری سے سر کا مسح کیا جائے یا نئے پانی سے دونوں طریقہ ادائیگی سنت کے لئے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۲۵ محرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد نظام الدین، سرسیا، سدھارتھ نگر

غسل میں کتنے فرائض ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- غسل میں تین فرض ہیں۔اول: کلی کرنا، یعنی منہ کے ہر پرزے گوشے ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے دوم: ناک میں پانی ڈالنا یعنی ناک کے دونوں نتھنوں میں جہاں تک نرم جگہ ہے۔(سخت ہڈی کے شروع تک) دھلنا۔سوم: تمام ظاہر بدن پر پانی کا بہہ جانا یعنی سر کے بالوں سے تلووں کے نیچے تک جسم کے ہر پرزے رونگٹے کی بیرونی سطح پر پانی کا بہہ جانا۔درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔"فرض الغسل غسل کل فمه و انفه حتی ماتحت الدرن و بدنه لادلكه و يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة."اھ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔"غسل کے تین جز ہیں اگر ان میں سے ایک میں بھی کمی ہوئی غسل نہ ہوگا چاہے یوں کہو کہ تین فرض ہیں (۱) کلی کہ منہ کے ہر پرزے گوشے ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے اس کا دھلنا کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے بال برابر جگہ بھی دھلنے سے رہ نہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا ناک کے اندر رینٹھ سوکھ گئی ہے تو اس کا چھوڑانا فرض ہے نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔(۳) تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے تلووں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جانا (بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۳۴) مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۹۴ ملاحظہ ہو۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد کمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۲ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: عبد الغفار، صدر مدرسہ عربیہ صدر العلوم مہپر ولی بازار، گورکھپور (یوپی)

نجس کپڑا پہن کر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب:- نجس کپڑا پہن کر غسل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ پانی پڑنے کے بعد نجاست پھیل جائے گی بلکہ ہاتھ میں لگ جائے گی پھر بے احتیاطی سے سارا بدن بلکہ برتن بھی نجس ہو جائے گا۔لہذا پاک کپڑا ہی پہن کر غسل کرنا چاہئے۔اگر کوئی دوسرا پاک کپڑا موجود نہ ہو تو پہلے اس کی نجاست دور کر لے۔اگر تر نجاست والے کپڑے کو پہن کر پانی کے باہر غسل کیا اور خوب پانی ڈالا تو اب وہ کپڑا پاک ہو گیا کیونکہ زیادہ پانی ڈالنا تین بار دھونے اور نچوڑنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔اور اگر تالاب یا ندی میں خوب غسل کرے تو بھی پاک ہو جائے گا کیونکہ پانی کے بار بار گذرنے اور دباؤ پڑنے سے بھی نجاست دور ہو جائے گی۔شامی جلد اول صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔"الجريان بمنزلة التكرار و العصر هو الصحيح. سراج."اھ اور اگر نجاست خشک ہے تو اسے رگڑنا ضروری ہے کیوں کہ بغیر رگڑے ایسی نجاست کا زوال مشکل ہے۔محض مرور ماء یا بار بار دباؤ کافی نہیں۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۶ رصفر المظفر ۱۷ھ

مسئلہ:۔از: محی الدین احمد، معلم دار العلوم امجدیہ، اوجھا گنج بستی

وضو میں سر کے مسح کرنے کا مستحب طریقہ کیا ہے؟

الجواب:۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔ ''مسح سر میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلیوں کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تین انگلیوں کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدّی تک اس طرح لے جائے کی ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا واپس لائے اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرتے اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کی بیرونی سطح کا اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔اھ'' (جلد ۲ صفحہ ۲۰) اور مسح سر میں ادائے سنت کو یہ بھی کافی ہے کہ انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جما کر گدّی تک کھینچتا لے جائے۔ایسا ہی حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۲۳۰ میں ہے۔اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۷ پر ہے۔"و الاظهر انه يَضِعُ كفيه و اصابعه على مقدم رأسه و يمدهما الىٰ قفاه علىٰ وجهٍ يستوعب جميع الرأس اھ." والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۴ر محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ:۔از: غلام سبحانی، اوجھا گنج بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاتھ میں گٹا اور کلائی کے کچھ حصہ پر پلاسٹر چڑھا ہوا ہے۔زید جب وضو کرتا ہے موضع پلاسٹر پر مسح کرتا ہے باقی اعضاء کو دھوتا ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ امامت کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''اعضائے وضو کا دھونے والا پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتدا کرسکتا ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۲۱) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۸۴ میں ہے۔"يجوز اقتداء الغاسل بماسح الخف و بالماسح على الجبيرة اھ." اور چونکہ پلاسٹر پٹی ہی کے حکم میں ہے اس لئے زید امامت کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد حنیف القادری

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:۔از: محمد رفیق بن جیش محمد، سرسیا، سدھارتھ نگر

کپڑے میں نجاست لگی ہے اور اس حال میں نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر کپڑے میں لگی نجاست غلیظہ ہے اور ایک درہم سے زیادہ ہے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے بے پاک کئے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں۔ اور قصداً پڑھی تو گناہ بھی ہوا۔ اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کئے پڑھی تو مکروہ تحریمی ہوئی یعنی ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے۔ اور اگر وہ نجاست خفیفہ ہے تو کپڑے کے جس حصے میں لگی ہے اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم، آستین میں اس کی چوتھائی سے کم یونہی ہاتھ میں اس کی چوتھائی سے کم ہے) تو معاف ہے کہ اس سے نماز ہو جائے گی۔ اور اگر پوری چوتھائی میں ہے تو بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۹۶، ۹۷ میں ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "و عفا الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله و ما دونه تنزيها فيسن و فوقه مبطل فيفرض." اھ (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۲۳۲) اور اسی کتاب کی اسی جلد کے صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴ پر نجاست خفیفہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ "و عفى دون ربع جميع بدن و ثوب و لو كبيراً هو المختار ذكره الحلبى و رجحه فى النهر على التقدير بربع المصاب كيد و كم من نجاسة مخففة اھ." ملخصاً

اور اگر بدن پر ایک درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی ہے مگر ایسی کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس سے نجاست دور کرے تو اسی حالت میں نماز پڑھنے سے ہو جائے گی۔ جیسا کہ "عجائب الفقہ" صفحہ ۱۰۲ پر شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۳۴ کے حوالہ سے ہے "عادم مزيل النجس صلى معه و لم يعد اھ." اور جب کہ کپڑا چوتھائی سے کم پاک ہو اور نجاست دور کرنے کے لئے پانی وغیرہ نہ ہو اور دوسرا کپڑا ہو تو اس صورت میں ننگے نماز پڑھنے سے نجاست لگے ہوئے کپڑے میں نماز جائز ہی نہیں بلکہ اسی نجاست کے ساتھ پڑھنا افضل ہے جیسا کہ "عجائب الفقہ" صفحہ ۱۰۲ پر شرح وقایہ اول مجیدی صفحہ ۱۳۷ سے ہے۔ "ان صلى عاريا و ربع ثوبه طاهر لم تجز و فى اقل من ربعه الافضل صلاته فيه اھ." و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:- از: محمد طیب علی چودھری، سرسیا، سدھارتھ نگر

وضو میں چہرہ دھونے کے لئے تین چلو سے زیادہ پانی اٹھانا اسراف ہے یا نہیں؟

الجواب:- اعضاء وضو کا جس مقدار میں دھلنا فرض ہے۔ ان اعضاء پر تین تین بار اس طرح پانی بہانا کہ ہر مرتبہ پورے عضو سے پانی بہ جائے سنت ہے اور (بغیر کسی وجہ و غرض کے) تین پر زیادتی یا کمی کرنا مذموم و ناپسندیدہ ہے۔ کما فی الحديث انه عليه السلام توضأ ثلاثا ثلاثا وقال هذا وضوئى و وضوء الانبياء من قبلى فمن زاد على هذا و نقص فقد تعدى و ظلم" الحديث

لہذا اگر کسی شخص نے وضو میں چہرہ دھونے کے لئے تین چلو پانی اٹھایا اور ہر مرتبہ پورے چہرے پر بہ گیا تو اب اس سے زیادہ پانی اٹھانا اسراف ہے "اللہ لا یحب المسرفین "الایۃ اگر تین چلو پانی اس طرح اٹھایا کہ پہلی مرتبہ چہرہ کے کچھ حصہ سے بہا کچھ حصہ خشک رہا دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور تیسری مرتبہ پانی پورے چہرے سے بہا تو یہ ایک ہی مرتبہ دھلنا کہا جائے گا جیسا کہ عالمگیری جلد اول صفحہ ۷ میں ہے "فلو غسل فی المرۃ الاولی و بقی موضع یابس ثم فی المرۃ الثانیۃ یصیب الماء بعضہ ثم فی المرۃ الثالثۃ یصیب مواضع الوضوء فھذا لا یکون غسل الاعضاء ثلث مرات "اھ

لہذا ایسی صورت میں تین چلو سے زیادہ پانی اٹھانا اسراف نہیں بلکہ تین بار دھلنے کا اعتبار ہے اور اس میں کمی یا زیادتی کراہیت سے خالی نہیں ہاں اگر تین پر کمی اس بنیاد پر کر رہا ہے کہ پانی قلیل ہے یا ٹھنڈک شدید ہے تو کوئی حرج نہیں "کذا فی عمدۃ الرعایۃ "ایسے ہی اگر تین پر زیادتی اس بنیاد پر کر رہا ہے کہ شک کی صورت میں اطمینان قلب حاصل ہو یا اعضاء کو ٹھنڈک پہونچانا مقصود ہو یا اور کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو حرج نہیں "ھذا فی الکتاب الفقھیۃ۔ واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　　کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۲۶ محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:۔از: مولانا محمد شمس الحق، مہراج گنج (یوپی)

فرائض وضو کتنے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ فرض کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض اعتقادی (۲) فرض عملی فرض اعتقادی وہ فرض ہے کہ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ جیسے رکوع، سجود وغیرہ اس کے منکر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مطلقا کافر..................فرض عملی وہ حکم ہے جسکا ثبوت ایسا قطعی نہ ہو مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کی رو سے وہ اس قدر قطعی ہے کہ اسے بجالائے بغیر آدمی بری الذمہ نہیں ہوتا۔ مثلا سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرنا..........وضو میں فرض اعتقادی چار ہیں (اول) منھ دھونا طول میں شروع سطح پیشانی سے نیچے کے دانت جمنے کی جگہ تک اور عرض میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک (دوم) دونوں ہاتھوں ناخنوں سے کہنیوں تک دھلنا۔ (سوم) چوتھائی سر کا مسح۔ سر کے مسح میں فرض اعتقادی یہ ہے کہ اس کے کسی جز کھال یا بال تک نمی پہونچ جائے۔ (چہارم) دونوں پیر ناخنوں سے پنڈلی اور گھٹوں تک ایک دفعہ دھلنا فرض اعتقادی ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُؤُسِکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ "یعنی اے ایمان والوں! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ (پارہ ۶ سورۂ مائدہ آیت ۶)

فرض عملی: وضو میں فرض عملی بارہ ہیں (۱) دونوں لبوں کا دھونا یہاں تک کہ دونوں لب اگر خوب زور سے بند کرلیں کہ ان کے کچھ حصے جو عادتاً منھ بند ہونے پر کھلے رہتے ہیں اب چھپ گئے اور اس پر پانی نہ بہا اور نہ کلی کی تو ایسی صورت میں وضو نہ ہوگا۔ ہاں عادتاً بحالت خاموشی لبوں کا جتنا حصہ مل کر چھپ جاتا ہے وہ دہن کا تابع ہے اور وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں۔ فتاوی رضویہ جلد اول ص ۱۷ پر درمختار سے ہے "یجب غسل ما یظهر ه من الشفة عند انضمامها" (۲،۳،۴،) بھوؤں، مونچھوں، بچی کے نیچے کی کھال جبکہ بال منفصل طور پر ہوں اور کھال کا دھلنا فرض نہیں۔ (۵) داڑھی اگر گھنی نہ ہو تو اس کے نیچے کھال دھلنا فرض ہے اور جو نیچے چھوٹے ہوتے ہیں ان کا مسح کرنا سنت ہے اور دھونا مستحب ہے اور نیچے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کو ہاتھ سے تھوڑی کی طرف دبانے سے جتنے بال منھ کے دائرے سے نکل جاتے ہیں ان کا دھونا فرض ہے۔ اور اگر گھنے ہوں تو اس کی فرضیت بالوں کی جانب منتقل ہو جائیگی۔ (۷) دونوں کہنیاں کمال وتمام۔ (۸) انگوٹھی چھلے وغیرہ ہرقسم کے گہنے تنگ ہوں کہ ان کے بغیر اتارے پانی نہیں بہ سکتا تو ایسی صورت میں ان کو اتار کر ان اعضاء کا دھونا فرض ہے اور اگر ہلا کر پانی بہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۱۸ پر درمختار سے ہے "لو خاتمة ضيقا نزعه او حركه وجوبا" (۹) مسح کی نمی کا سر کی کھال یا خاص سر پہ جو بال ہیں ان پر پہونچنا فرض ہے۔

(۱۰) نمی کم از کم چوتھائی سر کو گھیر لے۔ (۱۱) کعبین گٹوں یعنی ٹخنوں کا نام ان کے بالائی کناروں سے ناخنوں کی نوک تک ہر ہر حصے اور پرزے پرزے کا دھلنا فرض ہے اگر ان جگہوں میں مرسو کے برابر بھی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تو وضو نہ ہوگا (۱۲) منھ ہاتھ پاؤں کے تینوں عضوؤں کے نام تمام مذکورہ بالا حصوں پر پانی کا بہنا فرض ہے ہاتھ پھیر لینے یا تیل کی طرح پانی چھڑک لینے سے وضو نہیں ہوگا (ماخوذ از فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۱۷،۱۸،۱۹) و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: وفاء المصطفی امجدی

مسئلہ: - از: مولانا نیاز احمد صاحب برکاتی، نیواری جہانگیر گنج، فیض آباد

کسی عضو کے دھونے کا مطلب کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - کسی عضو کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے اس سے وضو یا غسل ادا نہ ہوگا (بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۳)

فتاوی عالمگیری صفحہ ۳ جلد ۱ میں ہے "الغسل هو الاسالة كذا فى الهداية فى شرح الطحاوى ان تسييل الماء شرط فى الوضوء فلا يجوز الوضو مالم يتقاطر الماء ان قطر قطرتين فصاعدا يجوز فى مذهب

الطرفین و ھوالصحیح" ملخصا. واللہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شبیر احمد مصباحی
۶ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: حامد علی، اوجھا گنج بستی

نجاست کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم کیا ہے؟

الجواب:- نجاست کی دو قسمیں ہیں (۱) نجاست حقیقیہ (۲) نجاست حکمیہ نجاست حکمیہ کا حکم بہت سخت ہے کہ نہ ہی اس کا قلیل معاف ہے اور نہ ہی اس کا کثیر معاف ہے۔ (ہدایہ صفحہ ۵۵ حاشیہ نمبر ۱۴ میں ہے۔ "ان قلیلھا یمنع جواز الصلاۃ" اور حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ، نجاست خفیفہ جس کا حکم ہلکا ہے اور نجاست غلیظہ جس کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے بے پاک کئے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور قصداً پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر بنیت استخفاف ہے تو کفر ہوا اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے اور قصداً پڑھی تو گنہگار بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے کہ بے پاک کئے نماز پڑھی تو ہوگئی مگر خلاف سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے اور نجاست خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ چوتھائی سے کم (مثلاً دامن میں لگی تو دامن کی چوتھائی سے کم آستین میں اس کی چوتھائی سے کم یوں ہی ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے) تو معاف ہے اس سے نماز ہو جائے گی اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور یہ الگ الگ حکم دونوں کے اس وقت ہیں کہ جب نجاست بدن یا کپڑے میں لگی ہو اور اگر کسی پتلی چیز جیسے پانی یا سرکہ میں گرے تو چاہے غلیظہ ہو یا خفیفہ کل ناپاک ہو جائے گی اگرچہ ایک قطرہ گرے جب تک وہ پتلی چیز حد کثرت پر نہ ہو یعنی دہ در دہ نہ ہو۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۹۶، ۹۷ میں ہے اور فتاوی عالمگیر جلد اول صفحہ ۲۳ میں ہے۔ "النجاسۃ نوعان الاول المغلظۃ و عفی عنھا قدر الدرھم کل یخرج من بدن الانسان ممن یوجب خروجه الوضوء او الغسل کالغائط وغیرہ (الا الریح فانه خارج من بدن الانسان لکن لیس بنجاسة غلیظة کما فی حاشیة نورالایضاح صفحه ۴۵ حاشیه نمبر ۶) کذلك بول الصغیر و الصغیرۃ اکلا اولاو کذلك الخمر و الدم المسفوح وغیرہ و بول مالا یوکل و الروث وغیرہ فاذا اصاب الثوب اکثر من قدر الدرھم یمنع جواز الصلاۃ و الثانی المخففة و عفی عنھا ما دون ربع الثوب العضو المصاب کالید و الرجل ان کان بدنا و فی الحقائق و علیه الفتوی کذا فی البحر الرائق و خفة النجاسة تظھر فی الثوب دون الماء کذا فی الکافی "ملخصا" کذا فی ھدایة اولین صفحه ۵۷ و نورالایضاح صفحه ۵۵/۵۴. ومنیة المصلی صفحة ۴۹/۴۸. معنا و الالفاظ لکلھا متباثنة. واللہ تعالٰی اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شبیر احمد مصباحی

باب التیمم

تیمّم کابیان

مسئلہ:-از: نصیرالدین نوری کبولی، باندہ (یو، پی)

جنازہ کی نماز کے لئے تیمم کیاتواس تیمم سے پنج وقتی نماز پڑھ سکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- جنازہ کی نماز کے لئے تیمم اگراس وجہ سے کیا کہ وضو میں مشغول ہوگا تو جنازہ کی نماز فوت ہوجائے گی تو اس تیمم سے پنج وقتی نماز نہیں پڑھ سکتا۔اور اگراس وجہ سے کیا کہ بیمار تھایاپانی موجود نہ تھاتواس تیمم سے پنج وقتی نماز پڑھ سکتا ہے جب تک پانی پرقدرت نہ ہو۔

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر نماز جنازہ قائم ہوئی اور بعض اشخاص آئے تندرست ہیں پانی موجود ہے مگر وضو کریں تو نماز ہوچکے گی اور نماز جنازہ کی قضا نہیں نہ ایک میت پر دو نمازیں اس مجبوری میں انہیں اجازت ہے کہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہوجائیں اس تیمم سے اور نمازیں نہیں پڑھ سکتے نہ مصحف وغیرہ اور موقوف علی الطہارۃ بجالا سکتے ہیں کہ یہ تیمم بحالت صحت و وجود ماء ایک خاص عذر کے لئے کیا گیا تھا جو اس نماز تک محدود تھا تو دیگر صلوات وافعال کے لئے وہ تیمم محض بےعذر و بےاثر رہے گا۔اگر مریض نے یا جہاں پانی نہ ہو تیمم سے نماز جنازہ پڑھی تو وہ تیمم بھی تابقائے عذر سب نمازوں کے لئے کافی ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلداول صفحہ۷۸۲)

اورعلامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں"(قوله بخلاف صلاة جنازة)ای فان تیممها تجوز به سائر الصلوات لکن عند فقد الماء و کما عند وجوده اذا خاف فوتها فانما تجوز به الصلاة علی جنازة اخری اذا لم یکن بینهما فاصل و لا یجوز به غیرها من الصلوات. اه"(ردالمحتار جلداول صفحہ۱۸۰) پھراسی جلد کے صفحہ۱۸۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔"قال فی البحر لا یخفی ان قولهم بجواز الصلاة بالتیمم لصلاة الجنازة محمول علی ما اذا لم یکن واجدا للماء کما قیده فی الخلاصة بالمسافر اما اذا تیمم لها مع وجوده لخوف الفوت فان تیممه یبطل بفراغه منها اه." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد کبیرالدین حبیبی مصباحی

۳۰ربیع الآخر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: راجا، نیو جعفر آباد، نئی دہلی

کن چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے؟ کیا پاک مٹی کے علاوہ پاک وصاف کپڑے سے بھی تیمم ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو چیز زمین کی جنس سے ہو۔ جل کر نہ راکھ ہوتی ہو، نہ پگھلتی یا نرم ہوتی ہو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔ مثلاً پاک مٹی، ریت، چونا، سرمہ، گندھک، پتھر، فیروزہ، اور عقیق وغیرہ۔ اور جو چیز زمین کی جنس سے نہ ہو۔ جل کر راکھ ہو جاتی ہو پگھل جاتی ہو یا نرم ہو جاتی ہو اس سے تیمم کرنا جائز نہیں مثلاً لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، تانبا، پیتل اور کپڑا وغیرہ۔ لیکن اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہو جائے تو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۶۹ پر ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶ پر ہے۔ "یتیمم بطاهر من جنس الارض و كل ما يحترق فيصير رمادا كالحطب و الحشيش و نحوهما او ما ينطبع و يلين كالحديد و الصفر و النحاس و الزجاج و عين الذهب و الفضة و نحوها فليس من جنس الارض و ما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها كذا في البدائع اه." لہذا کپڑے سے تیمم کرنا جائز نہیں مگر جب کہ اس پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہو جائے تو جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی
۱۲ صفر المظفر ۲۲ھ

باب اوقات الصلاۃ

نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ:- از: کشمیر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

(۲) صبح صادق ہونے پر نماز باجماعت کتنے وقت کے بعد پڑھنا مسنون ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) مغرب کا وقت ہونے کے کتنے دیر بعد عشا کا وقت ہوتا ہے؟

الجواب:- (۱) نہیں جائز ہے۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۲۴ میں ہے ''طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک اس درمیان میں سوائے دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲ میں ہے۔ "یکرہ فیہ (ای بعد طلوع الفجر) التطوع باکثر من سنۃ الفجر." ہر ایک کو احکام شرعیہ کی وجہ پوچھنے کا حق نہیں اس لئے کہ ان کی وجہ سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ نے حکم مذکور کی وجہ درمختار مع شامی جلد اول مطبوعہ نعمانیہ صفحہ ۲۵۱ پر یہ تحریر فرمائی ہے۔ "لشغل الوقت بہ تقدیرا اھ."

(۲) صبح صادق ہونے کے بعد خوب اجالا ہونے پر فجر کی نماز باجماعت ایسے وقت میں پڑھنا مسنون ہے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ہو تو دوبارہ پڑھ سکیں ھکذا فی کتب الفقہ.

(۳) آپ کے شہر اننت ناگ (کشمیر) میں یکم جنوری کو مغرب کا وقت ہونے کے ایک گھنٹہ ۲۹ منٹ کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور یکم اپریل کو ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ کے بعد۔ اور یکم جولائی کو ایک گھنٹہ ۴۴ منٹ کے بعد۔ اور یکم اکتوبر کو ایک گھنٹہ ۲۳ منٹ کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شروع وقت مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت گھٹتا بڑھتا رہتا ہے پورے سال کی تفصیل جاننے کیلئے کسی ذمہ دار عالم سے 'اننت ناگ' کے لئے دائمی اوقات الصلاۃ بنوالیں یا ایسی کوئی معتبر کتاب حاصل کرلیں جس میں وہاں کے دائمی اوقات الصلاۃ کی تفصیل درج ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از: عبدالغفار روانی، سوپہ بگ، کشمیر

آداب سنت صفحہ ۴۷۸ میں ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنا سنت ہے جب کہ احناف کے نزدیک فجر، عصر اور عشاء کی

نمازوں میں تاخیر مستحب ہے ایسا کیوں؟

الجواب:- نماز جلدی ادا کرنے کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذاہب میں اختلاف ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر نماز اوّل وقت میں پڑھنا افضل ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک ظہر کو ٹھنڈا کر کے، فجر کو سفید کر کے اور عشاء کو دیر سے پڑھنا مستحب ہے اور عصر میں بھی اتنی تاخیر کرنا کہ سورج میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو افضل ہے۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ ''درشتاب گزاردن نماز مذہب ائمہ مختلف ست نزد امام شافعی نماز گزاردن دراوّل وقت افضل ست مطلقا بے تفصیل۔ ونزد امام اعظم ابوحنیفہ ابراد ظہر واسفار فجر وتاخیر عشاء مستحب است وتاخیر عصر نیز تا آنجا کہ بآفتاب تغیرے راہ نیابد'' (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۲۸۹)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد ا صفحہ ۵۱، ۵۲ میں ہے۔ "یستحب تاخیر الفجر و لایؤخر بحیث یقع الشك فی طلوع الشمس. و یستحب تاخیر الظهر فی الصیف و تعجیله فی الشتاء هکذا فی الکافی. و یستحب تاخیر العصر فی کل زمان مالم تتغیر الشمس. و کذا تاخیر العشاء الی ثلث اللیل اھ." اور ہم حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقلد ہیں تو انہیں کے مذہب پر ہمارے لئے عمل کرنا ضروری ہے۔

رہی بات کتاب آداب سنت تو وہ نظر سے نہیں گذری اور نہ یہ معلوم کہ اس کے مصنف کس مسلک کے ماننے والے ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۴ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: حاجی توفیق احمد رضوی

کیا غروب آفتاب کے ہوتے ہی نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے؟ اور غروب آفتاب ہوتے ہی افطار کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- ہاں غروب آفتاب کے ہوتے ہی نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور غروب آفتاب ہوتے ہی افطار کرنا درست ہی نہیں بلکہ سنت ہے۔ جب کہ غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۷۳ پر ہے۔ اول وقت المغرب حین تغرب الشمس اھ." اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۸۸ پر ہے۔ "الصوم هو امساك عن المفطرات الآتیة فی وقت مخصوص و هو الیوم اھ ملخصاً." اور اسی کے تحت شامی میں ہے۔ (قوله وهو الیوم) "ای الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب و المراد بالغروب زمان غیبوبة جرم الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة الشرق قال صلی الله علیه وسلم اذا اقبل اللیل من ههنا فقد افطر الصائم.

ای اذا وجدت الظلمة حساً فی جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر او صار مفطراً فی الحکم لان اللیل لیس ظرفا للصوم اه تلخیصاً۔" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۳۵۲) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۱۷ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: نزد رضا مسجد، مقام و پوسٹ سمگا، ضلع رائے پور

ضحوۂ کبریٰ یا نصف النہار حقیقی کس میں نماز مکروہ ہے۔ عموماً یہ دونوں کتنی دیر کے ہوتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کے نصف کو نصف النہار شرعی کہتے ہیں اسی کا دوسرا نام ضحوۂ کبریٰ ہے۔ اور طلوع آفتاب سے اس کے غروب تک کے نصف کو نصف النہار حقیقی کہتے ہیں۔ نماز ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار حقیقی تک مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں۔ ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں (فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۳۵۸) ضحوۂ کبریٰ اور نصف النہار حقیقی یہ دونوں وقت ایک آن کے لئے ہو کر فوراً ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر کبھی ان کا اطلاق پورے وقت مکروہ پر ہوتا ہے جیسے کہ زوال کا وقت ایک آن کے لئے ہوتا ہے لیکن وہ کل وقت مکروہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ شامی جلد اول صفحہ ۲۴۸ میں ہے "لا یخفی ان زوال الشمس انما هو عقیب انتصاف النهار بلا فصل و فی هذا القدر من الزمان لا یمکن اداء صلاة فیه" ضحوۂ کبریٰ اور نصف النہار حقیقی ان دونوں کے درمیان کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۳۴۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

باب الاذان والاقامۃ

اذان واقامت کا بیان

مسئلہ:۔از: میاں دین چکی والے،اموڑھا بازار،بستی

داڑھی منڈانے والا اذان کہہ سکتا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ داڑھی منڈانے والا فاسق ہے درمختار جلد پنجم صفحہ ۲۶۱ میں ہے: "یحرم علی الرجل قطع لحیتہ." داڑھی منڈانے والے کی اذان مکروہ ہے اس لئے کہ وہ فاسق ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۲۸۹ میں ہے: "یکرہ اذان فاسق اھ." اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "خنثیٰ وفاسق اگرچہ عالم ہی ہو اور نشہ والے اور پاگل اور ناسمجھ بچے اور جنب کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۳۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی

۹/ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔از: شمس الحق قریشی، دھرم پور، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان اسلام درج ذیل مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی کا صحیح محل کیا ہے؟ قرآن واحادیث و فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب دے کر رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جمعہ کی اذان ثانی کا صحیح محل خارج مسجد ہے کہ یہی سنت ہے اور منبر کے پاس مسجد کے اندر پڑھنا بدعت ہے۔ اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں ایک بار بھی خطبہ کی اذان کا مسجد کے اندر ہونا ہرگز ثابت نہیں بلکہ ان کے مبارک دور میں ہمیشہ خطیب کے سامنے مسجد کے باہر دروازہ پر یہ اذان ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر." یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی۔ اور ایسا ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔'' (ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵) اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت کریمہ "اذا نودی للصلوٰۃ الخ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد." یعنی جب حضور صلی اللہ

علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان پڑھی جاتی تھی۔'' (تفسیر جمل جلد چہارم صفحہ ۳۴۳)

قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ خطبہ کی اذان مسجد کے باہر پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔ اسی لئے فقہائے کرام مسجد کے اندر اذان پڑھنے کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں جلد اول مصری صفحہ ۵۵ اور بحرالرائق جلد اول صفحہ ۲۶۸ میں ہے: "لایؤذن فی المسجد" یعنی مسجد میں اذان پڑھنا منع ہے اور فتح القدیر ج اص ۲۱۵ میں ہے: "قالوا لایؤذن فی المسجد." یعنی فقہائے کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ پڑھی جائے۔ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۲۱۷ میں ہے: "یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القهستانی عن النظم اھ." اور جمعہ کی اذان ثانی اسلئے ہے تا کہ پہلی اذان جو لوگ نہ سنے ہوں وہ اس دوسری اذان کو سن کر نماز کے لئے آجائیں۔ اور مسجد کے اندر منبر کے قریب اذان پڑھنے کی صورت میں یہ مقصد فوت ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۳ر محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام ان مسائل میں (۱) کوئی ایسی جگہ ہو جہاں مسجد نہ ہو مگر جمعہ فرض ہو مسلمان ایک مکان کرایہ پر لے کر اس مکان میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں زید کہتا ہے کہ اس مکان میں جماعت ہو یا نہ ہو ایک آدمی کو پانچوں وقت اذان دینا سنت مؤکدہ ہے ورنہ سبھی لوگ گنہگار ہوں گے، بکر کہتا ہے کہ یہ ایک کرایہ کا مکان ہے۔ مسجد نہیں اور یہاں جماعت مستحبہ کے ساتھ نماز بھی نہیں ہوتی اس جگہ اذان دینا سنت مؤکدہ نہ ہوگا ان دونوں میں کس کا کہنا درست ہے؟ بینوا توجروا

(۲) مذکورہ بالا جگہ میں اذان مسجد کی طرح باہر دیا جانا ضروری ہے یا کمرے کے اندر بھی دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بکر کا کہنا درست ہے۔ بیشک مکان مذکور جب کہ مسجد نہیں اور نہ وہاں جماعت مستحبہ کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے۔ تو اس کے لئے اذان کہنا سنت مؤکدہ نہیں، لیکن اگر اس مکان میں کسی وقت کوئی بھی نماز پڑھے تو وہ بغیر اذان نماز نہ پڑھے۔ فتاویٰ ہندیہ مع خانیہ جلد اوّل صفحہ ۵۳ میں ہے۔ "الاذان سنة لاداء المكتوبات بالجماعة كذا فی فتاوی قاضی خان اھ."

(۲) مذکورہ جگہ اگرچہ حقیقۃً مسجد نہیں، لیکن اذان چونکہ لوگوں کو نماز کے واسطے جمع کرنے کے لئے دی جاتی ہے لہذا

کمرے کے باہر ہی دی جائے تاکہ آواز دور تک پہنچ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی
یکم ربیع النور ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: شیخ یوسف علی، مدنا پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں؟ ایک گاؤں کے امام نے صلاۃ پکارنے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ صلاۃ پکارنا یہ سب من گڑھت کہانی ہے اور جہالت کی بات ہے۔ پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ اس قول کی بنا پہ گاؤں والے ہم کو مسجد سے نکال دیں گے تو انہوں نے صلاۃ پکارنا شروع کر دیا تو ایسے امام کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "متاخرین نے تثویب (صلاۃ) مستحسن رکھی ہے یعنی اذان کے بعد نماز کے لئے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لئے شرع نے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں کئے بلکہ جو وہاں کا عرف ہو مثلاً الصلاۃ الصلاۃ یا قامت قامت یا الصلاۃ و السلام علیك یا رسول اللہ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۷) اور درمختار میں ہے: "یثوب بین الاذان و الاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ اھ اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "قولہ فی الکل ای کل صلاۃ لظهور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان و الاقامۃ حسب ما تعارفوہ اھ" (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت) پھر درمختار کے قول بما تعارفوہ کے تحت فرماتے ہیں: "کتنحنح او قامت قامت او الصلاۃ الصلاۃ و لو احدثوا اعلا ما مخالفا لذلك جاز اھ" اور درمختار میں خاص کر الصلاۃ و السلام علیك یا رسول اللہ کے بارے میں ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنۃ سبعمائۃ و احدی و ثمانین و ھو بدعۃ حسنۃ اھ ملخصا" یعنی اذان کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنا ربیع الاخر ۷۸۱ھ میں رائج ہوا اور یہ بہترین ایجاد ہے۔ ان مذکورہ بالا فقہ کی مستند کتب اور ان کے جزئیات کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ اذان واقامت کے مابین صلاۃ پکارنا جائز ومستحسن ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں امام مذکور بدمذہب معلوم ہوتا ہے اس سے دریافت کیا جائے کہ مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اور خلیل احمد انبیٹھی کو ان کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ تحذیر الناس صفحہ ۳ وصفحہ ۱۴ وصفحہ ۲۸ و براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنا پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سینکڑوں مفتیان کرام وعلمائے عظام نے جو کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے امام اس فتویٰ کو مانتا ہے یا نہیں یعنی مذکورہ مولویوں کو کافر کہتا ہے یا نہیں؟ اگر کافر کہتا ہے تو اسے امام رکھا جائے اور اگر ان مولویوں کو کافر نہیں کہتا یا ان کے کفر میں

شک کرتا ہے تو وہ بدمذہب دیوبندی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں اسے نکال دیا جائے اگرچہ وہ صلاۃ پڑھے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　کبتہ: وفاء المصطفیٰ امجدی
١٠ محرم الحرام ١٤٢٠ھ

مسئلہ:۔

اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جس شخص نے نماز نہ پڑھی ہو اسے مسجد سے اذان کے بعد نکلنا جائز نہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ شریف میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجوع فھو منافق." یعنی اذان کے بعد جو مسجد سے چلا گیا اور کسی حاجت کے لئے نہیں گیا اور نہ واپس ہونے کا ارادہ رکھتا ہے وہ منافق ہے۔ اور امام بخاری کے علاوہ جماعت محدثین نے روایت کی کہ ابوالشعثاء کہتے ہیں: "کنا مع ابی ھریرۃ فی المسجد فخرج رجل حین اذن المؤذن للعصر قال ابو ھریرۃ اما ھذا فقد عصی ابا القاسم." یعنی ہم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں تھے جب مؤذن نے عصر کی اذان کہی اس وقت ایک شخص چلا گیا اس پر فرمایا کہ اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ البتہ جو شخص کسی دوسری مسجد کی جماعت کا منتظم ہو مثلاً امام یا مؤذن وغیرہ ہو کہ اس کے ہونے سے لوگ ہوتے ہیں ورنہ متفرق ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو اجازت ہے کہ یہاں سے اپنی مسجد کو چلا جائے اگرچہ یہاں اقامت بھی شروع ہوگئی ہو اسی طرح اگر کوئی ضرورت ہو اور واپس ہونے کا ارادہ ہو تو بھی جانے کی اجازت ہے جب کہ ظن غالب ہو کہ جماعت سے پہلے واپس آجائے گا لیکن جس شخص نے ظہر یا عشاء کی نماز تنہا پڑھ لی ہو اسے مسجد سے چلے جانے کی ممانعت اس وقت ہے کہ اقامت شروع ہوگئی ہو اقامت سے پہلے جا سکتا ہے۔ اور جب اقامت شروع ہوگئی تو حکم ہے کہ جماعت میں بنیت نفل شریک ہو جائے اور مغرب، فجر اور عصر میں اسے حکم ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے جب کہ پڑھ لی ہو ایسا ہی شامی جلد اول صفحہ ۴۸۰، ۴۷۹ اور بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۴۰، ۳۹ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی
١٨ صفر المظفر ١٧ھ

مسئلہ:۔ از: سلیم احمد، جسپور، اترانچل

قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- قبر پر بعد دفن میت اذان دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''ایذان الاجر فی اذان القبر'' میں پندرہ دلیلوں سے ثابت فرمایا کہ قبر پر اذان دینا مستحب ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے:" ما من شی انجی من عذاب الله من ذکر الله." یعنی کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں'' (مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۲۳۹)

اور حدیث شریف میں ہے:" اذا اذن المؤذن ادبر الشیطن و له حصاص." یعنی جب مؤذن اذان کہتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۶۷) اور حدیث شریف میں ہے:" اذا اذن فی قریة امنها الله من عذابه فی ذلك الیوم." یعنی جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اسے اپنے عذاب سے امن دیتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی جلد اول صفحہ ۲۵۵) اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں کہ " فان الاذکار کلها نافعة له فی تلك الدار." ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشتے ہیں۔ لہذا اذان بھی ذکر الٰہی ہے تو اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے اذان قبر کے سات فائدے شمار فرمائے ہیں۔ (۱) بعونہ تعالیٰ شیطان رجیم کے شر سے پناہ (۲) بدولت تکبیر عذاب قبر سے امان (۳) جواب سوالات یاد آ جانا (۴) ذکر اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پانا (۵) بہ برکت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول رحمت (۶) بدولت اذان دفع وحشت (۷) زوال غم وحصول سرور وفرحت۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۵۵۶) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعه." یعنی تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو لازم ومناسب ہے کہ پہنچائے۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۵۶) والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

(۲۲/ ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ)

مسئلہ:- از: نذیر احمد، بارہ مولہ، کشمیر

پنج وقتہ نماز فرض کے لئے جو اذان دی جاتی ہے۔ کیا وہ مسجد کے اندر دی جاسکتی ہے؟ یہاں کشمیر میں پانچوں اوقات لاؤڈ اسپیکر پر ممبر کے نزدیک اذان دی جاتی ہے کیا عہد رسالت یا دور صحابہ سے ایسا ثابت ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- پنج وقتی اذان مسجد کے باہر دی جائے کہ مسجد کے اندر اذان پڑھنا مکروہ ومنع ہے۔ فتاویٰ قاضی خان جلد ا صفحہ ۷۸ فتاویٰ عالمگیری جلد ا صفحہ ۵۵ اور بحر الرائق جلد ا صفحہ ۲۵۵ پر ہے:" لا یؤذن فی المسجد." یعنی فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ اور طحطاوی علی مراقی صفحہ ۱۰۷ پر ہے:" یکره ان یؤذن فی المسجد کما فی القهستانی عن النظم." یعنی مسجد میں اذان پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح قہستانی میں نظم سے ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں۔ جو لوگ اس کا دعویٰ کریں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر افترا کرتے ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۴۱۵ پر ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

(۱۶ جمادی الاولیٰ ۲۲ھ)

مسئلہ:- از: رفیق احمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
تکبیر بیٹھ کر سننا چاہئے یا کھڑے ہو کر؟ حدیث شریف کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب:- تکبیر بیٹھ کر سننا چاہئے کھڑے ہو کر سننا مکروہ و منع ہے۔ پھر جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح پر پہونچے تو اٹھنا چاہئے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۵۳ میں مضمرات سے ہے: "اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح." یعنی اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے تو اس وقت کھڑا ہو اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "دخل المسجد و المؤذن يقيم قعد." یعنی جو شخص تکبیر کہے جانے کے وقت مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے۔ اسی عبارت کے تحت شامی جلد اول صفحہ ۲۶۸ میں ہے: "يكره له الانتظار قائماً و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حي على الفلاح." یعنی اس لئے کہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے تو اٹھے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب قدس سرہ فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں: "اذا دخل المسجد يكره له انتظار الصلاة قائماً بل يجلس في موضع ثم يقوم عند حي على الفلاح و به صرح في جامع المضمرات." یعنی جو شخص مسجد کے اندر داخل ہوا سے کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو اس کی تصریح 'جامع المضمرات' میں ہے۔ (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی صفحہ ۱۳۶) اور محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ينبغي للقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ان يقوموا الى الصلاة فيصفوا و يسوا الصفوف." یعنی تکبیر کہنے والا جب حی علی الفلاح پر پہنچے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں۔ (مؤطا امام محمد باب تسویۃ الصف صفحہ ۸۷) اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "قال ائمتنا يقوم الامام و القوم عند حي على الصلاة." یعنی ہمارے ائمۂ کرام حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا کہ امام اور مقتدی حی علی الصلاۃ کے وقت کھڑے ہوں (مشکوٰۃ شریف) فقہائے

کرام اور شارحین کی مذکورہ بالا عبارتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ امام اور مقتدی کو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ یہ مسئلہ فقہ کی اکثر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ مگر افسوس کی آج کل بہت سے جاہل خصوصا وہابی، دیوبندی اس مسئلہ پر عمل کرنے والوں سے لڑتے جھگڑتے اور فتنہ برپا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پیشواؤں نے اردو کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی اس مسئلہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ 'مفتاح الجنۃ' صفحہ ۳۳ پر ہے کہ جب اقامت میں حی علی الصلاۃ کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور راہ نجات صفحہ ۱۴ میں ہے کہ حی علی الصلاۃ کے وقت امام اٹھے۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کا اب بھی اس مسئلہ کی مخالفت کرنا کھلی ہوئی ہٹ دھری ہے۔ خدائے تعالیٰ انہیں حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد عبدالحی قادری
۲۹ جمادی الاخرہ ۱۷ھ

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از: شاہد رضا، محلہ حسینی گر، چھتر پور (ایم، پی)

اذان واقامت کے درمیان صلاۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ اذان واقامت کے درمیان صلاۃ پکارنا جائز ومستحسن ہے۔ جسے اصطلاح شرع میں تثویب کہتے ہیں یعنی اذان کے بعد نماز کیلئے دوبارہ اعلان کرنا اس کے لئے شرع نے کوئی خاص لفظ مقرر نہیں کیا بلکہ جو وہاں کا عرف ہو مثلاً الصلاۃ الصلاۃ یا قامت یاقامت یا الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ کہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں: "یثوب بین الاذان و الاقامة فی الکل للکل بما تعارفوہ اھ ملخصاً." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۲۶۱) حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "قولہ فی الکل ای کل الصلاۃ لظہور التوانی فی الامور الدینیة قال فی العنایة احدث المتأخرون التثویب بین الاذان و الاقامة علی حسب ماتعارفوہ (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۲۶۱) پھر اسی صفحہ پر درمختار کے قول "بماتعارفوہ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "کتنحنح او قامت قامت او الصلاۃ الصلاۃ و لواحدثوا اعلاماً مخالفاً لذالک جاز." اور درمختار میں خاص کر "الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" کے بارے میں ہے "التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمأۃ و احدی و ثمانین و ھی بدعة حسنة. اھ ملخصاً" یعنی اذان کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنا ربیع الآخر سن ۷۸۱ ہجری میں رائج ہوا اور یہ بہترین ایجاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اظہار احمد نظامی
۲۸ صفر المظفر ۱۷ھ

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

نابالغ کی اذان درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کتنے سال کے بچہ کی اذان درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- سمجھدار بچہ کی اذان بلاشبہ درست ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۳۱ پر درمختار کی حوالہ سے ہے۔ اور اس مسئلہ میں سمجھدار بچہ کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں بلکہ اس کا معیار یہ ہے کہ جب لوگ اس کی اذان سنیں تو اس کو کھیل نہ سمجھیں۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "یصح اذان الکل سوی الصبی الذی لایعقل لان من سمعه لایعلم انه مؤذن بل یظنه یلعب بخلاف الصبی العاقل۔" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۲۶۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۹ صفر المظفر ۱۷ھ

مسئلہ:- از: جلال احمد سعید، شری نگر، کشمیر

جب جماعت کے ساتھ فرض نماز پڑھی جاتی ہے تو تکبیر پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی اکیلے فرض نماز پڑھے تو تکبیر پڑھے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسافر چاہے اکیلا ہو یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرض نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں کہے گا۔ اور اگر صرف اقامت پر اکتفا کرے تو جائز ہے۔ مگر یہ حکم مسجد محلہ کے علاوہ کے لئے ہے۔ اور مسجد محلہ میں نماز ہو جانے کے بعد اگر اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے۔ اور مقیم اگر شہر یا دیہات میں اپنے گھر میں نماز ادا کرے تو اذان و اقامت دونوں چھوڑنا جائز ہے کہ مسجد محلہ کی اذان و اقامت اس کے لئے کافی ہے۔ مگر یہ حکم اس جگہ کے لئے ہے جہاں محلہ کی مسجد میں اذان و اقامت ہوتی ہے۔ اور جہاں مسجد ہی نہ ہو یا مسجد تو ہو مگر اس میں اذان و اقامت نہ ہوتی ہو تو اس جگہ اپنے گھر میں نماز پڑھنے والے کو اذان و اقامت دونوں چھوڑنا یا صرف اذان پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ صرف اقامت پر اکتفا کرنا جائز ہے۔

شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۳۶ میں ہے: "یأتی بهما المسافر۔" اور اس کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں ہے: "المسافر منفرداً کان او مع الرفقاء یکره له ترکهما و الاکتفاء بالاذان و یجوز له الاکتفاء بالاقامة اه۔" اور اسی میں ہے "ان صلی منفردا فی المسجد بعد ما صلی فیه فانه یکره له فعلهما ذکره فی الذخیرة و غیره اه۔" اور پھر چند سطر بعد ہے: "المصلی فی بیته فی مصر ان ترك کلامنهما یجوز لقول ابن مسعود اذان الحی یکفینا و هذا اذا اذن و اقیم فی مسجد حیة و اما فی القریٰ فان کان فیهامسجد فیه اذان و اقامة فحکم المصلی فیها کما مر و المصلی فی بیته یکفیه اذان المسجد و اقامته و ان لم یکن فیها مسجد کذا فمن یصلی فی

بیتہ فحکمہ حکم المسافر اھ." واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۷؍جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ:- از: عبد الغفار وانی، سویہ بگ، کشمیر

ماہنامہ کنز الایمان جنوری ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں یہ مسئلہ نظر سے گذرا کہ مسجد محلّہ میں نماز ہو جانے کے بعد اگر اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے اذان واقامت مکروہ ہے۔ دریافت طلب امر ہے کہ اگر مسجد میں جماعت ثانیہ ہو تو اس کے لئے اقامت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب مسجد میں جماعت ثانیہ ہو تو اقامت کہہ سکتے ہیں اس میں حرج نہیں۔ ہاں مکروہ اس وقت ہے جب نئی اذان بھی کہی جائے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۳۰ میں ہے اور مجدد اعظم رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "کراہت کا محل صرف اس صورت میں ہے کہ جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالا جماع مکروہ نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۰)

اور ردالمحتار جلد ا صفحہ ۵۵۳ میں جماعت ثانیہ کے متعلق ہے: "اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعاً اھ." فتاویٰ عالمگیری جلد ا صفحہ ۸۳ میں ہے "اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاًاھ." یعنی جب جماعت ثانیہ بغیر اذان محلّہ کی مسجد میں قائم کریں تو بالا جماع مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۳؍محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:-

نماز کے باطل ہونے کی صورت میں استیناف نماز کے وقت پھر اقامت کہی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نماز کے باطل ہونے کی صورت میں استیناف نماز کے وقت اقامت نہیں کہی جائے گی جب کہ دونوں کے بیچ میں زیادہ وقفہ نہ ہوا ہو۔ اور اگر وقفہ ہوا تو کہی جائے گی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ لوگوں نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ نماز صحیح نہ ہوئی تھی اور وقت باقی ہے تو اسی مسجد میں جماعت سے پڑھیں اور اذان کا اعادہ نہیں اور فصل طویل نہ ہو تو اقامت کی بھی حاجت نہیں اور زیادہ وقفہ ہوا تو اقامت کہے اور وقت جاتا رہا تو غیر مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں (بہار شریعت سوم صفحہ ۳۰)

اور ردالمحتار جلد اول صفحہ ۲۹۵ میں ہے "لا تعاد الاقامة لان تکرار ها غیر مشروع اذا لم یقطعها قاطع من

کلام کثیر او عمل کثیر "اھ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد کمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۷ر رجب المرجب ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد مسعود اشرف، عثمان پور، جلال پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک بزرگ عرصۂ دراز سے وقت پر آکر مسجد میں اذان دیتے ہیں۔ ادھر کچھ دنوں سے بوجہ ضعف کھڑے ہوکر نہ نماز پڑھ سکتے ہیں نہ ہی کھڑے ہوکر اقامت کہہ سکتے البتہ دیوار کا سہارہ لے کر کھڑے ہوکر اذان کہہ لیتے ہیں مگر اقامت بیٹھ کر ہی کہتے ہیں اور اقامت کہنے کی کسی اور کو اجازت بھی نہیں دیتے تو کیا اس صورت میں ان کا بیٹھ اقامت کہنا مکروہ ہے اور انہیں اقامت کہنے سے روکا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اقامت بیٹھ کر کہنا مکروہ ضرور ہے کہ یہ سنت متواتر کے خلاف ہے۔ مگر جو شخص کھڑے ہوکر اقامت کہنے پر قادر نہ ہو وہ معذور ہے اور معذور سے جب فرض نماز میں قیام ساقط ہے تو اقامت میں بدرجہ اولی قیام ساقط ہوگا۔ اور معذور کا بیٹھ کر اقامت کہنا بلا کراہت جائز ہوگا۔ شرح الاشباہ والنظائر جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں ہے۔ "المشقة تجلب التیسر "اھ اور اسی میں ہے "واعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات وغیرها سبعة الاول السفر، الثانی المرض، "اھ اور الفقه علی المذاهب الاربعه جلد اول مطبوعہ تر کی صفحہ ۳۱۷ مندوبات وسنن اذان کے بیان میں ہے "وان یکون قائما الا لعذر من مرض و نحوه "اھ ولم یذکر المصنف تحت اللفظ اختلافا کما هو دأبه ۔"و فیه ایضا" الاقامة کالاذان فحکمها حکمه" اھ صفحه ۳۲۲ فعلم ان اذان و اقام قاعدا لعذر جاز بالاتفاق.

لہٰذا وہ بزرگ اگر کھڑے ہوکر اقامت کہنے سے معذور ہیں اور نہ ہی کسی کو اقامت کہنے کی اجازت دیتے ہیں تو انہیں بیٹھ کر ہی اقامت کہنے دی جائے اور بلا وجہ شرعی انہیں اقامت کہنے سے روک کر وحشت و منافرت نہ پھیلائی جائے اور بلا وجہ خصوصا جب کہ اذان انھوں نے کہی تو اقامت کہنے کے لئے بھی افضلیت انھیں کو حاصل ہے۔ عامہ کتب معتمدہ میں ہے۔ "واللفظ لشرح النقایة جلد اول صفحه ٦٣" الا فضل ان یکون المقیم هو الموذن "اھ اور فتاوی رضویہ جلد دوم صفحہ ۳۷۴ میں ہے۔"ان کان الموذن حاضرا لایقیم غیره الا باذنه ولا ینبغی للامام ان یامر غیره بالاقامة الا بوجه شرعی و ذلك لانه یوحش الموذن به "اھ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح : جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۲۵ر ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

باب شروط الصلاۃ

نماز کی شرطوں کا بیان

مسئلہ:- از: محمد حبیب الرحمن امجدی، فیضان امجدی منزل، کھبولی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ چلتی گاڑی (ٹرین) میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ وقت ختم ہوجانے کا اندیشہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- چلتی ہوئی ٹرین میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے مگر فرض واجب اور سنت فجر پڑھنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ نماز کے لئے شروع سے آخر تک اتحاد مکان اور جہت قبلہ شرط ہے اور چلتی ہوئی ٹرین میں شروع نماز سے آخر تک قبلہ رخ رہنا اگرچہ بعض صورتوں میں ممکن ہے لیکن اختتام نماز تک اتحاد مکان یعنی ایک جگہ رہنا کسی طرح ممکن نہیں اس لئے چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر نماز کے اوقات میں نماز پڑھنے کی مقدار ٹرین کا ٹھہرنا ممکن نہ ہو تو چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر موقع ملنے پر اعادہ کرے۔

ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۷۲ میں ہے: "الحاصل ان کلا من اتحاد المکان او استقبال القبلۃ شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یسقط الا بعذر." اھ. حاصل کلام یہ ہے کہ نفل نماز کے علاوہ سب نمازوں کے لئے اتحاد مکان اور استقبال قبلہ یعنی ایک جگہ ٹھہرنا اور قبلہ رخ ہونا آخر نماز تک بقدر امکان شرط ہے جو بغیر عذر شرعی ساقط نہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ٹرین نماز کے اوقات میں کہیں نہ کہیں اتنی دیر ضرور ٹھہرتی ہے کہ دو یا چار رکعت نماز فرض آسانی سے پڑھ سکتا ہے کہ ٹرین ٹھہرنے سے پہلے وضو سے فارغ ہو کر تیار رہے اور ٹرین ٹھہرتے ہی اتر کر یا ٹرین ہی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر پڑھ لے اگر اتنی قدرت کے باوجود کاہلی اور سستی سے چلتی ہوئی ٹرین میں نماز پڑھے گا تو وہ شرعاً معذور نہ ہوگا اور نماز نہ ہوگی۔

بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۹ میں ہے: ''چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض وواجب اور سنت فجر نہیں ہوسکتی اور اس کو جہاز وکشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں۔ اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو۔ کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے۔ لہذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے۔ اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرلے کہ جہاں من جہۃ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اس کا یہی حکم ہے۔'' اور کھڑے ہو کر ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر

رکوع وسجدہ نہ کر سکے تو اشارہ سے پڑھے مگر سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکے اور ایسی پڑھی ہوئی نمازیں موقع ملنے پر دوبارہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۲رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالغفار روانی، سویہ بگ، بڑگام، کشمیر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ فتاویٰ اشرفیہ مبارک پور شمارہ جولائی ۱۹۹۴ء میں ہے کہ ''نیت کرتا ہوں میں دو یا چار رکعت سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالیٰ کے میرا منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نیت کی میں نے چار رکعت سنت ظہر کی واسطے اللہ تعالیٰ کے میرا منہ کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ طریقہ (پہلے والا طریقہ) اگر چہ صحیح ہے مگر ناقص ہے دوسرا طریقہ بہتر ہے تو عرض یوں ہے کہ پہلے طریقے میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو اس طریقہ کو ناقص اور دوسرے طریقہ کو بہتر کیوں قرار دیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- تلفظ میں ماضی کا صیغہ ہو مثلاً نویت یا نیت کی میں نے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی مطبوعہ نعمانیہ میں ہے: "التلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار و تكون بلفظ الماضی و لو فارسيا." چونکہ دوسرا طریقہ نیت کی میں نے لفظ ماضی کے ساتھ ہے اس لئے اس کو بہتر قرار دیا ہے۔ اور پہلا طریقہ نیت کرتا ہوں میں حال کے صیغہ کے ساتھ ہے اس لئے اسے ناقص ٹھہرایا نہ کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے سبب۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۷رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ دوپہر میں کب سے کب تک نماز پڑھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- دوپہر میں نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں اور نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے تک ہے۔ جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر دو حصے کریں پہلے حصے کے ختم پر ابتدائے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استوا وممانعت ہر نماز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۱ میں ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۲۴۸ پر غنیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "و اختلف فی وقت الكراهة عند الزوال فقيل من نصف النهار الی الزوال رواية ابی سعيد عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلاۃ نصف النہار حتی تزول الشمس قال رکن الدین الصباغی و ما احسن ہذا لان النہی عن الصلاۃ فیہ یعتمد تصورہا فیہ اھ۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۹ ربیع الاول ۱۷ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔از: امتیاز احمد، مقام کسمی، سدھارتھ نگر

باریک لنگی پہن کر یا باریک دوپٹہ اوڑھ کر پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔اتنا باریک کپڑا جس سے بدن کے اعضاء ظاہر ہوں اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں چاہے وہ لنگی ہو یا دوپٹہ۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ باریک ساڑیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۴۲) اور تحریر فرماتے ہیں کہ اتنا باریک دوپٹہ جس سے بال کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر پڑھی نماز نہ ہوگی جب تک کہ اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۴۳) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۶۰ پر ہے: "الثوب الرقیق الذی یصف ماتحتہ لاتجوز الصلاۃ فیہ کذا فی التبیین۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اظہار احمد نظامی
یکم ربیع الاول ۱۷ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از: عبد الوارث اشرفی، الیکٹرک دوکان، شہر گورکھپور

بارش شدید ہوئی جس سے صحن کے مقتدیوں کا جسم تر ہو گیا اور ستر عورت نمایاں ہو گیا تو ایسی حالت میں ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں ستر عورت نمایاں ہونے کا مطلب اگر یہ ہے کہ کپڑا بھیگنے کی وجہ سے بدن سے ایسا چپکا ہوا تھا کہ دیکھنے سے صرف عضو کی ہیئت معلوم ہونے لگی تھی تو اس صورت میں نماز ہوگئی اور اگر ایسا ہے کہ بدن چمکنے لگا تھا اور اعضائے ستر عورت کی سرخی، سفیدی یا سیاہی نظر آنے لگی تھی تو اس صورت میں نماز نہیں ہوئی بشرطیکہ ستر عورت کا چوتھائی حصہ ظاہر ہوا ہو۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۴۱ میں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۸ پر ہے: "الثوب الرقیق الذی یصف ما تحتہ لا تجوز الصلاۃ فیہ کذا فی التبیین۔ و الاصح ان التقدیر فی العورۃ الغلیظۃ و الخفیفۃ بالربع ہکذا فی الخلاصۃ۔" اھ۔ اور

حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ساتر لا یصف ماتحته." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۰۲) اسی کے تحت شامی میں ہے: "ان لایری منه لون البشرة." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۳؍ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: -از: قاری شبیر احمد، مدرسہ حنفیہ، جون پور

ایک شخص اپنی قضا نمازیں پڑھ لینے کے بعد مغرب کی دو رکعت سنت ادا کر کے چار رکعت سنت زبان سے نیت کرتا ہے اور اس کے دل میں یہ بھی رہتا ہے کہ اگر قضا نمازیں شمار کرنے میں رہ گئیں ہوں گی تو قضا ادا ہوگی ورنہ سنت صلاۃ الاوابین ادا ہو جائے گی چاروں رکعت بھری پڑھتا ہے تو کون سی نماز ادا ہوگی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اس طرح نیت کرنے سے اس شخص کی قضا نماز ادا نہ ہوگی کہ فرض نماز ادا ہو یا قضا نیت بہر حال شرط ہے۔ اور نیت دل کے پکے ارادے کو کہتے ہیں ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۳ صفحہ ۵۲ پر ہے۔ اور تنویر الابصار میں ہے: "النية و هى ارادة و المعتبر فيها عمل القلب." اھ.

اور اس لئے بھی قضا نماز ادا نہ ہوگی کہ جب فرض و نفل میں تردد ہو تو فرض ادا نہ ہوگا نفل ہی ادا ہوگا کہ جس یوم الشک یعنی ماہ شعبان کی تیسویں تاریخ کے نفل روزے کی نیت اگر کوئی اس طرح کرے کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ورنہ نفل کا یا یہ کہ اگر آج رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے ورنہ کسی اور واجب کا تو ان دونوں صورتوں میں فرض ادا نہ ہوں گے بلکہ نفل ادا ہوں گے ایسا ہی بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۰۴ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

اگر اس شخص کو کسی فرض نماز کی قضا باقی رہنے کا شبہ ہو تو اسی کی نیت سے چار رکعت بھری پڑھے اور اگر وہ اس کے ذمہ باقی نہیں ہوگی تو وہ سنت صلاۃ الاوابین ہو جائے گی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

باب صفة الصلاة

طریقۂ نماز کا بیان

مسئلہ:- از: ائمہ مساجد اہل سنت و جماعت، جموں، کشمیر

جب مرد بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو رکوع میں کتنا جھکے گا؟ کیا سرینوں کو اٹھا کر پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب مرد بیٹھ کر نماز پڑھے تو وہ رکوع میں اتنا جھکے گا کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اور اتنا کرنے کے لئے سرین اٹھانے کی ضرورت نہیں تو سرینوں کو اٹھا کر پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ بھی نہیں کرے گا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجۂ کمال وطریقۂ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بے جا میں داخل ہو جائے گا'' اھ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۱) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "فی حاشیة الفتال عن البرجندی و لوکان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبهته قد ام رکبتیه لیحصل الرکوع. اھ" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۴/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو پیشاب کا قطرہ آتا رہتا ہے وہ نماز کیسے ادا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جس شخص کو پیشاب کا قطرہ آتا رہتا ہے کہ اس پر ایک وقت پورا ایسا گذر گیا کہ وضو کرکے فرض نماز ادا نہ کر سکا وہ صاحب عذر ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وقت کے اندر وضو کرے اور وقت کے اخیر حصہ تک جتنی نمازیں اس وضو سے پڑھنا چاہے پڑھے۔ قطرہ کے مرض سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

جیسا کہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳-۲۰۲ میں ہے: "و صاحب عذر من به سلس بول او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضة ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة حکمه الوضوء لکل فرض ثم

يصلی فيه فرضا و نفلا فاذا خرج الوقت بطل. اھ" ملخصاً. و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۴ رصفر المظفر ۱۷ھ

مسئلہ: -از: محمد اجمل حسین، بیر پور متھر ا بازار بلرام پور

امام سے پہلے اگر تشہد، درود شریف اور دعا سے مقتدی فارغ ہو جائے تو خاموش بیٹھا رہے یا کچھ پڑھے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - امام سے پہلے اگر مقتدی تشہد، درود شریف اور دعا سے فارغ ہو جائے تو چاہے خاموش بیٹھا رہے یا تشہد کو شروع سے پھر پڑھے یا کلمہ شہادت کی تکرار کرے یا کوئی اور دعا پڑھے جو یاد ہو۔ اور صحیح یہ ہے کہ پڑھنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اس طرح پڑھے کہ امام کے ساتھ فارغ ہو۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ غنیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "اذا فرغ من التشهد قبل سلام الامام يكرره من اوله و قيل يكرره كلمة الشهادة و قيل تسكت و قيل يأتي با لصلاة و الدعاء و الصحيح انه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الامام اھ." (فتاویٰ مصطفویہ جلد دوم صفحہ ۲۷) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی
۱۸ رشوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ: -از: زین العابدین، موراواں، اناؤ

نماز کے لئے کھڑے ہونے پر ایڑیوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہئے یا پنجوں کے درمیان؟ بینوا توجروا.

الجواب: - دونوں پیر کے پنجوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہئے نہ کہ ایڑیوں کے درمیان۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۶۳ پر ہے۔ اور شامی جلد اول صفحہ ۴۴۴ میں ہے: "ينبغي أن يكون بينهما مقدارا ربع اصابع اليد لانه اقرب الى الخشوع اھ." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۶ رصفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ: -از: محمد اجمل خان، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

رکوع میں گھٹنے پر ہاتھ کی انگلیاں کیسے رکھے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے اور انگلیاں خوب پھیلی ہوئی ہوں نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف

ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف اور ایک طرف فقط انگوٹھا۔ فتاویٰ قاضی خان مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۸۵ پر ہے: انما یفرج بین اصابعہ کل التفریج فی الرکوع اھ۔" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۷/صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رئیس نوری، شاہی مسجد، گھاس بازار، ناسک

بہار شریعت حصہ سوم میں جو نماز کی سنتیں بتائی گئی ہیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- فقہ کی کتابوں میں نماز کی سنتوں کی تعداد مختلف ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول میں اس کی تعداد ۲۳ ہے فتاویٰ عالمگیری میں ۲۶، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ۲۲، بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ۲۳، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ۵۱ اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ۴۰ ہے جب کہ بہار شریعت حصہ سوم میں ان کی تعداد ۹۰ ہے۔

لہٰذا کتب فقہ میں سنتوں کی تعدا مختلف ہونے سے ظاہر یہی ہے کہ بہار شریعت میں بتائی گئی نماز کی سنتیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں ہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی
۱۸/رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: مولانا ریحان رضا قادری، ماہم شریف، بمبئی

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کے بعد اگر اول سورۃ سے پڑھے تو پڑھنا مستحب ہے قرأت سری ہو یا جہری مگر بسم اللہ آہستہ سے پڑھی جائے گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قادری حنفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سنت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی سورت اول سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔ اور کچھ آیتیں کہیں سے پڑھے تو اس پر کہنا مستحب نہیں اور قیام کے سوا رکوع و سجود و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۳۴)

مراقی الفلاح صفحہ ۵۹ میں ہے: "تسن التسمیۃ اول کل رکعۃ قبل الفاتحۃ لانہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یفتتح صلاتہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔" اھ۔ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "تسن (ای التسمیۃ) سرا فی اول کل رکعۃ (و) لاتسن بین الفاتحۃ و السورۃ مطلقا و لو سریۃ و لاتکرہ

اتفاقا. " اھ ملخصاً (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ۳۶۲) ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۷۹ پر بھی ہے۔
لیکن اگر فاتحہ کے بعد سورۂ براءت ابتدا سے پڑھے تو بسم اللہ ہرگز نہ پڑھے البتہ اگر درمیان سورت سے پڑھنا ہو تو بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ فقہی پہیلیاں صفحہ ۵۶ پر طحطاوی علیٰ مراقی سے ہے: "تارة یکون الاتیان بها مکروها کما فی اول سورة برأة دون اثنائها فلیستحب." اھ. و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۹ر جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: حاجی محمد اسلام ٹھیکیدار، قصبہ مورانواں، ضلع اناؤ
امام نے نماز شروع کر دی تو بعد میں شریک ہونے والا مقتدی ثنا پڑھے گا یا نہیں اگر پڑھے گا تو کب؟ بینوا توجروا.
الجواب:- اگر امام بالجہر قرأت کر رہا ہو تو بعد میں شریک ہونے والا مقتدی ثنا نہیں پڑھے گا کہ قرآن شریف خاموشی کے ساتھ سننا فرض ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا." (پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۲۰۴)

البتہ امام اگر آہستہ قرأت کر رہا ہو تو ثنا پڑھے گا۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی تو مقتدی ثنا نہیں پڑھے گا اگرچہ بوجہ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو۔ امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے۔" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۷۹)

فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۹۰ میں ہے: "اذا ادرك الامام فی القراءة فی الرکعة التی یجهر فیها لایاتی بالثناء كذا فی الخلاصة هو الصحیح سواء كان قریباً او بعیداً او لا یسمع لصممه. اھ." اور شامی جلد اول صفحہ ۳۶۱ پر ہے: "ان كان الامام یجهر لایثنی و ان یسر یثنی. "اھ.

اور مقتدی نے امام کو رکوع یا سجدہ اولیٰ میں پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ ثنا پڑھ کر پالے گا تو پڑھ لے اور قعدہ یا دوسرے سجدہ میں پایا تو بہتر یہ ہے کہ بغیر پڑھے نماز میں شامل ہو جائے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۷۹ میں ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "لو ادركه راكعا او ساجدا ان اكبر رایه انه یدركه اتی به." اھ. (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۶۱)

مسبوق یعنی جس مقتدی کی بعض رکعتیں چھوٹ گئی ہوں وہ جب ان رکعتوں کو پڑھے تو شروع میں ثنا پڑھے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد سلام امام جب اسے پڑھنے کھڑا ہوا اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۱) اور فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۹۱ میں

ہے: "اذا قام الی قضاء ما سبق یأتی بالثناء اھ مخلصاً" واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲ر جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ذکی صدیقی، کسان ٹولہ، ہردوئی

جب امام جماعت کے بعد "اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" پڑھتے ہیں تو مقتدی بآواز بلند درود پاک پڑھتے ہیں اس پر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ درود پاک زور سے پڑھتے ہو تو سورۂ فاتحہ کے بعد آمین بھی زور ہی سے کہا کرو تو ایسا کہنے والوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اور کچھ لوگ امام کی دعا پر آمین نہیں کہتے بلکہ اپنی دعا دھیرے دھیرے مانگتے ہیں تو مقتدی اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دعا پر آمین کہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر مقتدی درود شریف یا دعا اتنی بلند آواز سے پڑھتے ہیں جس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل ہوتا ہے تو بیشک اس کی ہرگز اجازت نہیں اگر کوئی اس طرح پڑھتا ہو تو اسے طاقت بھر روکنے کا حکم ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۹۶ پر ہے۔ لہٰذا اگر وہ لوگ اسی وجہ سے منع کرتے ہیں تو حق پر ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس وقت نماز نہ پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور دعا مطلقاً امر محمود ہے چاہے جس طرح مانگی جائے جائز ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (پارہ ۲۴ سورہ مؤمن آیت ۶۰) لیکن تنہا دعا مانگنے سے امام کی دعا پر آمین کہنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ جب زیادہ لوگ امام کی دعا پر امین کہیں گے تو وہ دعا اقرب بقبول ہوگی۔

پیشوائے اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''جماعت میں برکت ہے۔ اور دعا مجمع مسلمین اقرب بقبول، علماء فرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان صالح جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی ضرور ہوتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۷۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۲ر محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: صوفی محمد صدیق، ۲۰ر جواہر مارگ، اندور (ایم پی)

نماز میں اگر ایک سجدہ کرے اور دوسرا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نماز میں دونوں سجدہ کرنا فرض ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۷۰ پر فرائض نماز کے بیان میں ہے: منہا السجود الثانی فرض کا لاول باجماع الامۃ کذا فی الزاھدی اھ۔"

لہذا صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ اگر نماز کے آخر میں یاد آیا تو سجدہ کر لے پھر التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے اور اگر قعدہ یا سلام کے بعد کلام سے پہلے یاد آیا تو سجدہ کر کے التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے اور قعدہ بھی کرے کہ وہ قعدہ باطل ہو گیا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''کسی رکعت کا کوئی سجدہ رہ گیا آخر میں یاد آیا تو سجدہ کر لے پھر التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرے اور سجدہ کے پہلے جو افعال نماز ادا کئے باطل نہ ہوں گے ہاں اگر قعدہ کے بعد وہ نماز والا سجدہ کیا تو ضرور وہ قعدہ جاتا رہا اھ۔'' (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۵۱) اور علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاھا و لو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشھد ثم یسجد للسھو ثم یتشھد لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ اھ." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۴۲) اور اگر سلام وکلام کے بعد یاد آیا کہ ایک سجدہ رہ گیا ہے تو از سر نو نماز پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: سلامت حسین نوری

مسئلہ:- از: رضوی عرفان ہارون، بھورا، عثمان آباد، گلشن رضا، مالیگاؤں

اگر فرض نماز کے لئے مسجد میں پہنچے اور امام صاحب رکوع میں چلے گئے ہوں تو مقتدی نیت کر کے ثنا پڑھے یا رکوع میں چلا جائے۔ اگر ثنا پڑھے گا تو رکوع چھوٹ جائے گا تو اس موقع پر نماز کس طرح پڑھے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر امام کو رکوع میں پائے اور یہ غالب گمان ہو کہ ثنا پڑھے گا تو رکوع چھوٹ جائے گا تو ایسی صورت میں سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور بغیر ثنا پڑھے دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے۔ اور اگر امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے ثنا پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو ثنا پڑھ کر رکوع میں جائے کہ یہ سنت ہے۔ اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں ہی کہنا فرض ہے۔ بعض لوگ جو نہیں جانتے وہ یہ کرتے ہیں کہ امام اگر رکوع میں ہے تو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے جھکتے ہیں۔ اگر اتنا جھکنے سے پہلے اللہ اکبر ختم نہ کیا کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ اس کا خیال رکھنا لازم ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۹۳ میں ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: "من ادرک الامام فرکع قبل ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک تلک الرکعۃ." یعنی جس نے امام کو (رکوع میں) پایا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع کر لیا تو اسے وہ رکعت مل گئی۔ (بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۱۲۸) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۹۱ میں ہے: "ان ادرک الامام فی الرکوع اوالسجود یتحری ان کان اکبر رأیہ انہ لو اتی بالثناء ادرکہ فی شیء من الرکوع اوالسجود یأتی بہ قائما و الا یتابع الامام و لا

یأتی بہ اھ." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۲۵ رربیع الاول ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالمجید لونی، گنڈرحمٰن، کانڈریل، کشمیر

ماہنامہ کنز الایمان شمارہ جون ۲۰۰۱ء صفحہ ۴۳ پر کچھ فتاوے فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن شریف، درود شریف خواہ وظیفہ بلند آواز سے نہ پڑھا جائے جبکہ اس کی وجہ سے کسی نمازی مریض یا سوتے کو ایذا ہو۔ تو کیا یہ حکم تنہا بلند آواز سے درود شریف یا وظیفہ پڑھنے والوں کے لئے ہے یا ان مجلسوں پر بھی یہ حکم نافذ ہوگا جس میں درود شریف، نعت و مناقب پڑھے جاتے ہوں۔ واضح رہے کہ صوبۂ کشمیر میں عرصہ دراز سے پنج وقتہ نمازوں کے بعد ذکر بالجہر ہوتا ہے اور شام کو حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے خوف و دہشت طاری ہو جاتی ہے اور لوگ نماز عشاء کے لئے نکلنے میں گھبراتے ہیں جس کے سبب ہم لوگ آدھا یا پون گھنٹہ نماز عشاء سے پہلے سب مل کر لاؤڈ اسپیکر پر درود و سلام نعت و منقب کی محفل مناتے ہیں۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟ اور دیوبندی، وہابی اعتراض کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ذکر بالجہر کو منع فرمایا ہے اور اس کی آڑ میں اس ذکر کو بند کروانا چاہتے ہیں ان کا یہ اعتراض کہاں تک درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مساجد خدا کے ذکر کے لئے ہی بنائی گئیں ہیں اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی خدا ہی کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرنى." یعنی اے محبوب ہم نے آپ کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (شفا شریف جلد اول صفحہ ۲۰)

ماہنامہ کنز الایمان میں شائع اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فتاویٰ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ذکر بالجہر ہر صورت میں ناجائز ہے بلکہ اس وقت ناجائز ہے جب ذکر کی وجہ سے کسی نمازی کی نماز میں خلل واقع ہو یا مریض اور سونے والے کو تکلیف ہو جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو، نہ کسی نمازی یا سوتے کو تکلیف ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۸۶) اور ذکر بالجہر تنہا پڑھے یا مجالس میں اگر اس کی وجہ سے نمازی کی نماز میں خلل پڑے یا سونے والے کو تکلیف ہو تو منع ہے ورنہ نہیں۔

اور عشاء کے وقت سے آدھا یا پونہ گھنٹہ پہلے لاؤڈ اسپیکر پر ذکر بالجہر کرنا اس سبب سے کہ خوف و دہشت دور ہو جائز و درست ہے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ." یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں۔ (پارہ ۲ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۱)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر تحریر فرماتے ہیں کہ: "اذکرونی فی ملاء من الناس اذکرکم فی ملاء من الملائکۃ." یعنی تم مجھے لوگوں کی جماعت میں یاد کرو میں تمہیں فرشتوں کی جماعت میں یاد کروں۔ "اذکرونی فی الرخاء اذکرکم فی البلاء" یعنی تم مجھے فراغت میں یاد کرو میں تمہیں بلاء و مصیبت میں یاد کروں۔ "اذکرونی فی الیسر اذکرکم فی العسر" یعنی تم مجھے آسانی میں یاد کرو میں تمہیں سختی میں یاد کروں۔ (بحوالہ تفسیر سورۂ الم نشرح صفحہ ۳۹۱)

اور بقیہ اوقات میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور دیوبندی، وہابی اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرنے کے سبب کافر و مرتد ہیں۔ لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کی بات ہرگز نہ سنیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں حدیث شریف میں ہے: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم. "یعنی بد مذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: قاری محمد امیر الدین اشفاقی ناگوری، معلم جامعہ اسحاقیہ، جودھپور

امام فرض نماز کے بعد دعا مانگتا ہے اور اس دعا میں یہ آیت کریمہ: "لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْـتَ سُبْحٰـنَكَ اِنِّـیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" پڑھتا ہے اور مقتدی حضرات پیچھے آمین پکارتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز فرض کے بعد بطور دعا پڑھنا اور مقتدیوں کا پیچھے آمین کہنا جائز نہیں کیوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایسا کرنے سے فتاویٰ رضویہ کے اندر منع فرمایا ہے۔ زید کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا کہنا صحیح و درست ہے کہ اس آیت کو بطور دعا پڑھنا اور مقتدی پیچھے آمین کہیں جائز نہیں البتہ کوئی شخص کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو اس آیت کو بطور وظیفہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو وہ دعا کو قبول فرمالیتا ہے۔

رئیس المفسرین حضرت امام رازی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) ما دعا بها عبد مسلم قط و هو مكروب الا استجاب الله دعائه. عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال ما من مكروب يدعوا بهذا الدعا الا استجيب له." اھ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲) مگر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا قول اس کے متعلق نظر سے نہیں گذرا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۵ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: سید مرغوب احمد ضیائی، پالی

بعد نماز مصلی کا کنارہ موڑنا چاہئے یا نہیں؟ سنت طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "الشیاطین یستعملون ثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فیطوہ حتی ترجع الیھا انفاسھا فان الشیطان لایلبس ثوبا مطویا." یعنی شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کر تہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کئے ہوئے کپڑے کو نہیں پہنتا۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۹) اور معجم اوسط طبرانی میں ہے: "اطووا ثیابکم حتی ترجع الیھا ارواحھا فان الشیطان اذا وجد ثوبا مطویا لم یلبسہ و ان وجدہ منشورا لبسہ." یعنی کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آ جائے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۹)

اور ابن ابی الدنیا میں ہے: "ما من فراش یکون مفروشا لا ینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان." یعنی جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے اھ۔ ان احادیث سے اس کی اصل نکلتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۲ / ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد اسلم قادری، مسجد رضائے حق، کرم پورہ، نئی دہلی

زید جو مسجد کا امام ہے وہ بعد نماز بوقت دعا شجرۂ عالیہ یعنی یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے۔ یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے پڑھتا ہے۔ جس کی بنا پر عمرو بکر جو مقتدی ہیں زید کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دعا کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں جائز ہے تو زید پر شریعت کا حکم کیا ہے۔ اگر جائز ہے تو عمرو بکر پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مذکورہ شجرۂ عالیہ منظوم دعا ہے لہٰذا بعد نماز بوقت دعا اس کا پڑھنا جائز ہے اور اس دعا کے قبول ہونے کی قوی امید بھی ہے کہ اس میں ان محبوبان خدا کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ جن کے صدقے میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور خدا کے محبوب بندوں سے توسل جائز و محمود و مستحب ہے جس کا رواج اہل حق کے نزدیک زمانۂ نبوی سے آج تک ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ." یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ (پارہ ۶ سورۂ مائدہ آیت ۳۵)

اور وسیلہ بنانے سے روکنا وہابیوں، دیوبندیوں کا خاصہ ہے لہٰذا عمرو و بکر نے اگر صرف اس وجہ سے امام زید کے پیچھے نماز

پڑھنی ترک کردی ہے کہ نماز کے بعد بوقت دعا وہ شجرۂ عالیہ کا مذکورہ شعر پڑھتا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ دونوں گمراہ و بد مذہب ہیں اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے دور رہیں اور انہیں اپنے سے دور رکھیں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰)

لیکن اگر امام مذکور بعد نماز دعا میں مکمل شجرۂ عالیہ پڑھتا ہے جس میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اس بنا پر عمرو و بکر اس کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ حق بجانب ہیں کہ بعد نماز اتنی طویل دعا مانگنا جو نمازیوں پر گراں ہو ممنوع ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۴؍ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:-

عورتوں کو سجدہ کی حالت میں انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگانا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب:- عورتوں کو حالت سجدہ میں پیر کی انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے قول کے عورتوں کو بھی سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں لگانا چاہئے اس حکم میں عورتوں کا استثناء میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس کے متعلق فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں کہ: ''طبع اول کی تعلیق میں میں نے اس کی تائید کی تھی لیکن بعد میں خود بہار شریعت میں عورتوں کے سجدہ کی ہیئت کی تفصیل یہ دیکھی: ''عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے'' اھ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۸۳)

اس پر غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ عورتیں حکم مذکور سے مستثنیٰ ہیں اس لئے جب ان کے لئے حکم یہ ہے کہ پنڈلیاں زمین سے چپکائے رہیں تو پھر یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگائیں اس کے لئے پاؤں کا کھڑا کرنا ضروری ہوگا جس کے نتیجے میں پنڈلیاں زمین سے جدا ضرور ہوں گی اھ۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۸۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

باب الامامۃ

امامت کا بیان

مسئلہ: ۔از: عبدالمنان، عبدالرحمٰن نگینہ مسجد، نگینہ چوک، ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ ایک سنی عالم دین جمعہ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے نام کبھی لیتے ہیں اور کبھی نہیں لیتے تو کیا ایسے عالم دین کی امامت صحیح ہے؟ اور وہی عالم دین منبر پر بیٹھ کر سیاسی گروہ بندی کے حق میں تقریریں کرتے ہیں۔ اسلام دشمن جماعت سے دوستی وتعلق رکھتے ہیں۔ ان کے مذہبی جلوس میں صرف شرکت ہی نہیں کرتے بلکہ پورے شہر میں گشت کرتے ہوئے جلوس کی رہبری میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اور اس حالت میں نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کا ساتھ دینا اور مالی امداد اور تعاون کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر مستحب ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۴۴ میں ہے: "یندب ذکر الخلفاء الراشدین" اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ "دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو اور خلفاء راشدین وعمین مکرمین حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہو۔" (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۹۷)

اور جب خلفائے راشدین کا ذکر خطبہ میں صرف مستحب ہے تو اس کے ترک سے عالم مذکور کی امامت کی صحت پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۶ پر مستحب کے بارے میں ہے کہ "اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں اھ۔"

باقی باتیں جو عالم مذکور کے بارے میں درج ہیں۔ اگر واقعی یہ ساری باتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں تو فاسق معلن ہے بلکہ اس پر حکم کفر ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان وشوکت بڑھانا کفر ہے۔" (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۳۲)

لہذا تاوقتیکہ وہ علانیہ توبہ وتجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس کا ساتھ دینا اور مالی امداد وتعاون کرنا جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ"۔ (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"۔ (پارہ ۱۲ رکوع ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸؍رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ: ۔از: جمال احمد قادری نیپال گنج ضلع بانکے (نیپال)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ نانپارہ سے چھ کلومیٹر دوری پر ایک گاؤں آباد

ہے اور اس گاؤں میں چند گھر وہابیوں کے بھی ہیں اور اسی گاؤں میں تین سنی عالم ہیں زید، بکر، عمرو زید و بکر وہابیوں کو کھلے کافر بتاتے ہیں اور عمرو وہابیوں کے یہاں میلاد پڑھنے کے لئے جاتا ہے۔ اب لوگوں کا اعتراض ہے کہ عمرو وہابی کے یہاں میلاد پڑھنے جاتے ہیں تو عمرو کی اقتدا کیسی ہے؟ اور عمرو کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور عمرو کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اور نیز چند لوگ جو اپنے کو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہابیوں کے یہاں شادی بیاہ میں آتے ہیں اور ان کو اپنے گھر بلاتے ہیں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید و بکر جو وہابیوں کو کافر بتاتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں اھ تلخیصا'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰)

اور عمرو اگر صرف وہابیوں کے یہاں میلاد پڑھ دیتا ہے مگر ان کے یہاں کھاتا پیتا نہیں ہے نہ ان سے میل جول رکھتا ہے نہ ان کو سلام کرتا ہے اور نہ ان کے سلام کا جواب دیتا ہے اور کلام ان سے ترش روئی کے ساتھ کرتا ہے تو حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے۔ ان کے یہاں کھاتا پیتا ہے اور ان سے سلام کلام کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں تاوقتیکہ وہ توبہ کر کے ان سے دور نہ رہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی وہابیوں اور دیوبندیوں وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام و کلام حرام، انہیں پاس بیٹھانا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مر جائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل و کفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انہیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام اور انہیں ایصال ثواب کرنا حرام۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰)

اور جو لوگ کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہابیوں کے یہاں شادی بیاہ میں آتے ہیں اور ان کو اپنے گھر بلاتے ہیں ان کو بتایا جائے کہ یہ حرام ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰)

لہٰذا اگر وہ لوگ توبہ کر کے وہابیوں کے یہاں کھانے اور ان کو اپنے یہاں کھلانے سے باز آجائیں تو بہتر ورنہ مسلمان ان سے بھی دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ". (پارہ ۷، رکوع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد عالم زید پوری، زید پور، بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید بینا ہے اور خشخشی داڑھی رکھتا ہے اور عمرو نابینا ہے اور شرع کے مطابق داڑھی رکھتا ہے دونوں شخص امامت کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں امامت کرنے کا حق کس کو ہے آیا زید کو یا عمرو کو؟ بینوا توجروا.

(۲) ایک حافظ صاحب جو بظاہر باشرع ہیں لیکن بینائی کمزور ہے نیز ہاتھوں کی کچھ انگلیاں کسی سبب سے زائل ہوگئی ہیں اب ایسی حالت میں حافظ صاحب امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۳) کیا داڑھی منڈے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے اگر چہ تراویح ہی کی نماز کیوں نہ ہو؟ جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ''گذاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست۔'' یعنی داڑھی کو ایک مشت تک چھوڑ دینا واجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۱۲) اور در مختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۶۱ میں ہے۔ "یحرم علی الرجل قطع لحیته." یعنی مرد کو اپنی داڑھی کا کاٹنا حرام ہے۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ)

لہذا داڑھی کتا کر خشخشی رکھنے والا زید ارتکاب حرام کے سبب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ایسا ہی تمام کتب فقہ میں ہے۔ اور نابینا کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) حافظ صاحب اگر صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ اور صحیح القراءۃ ہوں تو وہ امامت کر سکتے ہیں اگر چہ بینائی کمزور ہو اور ہاتھوں کی کچھ انگلیاں نہ ہوں۔ البتہ اگر کوڑھ کی وجہ سے کچھ انگلیاں زائل ہوگئی ہوں تو حافظ مذکور امامت نہ کریں کہ اس صورت میں ان کی امامت باعث تقلیل جماعت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے اگر چہ تراویح ہی کی نماز کیوں نہ ہو در مختار میں ہے: "کل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اه." واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ رشوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: الطاف بن محی الدین رئیس، مقام منور تحصیل پال گھر، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں زید کا کہنا ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ رکوع پالے تو رکعت مل گئی یہ کیسے درست ہو سکتا ہے جبکہ قراءت، قیام فرائض میں سے ہے چھوٹ گئے ہیں۔ زید شافعی المسلک ہے بکر نے کہا امام کو رکوع میں اس

طرح پالے کہ پہلے سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے قیام کا فرض ادا ہو جائے گا، دوسری تکبیر انتقال کہہ کر رکوع میں جائے امام کا سر اٹھانے سے پہلے۔ رہی قراءت فرض تو وہ امام کے ذمہ ہے مقتدی پر خاموش رہنا واجب ہے۔ لیکن زید مطمئن نہیں ہے چونکہ سورۂ فاتحہ ان کے یہاں پڑھا جاتا ہے امام کی اقتدا میں۔ اس کی وضاحت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- حدیث شریف میں ہے: "من كان له امام فقراءة الامام قراءة له." یعنی جس شخص کے لئے امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ اس حدیث کے متعلق عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی صفحہ ۱۵۱ پر ہے:

"هذا الحديث اخرجه ابن حبان من حديث انس و الدار قطني من حديث ابن عباس و ابي هريرة و ابن عدي في الكامل من حديث ابي سعيد الخدري و الدر قطني من حديث ابن عمرو ابن ماجة و محمد في المؤطا و الدار قطني و البيهقي وغيرهم من حديث جابر رضي الله تعالىٰ عنهم."

لہذا جب امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے اور امام نے قراءت کر لی ہے تو مقتدی کی قراءت کا فرض ادا ہو گیا بکر نے صحیح کہا۔ زید جبکہ شافعی المذہب ہے تو وہ حنفی مسائل کے دلائل سے کبھی مطمئن نہیں ہوگا جیسے کہ حنفی المذہب شافعی مسائل کے دلائل سے مطمئن نہیں ہوتا۔ تو اس طرح کے مسائل میں اپنا اور کسی مفتی کا وقت ہرگز ضائع نہ کریں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳/ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: مفیض الرحمٰن خاں، محلہ درگاہ، بھدرک، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم نے زید پر بدفعلی کا الزام لگایا مگر کوئی گواہ نہیں اس بنیاد پر لوگوں نے زید کو مجرم نہیں ٹھہرایا تو کیا بدفعلی کرنے کے لئے کوئی گواہ مقرر کرے گا۔ اور طالب علم سے حلف نہیں لی گئی اور نہ زید سے۔ زید نائب امام ہے کچھ لوگ زید کو مجرم ٹھہرا کر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- لواطت یعنی مرد کا کسی مرد یا لڑکے کے ساتھ بدفعلی کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ." (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) اور شامی مبحث اللواطۃ جلد سوم صفحہ ۱۵۶ مطبوعہ نعمانیہ میں ہے: "يكفي في الشهادة عليها عدلان لا اربعة."

لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ بدفعلی کے گواہ نہیں تو وہ ثابت نہیں جو لوگ زید کو مجرم ٹھہراتے ہیں اور بغیر کسی وجہ شرعی کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اگر کسی کے اس بیان پر کہ فلاں شخص نے ہمارے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ اس شخص کو مجرم قرار دیا جائے تو کسی کی عزت محفوظ نہیں رہے گی جو شخص جس کے بارے میں چاہے گا جھوٹا الزام لگا کر اسے

ذلیل ورسوا کردے گا۔

یہ صحیح ہے کہ اگر کوئی بدفعلی کرنا چاہے گا تو وہ گواہ مقرر کرکے ان کے سامنے بدفعلی نہیں کرے گا لیکن گواہ مقرر کرنے ہی سے گواہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ اگر کوئی بدفعلی کر رہا ہے اور لوگوں نے دیکھ لیا تو وہ گواہی دے سکتے ہیں۔اور طالب علم سے حلف لینا بیکار ہے کہ اس کی حلف سے جرم ثابت نہ ہوگا اس لئے لوگوں نے اس سے حلف نہ لیا۔اور زید سے بھی حلف لینا بیکار ہے اس لئے کہ اگر وہ حلف سے انکار کرے تب بھی جرم ثابت نہ ہوگا۔فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۵۴۵ پر زیلعی سے ہے:"لا یکون النکول فی الحدود حجة و لهذا لم يحلف فيها. و الله تعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ رشوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ:۔از: حافظ وقاری غفران احمد، سبزی فروشان، اندور (ایم پی)

عمامہ شریف کی مقدار اور باندھنے کا طریقہ فقہ شافعی میں کیا ہے؟ ہمارے یہاں جامع مسجد شافعی مسلک کی ہے اور امام بھی شافعی ہے۔ایک سفید رومال تقریباً چار ہاتھ سر پر باندھ لیتے ہیں بیچ میں ٹوپی بالکل خالی رہتی ہے۔زید نے کہا کہ یہ عمامہ کی کوئی مقدار نہیں ہے اور ٹوپی کھلی نہیں رہنی چاہئے تو شافعی امام نے کہا مسلک شافعی میں عمامہ کی کوئی مقدار نہیں ہے اور ٹوپی کھلی رہے تو نماز میں کوئی کراہت نہیں ہوتی ہے عرض ہے کہ ایسے شافعی امام جو کہ رومال لپیٹ لے ٹوپی کھلی رہے تو اس کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس مسئلہ میں شافعی مسلک معلوم کرنے کے لئے کسی شافعی دارالافتاء سے رابطہ قائم کریں۔البتہ مسلک حنفی میں اعتجار اس صورت میں ہے کہ عمامہ کے نیچے سر کو چھپانے والی کوئی چیز نہ ہو۔ایسا ہی فتاوی امجدیہ جلد اول ص ۳۹۹ میں ہے۔اور اعتجار کے ساتھ نماز مکروہ ہے۔حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:"يكره اشتمال الصماء و الاعتجار اه." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۸۲) اور اس کے تحت شامی میں ہے:"نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عنه وهو شد الرأس او تكوير عمامته على راسه و ترك وسطه مكشوفا اه."

اور اگر شافعی امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہو تو ایسی صورت میں حنفی کو سرے سے اس کی اقتداء جائز نہیں نماز اس کے پیچھے باطل ہے او خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔اور اگر طہارت و فرائض و ارکان میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو بلا کراہت نماز جائز ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۹۹ میں ہے۔اور علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:"تكره خلف مخالف كشافعي لكن فى الوتر. البحر ان تيقن المراعاة لم يكره او عدمها لم يصح و ان شك كره اه." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۱۶) اور اس کے تحت شامی میں ہے:"قال كثير من المشايخ ان كان عادته مراعاة

مواضع الخلاف جاز و الافلا اھ۔"

لہٰذا صورت مسئولہ میں شافعی امام کی اقتداء میں حنفی مقتدی کی نماز مکروہ نہ ہوگی کہ مذکورہ صورت میں اعتجار نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶/ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: عبدالسبحان قادری، ملولی گوسائیں گنج، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کا داہنا ہاتھ کہنی سے کٹا ہوا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید جس شخص کا داہنا ہاتھ کہنی سے کٹا ہوا ہے اگر وہ وضو وغسل وغیرہ صحیح کر لیتا ہے اور اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ جو لوگ کہ مسئلہ نہیں جانتے اور صرف ہاتھ کٹا ہونے کی بنیاد پر زید کے پیچھے نماز ناجائز بتاتے ہیں حدیث شریف کے مطابق آسمان وزمین کے فرشتوں کی ان پر لعنت ہے۔ لہٰذا وہ توبہ کریں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "من افتی بغیر علم لعنته ملائكة السماء و الارض۔" رواہ ابن عساکر۔ یعنی جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا آسمان وزمین کے فرشتوں نے اس پر لعنت کی۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۱۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲/ربیع الآخر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: کفیل احمد، سکراول پورب ٹانڈہ، امبیڈکرنگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) زید ایک سنی عالم ہے وہابیوں کی صحبت میں رہتا ہے اس کے ساتھ کھاتا پیتا، اٹھتا بیٹھتا ہے اور وہابیوں کی شادی میں نکاح بھی پڑھاتا ہے اور اپنے آپ کو سنی بھی کہتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۲) ٹیلی ویژن دیکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ان دونوں مسئلوں کا جواب خوب وضاحت کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب:- (۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریات دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اس میں ان کے موافق یا کم ازکم ان کے حامی یا انہیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ صریح کفر ہیں تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہوں یا بظاہر مقلد۔'' (فتاویٰ رضویہ

جلد سوم صفحہ ۱۷۰) اور اسی جلد کے صفحہ ۲۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں: ''مرتدین سے میل جول حرام ہے۔'' لہٰذا وہابیوں سے میل جول رکھنے ان کی شادی وغیرہ میں شرکت کرنے کے سبب زید فاسق معلن ہے۔ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے رد المحتار میں ہے: "مشی فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم" اھ درمختار ج ا ص ۳۲۷ میں ہے: "كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اھ." و الله تعالىٰ اعلم.

(۲) ٹیلی ویژن دیکھنا حرام و ناجائز ہے اور اس کو دیکھنے والے فاسق ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ جواب نمبر ا میں گذرا۔ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۴ ر ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔ از: عبد الغفار نوری بابا، ہاتھی پالا، اندور (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

زید دوسرے کی عورت کو اپنے نکاح میں رکھے ہوئے ہے۔ جس سے کئی بچے بھی ہو چکے ہیں۔ اب ایسی صورت میں زید یا اس کے بچے امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ جان بوجھ کر دوسرے کی منکوحہ سے نکاح سخت ناجائز و حرام ہے اور اس سے صحبت زنائے خالص ہے بلکہ اگر دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۰ میں ہے: "لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره و كذلك المعتدة كذا فى السراج الوهاج اھ."

لہٰذا اگر واقعی زید دوسرے کی عورت کو اپنے نکاح میں رکھے ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور فاسق و فاجر ہے۔ اور فاسق کو امام بنانا گناہ اس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا پھیرنا واجب۔

علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه و تساهله فى الاتيان بلوازمه فلا يبعد من الاخلال ببعض شروط الصلاة و فعل ماينافيها بل هو الغالب بالنظر الى فسقه اھ." (غنیہ صفحہ ۴۷۹) اور علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اھ." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷)

زید اور مذکورہ عورت دونوں پر لازم ہے کہ فوراً بلا تاخیر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں پھر دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں کا سختی سے بائیکاٹ کریں ان کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سلام و کلام سب ترک کر دیں۔ اور ان کے یہاں شادی بیاہ میں ہرگز شرکت نہ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و اما ينسينك الشيطن

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین." (پارہ ۷ رکوع ۱۴)

اور اس صورت میں زید کے جولڑ کے اس عورت سے ہیں وہ ولد الزنا ہیں۔ اور ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے کہ اس جماعت میں اور کوئی اس سے بہتر موجود ہو اور اگر یہی مستحق امامت ہے تو مکروہ نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۱۵ میں ہے: "یکرہ امامۃ عبد و اعرابی و فاسق و ولدالزنا ھذا ان وجد غیرھم و الا فلاکراھۃ اھ." ملخصاً اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۱۷ میں بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ: -از: مرزا عبدالسلام، چکوہ ٹولہ، پرانی بستی

والدین کی نافرمانی کرنا ان سے بدکلامی کرنا علمائے دین کی توہین کرنا اپنے استاذ اور شہر کے حفاظ سے طنزیہ مذاق کرنا اپنے کو بڑا سمجھنا، جان بوجھ کر فجر کی نماز قضا کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا یہ سب ان کی خصلتوں میں سے ہیں تو کیا یہ امامت کے لائق ہیں اور ان کے پیچھے نماز درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَاتَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَاتَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" یعنی ماں باپ کو اف نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (پارہ ۱۵ سورۂ اسراء آیت ۲۳) اور حدیث شریف میں ہے: "من اصبح عاصیا للہ فی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان من النار ان کان واحدا فواحدا قال رجل و ان ظلماہ قال و ان ظلماہ و ان ظلماہ و ان ظلماہ." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس حال میں صبح کی کہ والدین کے بارے میں خدائے تعالیٰ کا نافرمان بندہ رہا تو اس کے لئے صبح ہی کو جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے کہا اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں۔ حضور نے فرمایا اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۲۱)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا، تحقیر کرتا ہے، تو سخت فاسق فاجر ہے۔ اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے: "من ابغض عالما من غیر سبب خیف علیہ الکفر." (فتاوی رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۴۰)

اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''ہر مکلف یعنی عاقل بالغ پر نماز فرض عین ہے جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۰) اور خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ." (پارہ ۳ سورۂ آل عمران آیت ۶۱) اور حدیث شریف میں ہے: "ان الکذب فجور و ان الفجور یھدی الی النار." یعنی

جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔(مشکوۃ شریف صفحہ۴۱۲)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتاً فَکَرِهْتُمُوْهُ." یعنی اور تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا۔(پارہ ۲۶ سورۂ حجرات آیت ۱۲)اور فتاویٰ رضویہ جلد نہم کے اسی صفحہ پر غیبت کے تعلق سے ہے کہ:''غیبت تو جاہل کی بھی سوا صور مخصوصہ کے حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے۔قرآن عظیم میں اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا فرمایا اور حدیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"ایاکم و الغیبة فان الغیبة اشد من الزنا ان الرجل قدیزنی و یتوب فیتوب اللہ علیه و ان صاحب الغیبة لایغفر له حتی یغفر له صاحبه." غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور غیبت کرنیوالے کی بخشش ہی نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی تھی''اھ

لہٰذا اگر واقعی امام میں مذکورہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ سخت گنہگار، لائق غضب قہار فاسق و فاجر ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے یعنی اگر پڑھ لی تو اس نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔درمختار میں ہے:"کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها." و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۶ رربیع الاول ۲۲ھ

مسئلہ:۔از: محمد صدیق نوری، اندور، ایم۔پی

حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ایک دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مقتدی حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی جس بھی مسلک کا ہو اگر اسے معلوم ہے کہ ہم جس امام کی اقتدا کر رہے ہیں اس امام میں وہ بات ہے جس کے سبب ہمارے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اسے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا حرام اور اس کی نماز باطل ہے چاہے وہ امام حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع ہے اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت و احتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں ہمارے مذہب کی رعایت کی ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سنی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے۔اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۳۸ میں ہے۔

حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:"تکره خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر، ان

تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمها لم یصح و ان شك کرہ اھ۔" (درمختار مع شامی اول صفحہ ۴۱۶) اور اس کے تحت شامی میں ہے: "قال کثیر من المشایخ ان کان عادته مراعاۃ مواضع الخلاف جاز و الا فلا اھ۔" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷؍رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اکبر رضا، رضائے مصطفیٰ کمیٹی، شانتی نگر، بھیونڈی

(۱) زید جو کہ امامت کرتا ہے لیکن کھلے عام حرام کام کا ارتکاب کرتا ہے مثلاً کھلے عام گندی گندی گالیاں دیتا ہے، مسائل شرعیہ پوچھنے پر اکثر غلط بتاتا ہے۔ تو زید کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ زید پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

(۲) زید جو ایک مسجد میں امامت کرتا ہے مگر ہر رمضان میں زکاۃ فطرہ کی رقم جمع کر کے مسجد میں لگاتا ہے۔ زید کا ایسا کرنا عندالشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) زید جو ایک مسجد میں امامت کرتا ہے لیکن رنگین فوٹو کھینچواتا ہے۔ زید کا البم رنگین فوٹو سے بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا قرآن وسنت کی روشنی میں زید پر کیا حکم ہوگا؟ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ حکم شرع قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:- (۱) اللہ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ۔" یعنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔ (پارہ ۸ سورۂ انعام آیت ۱۵۲) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "سباب المسلم فسوق۔" یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۱) اور حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاہ۔" یعنی جسے بغیر علم کے کوئی فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۵) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض. رواہ ابن عساکر۔" یعنی جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا آسمان وزمین کے فرشتوں نے اس پر لعنت کی۔ (کنز العمال جلد ۵؍ہم صفحہ ۱۱۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید حرام کام کا ارتکاب کرنے، گالی گلوج بکنے اور مسائل شرعیہ پوچھنے پر غلط بتانے کے سبب فاسق وفاجر اور سخت گنہگار مستحق عتاب جبار ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ اور اس عیب کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "الفاسق کالمبتدع تکرہ امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم اھ۔" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۱۴) اور حضرت علامہ

حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اه." (درمختار مع ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۳۷)

اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اور مسلمان اس سے ہرگز کوئی مسئلہ دریافت نہ کریں۔ اور اسے اس وقت تک امامت سے برطرف رکھیں جب تک کہ توبہ کے بعد خوب اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ اپنے توبہ پر قائم ہے۔ اور اپنی پرانی عادتوں کو ترک کر چکا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد سوم صفحہ ۴۶۸ میں ہے: "الفاسق اذا تاب لاتقبل شهادته مالم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة اه." و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

(۳) زکاۃ وفطرہ کی رقم بغیر حیلۂ شرعی مسجد میں صرف کرنا سخت ناجائز وحرام ہے کہ یہ صدقۂ واجبہ میں سے ہیں۔ اور ان میں غریب کو مالک بنانا شرط ہے۔ جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۸ پر ہے: "و یشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة و لایصرف الی بناء مسجد اه ملخصاً." اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول ۱۸۸ میں ہے: "لایجوز ان یبنی بالزکاة المسجد." اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''زکاۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز وتکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی۔ اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کردیں اور وہ صرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا، بلکہ حدیث میں آیا اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گذرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ دینے والے کے لئے۔ اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۲۴ بحوالۂ ردالمحتار)

لہٰذا صورت مسئولہ میں امام مذکور اگر زکاۃ وفطرہ کی رقم حیلۂ شرعی کے بعد مسجد میں صرف کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر بغیر حیلۂ شرعی مسجد میں لگاتا ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق غضب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور بغیر حیلۂ شرعی زکاۃ و فطرہ کی رقم مسجد میں ہرگز نہ صرف کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی امامت کا بھی وہی حکم ہے جو جواب ۲ میں گذرا۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

(۴) تصویر کھینچنا یا کھنچوانا یا تعظیماً اسے اپنے پاس رکھنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ اس بارے میں احادیث کثرت سے وارد ہیں۔ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لاتدخل الملائکة بیتا فیه کلب و لاصورة." (مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۰) پھر اسی صفحہ پر دوسری روایت میں ہے: "ان من اشد الناس عذاباً یوم القیمة الذین یشبهون بخلق اللّٰه." یعنی بے شک نہایت سخت عذاب روز قیامت ان تصویر بنانے والوں پر ہوگا جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید فوٹو کھنچواتا ہے تو وہ فاسق معلن اور سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اور تمام تصویروں کو پھاڑ کر پھینک دے۔ اور اس کی امامت کا بھی وہی حکم ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں

گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۵/جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: مناظر علی، مینو چوڑی گار محلہ، پالی، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر میں ایک امام ماحول خراب کررہا ہے۔ اور دین کی توہین کرتا ہے جب غیر مسلم عورتیں تعویذ کے لئے آتی ہیں تو ان کو ہندوؤں کے منتر پڑھ کر تعویذ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے اسے مندر پر چڑھادے اور وہ دین کے پیشواؤں کی توہین بھی کرتا ہے۔ نماز میں قراءت کرتا ہے تو غلط پڑھتا ہے۔ اگر کوئی لقمہ دیتا ہے تو کہتا ہے اپنا قرآن لاؤں گا میرا قرآن الگ ہے۔ تعویذ کے نام پر چار چوراہوں کی مٹی مانگتا ہے۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- اگر واقعی امام مذکور میں وہ تمام خرابیاں پائی جارہی ہیں جو سوال میں درج ہیں تو وہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اگر چہ وہ عالم ہو۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۶۳ پر مراقی الفلاح سے ہے: "کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للامامة اھ."

اگر عام قرآن کے علاوہ اس کا الگ قرآن ہے تو وہ کافر ہے اس امام کے پیچھے نماز باطل ہوگی ایسے شخص پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۳/رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-

جس شخص کی بیوی سر بازار دوکان پر بیٹھ کر خرید فروخت کرتی ہو یا بے پردہ باہر چلتی پھرتی ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر باہر نکلنے اور دوکان پر بیٹھ کر خرید وفروخت کرنے میں اس کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً اتنا باریک کہ بدن چمکے یا اونچے کہ ستر عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک کہ جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آثار بدوضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہو کر باوصف قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ "فان الدیوث من لا یغار علی امرأته او محرمه کما فی الدر المختار وهو فاسق واجب التعزیر فی الدر لواقر علی نفسه بالدیاثة او عرف بها لایقتل مالم یستحل و یبالغ فی تعزیره الخ و

الفاسق تکرہ الصلاۃ خلفہ." ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۵ میں ہے
شوہر پر فرض ہے کہ عورت کو ذکر کردہ اطوار قبیحہ سے روکے ارشاد باری تعالیٰ ہے:" یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا." یعنی اے ایمان والو خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ۔ (سورۂ تحریم آیت ۶) اور اگر شوہر بیوی کو سر بازار گھومنے یا بے حجاب چلنے سے حتی الامکان روکنے کی کوشش کرتا ہے اور عورت پھر بھی نہیں مانتی تو مرد پر الزام نہیں رہے گا۔ یعنی اب اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے فرمان خداوندی ہے:" لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ." یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (سورۂ انعام آیت ۱۶۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی
۵ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: سید شوکت علی نوری برکاتی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت کہ جو امام ہفتہ میں تین کبھی چار مرتبہ فجر کی نماز قضا پڑھنے کا عادی ہو انہیں پابندی کرنے کو کہا جائے تب بھی اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ اور اس فعل کی وجہ سے مقتدی ناراض ہوں بعض مقتدی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں کہ امام صاحب خود ذمہ دار ہیں۔ تو صورت مسئولہ میں لاپرواہ غیر پابند شخص کو امام کی حیثیت سے رکھنا شرعاً درست ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ کیا امام کے لئے پابندی کرنا ضروری نہیں ہے کیا امام کے ساتھ مسجد کمیٹی بھی اس کی ذمہ دار ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- فجر کی نماز قضا کرنے میں اگر امام کی لاپرواہی کا دخل ہے تو وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور پابندی نماز کی فکر کرے۔ عشاء بعد فوراً سو جائے تاکہ صبح جلد اٹھ سکے اور اگر امام استطاعت رکھتا ہو تو بلند آواز کی الارم گھڑی خریدے۔ اگر وہ نہیں خرید سکتا تو مقتدی چندہ کر کے خرید دیں۔ اگر وہ لوگ نہ خریدیں تو مسجد سے اس کا انتظام کریں۔ یا نمازیوں میں جو سب سے پہلے مسجد میں آتا ہو وہ امام کو جگا دیا کرے۔ یا مؤذن اگر تنخواہ دار ہو تو امام کا جگانا اس کے ذمہ لازم کر دیں۔ فجر کی نمازوں کی قضا کے سبب اگر وہ توبہ نہ کرے یا مذکورہ صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ بھی آئندہ وہ نماز کی پابندی نہ کرے تو اس کو رخصت کر دیں کہ ایسے شخص کو امام رکھنا درست نہیں اس لئے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے یعنی اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ میں ہے:" کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا اھ." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حنیف القادری
۲۹ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔از: شکیل اختر، سنبھل مرادآباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ انصاری کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی عمرو کا قول ہے کہ نماز پنجگانہ انصاری ہو یا منصوری یا کوئی اور دوسری برادری ہو بشرطیکہ وہ صلاحیت امامت رکھتا ہو نماز ہوجائے گی از روئے شرع بتایا جائے کہ کس کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ عمرو کا قول صحیح ہے بے شک نماز کی امامت کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں کہ اسی قوم کا آدمی نماز پڑھائے بلکہ اس کے لئے مسائل نماز وطہارت کا علم، سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ اور صحیح القراءۃ غیر فاسق معلن ہونا ضروری ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "امام وہ بنایا جائے جو نماز وطہارت کے مسائل سب سے زیادہ جانتا اور قرآن مجید صحیح پڑھتا اور فاسق معلن نہ ہو اگرچہ یہ کسی قوم کا ہو۔" اھ (فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۲۸) اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۱۲ میں ہے: "الاحق بالامامة الا علم باحكام الصلاة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة و حفظه قدر فرض و قيل واجب و قيل سنة ثم الاحسن تلاوة و تجويدا للقراءة ثم الأورع اھ."

لہذا زید کا یہ کہنا کہ انصاری کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی غلط ہے۔ اس پر لازم ہے کہ بغیر علم کے غلط مسئلہ بتانے کے سبب توبہ کرے۔ بینوا توجروا.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ:۔از: محمد فاروق، برگدھی، بہرائچ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذا میں کہ زید جو خود کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے اور صوم وصلاۃ کا پابند ہے۔ داڑھی بھی حد شرع رکھتا ہے۔ قدرے تعلیم یافتہ بھی ہے۔ لیکن وہابی، دیوبندی سے میل جول رکھتا ہے۔ ان کے یہاں دعوت وغیرہ میں برابر شریک ہوتا ہے۔ رشتہ کے سلسلہ میں بھی کوئی احتراز نہیں کرتا ان کی اقتدا میں نماز بھی پڑھ لیتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کو امام بنانا اس کی اقتدا میں نمازیں پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کے مسطورہ حالات کے علم کے باوجود اس کی اقتدا میں جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ وہابی، دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے باعث بمطابق فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر ومرتد ہیں۔ لہذا شخص مذکور اگر وہابی دیوبندی کو مسلمان جان کران کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو ایسے شخص کی اقتدا میں نماز باطل محض ہے۔ اور اگر وہابی دیوبندی کو کافر جان کر کسی کی چاپلوسی یا دباؤ وغیرہ میں آکر اس کے پیچھے کھڑا ہوجاتا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اسے امام

بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔اور زید میں مذکورہ شرعی خرابیاں پائے جانے کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں سب کا لوٹانا واجب۔غنیہ میں ہے:"فی فتاوی الحجة اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یا ثمون اھ. ملخصاً" اور درمختار میں ہے:"کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اھ." ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۶۳ اور صفحہ ۲۷۰ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد کبیر الدین حبیبی مصباحی

۴/ ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:-

بکر نے اپنی بہو سے حرام کاری کی جس کے سبب وہ حاملہ ہوئی۔ جب بکر کا لڑکا بمبئی سے آیا اور حالات کا علم ہوا تو اس نے اپنی عورت کو مارا پیٹا اور اسے طلاق دیدی۔اس کے طلاق دینے کے بعد بکر نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا۔اب بکر سے اس کے بہو کے کئی بچے بھی ہیں۔بکر اکثر امامت بھی کرتا ہے۔لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کا اپنی بہو سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نکاح خواں از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب:- بکر کا اپنی بہو سے نکاح کرنا حرام قطعی ہے۔قال اللہ تعالیٰ: "وَ حَلَائِلُ اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ." یعنی حرام کی گئیں تم پر تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری پشت سے ہیں۔اور جبکہ نکاح ہی نہیں ہوا تو بکر پر فرض ہے کہ بہو کو اپنے سے الگ کردے اور عورت پر بھی فرض ہے کہ فوراً الگ ہوجائے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس کا بھی سختی سے اس طرح بائیکاٹ کریں کہ اس سے اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کلام، شادی بیاہ اور لین دین سب بند کردیں۔قال اللہ تعالیٰ: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ ۱۲ رکوع ۱۰)

بکر اپنی بہو کو بیوی بنا کر رکھنے کے سبب فاسق و فاجر، سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور مردود الشہادہ ہے۔اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں سب کا لوٹانا واجب۔غنیہ میں ہے:"لو قدموا فاسقا یأثمون اھ." اور ردالمحتار میں ہے:" مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه یعنی الفاسق کراهة تحریم اھ." اور درمختار میں ہے:"کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اھ." ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۶۳ اور ۲۷۰ میں ہے۔

اور نکاح پڑھانے والا از روئے شرع سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہے۔اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاح باطل ہونے کا اعلان کرے اور نکاحانہ روپیہ بھی واپس کرے۔اگر ایسا نہیں کرے تو اس کا بھی سب لوگ سماجی بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد کبیر الدین حبیبی مصباحی

مسئلہ:۔ از: محمد شاہد علی مصباحی، دار العلوم فیضان اشرف، باسنی ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جو امام مندرجہ ذیل صفات کا حامل ہو وہ مستحق امامت ہے یا نہیں بحوالۂ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں؟ (۱) محض طلب جاہ کے لئے علمائے شرع متین کے درپے آزار ہو۔ (۲) مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالتا ہو۔ (۳) علماء پر بلاوجہ بہتان تراشی کرتا ہو ہمیشہ ان کی عیب جوئی اور غیبت کرتا ہو۔ (۴) علماء کے مقابل فاسق معلن کا ساتھ دیتا ہو۔ (۵) دینی طلبہ کو مغلظات بکتا ہو۔ نیز ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ محض طلب جاہ کے لئے علماء کے درپے آزار ہونا، بلاوجہ ان کی بہتان تراشی کرنا، انہیں تکلیف پہنچانا، ان کی تحقیر وغیبت کرنا اور ان کے مقابل فاسق معلن کا ساتھ دینا اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا اور دینی طلبہ کو مغلظات بکنا سب کے سب ناجائز وحرام ہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''غیبت تو جاہل کی بھی سوا صور مخصوصہ کے حرام قطعی وگناہ کبیرہ ہے۔'' قرآن عظیم میں اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا فرمایا اور حدیث شریف میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایاکم و الغیبة فان الغیبة اشد من الزنا." غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے اھ۔ پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں اگر عالم کو اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا، تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف صفحہ ۱۴۰)

اور فرماتے ہیں اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ." وقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم. "ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث." (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۲۵) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتاً فَکَرِهْتُمُوْه." یعنی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا (پارہ ۲۶ رکوع ۱۴) اور فرمایا: "وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَّ اِثْماً مُّبِیْناً" یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۵۸) اور حدیث شریف میں ہے: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۲) دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "شرار عباد المشاؤن بالنمیمة المفرقون بین الاحبة." یعنی خدائے تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ (انوار الحدیث بحوالۂ احمد وبیہقی صفحہ ۴۱۵) اور حدیث شریف میں ہے: "سباب المسلم فسوق." یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۱) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ "یعنی اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔ (پارہ ۲ رکوع ۸)

لہٰذا اگر واقعی امام میں مذکورہ صفات پائی جاتی ہیں تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب۔ غنیہ صفحہ ۴۷۹ میں ہے: "لو قدموا فاسقا یأثمون اھ." اور ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۱۴ میں ہے: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه یعنی الفاسق کراهة تحریم اھ." اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اھ." اور جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد نمیر الدین جیبی مصباحی
۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ: - از محمد مختار احمد، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) زید غیر طلاق شدہ عورت (دوسرے کی منکوحہ) کو اپنے نکاح میں رکھے ہوئے ہے نیز اس کے کئی بچے بھی ہیں اب ایسی صورت میں زید یا اس کے بچے امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ زید جماع پر قادر نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس عورت سے جو بچے ہیں شریعت کی روشنی میں کس کے قرار پائیں گے؟ اور کیا صرف گاؤں والوں کے ایسا کہنے سے زید کے لڑکوں کو ولد الزنا کہا جا سکتا ہے؟ نیز اس کے بچوں کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور درست ہے تو نہ پڑھنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - صورت مستفسرہ میں زید سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور فاسق معلن ہے۔ زید پر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے الگ کر دے اور عورت پر بھی فرض ہے کہ فوراً اس سے الگ ہو جائے۔ اور دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے قطع تعلق کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اگر پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنا واجب۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۶۳ پر غنیہ کے حوالہ سے ہے: "لو قدموا فاسقا یأثمون اھ." اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اھ."

زید کے لڑکے کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو۔ اور اگر حاضرین میں وہی لائق امامت ہے تو مکروہ بھی نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۱۳ پر ہے "یکره امامة عبد و اعرابی و ولد الزنا الی قوله الا ان یکون اعلم القوم اھ. ملخصاً." البتہ اگر اہل جماعت اس سے نفرت کریں

اور اس کے باعث تقلیل جماعت ہو تو اسے امام بنانے سے احتراز چاہئے۔ اگرچہ وہ خود بے قصور ہے۔ لیکن اگر دوسرا امام نہ ملے تو ضروری ہے کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ اس عذر سے ترک جماعت جائز نہیں فان الواجب لایترک لاجل خلاف اولیٰ کما ھو مذکور فی کتب الفقھیۃ. واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) صورت مسئولہ میں زید کی عورت سے جو بچے ہیں شرعاً اسی کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الولد للفراش." یعنی لڑکا شوہر کا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۷) اور بدگمانی وتہمت سخت ناجائز و حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ." اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث اھ. ملخصاً" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۲۵)

اس لئے صرف گاؤں والوں کے کہنے سے زید کے لڑکوں کو ولد الزنا نہیں کہہ سکتے جیسا کہ حدیث مذکور سے ثابت ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو انہیں سخت سزا دی جاتی۔ موجودہ صورت میں ان پر توبہ لازم ہے۔ اور زید کے لڑکے کی امامت بلاکراہت درست ہے جبکہ قابل امامت ہو۔ اور ولد الزنا سمجھ کر جو لوگ ان لڑکوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ سخت گنہگار ہیں ان پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ممیر الدین جیبی مصباحی

۱۲ ر جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: شرافت حسین عزیزی ثاقب، ارما، دھنباد

ایک حافظ جو ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے وہ امام کی غیر موجودگی میں داڑھی منڈوں اور ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والوں کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انھکوا الشوارب و اعفوا اللحی." یعنی مونچھوں کو خوب کم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "یحرم علی الرجل قطع لحیتہ." (درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۴۰۷) اور تحریر فرماتے ہیں: "الاخذ منھا (ای من اللحیۃ) و ھی دون ذلک (ای القبضۃ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ و مخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد و اخذ کلھا فعل یھود الھند و مجوس الاعاجم." (درمختار مع شامی جلد ۲ صفحہ ۴۱۸) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۹۷)

لہٰذا اگر واقعی حافظ مذکور ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے تو وہ مرتکب حرام اور فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے کسی کو نماز پڑھنا جائز نہیں خواہ فاسق ہوں یا غیر فاسق۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پابند شرع امامت کے لائق نہ مل سکے تو سب لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''فاسق معلن ہے تو اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی غنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یأثمون'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۹) اور تحریر فرماتے ہیں امام اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو مقتدی تنہا تنہا نماز پڑھیں: "فان تقديم الفاسق اثم و الصلاة خلفه مكروهة تحريما و الجماعة واجبة فهما فی درجة واحدة و درء المفاسد اهم من جلب المصالح." (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۶ ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:- از: بشیر احمد خاں، شہرت گڈھ، سدھارتھ نگر

امام مقتدیوں کی صف میں بیٹھا رہتا ہے اور جب تکبیر کہنے والا 'حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح' کہتا ہے تب وہ اپنے مصلیٰ پر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو امام تکبیر سے پہلے اپنے مصلیٰ پر بیٹھے وہ سنی امام نہیں ہے۔ اور امام مذکور وضو کرتے وقت ناک صاف نہیں کرتے اور نہ داڑھی میں خلال کرتے ہیں اور نہ ہاتھ پیر کی انگلیوں میں۔ اور قراءت بہت بلند آواز سے کرتے ہیں جبکہ مقتدی صرف پانچ چھ آدمی ہوتے ہیں۔ اور موت کے بعد میت کے ایصال ثواب کے لئے جو غلہ تقسیم ہوتا ہے اسے برابر لیتے ہیں۔ اور دیوبندی، وہابی کے یہاں نکاح پڑھانے جاتے ہیں بلکہ خود اپنی لڑکی کی شادی دیوبندی کے یہاں کئے ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینو توجروا۔

الجواب:- امام مذکور کا یہ کہنا غلط ہے کہ جو امام تکبیر سے پہلے اپنے مصلیٰ پر بیٹھے وہ سنی امام نہیں ہے۔ اور ناک صاف کرنا، داڑھی اور انگلیوں میں خلال کرنا وضو کی سنتوں میں سے ہے۔ اور ترک سنت کی عادت ڈالنا گناہ ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۹ پر ہے۔ اور قراءت نہ بہت بلند آواز سے ہونی چاہئے اور نہ اتنی آہستہ کہ مقتدی سن نہ سکیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا. یعنی اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے درمیان راستہ چاہو۔ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۲) اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ متوسط آواز سے پڑھو جس سے مقتدی بآسانی سن لیں۔

میت کے ایصال ثواب کے لئے جو غلہ تقسیم ہوتا ہے وہ صدقہ نافلہ ہے جسے ہر مالدار و فقیر کو لینا جائز ہے مگر امام کو نہیں لینا

چاہئے کہ لوگ اس غلہ کے لینے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اور امام اہل سنت محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں اھ۔'' ملخصاً (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰) اور وہابی دیوبندی جب کافر ومرتد ہیں تو ان کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲ پر ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ و لامسلمۃ و لاکافرۃ اصلیۃ اھ."

لہذا امام کو ان کا نکاح پڑھانا حرام ہے وہ اس طرح نکاح پڑھا کر زنا کا دروازہ کھولتا ہے اور خود اپنی لڑکی کا نکاح دیوبندی کے یہاں کرنے کے سبب بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور فاسق وفاجر ہے اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۳ میں ہے: "ان تقدیم الفاسق اثم و الصلاۃ خلفہ مکروھۃ تحریما اھ." اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۴۷ میں ہے: کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعاتھا اھ." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی
۱۶ر صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ: -از: مولانا انوار اللہ قادری، مدرسہ محمود الاسلام پر بھاس پاٹن، جونا گڈھ، گجرات

زید ایک مسجد کا امام تھا کچھ دن بعد امامت سے الگ ہوگیا اور اپنی جگہ بکر کو امام مقرر کردیا جب رمضان کا مہینہ قریب آیا تو بکر نے کہا کہ میں تنہا تراویح نہیں سنا سکتا ایک حافظ کا انتظام اور کردیا جائے۔ مسجد کی کمیٹی نے زید ہی کو تراویح کے لئے بلایا تو زید نے کوشش کرکے بکر کو امامت ہی سے معزول کروادیا اور خود امام بن گیا۔ اب کمیٹی والے بکر کی معزولی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ وہ تراویح میں قرآن شریف بھولتا تھا یا کم پڑھتا تھا یا زید کو لقمہ نہیں دے پاتا تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی بکر کو امامت سے الگ کرنا کیسا ہے؟ اور جنہوں نے ہٹایا یا اس میں کوشش کی یا کم از کم اس پر راضی رہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے نیز اگر زید کا فاسق ہونا شرعاً ثابت ہوجائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - پورے قرآن کی تراویح پڑھانے میں عام طور پر حافظ بھولتے رہتے ہیں لہذا اس بنیاد پر بکر کو معزول کرنا جائز نہیں بشرطیکہ بہت زیادہ نہ بھولتا رہا ہو۔ اور اس کا کم پڑھنا بھی کوئی وجہ نہیں کہ ستائیسویں رمضان کو بہر حال وہ قرآن ختم کردیتا یہ محض بکر کو معزول کرنے کا ایک بہانہ ہے۔ اور رہی لقمہ دینے کی بات تو یہ بھی کوئی عذر نہیں اس لئے کہ بکر کو لقمہ دینے کے لئے نہیں رکھا گیا تھا بلکہ اسے تراویح پڑھانے اور لقمہ لینے کے لئے رکھا گیا تھا۔

لہذا اگر کمیٹی نے صرف مذکورہ وجہوں کی بنیاد پر بکر کو امامت کے منصب سے ہٹایا تو یہ اس کا سراسر ظلم وزیادتی ہے۔ اور جن

لوگوں نے اس معاملہ میں کوشش کی یا اس پر راضی رہے وہ بھی گنہگار حق العبد میں گرفتار ہیں۔ ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۳۸۲ پر بحرالرائق سے ہے: "استفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة و عدم اهلیة." اھ اوراعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں اگر صحت مذہب قراءت وطہارت میں بقدر جواز نماز ہے تو پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلاوجہ ایذائے مسلم کہ "لا یعزل صاحب وظیفة بغیر جنحة اھ." (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۶۲) اور زید خواہ کسی بھی شخص کا فاسق ہونا جب ثابت ہو جائے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ غنیہ شرح منیہ صفحہ ۴۷۹ پر ہے "لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم اھ." اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اھ." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۹/ ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: عبدالعظیم، اورنگ آباد، مہاراشٹر

(۱) حربی کافر کسے کہتے ہیں ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کردی گئی تو اس کے بعد سے ہندوستان کے کافر کو حربی کہا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۲) حربی کو دھوکہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۳) کافر حربی جو کمزور ہو اس سے پچاس ہزار روپیہ ادھار لے کر لوٹانا چاہئے یا ہڑپ کر لینا چاہئے؟ بینوا توجروا.

(۴) حربی کافر کو دودھ میں پانی ملا کر دینا ناپ تول میں کمی کرنا اور اس کی امانت میں خیانت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

(۵) کافر حربی کی لڑکیوں کے ساتھ زنا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۶) اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یا اخلاق کے ذریعہ؟ بینو توجروا.

اگر زید یہ کہے کہ کافر حربی کو دھوکہ دینا، اس سے پیسہ لے کر واپس نہ کرنا اس کو دودھ میں پانی ملا کر دینا اس کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرنا اس کی امانت میں خیانت کرنا اس کی لڑکیوں کے ساتھ زنا کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اسے امام بنانا کیسا ہے؟ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) حربی کافر اسے کہتے ہیں جو دارالحرب میں رہتا ہو یا جو دارالاسلام میں بغیر جزیہ دیئے یا امن وسلامتی حاصل کئے بغیر رہتا ہو هذا خلاصة ما فی کتب الفقه۔ اور ہندوستان کے کافر بابری مسجد شہید ہونے سے پہلے بھی حربی تھے

اور آج بھی کافر حربی ہی ہیں۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے استاذ رئیس الفقہا حضرت ملا احمد جیون قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ان هم الاحربی و ما یعقلها الا العالمون." (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) دھوکا کسی کو دینا جائز نہیں خواہ وہ کافر ہو یا مسلم۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۷ پر ہے: ''غدر و بدعہدی جائز نہیں اگرچہ ہندو سے ہواھ۔'' واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) کافر حربی اگرچہ کمزور ہو پھر بھی اس سے روپیہ ادھار لے کر لوٹانا لازم ہے۔ ہڑپ کر لینا سخت گناہ ہے۔ فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۳۸۸ پر ہے۔ جب قرض لیا ہے تو ادا کرنا ضروری ہے: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ." واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) کافر حربی کو دودھ میں پانی ملا کر دینا ناپ تول میں کمی کرنا اور اس کی امانت میں خیانت کرنا سب ناجائز و حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ." یعنی ناپو تو پورا ناپو اور برابر ترازو سے تولو۔ (پ ۱۵ سورۂ اسراء آیت ۳۵) اور اسی کا ارشاد ہے: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ." یعنی اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔ (پارہ ۹ سورۂ انفال آیت ۲۷) اور فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۷ پر ہے: ''امانت میں خیانت جائز نہیں اگرچہ ہندو کی ہو۔'' اھ اور فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۸۰ میں ہے کافر حربی نے اگر اس کے پاس کوئی امانت رکھی ہو تو اس میں بھی خیانت نہیں کرسکتا۔'' اھ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۵) زنا مطلقاً حرام ہے خواہ کافرہ حربیہ سے ہو یا کسی اور سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ." جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا باندیوں سے ان پر ملامت نہیں اور جو اس کے سوا کچھ اور چاہے تو وہ حد سے گذرنے والے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''دار الحرب میں غدر بالاجماع حرام ہے یوں ہی زنا لعدم جریان الاباحۃ فی الابضاع فتح میں مبسوط سے منقول بخلاف الزنا ان قیس علی الرباء لان البضع لایستباح بالاباحۃ بل بالطریق الخاص." (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۸۹) اور تحریر فرماتے ہیں ''زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل و مردود بہرحال ہے۔'' (کتاب مذکور جلد پنجم صفحہ ۹۸۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) اسلام تلوار کے زور سے ہرگز نہیں پھیلا بلکہ اپنی خوبی اور حقانیت سے پھیلا۔ اس کے متعلق فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید ص ۴۴۶ پر مفصل فتویٰ ملاحظہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

لہذا اگر زید کا یہی کہنا ہے کہ کافر حربی کو دھوکا دینا اس سے پیسہ ادھار لے کر واپس نہ کرنا اس کو دودھ میں پانی ملا کر دینا، اس کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرنا، اس کی امانت میں خیانت کرنا اور اس کی لڑکیوں کے ساتھ زنا سب جائز ہے تو یہ شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔ اور شریعت پر افتراء کرنے کے سبب وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار زمین و آسمان کے فرشتوں کی لعنت کا مستحق و فاسق ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ اپنے قول سے توبہ و استغفار کرے اور عہد کرے کہ آئندہ اس طرح کی کوئی بات نہیں کہے گا۔ تا وقتیکہ وہ توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔

غنیہ صفحہ ۴۷۹ میں ہے: "لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم اه." اور زید کے مذکورہ چیزوں کو جائز بتانے کے بعد سے اب تک جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں سب کا اعادہ واجب ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتهااه." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۳۰ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ: - از: محمود شاہ ابوالعلائی، سدھارتھ نگر

زید جو بے عمل مولوی ہے نہ مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہے نہ کبھی اپنے گھر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا گیا مگر وہ اپنے آپ کو نائب رسول اور وارث انبیاء بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل آئینہ کے تھے ویسے ہی میں بھی آئینہ کے مثل ہوں۔ جن لوگوں کو میرے اندر برائی نظر آتی ہے ان کو اپنی برائی میرے اندر دکھائی دیتی ہے۔ تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب: - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا." یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۶) حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "دلت هذه الآية علی ان العالم یکون صاحب الخشیة." یعنی اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت اور خوف الٰہی عالموں کا خاصہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۴۶۰) اور حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: "حاصله ان العلم یورث الخشیة و هی تنتج التقوی وهو موجب الاکرمیة و الافضلیة و فیه اشارة الی ان من لم یکن علمه کذلك فهو کالجاهل بل هو الجاهل." یعنی آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہی عالم کی اکرمیت و افضلیت کا سبب ہے اور آیت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کے مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۳۱) اور حضرت امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: "انما العالم من خشی الله عزوجل." یعنی عالم صرف وہ ہے جسے خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی

خشیت حاصل ہو۔ (تفسیر خازن ومعالم التنزیل جلد پنجم صفحہ ۳۰۲) اور امام ربیع بن انس علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: "من لم یخش اللہ فلیس بعالم." یعنی جسے اللہ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں (تفسیر خازن جلد پنجم صفحہ ۳۰۲)

لہذا زید اگر بے عمل ہے تو حقیقت میں وہ عالم نہیں ہے جاہل کے مثل ہے بلکہ جاہل ہے اور جب وہ مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتا ہے ترک جماعت کا عادی ہے تو فاسق معلن ہے اور اگر اپنے گھر بھی نماز نہیں پڑھتا ہے تو شدید ترین فاسق ہے اس کے پیچھے نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بہر حال ایسا شخص نائب رسول اور وارث انبیاء ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو نائب رسول اور وارث انبیاء ہوگا وہ بے عمل نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے یہ کہا ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل آئینہ کے تھے ویسے ہی میں بھی آئینہ کے مثل ہوں تو وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۱/ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ذاکر، محلہ امام باڑہ، شہر گونڈہ

زید ایک مدرسہ کا مدرس ہے جو امامت میں سستی وغفلت سے کام لیتا ہے اور طلبہ سے نماز پڑھواتا ہے جس کی وجہ سے نمازیوں کی تعداد میں اچھی خاصی کمی ہوگئی ہے نیز وہ کہتا ہے کہ ہم نہ امامت کریں گے نہ کسی مولوی کو دے سکیں گے۔ طلبہ کی اقتدا میں نماز ادا کرنا ہو تو کرو۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر زید امامت میں سستی وغفلت سے کام لیتا ہے اور اپنے طلبہ سے نماز پڑھواتا ہے۔ جس کے سبب نمازیوں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ خود فوراً امامت سے الگ ہوجائے کہ اس کی نماز خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "ثلثة لا یقبل اللہ منهم صلاة من تقدم قوما و هم له کارهون." یعنی تین ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور لوگ اسے ناپسند کریں۔ (ابو داؤد جلد اول صفحہ ۸۸)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: "ثلثة لا ترتفع صلاتهم فوق رؤسهم شبراً (الی ان قال) رجل ام قوما و هم له کارهون." یعنی تین لوگوں کی نماز ان کی سروں سے بالشت بھر بھی اونچی نہیں ہوتی ایک وہ شخص جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں اگر لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت اور اس کے پیچھے جماعت کی قلت ہو تو اسے امام نہ کریں اگر چہ وہ الزام سے بری ہو۔ "کمن شاع برصه." (لاجل التنفیر مع انه لا خطیئة له فیه) کما فی الدرر. (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۱۲/جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: ایس۔اے۔ سید گاندربل، کشمیر

امام کی غیر موجودگی میں اس کا طالب علم نماز پڑھاتا ہے۔ جو داڑھی نہیں رکھتا ہے۔ تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور کیا جمعہ کی نماز اس کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ امام اس طالب علم کو اس بارے میں کچھ نہیں کہتا تو اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے اسے عہدۂ امامت سے برطرف کر دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ داڑھی منڈانا سخت ناجائز و حرام ہے۔ درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۴۰۷ میں ہے: "یحرم علی الرجل قطع لحیته اھ." لہذا طالب علم مذکور اگر داڑھی منڈاتا ہے یا کترواکر ایک مشت سے کم رکھتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۷۱)

اور جمعہ میں اگر پابند شرع کوئی دوسرا امام دوسری مسجد میں بھی لائق امامت نہ ملے تو بدرجۂ مجبوری اس طالب علم کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۷۳ میں ہے جب فاسق معلن کے سوا جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو (اس کے پیچھے) جمعہ پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم اھ مختصراً۔

اور امام مذکور جو اپنے اس طالب علم کو امامت کرنے سے باز نہیں رکھتا تو وہ سخت بے باک و گنہگار ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلك اضعف الایمان." (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶) اس پر لازم ہے کہ فوراً طالب علم مذکور کو امامت کرنے سے منع کر دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو ایسے شخص کو عہدۂ امامت سے ضرور برطرف کر دیں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ". (پارہ ۷ رکوع ۱۴) لیکن اگر اسے ابھی داڑھی نکلی ہی نہیں اور اس میں کوئی دوسری شرعی خرابی نہیں تو اس کے پیچھے ہر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد حسین خاں، اداری، سرگوجہ

(۱) وہ ڈاکٹر جو عورت و مرد کی کمر وغیرہ میں انجکشن لگاتا اور بخار معلوم کرنے کے لئے سر و کلائی چھوتا ہے نیز صحیح القراءت بھی نہیں ہے تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور پڑھی ہوئی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس کی وجہ سے نمازیوں کی

تعداد بالکل کم ہوگئی ہے اور لوگوں میں انتشار پیدا ہوگیا ہے؟

(۲) شرائط نماز کے متعلق جب زید سے کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے یہ تو بہت باریک مسئلہ ہے اتنا کون لے کر چلتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور اس کو امام بنانا کیسا ہے؟

الجواب:۔ ڈاکٹر اگر عورت و مرد کی کمر وغیر میں انجکشن لگاتا ہے اور بخار معلوم کرنے کے لئے سر و کلائی چھوتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور محض اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں شریعت نے ڈاکٹر کو ضرورت کے وقت اجنبی عورت و مرد کے تمام اعضاء چھونے کو جائز رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''طبیب کا نبض دیکھنا حاجت کے لئے ہے اور ایسی حاجت وضرورت کہ دیگر اعضاء کا مس بھی جائز ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۴۷)

البتہ اگر وہ صحیح القراءت نہیں ہے یعنی ایسی غلطی کرتا ہے جس سے معنی بدل جاتا ہے مثلاً حرف میں تبدیلی جیسے ع، ط، ص، ح، ظ، کی جگہ ا، ت، س، ہ، ز، پڑھتا ہے یا نستعین کو نستاعین یا انعمتَ کو انعمتُ پڑھتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس تو ایسی صورت میں خود اس کی نماز باطل ہے تو جب اپنی نہ ہوئی تو اس کے پیچھے کسی کی نہ ہوگی جتنی پڑھی گئیں سب کا نئے سرے سے پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر ایسی غلطی کرتا ہے کہ کسی وجہ سے حرف صحیح ادا نہیں کرسکتا تب بھی یہی حکم ہے کہ اس کے پیچھے صحیح پڑھنے والے کی نماز باطل ہوگی اور اگر صحیح پڑھتا ہے مگر تجوید کے واجبی امور کو ادا نہیں کرتا کہ جن امور کا ترک گناہ ہے جب بھی ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ ایسا فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۹۱ میں ہے اور حدیث شریف میں ہے: "رب قارئ القرآن وھو لاعنہ۔" یعنی بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جو غلط پڑھتے ہیں تو قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

اور اگر انہیں شرعی عیوب کی وجہ سے لوگ اس سے ناراض ہیں اور اس کی وجہ سے نمازیوں کی تعداد میں کمی ہوگئی ہے اور لوگوں میں انتشار پیدا ہوگیا ہے تو ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں حدیث شریف میں ہے: ثلثۃ لاتقبل منھم صلاتھم من تقدم قوما و ھم لہ کارھون۔" یعنی تین شخص ایسے ہیں کہ جن کی نماز مقبول نہیں ہوتی انہیں میں وہ شخص بھی ہے جو لوگوں کی امامت کرتا ہو اور لوگ اسے ناپسند کریں (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰۰) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شرائط نماز کے متعلق زید کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ یہ تو بہت باریک مسئلہ ہے اتنا لے کر کون چلتا ہے اس لئے کہ نماز کی شرطوں میں اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو نماز نہیں ہوتی فقہ کا قاعدۂ کلیہ ہے:" اذا فات الشرط فات المشروط۔" اور زید نے شریعت کے احکام کو بہت ہلکا سمجھا تو وہ سخت گنہگار ہوا توبہ کرے۔ اور زید جب شرائط نماز کے متعلق اس طرح کا خیال رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کی رعایت بھی نہ کرتا ہوگا۔ لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۲ / ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ: -از: محمد انیس احمد فاروقی، نورشاہ جامع مسجد، بھیونڈی مہاراشٹر

زید سنی صحیح العقیدہ اور حافظ قرآن بھی ہے اور مسائل نماز وطہارت سے قدرے واقفیت رکھتا ہے۔ بھیونڈی شہر کی نورشاہ جامع مسجد میں چند برسوں سے امامت کرتا ہے۔ آج سال چھ مہینہ سے چند نمازی زید کو امامت سے علیحدہ کرنے کے چکر میں ہیں جب کہ وہ لوگ زید کے پیچھے ہر نماز ادا کرتے ہیں نہ وہ لوگ زید کے اندر کوئی شرعی خرابی بتا رہے ہیں جب ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ شرعی خرابی بتاؤ تو خاموشی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ لہذا دریافت یہ کرنا ہے کہ کسی وجہ شرعی کے بغیر کیا زید کو اس کے منصب سے علیحدہ کرنا جائز ہے اور جو لوگ کہ علیحدہ ہی کرنے پر اڑے ہوئے ہوں تو ان کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

الجواب:- اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

''اگر واقع میں نہ زید وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب نہ اس کی طہارت یا قراءت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت تو بلاوجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے: "لیس للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة." (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۴۱)

لہذا جو لوگ بغیر کسی شرعی خرابی کے زید کو منصب امامت سے ہٹانے پر اڑے ہیں وہ سخت غلطی پر ہونے کے ساتھ ایذائے مسلم پر آمادہ ہیں اور ایذائے مسلم حرام ہے حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ." یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے غلط مطالبہ سے باز آجائیں اگر وہ نہ مانیں تو مسلمان ایسے فتنہ پرور لوگوں سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں۔ خدائے تعالیٰ فرمان ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ". (پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

مسئلہ: -از: شمس الہدیٰ نظامی، موہن پوروہ، گورکھپور

زید حافظ قرآن ہے اس کی بیوی نے نسبندی کروالی ہے زید کہتا ہے مجھے نہیں معلوم گاؤں والے کہتے ہیں اسے سب کچھ معلوم ہے لیکن کھیت اور رقم ملنے کی امید پر وہ خاموش رہا۔ اور مصلحتاً دو دن پہلے غائب ہوگیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا اس سے میلاد شریف پڑھانا، اذان دلانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مستفسرہ سے ظاہر یہی ہے کہ زید اپنی بیوی کی نسبندی کرانے پر راضی تھا۔ زید انکار کرتا ہے اور لاعلمی ظاہر کرتا ہے تو وہ مسجد کے ممبر پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اپنی بیوی کے نسبندی کرانے پر راضی نہیں تھے اگر ہم جھوٹ بول رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ ہمیں کوڑھی اور اندھا کر دے۔ اگر قسم کھالے تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر قسم نہ

کھائے تو بیوی کی نسبندی پر راضی ہونے کا اقرار لیا جائے گا۔ جب وہ اقرار کرلے تو اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور جمعہ کے دن سب کے سامنے اپنے سر قرآن مجید ۱۵ منٹ تک لئے کھڑا رہے اور عہد کرے کہ آئندہ اس طرح جھوٹ نہیں بولیں گے فریب نہیں دیں گے اور نہ گناہ کرنے پر راضی ہوں گے۔ جب وہ ایسا کرلے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس سے میلاد شریف پڑھانا، اور اذان دلانا درست ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له" یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۸؍ جمادی الاخرہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: -از: حیدر علی برکاتی، مسجد گلاب بابو کا احاطہ، سول لائن کانپور

امام ومؤذن ایک بستر پر سورہے تھے امام صاحب سے سونے کی حالت میں پیشاب ہوگیا جب مؤذن بیدار ہوا تو امام صاحب سے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ امام نے کہا قسم کھاؤ کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مؤذن نے پہلے قسم کھانے سے انکار کیا مگر امام کے اصرار پر مؤذن نے کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا تب امام نے بتایا یہ پیشاب ہے وہاں اس رات دو مہمان سور ہے تھے ان لوگوں نے بات باہر پھیلا دی لوگوں نے مؤذن سے تصدیق کرنی چاہی تو مؤذن سے جھوٹ نہیں بولا گیا اس نے بتایا کہ امام نے ناپاکی دور کئے بغیر صرف کپڑے بدل کر نماز پڑھائی اس مؤذن نے نہ اذان دی اور نہ ہی نماز پڑھی اور مؤذن نے بات چھپا کر اس لئے رکھی کہ اس علاقہ میں بدعقیدہ لوگ بہت ہیں تو کہیں وہ لوگ اس بات کے بہانے امام کو رسوا نہ کریں۔ مذکورہ امام نے مسجد چھوڑ دی ہے اور مذکورہ مؤذن کمیٹی کے کہنے پر امامت کر رہا ہے تو ایسے مؤذن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ جب کہ مؤذن نے اپنے طور پر توبہ کرلی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- امام نے ناپاک حالت میں صرف کپڑے بدل کر نماز پڑھائی تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور فاسق و فاجر ہوا اس پر توبہ فرض ہے۔ اور مؤذن نے جاننے کے بعد چھپایا اور لوگوں نے ناپاک امام کے پیچھے نماز پڑھ لی تو وہ بھی اس گناہ میں برابر کا شریک رہا اس پر لازم ہے کہ ان تمام مقتدیوں کے سامنے توبہ واستغفار کرے اور جو نماز امام نے حالت ناپاکی میں پڑھائی اس کی قضا پڑھنے کا اعلان عام کرے اور عہد کرے کہ آئندہ اس طرح کی باتوں پر خاموش نہیں رہے گا اس کا صرف اپنے طور پر توبہ کرنا کافی نہیں۔ اور مؤذن کا یہ کہنا قطعاً عذر نہیں بن سکتا کہ امام نے قسم کھانے پر مجبور کیا تھا اس لئے میں خاموش رہا کہ اس نے اگر قسم کھا ہی لی تھی تو اس قسم کو توڑ کر لوگوں کو بتا دینا اس پر واجب تھا بعد میں کفارہ ادا کر دیتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من حلف علی یمین فرای خیرا منها فلیکفر عن یمینه و لیفعل. رواه مسلم." یعنی جو شخص قسم کھائے اور دوسری چیز اس سے بہتر پائے تو قسم کا کفارہ ادا کر دے اور وہ کام کرے۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ ۲۹۶)

اور مؤذن نے بعد میں لوگوں کو بتایا تو اب اس کی قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ دینا واجب ہے اگرچہ امام نے قسم کھانے پر مجبور کیا تھا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: ''قسم کھانا نہ چاہتا تھا دوسرے نے قسم کھانے پر مجبور کیا تو وہی حکم ہے۔ جو قصداً اور بلا مجبور کئے قسم کھانے کا ہے۔ یعنی توڑے گا تو کفارہ دینا ہوگا۔ قسم توڑنا اختیار سے ہو یا دوسرے کے مجبور کرنے سے قصداً ہو یا بھول چوک سے ہر صورت میں کفارہ ہے۔ اھ تلخیصاً'' (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۸) اور در مختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۵۲ میں ہے "ثالثها منعقدة و هي حلفه على مستقبل آت و فيه الكفارة فقط ان حنث و لو الحالف مكرها او مخطئا او ذاهلا او ساهياً او ناسيا في اليمين او الحنث."

توبہ سے پہلے اس مؤذن کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان کا لوٹانا واجب اس لئے کہ ناپاکی کی حالت میں امام کے نماز پڑھانے پر مؤذن جانتے ہوئے خاموش رہا تو وہ فاسق ہو گیا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ در مختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۴۷ میں ہے: "كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اه." بعد توبہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز و درست ہے بشرطیکہ کوئی دوسری وجہ شرعی مانع امامت نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له." یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۴ر جمادی الاخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: دلدار احمد، خواجہ پور، رسول پور، جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی ہندہ کی شادی ہوئی جب ہندہ دوبارہ اپنے سسرال گئی تو کچھ شبہہ کی وجہ سے سسرال والوں نے ہندہ کا ڈاکٹری چیکپ کرایا تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ ہندہ کو پانچ مہینہ کا حمل ہے جس پر سسرال والوں نے یہ کہہ کر ہندہ کو اس کے میکہ پہنچا دیا کہ سات ماہ کا حمل ہوگا تو ہم اپنے لڑکے کا حمل مان لیں گے اور اگر پانچ مہینہ کا حمل ہے تو ہم نہیں مانیں گے کہ سات ماہ پہلے ہندہ ہمارے گھر آئی تھی پھر بیچ میں نہیں آئی۔ اور ہندہ نے سسرال میں یہ اقرار بھی کیا کہ ہمارے بہنوئی کا حمل ہے۔ ہندہ کے والد زید اور اس کی ماں نے ڈاکٹر کے یہاں لے جا کر اس کا حمل ساقط کرا دیا ڈاکٹروں کے بتانے کے لحاظ سے وہ حمل تقریباً چار پانچ ماہ کا رہا ہوگا۔ زید مسجد کا امام ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اس کے یہاں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو زید اب کیا کرے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کے یہاں کھانا پینا درست ہو جائے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں ہندہ کا یہ اقرار کہ حمل ہمارے بہنوئی کا ہے۔ دراصل حرام کاری کا اقرار ہے اگر یہاں حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سخت سزا دی جاتی، موجودہ صورت میں اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور عورتوں کے مجمع میں وہ

ایک گھنٹہ قرآن مجید سر پر لئے کھڑی رہے اور عہد کرے کہ میں آئندہ کبھی حرام کاری نہیں کروں گی، اور اسے قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً" (پارہ ۱۹ رکوع ۴)

ہندہ کے والد زید نے اگر اسے اپنے بہنوئی وغیرہ دوسرے نامحرموں سے پردہ کرنے پر حتی الامکان مجبور نہ کیا تھا تو وہ دیوث ہے: "لانه من لایغار علی اهله فهو دیوث هکذا فی الکتب الفقهیة" اور چار ماہ میں جان پڑ جاتی ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا اور کروانا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۵۱ اور صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔

لہذا اگر واقعی ہندہ کے والدین نے چار پانچ ماہ کا حمل گروایا ہے تو انہیں علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اس کے بعد زید کے یہاں کھانا پینا جاری کر دیا جائے مگر اس کو امامت سے برطرف رکھا جائے۔ پھر اسے سال بھر دیکھا جائے اگر وہ اپنی بیوی اور بہو بیٹی وغیرہ جو اس کے ماتحت ہیں انہیں حتی المقدور پردہ میں رکھے اور انہیں نامحرموں سے ناجائز طریقے پر نہ ملنے دے تو پھر اس کی امامت بحال کر دیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۳ پر فتاویٰ عالمگیری سے ہے: "الفاسق اذا تاب لاتقبل شهادته مالم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة اھ۔" واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

مسئلہ:- از: شیخ محمد حسین، مدگان، رائچور، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جو شخص گورنمنٹ کی نوکری کرے وہ غلام ہے یا نہیں؟ اور اس کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جو شخص گورنمنٹ کی نوکری کرتا ہے وہ اس کا ملازم ہے غلام نہیں اس کو غلام کہنا درست نہیں کیوں کہ ملازم اور غلام میں کافی فرق ہے۔ لیکن چاہے نوکر ہو یا غلام ہو ہر ایک کو امام بنانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں امامت کے شرائط پائے جائیں۔ کیوں کہ امام ہونے کے لئے آزاد ہونا اور کسی کا ماتحت نہ ہونا ضروری نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "امام کے لئے چھ شرطیں ہیں۔ اسلام، بلوغ، عاقل ہونا، مرد ہونا، قراءت، معذور نہ ہونا" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۱۱) اور خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "شروط الامامة للرجال الاصحاء ستة اشیاء الاسلام و البلوغ و العقل و الذکورة و القرائة و السلامة من الاعذار اھ۔" (درمختار جلد اول صفحہ ۲۰۶)

لہذا وہ شخص جو گورنمنٹ کی ملازمت (نوکری) کرتا ہے اگر اس میں یہ مذکورہ شرائط پائے جاتے ہوں۔ اور وہ پابند شرع

ہو، سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ ہو اور صحیح القراءت ہو، مسائل نماز کو جانتا ہو، فاسق و فاجر نہ ہو، داڑھی ایک مشت سے کم نہ کرتا ہو تو اس کو امام بنانا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۵؍ جمادالاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد جاوید، مقام اورنگ آباد، خلیل آباد کبیر نگر

زید عالم دین اور مفتی ہے اور اس آبادی میں اس سے زیادہ علم والا کوئی نہیں۔ جو عموماً جماعت سے نماز نہیں پڑھتا۔ اور جب گھر رہتا تو جمعہ کی نماز وہی پڑھاتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بلا عذر شرعی ایک بار بھی جماعت چھوڑنے والا گنہگار اور سزا کا مستحق ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ ایسا ہی رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۵۲ اور بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ لہٰذا زید اگر بلا عذر شرعی عموماً جماعت سے نماز نہیں پڑھتا تو وہ فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا لائق امامت جمعہ کی صحیح نماز پڑھا سکتا ہو تو جمعہ کی نماز بھی اس کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں۔

البتہ اگر جمعہ پڑھانے کے لئے کوئی دوسرا امام نہ ملے تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھے اور اگر دوسری مسجد میں بھی کوئی امام لائق امامت نہ ملے تو زید کے پیچھے بدرجہ مجبوری جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۰۹ میں ہے: "اور حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں" الفاسق قد عللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لامردينه و بان فی تقديمه للامامة تعظيمه و قد وجب عليهم اهانته شرعا و لايخفیٰ انه اذا كان اعلم من غيره لاتزول العلة تكره امامته بكل حال مشی فی شرح المنيه علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم اه ملخصاً." (رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۶۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: قاضی امین الدین، ۵/۴ جوہی کالونی، کانپور

ہمارے یہاں ایک مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے قائم ہے جس میں ایک حافظ شبیر احمد امامت بھی کرتے اور بچوں کو پڑھاتے بھی ہیں حافظ شبیر احمد صاحب نے اپنی شہرت اور نام کے لئے تین بچوں کی دستار بندی کی جس میں تمام علمائے دین نے شرکت کی۔ شبیر احمد قوم سے جھوٹ بولے اور قوم کو دھوکہ دیا اور اسی طرح علمائے دین سے بھی جھوٹ بولے اور ان کو بھی دھوکہ دیا

اس دستار بندی میں قوم کا تمام روپیہ خرچ ہوا۔ مگر دستار بندی کے دو سال کے بعد بھی وہ تینوں بچے حافظ نہیں بن سکے۔ شبیر احمد صاحب زکاۃ وفطرہ کے روپیہ سے اپنی اور مؤذن کی تنخواہ لے رہے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ اور جو شخص ایک حافظ اور امام ہو کر علمائے دین اور قوم سے جھوٹ بولے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جھوٹ بولنا حرام اشد حرام ہے اور جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لعنة الله على الكذبين." یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ (پارہ ۳ سورۂ آل عمران آیت ۶۱) اور حدیث شریف میں ہے کہ: "ان الكذب فجور." یعنی جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اھ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۲) اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا بھی حرام ہے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من غشنا فليس منا." یعنی جس نے ہم سے دھوکہ بازی کی وہ ہم میں سے نہیں۔ (طبرانی شریف جلد ۲۲، ص ۱۹۹) اور زکاۃ وفطرہ کی رقم سے بغیر حیلۂ شرعی کئے اپنی اور مؤذن کی تنخواہ لینا ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ زکاۃ وفطرہ کی رقم میں تملیک فقیر شرط ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد ۲ صفحہ ۶۸ پر ہے: يشترط ان يكون الصرف تمليكاً." اھ

لہذا حافظ مذکور اگر واقعی جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور بغیر حیلۂ شرعی زکاۃ وفطرہ کے روپیوں سے اپنی تنخواہ لی ہے تو وہ سخت گنہگار اور حرام کا مرتکب ہے اور ان گناہوں کے سبب فاسق معلن ہوا اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی۔ غنیہ شرح منیہ صفحہ ۵۱۳ پر ہے: "لو قدموا فاسقا يأثمون." اھ اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۱۴ پر ہے: "و اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لامر دينه فى تقديمه للامامة تعظيمه و قد وجب عليهم اهانته شرعا تقديمه كراهة تحريم و لذا لم تجز الصلاة خلفه اصلاً. اھ."

اور ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی ہو جائے اس کو لوٹانا واجب ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے: "كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اھ." اور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری
۱۴؍ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محب الرضا محمد عبد الرشید قادری برکاتی رضوی نوری، پیلی بھیت شریف

امام صاحب کبھی کبھی نماز و جماعت کے متعین وقت سے چند منٹ لیٹ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں سے بعض لوگ طرح طرح سے امام صاحب کے خلاف آگے پیچھے چہ میگوئیاں بھبتیاں کستے ہیں۔ حتیٰ کہ کچھ افراد فسادی ذہن رکھنے

والے لوگ امام صاحب کی کھلم کھلا تحقیر و تذلیل پر بھی اتر آتے ہیں تو کیا اس طرح لوگوں کا امام صاحب پر کیچڑ اچھالنا اور طعن و تشنیع کرنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر امام وضو کرنے میں یا رفع حاجت کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت سے کبھی کبھی چند منٹ لیٹ ہو جائے اور مستحب وقت میں کافی گنجائش بھی ہو تو امام معین کا انتظار کیا جائے کہ نماز کا انتظار کرنا نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: " انکم لن تزالو فی صلاۃ ما انتظرتم الصلاۃ. "یعنی بے شک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۴) اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر اور تحصیل افضلیت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق (ناگوار) نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں لکھا جائے گا'' اھ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۹) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ امام معین کا انتظار کیا جائے گا'' اھ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۱۶۲)

لہذا بلا عذر شرعی امام صاحب پر کیچڑ اچھالنا اور طعن و تشنیع کرنا درست نہیں بلا وجہ ایک مسلمان کو دلی تکلیف پہنچانا ہے جو سراسر حرام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ." یعنی جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۱۰) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اھ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۷) لہذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ امام مذکور سے معافی مانگیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۲ ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محب الرضا عبد الرشید قادری برکاتی رضوی، پیلی بھیت شریف

بعض لوگ ذاتی معاملات کی رنجش کی بنیاد پر امام صاحب کے پیچھے نماز ترک کر دیں یا جماعت کے وقت علیحدہ نماز پڑھیں جبکہ امام صاحب میں مانع امامت کوئی بات نہیں بلکہ وہ جامع شرائط امامت ہو تو ایسے لوگوں کا امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا یا جماعت کے وقت تنہا نماز پڑھنا شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت مجدد اسلام سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''اگر امام سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد حرمین شریفین و مخالف عقائد غیر مقلدین وہابیہ و دیوبندیہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابل جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق معلن نہیں غرض اگر کوئی بات اس میں ایسی نہیں جس کے سبب اس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ برائے نفسانیت

اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گنہگار ہیں ان پر توبہ فرض ہے اور اس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہو گئے۔'' اھ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۲۱)

لہٰذا جو لوگ صرف ذاتی معاملات کی رنجش کی بنیاد پر جامع شرائط امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور تنہا پڑھیں تو وہ ترک جماعت کے مرتکب ہیں اور سخت گنہگار ہیں۔ اور اس طرح جماعت کا چھوڑنا ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''محض دنیاوی مخاصمت کی بنیاد پر عالم (امام صاحب) کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور جماعت میں تفریق کرنا جائز نہیں۔'' اھ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۰۵) نیز تحریر فرماتے ہیں: ''جبکہ محض دنیوی عداوت ہے اور زید قابل امامت ہے تو بکر زید کے پیچھے نماز پڑھے کچھ کراہت نہیں۔ بلکہ محض دنیوی عداوت کی بنا پر اس کے پیچھے نماز چھوڑ دینے سے خود بکر پر الزام ہے۔'' اھ (فتاویٰ امجدیہ صفحہ ۱۱۱ جلد اول) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری
۲۳ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اکبر علی خاں رضوی، چک منگلور، کرناٹک

سنی حنفی حضرات سنیت کی ترویج و اشاعت کے لئے اور ایک مسجد پر قبضہ کرنے کیلئے اس میں اجتماع کرتے ہیں لیکن اس مسجد کا امام وہابی حافظ ہے جس کو کما حقہ عقائد کا علم نہیں۔ مجبوراً ہفتہ میں ایک بار اس مسجد کو جانا پڑتا ہے اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی پڑتی ہے زید کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یہاں سے سنیت کا کام ہو رہا ہے اگر ہم اس وہابی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھیں تو اس بات کا خوف ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ جو ہم کو مسجد میں اجتماع کرنے کی اجازت ہے وہ ختم ہو جائے گی اس لئے بدرجۂ مجبوری ہم اس وہابی کے پیچھے صرف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں نہ نیت کریں اور نہ ہی کچھ پڑھیں بلکہ امام کی نقل کرتے رہیں تاکہ سنیت کا ماحول بنانے کا جو موقع ملا ہے وہ ہاتھ سے نہ جانے پائے لیکن اس بات کو لے کر پریشان ہے کہ کہیں وہابی کے پیچھے مقتدی کی طرح کھڑے ہونے پر بھی فتویٰ کی زد میں نہ آ جائے چک منگلور کے تمام سنی حنفی زید کی بات مانتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- وہابی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنیاد پر بمطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ وہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۰)

لہٰذا وہابی مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اگرچہ اسے عقائد وہابیہ کی کما حقہ خبر نہ ہو۔ اور زید کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ 'چونکہ سنیت کا یہاں سے کام ہو رہا ہے اگر ہم ان وہابی کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں تو اس بات کا یقین ہے کہ ہمیں مسجد میں اجتماع سے روک دیا جائے گا اس لئے بدرجہ مجبوری ہم اس وہابی کے پیچھے صرف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں نہ نیت کریں اور نہ کچھ پڑھیں

بلکہ امام کی نقل کرتے رہیں تا کہ سنیت کا ماحول بنانے کا جو موقع ملا ہے وہ ہاتھ سے چلا نہ جائے۔' اسلئے کہ سنیت کا کام دوسری جگہ سے بھی ہوسکتا ہے اس لئے کہ وہابی کی اقتدا میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے میں اس کی تعظیم اور اس سے اختلاط ہے جو اشد حرام ہے حدیث شریف میں ہے:" من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام." یعنی جس نے بدمذہب کی تعظیم کی اس نے دین کے ڈھانے میں مدد کی۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۱) اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے:" ایاکم و ایاهم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی بدمذہب سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰)

لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ زید کی ایسی باتیں نہ سنیں اور وہابیوں کی مسجد میں نہ جائیں، وہابی امام کے پیچھے نہ کھڑے ہوں خواہ نماز کے لئے ہو یا صرف دکھاوے کے لئے اس لئے کہ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ اپنے آپ کو سنی کہلانے والے وہابی کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں۔ جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لی ہیں ان کا اعادہ فرض ہے اور حقیقت میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے اور نماز کی نیت کئے بغیر اٹھنے، بیٹھنے میں اس کی پیروی کرنے والے سب علانیہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کریں اور زید جس نے لوگوں کو اس امر پر ابھارا وہ بھی توبہ کرے اور آئندہ ایسی باتیں نہ کرے کہ جن سے مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۵ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد اکبر علی رضوی، چک منگلور، کرناٹک

چک منگلور ایک ایسا شہر ہے جہاں احناف کی تمام مساجد وہابیوں کے قبضے میں ہیں صرف تین مسجدیں سنیوں کی ہیں جس پر شافعی حضرات قابض ہیں۔ زید کہتا ہے کہ ایسے شہر میں بوجہ مجبوری حنفیوں کی نماز ظہر، مغرب اور عشاء شافعی کی اقتدا میں ہو جاتی ہے لیکن فجر اور عصر کی نماز نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ فجر میں شافعی کے یہاں دعائے قنوت ہے اور عصر کا وقت احناف کے وقت سے پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر احناف کے مذہب پر عصر کا وقت شروع ہونے کے بعد شافعی حضرات عصر ادا کریں تو عصر کی نماز ان کی اقتداء میں ہوسکتی ہے اور دلیل میں یہ کہتا ہے کہ یہاں کے سنی حنفی مسلمانوں کو حنفیوں کی مسجدیں نہ ہونے کی وجہ سے جماعت نہیں ملتی تنہا پڑھنے میں لوگ کاہلی برتتے ہیں۔ بہت سی نمازیں چھوٹ جاتی اور قضا ہو جاتی ہیں لیکن جمعہ قریب کے شہروں میں جاکر پڑھتے ہیں۔ اور شافعی حضرات سنیت کے کام میں احناف کا ساتھ دیتے ہیں اس لئے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا چھوڑنے سے بہتر ہے۔ اس طرح ان سے میل ملاپ قائم رہے گا اور چک منگلور کے اس پرفتن ماحول میں سنیت کی ترویج واشاعت کے لئے ان سے تعلق بہت ضروری ہے۔ رہی بات شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھ کر دہرانے کی تو وہ ضروری نہیں کیوں کہ نماز کو بار بار دہرانا ایک

بارگراں ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ شافعی سنی حضرات کے دل میں تعصب پیدا ہوسکتا ہے جس سے ہمارا اتحاد ٹوٹ سکتا ہے اور سنی کی اشاعت میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔لہٰذا ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے شافعیوں کی اقتداء لازم ہے۔لیکن وہابی جو اپنے کو حنفی کہتا ہے اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں زید کا کہنا کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- حنفی اس وقت دوسرے مذہب والے کی اقتدا کرسکتا ہے جہاں اس کی اقتدا جائز ہو لیکن اگر امام ایسے کسی امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض وضو یا مفسد نماز ہو جیسے ماء مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خون فصد وریم، زخم وقی وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درہم سے زائد منی آلود کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہوکر فوت شدہ نمازوں کے یاد ہونے اور وقت میں وسعت کے باوجود نماز وقتی شروع کردینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں حنفی کو سرے سے اس کی اقتدا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔

حضرت علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز ما لم یعلم منه مایفسد الصلاة علی اعتقاد المقتدی علیه الاجماع انما اختلف فی الکراهة." (غنیہ شرح منیہ صفحہ ۵۱۶) اور وہ جب ایسے امور سے بری ہو اور ان کی اقتدا صحیح ہو اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی اقتداء نہیں کرسکتا جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز قرار پاچکی ہیں۔اگر کرے گا تو اس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ کہ غیر مشروع میں ہے۔ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۷۱ میں ہے: "تکون المتابعة غیر جائزة اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ او مالا تعلق له بالصلاة اه."

لہٰذا رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک منسوخ ہوچکا تو اس میں اقتداء نہیں ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۵۹ پر ہے اور فجر میں شافعی کی اقتدا حنفی اس طرح کرسکتا ہے کہ جب تک وہ قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا رہے علامہ شرنبلالی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معه فی قنوته ساکتا علی الاظهر و یرسل یدیه فی جنبیه." (نورالایضاح صفحہ ۹۵)

لہٰذا زید کا مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں کہ ظہر، مغرب۔عشاء کی نماز شافعیوں کی اقتداء میں ہوجاتی ہے۔یوں ہی یہ بھی کہنا صحیح نہیں کہ فجر میں شافعی دعائے قنوت پڑھتے ہیں اس لئے فجر نہیں ہوتی۔اس لئے کہ اگر شافعی مذکورہ وجہوں سے بری ہو تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز ظہر، مغرب، عشاء ہوگی ورنہ نہیں یوں ہی فجر بھی۔

رہی بات عصر کی تو اگر وقت حنفی شروع ہونے کے بعد شافعی عصر ادا کرے تو حنفی کی نماز اس کے پیچھے ہوگی ورنہ نہیں۔اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک عصر کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب کہ سایہ ایک مثل سے زیادہ ہو اور آخر وقت جواز سورج کے غروب تک ہے جیسا کہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول صفحہ ۱۸۳ میں ہے: "یبتدی وقت العصر من

زیادۃ ظل الشیء عن مثلہ و ینتھی الی غروب الشمس اھ."

لہذا سنی حضرات شافعیوں سے کہیں کہ اگر وہ مثل اول کے بعد نماز عصر پڑھتے ہیں تو ہم سنیوں کی نماز ان کی اقتدا میں نہیں ہوگی اور اگر مثلین کے بعد پڑھیں گے تو ان کی بھی ہو جائے گی اور ہماری بھی۔ اس لئے وہ مثلین کے بعد ہی پڑھیں اگر وہ اس بات کو مان لیں تو سنی حضرات عصر بھی شافعیوں کی اقتدا میں ادا کریں ورنہ الگ حنفی وقت شروع ہونے پر پڑھیں۔ اور زید کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہابی جو اپنے کو حنفی کہتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۴ ربیع الاول ۲۲ھ

مسئلہ:- از: جمیل احمد، موضع گھورن پور، ضلع بستی

زید کی بیوی کو ڈھائی ماہ کا حمل ہوا جب کہ اس کی گود میں چار ماہ کا بچہ ہے اس نے دوا کھا کر حمل ساقط کر لیا اور زید امام ہے تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- چار مہینہ میں جان پڑ جاتی ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے۔ اور جان پڑنے سے پہلے ضرورت ہو تو حرج نہیں ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۵۱ و ۲۶۰ اور فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۵۹ میں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۳۳۵ میں ہے: "یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشھر اھ." اور اس کے تحت شامی میں ہے: "ھل یباح الاسقاط بعد الحمل؟ نعم یباح مالم یتخلق منہ شیء و لن یکون ذلک الا بعد مائۃ و عشرین یوما اھ."

لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ اس کی گود میں چار مہینے کا بچہ ہے جو اس کا دودھ پی رہا ہے اور حمل کی وجہ سے اس کا دودھ خراب ہوگا جس سے بچے کی صحت خراب ہوگی۔ ایسی صورت میں اس کا حمل ساقط کر دینا جائز ہے۔ اور جب معلوم ہوگیا کہ ضرورت کے تحت چار مہینے کے اندر حمل ساقط کر دینے میں حرج نہیں۔ تو اس کی بیوی کے اس فعل سے اس کی امامت پر ہرگز کوئی اثر نہ پڑے گا اس کی امامت درست ہے۔ اگر کوئی دوسری بات مانع امامت نہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۱۶ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالرشید، پیلی بھیتی

بعض لوگ عوام میں ایسے پائے جاتے ہیں جو امام صاحب کی بلاوجہ خامیوں اور کمیوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور کوئی کمی نظر نہیں آتی تو صرف اتنی ہی بات پر کہ امام صاحب اگر ہفتہ یا عشرہ میں گھر یا کہیں اور اپنی ضرورت سے چلے گئے تو اس بات کو

لے کر مسجد یا دوکان یا روڈ پر چند لوگوں کی جمی مجلس میں امام صاحب کو برا بھلا کہنا اور اس طرح بولنا کہ یہ بہت آزاد ہوگئے ہیں یا یہ شخص رکھنے کے قابل نہیں ہے اسی طرح بعض نازیبا کلمات بکنا کیا شرعاً یہ باتیں درست ہیں؟ اگر نہیں تو جو لوگ افعال مذکورہ کے مرتکب ہیں ان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

اور ظاہر ہے امام صاحب انسان ہیں ان کی اپنی ذاتی گھریلو وغیرہ بہت سی ضروریات ہیں کیا ان کی فراہمی کے لئے ان کا ناغہ کرنا شرعاً گرفت کا سبب ہے؟ اگر نہیں تو جو لوگ اس بنیاد پر امام کو ہدف ملامت یا مورد طعن وتنقید بنائیں ان کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم رکھتی ہے؟ بنیوا توجروا۔

الجواب:- بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کے پیچھے پڑنا اس کی خامیوں اور کمیوں کی تلاش میں لگا رہنا اور برا بھلا کہنا خصوصاً برسر بازار فسق وگناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لیس المؤمن بالطعان و لا اللعان و لا الفاحش و لا البذی" یعنی مسلمان لعن طعن کرنے والا، فحش گو اور بیہودہ گو نہیں ہوتا۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۸)

اور جو شخص مسجد کا امام ہے ظاہر ہے کہ وہ بھی انسان ہی ہے اس کی اپنی بھی کچھ ضروریات ہیں جن کے لئے اسے گھر جانا ہوگا اس پر لوگوں کا اسے برا بھلا کہنا بدتمیزی سے پیش آنا قطعاً درست نہیں بلکہ ایک مسلمان کو تکلیف دینا ہے اور مسلمان کو تکلیف پہنچانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ۔" یعنی جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھکو تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔

ہاں اگر امام مسجد کے متولی کو آگاہ کئے بغیر ناغہ کرے تو اسے پوچھنے کا حق ہے نہ کہ ہر شخص کو۔ اور امام کو رسوا کرنے والے یہ جان لیں کہ وہ جیسا امام کے ساتھ کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے: کما تدین تدان۔" یعنی جیسا تو دوسرے کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۷۲) لہذا عوام پر لازم ہے کہ وہ امام کو رسوا کرنے اور اس کو برا بھلا کہنے سے باز آئیں اور اس سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۲۸ رذوالحجہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد الیاس ابراہیم، جھالود، گجرات

دیوبندی کی مسجد میں تنہا نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد شرعاً مسجد نہیں وہ عام جگہوں کے حکم میں ہے اس میں تنہا نماز پڑھ سکتے

ہیں۔البتہ اس میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ. یعنی مسجد وہی بناتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔(پارہ۱۰سورۂ توبہ آیت ۱۸)اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:''وہ گمراہ فرقے جن کی گمراہی حد کفر تک پہنچ چکی ہو جیسے قادیانی، وہابی، روافض، ان کی بنائی ہوئی مسجد مسجد نہیں۔(فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۲۵۶)

اور دیو بندی امام کے پیچھے نماز باطل ہے جو نماز اس کے پیچھے پڑھ چکا ہے اس کا پھیرنا فرض ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۳۱۳ میں ہے:''اور اگر دیو بندیوں کے اقوال کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد اس کے پیچھے نماز پڑھی تو کفر ہے علمائے اہل سنت کا بالاتفاق ارشاد ہے من شك فی كفره و عذابه فقد كفر یعنی جو ان کے کافر ہونے اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:''دیو بندی عالم دین نہیں ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین سمجھنا خود کفر ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۱۵ر ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-از: شمیم خاں، مبھکر، بلدھانہ، مہاراشٹر

ایک حافظ جو کہ امام ہے نہ عالم ہے نہ مکمل حافظ اور ان کا یہ کہنا کہ میری اجازت کے بغیر کسی حافظ کو میرے پیچھے کھڑا نہیں کرنا میری اجازت لینا پڑے گا جبکہ وہ امام مطلق قرآن وحدیث سے نابلد ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں حافظ کا یہ کہنا کہ میری اجازت کے بغیر کسی حافظ کو میرے پیچھے کھڑا نہیں کیا جا سکتا یہ سراسر غلط ہے۔تراویح پڑھانے والے حافظ کی اجازت کے بغیر اس کے پیچھے دوسرا حافظ سننے کے لئے کھڑا کیا جا سکتا ہے بلکہ جب ظن غالب ہو کہ حافظ غلط پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے دوسرا حافظ کھڑا کرنا ضروری ہے۔اور اگر وہ قرآن وحدیث اور مسائل ضروریہ سے نابلد ہے تو اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۴ر ربیع النور ۱۴۲۲ھ

باب الجماعت

جماعت کا بیان

مسئلہ:- از محمد عرفان، محمد ہارون بھورا، مالیگاؤں، مہاراشٹر

نمازی کے آگے سے گذرنا بہت بڑا گناہ ہے تو سامنے کون ایسی چیز رکھی جائے کہ جس کے سبب آگے سے گذر سکیں۔ گھر پر نماز پڑھنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- گھر کی دیوار یا کسی کھمبا کے سامنے نماز پڑھی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ اونچی اور انگلی کے برابر موٹی کوئی چیز سامنے رکھ لی جائے تو اس کے پیچھے سے گذرنا جائز ہو جائے گا۔ درمختار مع شامی مطبوعہ بیروت ج ا ص ۶۳۶ پر ہے "یغرز الامام و کذا المنفرد فی الصحراء و نحوها سترة بقدر ذراع طولا و غلظ اصبع۔ اور شامی میں ہے۔ "قوله بقدر ذراع بیان لاقلها و الظاهر ان المراد به ذراع الید کما صرح به الشافعية و هو شبران"

بلا عذر شرعی گھر میں نماز پڑھنے اور جماعت کو چھوڑنے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ جماعت چھوڑنے کے عذر یہ ہیں۔ مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو، اپاہج جس کا پاؤں کٹ گیا ہو، جس پر فالج گرا ہو، اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہو، اندھا اگر چہ اندھے کے لئے کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہونچا دے، سخت بارش اور سخت کیچڑ کا حائل ہونا، سخت سردی، سخت تاریکی، آندھی، مال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ، قرض خواہ کا خوف اور یہ تنگ دست ہے ظالم کا خوف، پاخانہ، پیشاب یا ریاح کی سخت حاجت ہے، کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو، مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لئے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۳۱ میں ہے۔

لہذا اگر ان عذروں میں سے کوئی عذر نہ پایا جائے تو فرض و واجب اور تحیۃ المسجد و پنج وقتی سنتیں سب مسجد ہی میں پڑھیں ان کے علاوہ تہجد اور تحیۃ الوضوء وغیرہ سارے نوافل گھر پر پڑھیں تو بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۰؍ ذی قعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: صغیر احمد برکاتی، رانی تلیہ چھترپور

مقیم مقتدی عشاء کے وقت ایک رکعت مسافر امام کے پیچھے پایا تو مابقی تین رکعتیں کیسے پڑھے؟ بینوا توجروا

الجواب:- صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی پہلے ایک رکعت بلاقراءت پڑھے اور صرف سورۂ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑا رہ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور بلاقراءت پڑھ کر بیٹھے اور اس میں التحیات پڑھے اگر چہ یہ رکعت اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے۔ اور چھوٹ جانے والی رکعتوں کو امام کی ترتیب کے ساتھ پڑھنا لاحق مقتدی پر لازم ہے۔ اس کے بعد پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت سورۂ فاتحہ و سورۃ کے ساتھ پڑھ کر بیٹھے اور حسب دستور التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۳۹ میں ہے "مقیم ائتم بمسافر فھو لاحق بالنظر للاخیرتین و قد یکون مسبوقا ایضا کما اذا فاته اول صلاۃ امامه المسافر" پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۰ میں ہے "اللاحق یبدأ بقضاء ما فاته بلا قراءۃ ثم ما سبق به بها ان کان مسبوقا ایضا" اھ ملخصاً.

خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں "فی شرح المنیة شرح المجمع انه لو سبق برکعة من ذوات الاربع و نام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیه ثم ما ادرکه مع الامام ثم ما سبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الامام و یقعد متابعة له لانها ثانیة امامه ثم یصلی الاخری مما نام فیه و یقعد لانها ثانیته ثم یصلی التی انتبه فیها و یقعد متابعة لامامه لانها رابعة و کل ذلك بغیر قراءۃٍ لانه مقتد ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقرأۃ الفاتحة و سورۃ و الاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاۃ الامام و المسبوق یقضی ما سبق به بعد فراغ الامام" اھ (شامی جلد اول صفحہ ۴۴۰) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۴ رجمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد حسام الدین فنر، واشی، نیو ممبئی

مقیم مقتدی نے مسافر امام کی اقتداء دوسری رکعت میں کی امام کے سلام پھیر دینے کے بعد وہ مقتدی اپنی مابقیہ نماز کیسے پڑھے گا؟ قعدہ کب کرے گا؟ کن رکعتوں میں اسے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا اختیار نہ ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسافر امام جب کہ ایک رکعت نماز پڑھا چکا تھا ایسے وقت میں مقیم مقتدی نے اس کی اقتداء کی تو ایسی صورت میں وہ مسبوق لاحق ہے۔ کیونکہ پچھلی دو رکعتیں جو کہ مسافر کے ذمہ سے ساقط ہیں ان میں مقیم مقتدی لاحق ہے لانه لم یدرکھما مع الامام بعد ما اقتدیٰ به. اور اس کے شامل ہونے سے پہلے جو ایک رکعت فوت ہو چکی ہے اس میں مسبوق ہے لانھا فائتة قبل ان یقتدی. ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۹۵ پر ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۴۰ میں ہے مقیم ائتم بمسافر. اھ اور اسی کے تحت شامی میں ہے فھو لاحق بالنظر للاخیرتین و قد یکون مسبوقا ایضاً

کما اذا فاتہ اول صلاۃ امامہ المسافر اھ.

اس کا حکم یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اسے بے قراءت ادا کرے یعنی قیام کی حالت میں کچھ نہ پڑھے بلکہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے۔ اس کے بعد جتنی نماز میں مسبوق ہوا اسے مع قراءت یعنی سورۂ فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلاقراءۃ ثم ما سبق بہ بھا ان کان مسبوقا ایضاً (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۴۰)

لہذا مقیم مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلے ایک رکعت بلاقراءت پڑھ کر قعدہ کرے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی۔ پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت ویسی ہی بلاقراءت پڑھ کر اس پر بھی قعدہ کرے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے۔ اور فوت شدہ نماز کی رکعتیں امام کی ترتیب پر ادا کرنا لاحق کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت سورۂ فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھ کر بیٹھے اور تشہد وغیرہ کے بعد نماز ختم کرے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "فی شرح المنیۃ و شرح المجمع انہ لو سبق برکعۃ من ذوات الاربع و نام فی رکعتین یصلی او لا ما نام فیہ ثم ما ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعۃ مما نام فیہ مع الامام و یقعد متابعۃ لہ لانھا ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخریٰ مما نام فیہ و یقعد لانھا ثانیۃ ثم یصلی التی انتبہ فیھا و یقعد متابعۃ لامامہ لانھا رابعۃ و کل ذلک بغیر قرأۃ لانہ مقتد ثم یصلی الرکعۃ التی سبق بھا بقرأۃ الفاتحۃ و سورۃ و الاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاۃ الامام و المسبوق یقضی ماسبق بہ بعد فراغ الامام (شامی جلد اول صفحہ ۴۴۰) جن رکعتوں مین وہ لاحق ہے ان میں اسے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا اختیار نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۸ ھ

مسئلہ:- از ضمیر الحسن پٹے بازان، مورانواں، ضلع اناؤ، یو پی

جو شخص بغیر کسی عذر کے جماعت سے نماز نہ پڑھے اپنے گھر یا دوکان میں پڑھے کبھی مسجد میں نہ جائے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اذان سنی اور آنے سے کوئی عذر مانع نہیں اس کی وہ نماز مقبول نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا عذر کیا ہے فرمایا خوف یا مرض۔ "رواہ ابو داؤد و ابن حبان فی صحیحہ و ابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما". اور ایک روایت میں انہیں سے ہے جو اذان نے

اور بلا عذر حاضر نہ ہو اس کی نماز ہی نہیں "رواہ ابن حبان و الحاکم و قال صحیح علی شرطھما" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۲۶) اور اعلی حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو۔ صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "لو صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف لترکتم سنۃ نبیکم و لو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم و فی روایۃ ابی داؤد لکفرتم" یعنی "اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہو گے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ایمان سے نکل جاؤ گے" (فتاوی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۳۸۱)

اور حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان درمختار، ردالمحتار اور غنیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں "جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا وہ بھی گنہگار ہوئے" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۳۰) و ھو تعالی اعلم بالصواب

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۶ / ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از عبد الغفور، اکبری مسجد، درگاہ معلی اجمیر شریف

اندرون احاطۂ درگاہ معلی اجمیر شریف کے ایک ہی محلہ میں نہایت ہی قریب قریب چار مسجدیں واقع ہیں۔ جامع مسجد شاہجہانی، صندل خانہ مسجد، اکبری مسجد، اولیاء مسجد، اولیاء مسجد کے علاوہ ہر مسجد میں امام و مؤذن مقرر ہیں عرس کے علاوہ باقی ایام میں ہر مسجد میں الگ الگ اذان و جماعت ہوتی ہے۔ لیکن عرس کے موقع پر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے شاہجہانی مسجد کے علاوہ باقی مساجد میں اذان و جماعت بند ہو جاتی ہے اور شاہجہانی مسجد کے امام ہی کی اقتدا میں دوسری مسجدوں میں نماز ادا کی جاتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اذان و جماعت جو مسجد کے حقوق ہیں کیا عرس کے موقع پر شاہجہانی میں اذان و جماعت سے دوسرے کے حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔ نیز کیا جماعت ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب ان مساجد میں امام و مؤذن مقرر ہیں اور عام دنوں میں ہمیشہ اذان و جماعت ہوتی ہے تو عرس کے موقع پر ان مساجد کی اذان و جماعت بند کرنے اور شاہجہانی مسجد کے امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے ان کے حقوق ادا نہیں ہونگے۔ اس لئے کہ ہر مسجد میں الگ الگ اذان و اقامت و جماعت سے نماز ادا کرنا ضروری اور ان کے حقوق میں سے ہے۔

لہذا درگاہ معلی اجمیر مقدس کی مجلس انتظامیہ پر ضروری ہے کہ وہ ہر مسجد میں اذان دلائیں اور الگ الگ امام مقرر کرنے کے ساتھ دس دس منٹ کے وقفہ پر جماعت کا وقت مقرر کریں۔ البتہ شاہجہانی مسجد میں مغرب کی جماعت ختم ہونے کے دس منٹ بعد ساری مسجدوں میں اذان و جماعت بیک وقت قائم کروائیں تاکہ تمام زائرین حضور خواجہ غریب نواز کے احاطۂ مزار کی مسجدوں

میں بہ آسانی زیادہ سے زیادہ تعداد میں نماز باجماعت پڑھ کر ثواب کثیر کے مستحق ہوسکیں ورنہ ظاہر ہے کہ صرف شاہجہانی مسجد میں جماعت کرنے سے سارے لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوسکتے تو ان کو احاطۂ مزار شریف سے باہر یا جماعت کے بغیر نماز ادا کرنا ہوگا جو ان کے لئے زیادتی ثواب سے محرومی کا سبب ہے۔ و هو تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۹ / ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:- از: مولانا محمد نعیم الدین، پرسا، سدھارتھ نگر

جہاں منبر کی وجہ سے دو مقتدیوں کی جگہ خالی رہتی ہے بوجہ منبر قطع صف ہے یا نہیں؟ جب کہ محراب میں چھوٹا منبر بنایا جا سکتا ہے۔ کیا زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وسط مسجد محراب کا دستور تھا یا بعد کی ایجاد ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب کہ صف اول میں منبر کی وجہ سے دو مقتدیوں کی جگہ خالی رہتی ہے تو یہ بے شک قطع صف ہے اور صف قطع کرنا حرام ہے حدیث شریف میں ہے "اقيموا الصفوف و حاذوا بين المناكب و سدوا الخلل و لينوا بايدي اخوانكم و لاتذروا فرجات للشيطان و من وصل صفا و صله الله و من قطعه قطعه الله" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اور کندھے سے کندھا ملاؤ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ آرام سے کھڑے ہو اور درمیانی جگہوں کو پر کرو صف میں شیطان کے لئے فراخی نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اس کو اللہ ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اس کو اللہ تعالیٰ علیحدہ کردے گا (مشکوۃ شریف صفحہ ۹۹) اور سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "جس طرح حرام حرام ہے یوہیں وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۵۶)

لہٰذا جب کہ محراب میں چھوٹا منبر بنایا جا سکتا ہے تو منبر کا وہ حصہ جس سے قطع صف ہو اس کو توڑ دیا جائے اور محراب کے اندر ہی چھوٹا منبر بنا دیا جائے یا منبر کے سامنے کی جگہ چھوڑ کر صف بندی کی جائے اور زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خلفاء راشدین مہدیین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی وسط مسجد کا دستور نہ تھا یہ بعد کی ایجاد ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نہ تھا" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۶۲) والله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حنیف القادری

مسئلہ:- از: محمد شاہد رضا، متعلم ادارہ ہذا

اگر بچے مردوں کی صف میں کھڑے ہوں تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر بچے مردوں کی صف میں کھڑے ہوں تو نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا نماز ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ بچوں کو اس سے روکا جائے اور پیچھے کھڑے ہونے کی تلقین کی جائے اور صرف ایک بچہ ہو تو علماء نے اسے صف میں داخل ہونے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے "ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال اھ"

ہاں اگر بچے نماز سے خوب واقف ہوں تو انہیں صف سے نہیں ہٹانا چاہئے اور کچھ بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے نماز میں شامل ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے ہیں اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اور کچھ لوگوں کا یہ خیال کہ لڑکا اگر برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہو گی غلط ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۱۸ اور فتاویٰ مصطفویہ جلد دوم صفحہ ۷۳ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۹ رشوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: صہیب اختر، متعلم ادارہ ہذا

ترک واجب کے سبب جماعت دوبارہ قائم کی گئی تو اس میں نیا آنے والا مقتدی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ترک واجب کے سبب جماعت دوبارہ قائم کی گئی تو اس میں نیا آنے والا مقتدی شریک نہیں ہو سکتا۔ "لان الاقتداء هو ربط صلاته بصلاة الامام فلا بد له من ان تكون صلاة الامام متحدة بصلاة المقتدى بان تكون صلاتهما واحدة او تكون صلاة الامام متضمنة لصلاة المقتدى كاقتداء المتنفل بالمفترض فان الفرض مقيد و النفل مطلق و المطلق داخل فى المقيدفان الذى صلى الفرض مع ترك الواجب فقد ادى فرضه لكن بترك الواجب صارت صلاته ناقصة و وجب عليه الاعادة لجبر النقصان فلما اشتغل بالاعادة فهو ليس بمفترض لان الفرض سقط من ذمته بل هو يتم و يكمل الفرض و من لم يصل الفرض يؤدى فرضه فلو اقتدى به يلزم التغاير بين صلاتهما و لم يوجد معنى الاقتداء اى الربط و ايضا يلزم بناء الاقوى على الاضعف و هو لايجوز"۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۶۹ پر ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے، نیا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۱۹) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۷ ررجب المرجب ۱۹ھ

مسئلہ:- از نعیم احمد برکاتی، ہبلی، کرناٹک

زید اپنی تجارت میں مصروفیت کے باعث روزانہ ایک دو نمازیں جماعت ہونے کے بعد پڑھتا ہے۔ روزانہ جس وقت وہ مسجد میں وضو کرتا ہے تو روزانہ نئے نئے دو تین مقتدی ایسے ضرور ملا کرتے ہیں جن کو کسی عذر کے باعث تاخیر ہو جاتی ہے ان کو لے کر وہ اسی مسجد میں الگ جماعت سے نماز پڑھتا ہے۔ کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر نماز میں کسی عذر کے باعث تاخیر ہو جائے تو اکیلے نماز پڑھنے کے بجائے کم از کم ایک دو اشخاص کو لے کر جماعت قائم کر لو حتی کہ اگر کوئی جماعت سے پڑھ بھی چکا ہو تو وہ نفل کی نیت سے ظہر و عشاء میں اس کے ساتھ شریک ہو کر ثواب کمائے۔ تو اس صورت میں روزانہ علیحدہ جماعت قائم کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور تاخیر کی صورت میں جماعت ثانی قائم کرے یا جتنے لوگ باقی ہیں سب الگ الگ نماز پڑھیں۔ زید کو جو شخص جماعت ثانی قائم کرنے سے منع کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- بلا عذر شرعی ایک بار بھی جماعت چھوڑنے والا گنہگار اور سزا کا مستحق ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔ ایسا ہی ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۵۲ اور بہار شریعت حصہ ۳ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ اور تجارت کی مصروفیت ایسا عذر شرعی نہیں جس کے سبب جماعت چھوڑنا جائز ہو۔

لہٰذا زید بلا عذر شرعی روزانہ ایک دو نماز کی جماعت اولیٰ چھوڑنے کے سبب گنہگار ہے اور زید کے علاوہ دوسرے لوگ جو تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں اگر بلا عذر شرعی ان کی جماعت اولیٰ چھوٹتی ہے تو وہ بھی گنہگار ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "فویل للمصلین الذین هم عن صلوتهم ساهون" یعنی ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں (پارہ ۳۰ سورۂ ماعون آیت ۵) اور حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا عذر شرعی روزانہ جماعت اولیٰ چھوڑ کر بعد میں جماعت ثانی قائم کرنے کی عادت بناؤ۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی عذر صحیح کے سبب کبھی اتفاقاً جماعت اولیٰ چھوٹ جائے تو جماعت ثانی قائم کرنے کی اجازت ہے کہ یہ تنہا پڑھنے سے بہتر ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں بلا عذر شرعی روزانہ جماعت ثانی کے ساتھ نماز پڑھنا ناجائز و گناہ ہے ان پر لازم ہے کہ جماعت اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ جماعت ثانی کرنے کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر کسی عذر صحیح کے سبب کبھی اتفاقاً جماعت اولیٰ چھوٹ جائے تو بغیر اذان و اقامت محراب سے ہٹ کر جماعت ثانی کرنے کی اجازت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۷۵ میں ہے۔ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "مسجد محلہ میں جس کے لئے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلا عذر شرعی مثل بدمذہبی امام وغیرہ، جماعت اولیٰ کا قصداً ترک کرنا گناہ ہے اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں محراب سے ہٹ کر جماعت

کریں' اھ ملخصا (فتاوی رضویہ جلد۳ صفحہ ۳۷۶) اور روزانہ جماعت ثانی قائم کرنے کی عادت بنانے والے کو منع کرنا کوئی گناہ نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

یکم صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از سیف رضا رضوی، نانی دمن، گجرات

جماعت کھڑی ہوئی پہلی رکعت کے بعد ضرورت کے تحت ایک شخص صف سے نکلا اور ختم نماز تک صف میں جگہ خالی رہی اس صورت میں صف کے کنارے والوں کی نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں کنارے والوں کی نماز ہوگئی البتہ جو جگہ خالی تھی کسی نئے آنے والے کو اسے بھر دینا چاہئے تھا اگر کسی نے اسے نہیں بھرا اور آخر تک یوں ہی رہنے دیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۷۵ میں ہے۔ لیکن اگر ابتدا ہی سے صف اول میں جگہ خالی ہے اور لوگوں نے اسے پر نہیں کیا تو قطع صف ہے اور اس کی وجہ سے لوگ گنہگار ہوں گے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کوئی جگہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے " اقیموا الصفوف فانما یصفون لصف الملائکة و حاذوا بین المناکب و سدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم و لاتذروا فرجات للشیطان و من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله"۔ یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور اپنے کندھے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو شخص صف کو ملائے گا اللہ اسے ملائے گا اور جو صف کو کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا (ابوداؤد شریف صفحہ ۹۷) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۲۰ رذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: نور محمد اشرفی، چتا کنتا، الور، ضلع الور (اے، پی)

فرض نماز دو آدمی جماعت بنا کر پڑھ رہے ہیں تیسرا آدمی آیا تو وہ کہاں کھڑا ہو؟ امام کے بازو میں داہنی یا بائیں طرف؟ بینوا توجروا

الجواب:- جب ایک مقتدی ہے تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو اور جب دوسرا شامل ہو تو امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائے اور اگر دوسرا بھی امام کے برابر کھڑا ہو گیا تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور دو سے زیادہ کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ۱۶۲ پر ہے اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ۳۰۷ میں ہے "یقف الواحد محاذیا لیمین امامہ علی المذهب فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا و الزائد یقف خلفه فلو توسط اثنین کرہ تنزیها و تحریما لو اکثر" اھ اور ردالمحتار جلد اول ص ۵۶۸ میں ہے "اذا اقتدی بامام فجاء آخر یتقدم الامام موضع سجودہ و ینبغی للمقتدی التأخر اذا جاء ثالث فان تاخر و الا جذبه الثالث ان لم یخش افساد صلاته و هو اولی من تقدمه لانه متبوع" اھ ملخصا. و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۲۵ ربیع الغوث ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از رمضان ملک، گرہ محلہ سوئی بک، بڈگام، کشمیر
نماز باجماعت شروع اور پہلی صف پوری ہوگئی ہے تو دوسری صف میں صرف ایک مقتدی ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ اکیلے کھڑا ہو؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر پہلی صف پر ہو چکی ہے تو آنے والا شخص دوسرے کے آنے کا انتظار کرے اگر کوئی نہیں آیا اور امام رکوع میں چلا گیا تو وہ صف اول سے جو اس مسئلہ کا جانکار ہو کھینچ کر دوسری صف میں اپنے ساتھ ملا کر کھڑا ہو جائے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص نہیں جو اس مسئلہ کا جانکار ہو تو وہ اکیلے امام کی سیدھ میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور اگر بلا عذر بھی اکیلے کھڑا ہو جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۶۸ پر ہے "ان وجد فی الصف فرجة سدها و الا انتظر حتی یجئ آخر فیقفان خلفه و ان لم یجئ حتی رکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسئلة فیجذبه و یقفان خلفه و لو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة. ولو وقف منفردا بغیر عذر تصح صلاته" .اھ و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی
یکم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از دین محمد، صدر نورانی مسجد، رضانگر، سمبل پور، اڑیسہ
جو لوگ مسجد کے قریب رہتے ہوئے بلا وجہ شرعی جمعہ و جماعت میں شریک نہ ہوں ایسوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نماز جمعہ فرض عین ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان عاقل و بالغ مرد پر فرض ہے اور اس کی فرضیت نماز ظہر سے بھی زیادہ مؤکد تر ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۹۳ پر ہے اور غنیہ شرح منیہ ص ۵۴۸ پر ہے "اعلم ان صلاة الجمعة فرض عین قال الجمعة حق واجب علی کل مسلم" اور درمختار مع شامی جلد ۱ صفحہ ۵۸۹ پر ہے "هی فرض عین و

ھی فرض مستقل آکد من الظھر" اھ

اور جو شخص بلا عذر شرعی تین جمعے پے در پے چھوڑ دے اس کے لئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من ترك ثلاث جمعات متواليات تها و نابها طبع الله على قلبه" یعنی جس شخص نے پے در پے تین جمعہ کی نماز بلا عذر شرعی چھوڑ دی اللہ تعالی اس کے دل پر مہر صبت فرما دیتا ہے اھ (طبرانی شریف ج ۲۲ صفحہ ۸۹) یونہی جماعت سے نماز پڑھنا عاقل بالغ قادر مرد پر واجب ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ا صفحہ ۸۲ پر ہے "تجب على الرجال العقلاء البالغين الا حرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج"

لہذا جو لوگ بلا عذر شرعی جمعہ کی نماز نہ پڑھیں اور بار بار ترک کریں وہ سخت گنہگار تارک فرض کے سبب مستحق عذاب نار ہیں اور جو لوگ مسجد کے قریب رہتے ہوئے بلا عذر شرعی جماعت سے نماز نہیں پڑھتے وہ بھی سخت گنہگار فاسق و فاجر مردود الشہادۃ ہیں جیسا کہ اعلی حضرت مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ''تارک جماعت وہ ہے کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح و معتمد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا مستحق عذاب نار ہوا العیاذ باللہ. اور اگر عادی ہو کہ بار بار حاضر نہیں ہوتا اگر چہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو بلا شبہ فاسق و فاجر مردود الشہادۃ ہے فان الصغيرة بعد الاصرار كبيرة" اھ (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۶) و اللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۴ ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ: - از غلام محی الدین گجراتی، متعلم الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ روناہی، ضلع فیض آباد، یوپی

پابند شرع عالم دین امام کی اقتدا میں نماز نہ پڑھ کر جماعت ثانیہ قائم کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں جماعت ثانیہ قائم کرنے والوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: - پابند شرع عالم دین امام جب کہ صحیح القرأت، غیر فاسق، سنی صحیح العقیدہ ہو اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو اور اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھ کر بلا وجہ شرعی جماعت ثانیہ قائم کرنا جائز نہیں کہ اس طرح جماعت ثانیہ قائم کر کے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا ہے جو حرام ہے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من فارق المسلمين قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه" یعنی جس شخص نے مسلمانوں کے درمیان بالشت بھر بھی تفریق کی تو تحقیق اس نے اسلام کے پٹے کو اپنی گردن سے نکال دیا اھ (طبرانی شریف جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۹) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''مسلمانوں میں تفریق کرنے کے لئے جدید جماعت قائم کرنا جائز نہیں'' اھ (فتاوی امجدیہ جلد ا صفحہ ۱۱۸) لہذا جن لوگوں نے امام مذکور کی بلا وجہ شرعی مخالفت میں کینہ و بغض رکھ کر جماعت ثانیہ قائم کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام اور ان

سب لوگوں کی نماز مکروہ ہوئی۔

اور اگر یہ لوگ جامع شرائط امام کی مخالفت میں جماعت ثانیہ اذان جدید کے ساتھ کرتے ہیں تو ان کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اصفحہ ۴۰۸ میں ہے "یکرہ تکرار الجماعۃ باذان " اھ اور اعلی حضرت سیدنا امام احمد رضا مجدد اعظم بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ''کہ اذان جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی'' اھ (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۰) لہذا اس صورت میں ان سب لوگوں پر نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ درمختار مع شامی جلد اصفحہ ۳۴۷ میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" اھ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری
۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از محمد سیف رضا رضوی، نانی دمن، گجرات

مسجد کے صحن میں نماز ہو رہی تھی اتنے میں بارش ہوگئی یا شدید آندھی آگئی یا زلزلہ کا جھٹکا لگا تو ان صورتوں میں جماعت جاری رکھے یا نماز توڑ دے؟ بینوا توجروا

الجواب:- نماز شروع کر کے توڑنا بلا عذر شرعی سخت ناجائز و حرام ہے خدائے تعالی کا ارشاد ہے "وَ لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَکُمۡ" یعنی اپنے اعمال باطل نہ کرو (پارہ ۲۶ سورۂ محمد آیت ۳۳) حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں عمل کے باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تو آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفل ہی ہو نماز یا روزہ یا اور کوئی، لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے'' اھ (تفسیر خزائن العرفان) اور اعلی حضرت مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ''نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے'' اھ (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۳)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر ہلکی بارش ہوئی یا آندھی آئی یا زلزلہ کا صرف جھٹکا محسوس کیا تو ان صورتوں میں نماز توڑنا جائز نہیں ہاں اگر اتنی سخت بارش یا اتنی شدید آندھی آئی کہ نماز توڑے بغیر چارہ کار نہیں یا زلزلہ کا جھٹکا اتنا سخت لگا کہ جان جانے کا خطرہ ہے تو ان صورتوں میں نیت توڑنا جائز ہے الاشباہ و النظایر صفحہ ۱۴۰ میں ہے "الضرورات تبیح المحظورات" اھ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری
۲۴ر ذی القعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد توفیق رضا، بھیونڈی، متعلم ادارہ ہذا

کیا جو لوگ نماز نہ پڑھیں ان پر مالی جرمانہ رکھنے کی صورت ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- ہر عاقل، بالغ، آزاد، قادر مسلمان پر جماعت کی نماز واجب ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "تجب علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلاۃ بالجماعۃ من غیر حرج." (جلد اول صفحہ ۸۲)
اور بہار شریعت میں ہے: ''بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے۔'' (جلد سوم صفحہ ۱۳۰)

لہذا جو لوگ نماز پڑھتے ہیں مگر بلا عذر شرعی جماعت کے لئے حاضر نہیں ہوتے تو اہل بستی مصلحت دینی کے تحت مالی جرمانہ رکھ سکتے ہیں۔ فتاوی بزازیہ مع ہندیہ میں ہے: "من لایحضر الجماعۃ یجوز تعزیرہ باخذ المال." (فتاوی بزازیہ علی ھامش النھدیۃ ج٦ صفحہ ٤٢٧) مگر مال وصول کر لینے کی صورت میں مال کو محفوظ رکھا جائے اور توبہ کے بعد مال کو لوٹا دیا جائے گا۔ فتاوی بزازیہ کے اسی صفحہ میں ہے: "معناہ ان تأخذہ ملہ و نودعہ فاذا تاب یردہ علیہ." و اللہ تعلی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:- از: عبد الجبار، پوکھرنی، متعلم ادارہ ہذا

داہنی جانب امام کے سلام پھیرتے وقت مقتدی جماعت میں شریک ہوا تو اس کی شرکت صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر امام پر سجدۂ سہو واجب تھا جس کے لئے وہ داہنی جانب سلام پھیر رہا تھا یا اسے سہو یاد نہ تھا اس لئے وہ قطع کی نیت سے داہنی جانب سلام پھیرنے کے بعد بائیں جانب سلام میں مشغول تھا پھر کوئی فعل نماز کے منافی کرنے سے پہلے سجدہ کر لیا تو ان دونوں صورتوں میں سلام پھیرتے وقت آنے والا جماعت میں شریک ہوا تو اس کی شرکت صحیح ہے۔

اور اگر سجدۂ سہو واجب نہ تھا مگر اس کے لئے سلام پھیر رہا تھا سہو ہونا یاد تھا اس کے باوجود نیت قطع وسلام میں مصروف تھا یا اختتام نماز کے لئے سلام پھیر رہا تھا اور سہو نہیں تھا ان صورتوں میں مقتدی کا جماعت میں شریک ہونا صحیح نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ردالمحتار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی بار لفظ سلام کہتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا اگر چہ علیکم نہ کہا ہو اس وقت کوئی شریک جماعت ہوا تو اقتدا صحیح نہ ہوئی ہاں اگر سلام کے بعد سجدہ سہو کیا تو اقتدا صحیح ہو گئی۔
(بہار شریعت ۳ صفحہ ۸۹)

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد رئیس القادری البرکاتی

۱۱ر رجب المرجب ۱۸ھ

باب مایفسد الصلاۃ

مفسدات نماز کا بیان

مسئلہ:- از: (ڈاکٹر) محمد بیت اللہ قادری، الامین میڈیکل کالج بیجاپور، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ آج کل بہت سی مسجدوں میں نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتے ہیں تو اگر کہیں ایسی مسجد نہ ملے کہ جہاں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ ہو تو جمعہ عیدین اور پانچ وقت کی نماز میں کیا کریں جب کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع وسجود کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جیسا کہ اکثر معتمد علمائے کرام ومفتیان عظام کا فتویٰ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- جب کوئی ایسی مسجد نہ ملے کہ جہاں نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ ہو تو اس صورت میں نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین سب امام کے قریب پڑھے اور لاؤڈ اسپیکر کے بجائے امام کی آواز پر رکوع وسجود کرے اس طرح نماز فاسد نہیں ہوگی اور ترک جماعت کا بھی گناہ نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم رذی الحجہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد حسین انصاری، قدوائی نگر تالاب، بھیونڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز نہیں ہوتی اس لئے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں۔ بلکہ اس کی نقل ہوتی ہے جو آواز کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے ملاحظہ ہو فتاویٰ فیض الرسول جلد اول میں صفحہ ۳۶۱ سے صفحہ ۳۶۶ تک ماہرین سائنس اور اس کے انجینیروں کے متفقہ اقوال اور آواز کے ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ صدا ہوتی ہے جیسے پہاڑ اور گنبد وغیرہ سے ٹکرا کر پیدا ہونے والی آواز صدا ہوتی ہے۔ اور صدا کا وہ حکم نہیں جو متکلم کی آواز کا ہے کہ متکلم کی آواز بغیر کسی چیز سے ٹکرائے صرف ہوا کے تموج سے سننے والے کے کان تک پہنچتی ہے۔ اور صدا چونکہ کسی چیز سے ٹکرا کر پیدا ہوتی ہے اس لئے آیت سجدہ سنے تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "فی الخلاصة ان سمعها من الصدا لاتجب." (فتح القدیر جلد اول صفحہ ۴۶۸) اور تنویر الابصار ودرمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۱۷ میں ہے: لاتجب بسماعه من الصدا." اور مراقی الفلاح مع طحطاوی صفحہ ۲۶۴ میں ہے:" لاتجب بسماعه من الصدا و هو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال و الصحاری و نحوها."

اس تغایر حکم سے صاف ظاہر ہوا کہ صدا کا حکم جداگانہ ہے۔ اور جب سجدہ تلاوت کے وجوب میں صدا کا اعتبار نہیں تو حکماً صدا نفس آواز متکلم سے الگ ہے اور جب سجدۂ تلاوت میں صدا نفس آواز متکلم سے جدا ٹھہری تو نماز کے سجدہ کیلئے صدا کو شرعاً بعینہ آواز متکلم مان لینا صحیح نہیں۔ یعنی جب سجدۂ تلاوت میں صدا نفس آواز متکلم سے جدا اور خارج ہے تو اس میں بھی خارج قرار پائے گی اور جب صدا خارج قرار پائی تو حالت نماز میں اس سے تلقن جائز نہیں۔ خواہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی صدا ہو یا صحرا وغیرہ کی۔ اس لئے کہ خارج سے تلقن مفسد نماز ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد اول مطبوعہ نعمانیہ صفحہ ۴۱۸ پر ہے: " المؤتم لما تلقن من خارج بطلت صلاتہ۔ " اھ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اور مطبوعہ مصر صفحہ ۹۳، عنایہ شرح ہدایہ مع فتح القدیر جلد اول صفحہ ۹۲ اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۱۲ پر بھی اسی طرح ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماہرین سائنس کی تحقیقات اور فقہائے معتمدین کے اقوال سے یہ امر پورے طور پر متحقق ہوگیا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع وسجود کرنے والوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے اور ایسی نماز کا پھر سے پڑھنا فرض ہوتا ہے۔ اور مکبرین کے ساتھ بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہ ہوگا اس لئے کہ جو مکبر اور مقتدی امام سے دور ہوں گے وہ لاؤڈ اسپیکر ہی کی آواز کی اتباع کریں گے جو نماز کے فساد کا باعث ہوگا۔ اکابرین علمائے اہل سنت کا یہی فتویٰ ہے کہ ''نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع و ناجائز اور مفسد نماز ہے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں۔ اگر میکروفون میں امام آواز ڈالے گا بے اس کے وہ آواز نہ لے گا تو اسی عمل سے امام کی نماز جاتی رہے گی۔ امام کی جائے گی تو مقتدیوں کی بھی جائے گی۔ اور اگر لاؤڈ اسپیکر ایسا ہو کہ میکروفون میں آواز ڈالی نہ جاتی ہو فرض کیجئے وہ خود لیتا ہو امام کے منہ کے سامنے نہ ہو قریب ایک طرف رکھا ہوا ہو امام اس میں آواز نہ ڈال رہا ہو تو امام کی تو ہو جائے گی اور ان مقتدیوں کی بھی جو خود آواز سن کر اتباع امام کی کر رہے ہیں۔ مگر دور دور کے وہ مقتدی جن تک امام کی آواز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ لاؤڈ اسپیکر ہی کی آواز کی اتباع کر رہے ہیں۔ ان کی نماز نہ ہوگی کہ لاؤڈ اسپیکر میں پہنچ کر امام کی آواز اس سے ٹکرا کر ختم ہوجاتی ہے جیسے گنبد میں بولنے والے اور کنوئیں میں بولنے والے کی آواز ختم ہوجاتی ہے پانی اور گنبد کے اس ٹکراؤ سے اور آواز پیدا ہوتی ہے۔ ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر میں اور آواز پیدا ہوتی ہے۔ کئی بار ہم نے اسے خود محسوس کیا ہے۔ مقرر جو لفظ بولتا ہے ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر سے اسی طرح سے ہے جیسے گنبد اور کنوئیں سے (القول الازہر فی الاقتداء لاؤڈ اسپیکر تصنیف شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ صفحہ ۲۰) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) سے خطبہ سننے میں حرج نہیں مگر اس کے آواز پر رکوع وسجود کرنا مفسد نماز ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۰)

اس کے حاشیہ میں فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی لکھتے ہیں کہ: ''پہلا فتویٰ (جسمیں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز قرار دیا گیا ہے) خود بتا رہا ہے کہ اس وقت تک لاؤڈ اسپیکر کی حقیقت اچھی طرح منکشف نہ تھی اور جب اس

کی حقیقت واضح ہوگئی تو یہ فتوی دیا۔

'فساد صلاۃ کی وجہ تلقن من الخارج ہے۔اس لئے کہ لاؤڈ اسپیکر کی ساخت کے ماہرین کا کہنا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر متکلم کی آواز کے مثل دوسری آواز پیدا کرتا ہے تو نمازیوں کو جو آواز سنائی دے رہی ہے وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز ہے۔اور اگر اسے صحیح نہ مانا جائے تو بھی کم از کم اتنا ضرور ہے کہ ہارن سے نکلنے والی آواز میں خارج کا مکمل عمل دخل ہے فقہاء نے صدا (آواز بازگشت) کو فرمایا 'لانها محاكاة و ليس بقرأة.' (غنیہ طحطاوی علی مراقی) صرف اس بناء پر کہ صدا میں اگر چہ بعینہ آواز متکلم سنائی دیتی ہے مگر اس میں خارج کا عمل دخل ہے اگر چہ اضطراری اور بہت قلیل۔خارج کے اس اضطراری وقلیل دخل نے بعینہ متکلم کی آواز کو محاکاۃ کے حکم میں کردیا۔لاؤڈ اسپیکر میں بالقصد والاختیار خارج کا اثر ہے اور وہ بھی بہت زائد تو ہارن سے جو تکبیر سنائی دے رہی ہے وہ تکبیر نہیں محاکاۃ ہے اس لئے اس پر التفات کرنا تلقن فی الخارج اور بلاشبہ مفسد صلاۃ ہے۔'' (حاشیہ فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۰)

نیز اسی میں ص ۱۹۲ پر ہے۔''خطبہ کی حالت میں آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) جن لوگوں نے تکبیرات کی آواز سن کر رکوع وسجود کیا ان کی نمازیں نہیں ہوئیں۔''

اور حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اجمل صاحب سنبھل قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: 'فرض کرلیجئے کہ اس آلہ میں بعینہ آواز امام ہی منتقل ہوئی ہے لیکن اس بات کو ماننی پڑے گی کہ امام کی آواز ہوا میں متکیف ہوکر اس آلہ میں پہنچی اور اس آلہ نے اگلی ہوا میں نیا تموج پیدا کیا تو اگلی ہوا کے تموج کا سبب قریب یہ آلہ ہی تو قرار پایا تو اب اس آواز کی نسبت اس آلۂ لاؤڈ اسپیکر کی طرف ضرور کی جائے گی نیز امام کی آواز جہاں تک پہنچی اس آلہ نے اس میں اتنا تصرف کیا کہ اب وہ آواز اس مقام پر بھی پہنچادی جہاں اصل آواز امام کسی طرح نہیں پہنچ سکتی تھی تو لاؤڈ اسپیکر کا اتنا تصرف تو ناقابل انکار ہے اور جب لاؤڈ اسپیکر کا یہ تصرف تسلیم ہے اور اس کی آواز کی نسبت لاؤڈ اسپیکر کی طرف صحیح ہے تو پھر وہی نتیجہ نکلا کہ مقتدی کے حق مین غیر امام کا تصرف اور آواز واسطہ بنی تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجانے کے لئے اسی قدر کافی ہے۔(تحقیق الاکابر،لاتباع الاصاغر مرتبہ حافظ محمد عمران قادری رضوی صفحہ ۱۸)

اور شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب لکھنوی ثم پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:''کہ لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز مسموع ہوتی ہے وہ اصل متکلم کی صوت نہیں ہوتی بلکہ صدا ہے۔''اور حضرت سیدنا المفتی الاعظم مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب دام ظلہم العالی نے بھی بمبئی میں بماہ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ اپنی تحقیق یہی بیان فرمائی اور اس وقت وہاں جو دوسرے اکابر علمائے اہل سنت مثل حضرت مخدومی مولانا سید آل مصطفیٰ میاں صاحب مارہروی اور حضرت معظمی مولانا سید محمد المحدث الاعظم کچھوچھوی دامت برکاتہم القدسیہ ومجاہد ملت مولانا محبوب علی خاں صاحب نصرہم المولیٰ تعالیٰ تشریف فرما تھے سب نے اس کی تصدیق فرمائی جس کی کھلی ہوئی روشن دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں سے اصل متکلم کی آواز بھی سنتا ہو اور

لاؤڈ اسپیکر کے کسی ہارن کا منہ اس کی طرف ہو تو وہ اصل متکلم کی آواز کو اور ہارن سے نکلی ہوئی صدا کو علیحدہ علیحدہ متمائز و متغائر طور پر سنے گا جیسا کہ ہارن کا مشاہدہ ہے جب یہ صدا ہے تو صدا ہی کے سب احکام اس پر مرتب ہوں گے جس طرح صدا کی اقتداء بحکم شریعت مطہرہ صحیح نہیں اسی طرح لاؤڈ اسپیکر سے سنی ہوئی آواز کی اقتداء بھی شرعاً باطل ہے نماز میں اس آلہ کا استعمال شرعاً حرام و ناجائز اور موجب بطلان نماز مصلیان ہے۔'' (تحقیق الاکابر لاتباع الاصاغر صفحہ ۲۰،۲۱)

حضرت شیر بیشۂ سنت کی اس تحریر سے ظاہر ہوا کہ سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ صاحب قبلہ مارہروی اور محدث اعظم حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ الرضوان کے نزدیک بھی نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں بلکہ سید العلماء قبلہ نے شیر بیشۂ سنت رحمۃ اللہ علیہ کے لاؤڈ اسپیکر کی نماز میں استعمال کے عدم جواز کے فتویٰ پر ان الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے:''

الجواب الجواب و المجیب الفاضل رحمة الله علیه مصیب و مثاب بست و دوم صفر المظفر ۱۳۸۰ھ شنبہ ملاحظہ ہو القول الازہر فی الاقتداء بلاؤڈ اسپیکر صفحہ ۱۸۔

اور محدث اعظم قبلہ نے حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک فتویٰ کی ان لفظوں کیساتھ تصدیق فرمائی ہے ''جو نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز کے متعلق ہے هذا حکم العالم المطاع و ما علینا الا الاتباع. (تحقیق الاکابر لاتباع الاصاغر) اور اس فتویٰ کی تصدیق حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی الجامعہ الشرفیہ مبارکپور نے بھی ان الفاظ میں فرمائی ہے 'الجواب هو الصواب' (تحقیق الاکابر ص ۷)

اور مفتی اعظم دہلی حضرت مولانا شاہ محمد مظہر اللہ صاحب شاہی امام مسجد جامع فتحپوری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''ظاہر ہے کہ یہ آلہ (مکبر الصوت یعنی لاؤڈ اسپیکر) امام اور مقتدیوں کا غیر ہے اور امام کا غیر مقتدی کے قول پر اور مقتدی کا غیر امام کے قول پر عمل کرنا مفسد صلاۃ ہے پس اس آلہ کی آواز پر جو لوگ ارکان نماز ادا کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ مظہری صفحہ ۱۲۱)

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ اکابر علمائے اہل سنت کا فتویٰ اسی پر ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں جو لوگ اس کی آواز پر رکوع و سجود کرتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔ والله تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذوالحجہ ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد نسیم القادری، مدرسہ خواجہ غریب نواز گلشن محمدی، بھچاؤ، کچھ

(۱) لاؤڈ اسپیکر پر جواز اقتداء نماز کے سلسلے میں حضرت کا کیا خیال ہے؟ جبکہ موجودہ ماحول میں علماء دونوں جانب ہیں۔ فرض، واجب اور تراویح کا حکم ایک ہے یا ان میں کچھ فرق ہے۔ اگر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے والے کی اقتداء کے بغیر کبھی چارۂ کار نہ ہو تو کیا کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع وسجود کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے چاہے وہ فرض وواجب نماز ہو یا سنت تراویح۔ ہر نماز کا حکم ایک ہے تفصیل کے لئے فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ملاحظہ ہو۔ اگر کہیں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے والے کی اقتدا کے بغیر چارۂ کار نہ ہو تو ایسے امام کے قریب پہلی صف میں نماز پڑھے اور لاؤڈ اسپیکر کی بجائے امام کی آواز پر رکوع و سجود کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۱ر ذی الحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: حاجی محمد اسمٰعیل، بڑی کنجرہٹی، چھترپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پہلی رکعت میں 'تبت یدا' اور دوسری میں 'اذا جاء' پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر اس نے قصداً خلاف ترتیب پڑھا تو کیا حکم ہے اور سہواً پڑھا تو کیا حکم ہے؟ اور اگر کسی نے لقمہ دیا یا تو لقمہ دینا اور لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کی نماز ہوگئی البتہ اگر اس نے بے ترتیبی سے سہواً پڑھا تو کچھ حرج نہیں اور قصداً پڑھا تو گنہگار ہوا۔ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۰۷ میں ہے: "یجب الترتیب فی سورة القران فلو قرأ منکوسا أثم لکن لایلزمه سجود السهو لان ذلك من واجبات القرائة لا من واجبات الصلاة کما ذکره فی البحرفی باب السهو."

اور خلاف ترتیب پڑھنے کے بعد اگر کسی نے لقمہ دیدیا تو اس کا لقمہ دینا اور امام کا اسے قبول کرنا جائز نہیں کہ امام کو اوپر والی سورت شروع کرنے کے بعد اسی کو پورا کرنے کا حکم ہے اسے چھوڑ کر بعد والی سورت پڑھنے کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ درمختار جلد اول صفحہ ۴۰۴ میں قنیہ سے ہے: قرأ فی الاولیٰ الکافرون فی الثانیة الم تر او تبت یدا ثم ذکر یتم۔" اس کے تحت شامی میں خلاصہ سے ہے: "افتتح سورة قصده سورة اخری فلما قرأ آية او آيتين اراد ان يترك تلك السورة و يفتتح التی ارادها يكره اه." ایسی صورت میں لقمہ دینے والے کی نماز بے جا لقمہ دینے کے سبب فاسد ہوگئی اور اگر امام نے ایسا لقمہ لے لیا تو امام کی اور اس کے ساتھ سب کی نماز خراب ہوگئی۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۱۳ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۵ر شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر محمد جمیل خاں اشرفی، بلرام پور
کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جو شخص نستعین کو نستعین پڑھے اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے دوسرے کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو شخص نستعین پڑھنے پر قادر ہے مگر وہ لاپرواہی سے نستعین پڑھتا ہے۔تو اس کی اپنی نماز نہیں ہوگی اور نہ اس کے پیچھے دوسرے کی۔اور اگر صحیح پڑھنے پر قدرت نہیں رکھتا تو ایسے شخص کے متعلق حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''اس پر واجب ہے کہ تصحیح حروف پر رات دن پوری کوشش کرے۔اور اگر صحیح خواں کی اقتدا کرسکتا ہے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی اقتداء کرے۔یا وہ آیتیں پڑھے جس کے حروف صحیح ادا کرسکتا ہو۔اور یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی۔اور اپنے مثل اور اپنے سے کمتر کی امامت بھی کرسکتا ہے۔اور صحیح ادا کرنے پر قادر بھی نہیں ہے اور کوشش کو بھی ترک کردیا اور صحیح خواں کی اقتدا بھی نہیں کرتا تو اس کی اپنی نماز بھی نہیں ہوگی۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۱۸)

اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "لایصح غیر الالثغ به علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی و حرره الحلبی و ابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کا لامی فلایؤم الامثله و لاتصح صلاته اذا امکنه الاقتدا بمن یحسنه او ترک جهده او وجد قدر الفرض مما لالثغ فیه هذا هو الصحیح." (درمختار مع ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۹۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی		کتبہ: محمد عبدالحی قادری
۸/ربیع الاول ۱۷ھ

مسئلہ:- از: ابرار احمد قادری خادم مدرسہ اشرفیہ، ریاض العلوم بیر پور، بلرام پور۔
کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مصلی اگر امام ہے اور موضع سجود سے متجاوز ہوا تو اگر اتنا آگے بڑھا جتنا اس کے اور سب سے قریب والی صف کے درمیان فاصلہ تھا نماز فاسد نہ ہوئی۔اور اگر مصلی منفرد ہے اور موضع سجود سے آگے نہ بڑھا اگرچہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو بھی نماز باطل نہیں ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۵۴)

اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ان کان اماما فجاوز موضع سجوده فان بقدر ما بینه و بین الصف الذی یلیه لاتفسد و ان اکثر فسدت و ان کان منفردا فمعتبر موضع سجوده فان جاوزه فسدت و الافلا." اھ (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۲۱)

کتب فقہ کی ان عبارتوں سے یہ واضح ہوا کہ اگر مصلی اپنی جگہ سے بحالت نماز موضع سجود تک چلا گیا پھر بھی نماز باطل نہ ہوئی۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۴ ربیع الاول ۱۷ھ

مسئلہ:- از: مقیم احمد برکاتی خادم دارالعلوم جامعیہ طاہرالعلوم، چھتر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ فرض کا آخری قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا دو رکعت والی نماز میں تیسری کا اور چار رکعت والی نماز میں پانچویں کا سجدہ کر لیا تو مسئلہ یہ ہے کہ فرض باطل ہو کر سب رکعتیں نفل ہو گئیں۔ سوال یہ ہے کہ جب نفل کا ہر قعدہ آخری قعدہ کے حکم میں ہے یعنی فرض ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جانا چاہئے۔ نماز کے نفل ہونے کی صورت میں اسے صحیح نہیں ہونا چاہئے اس شبہ کا جواب تحقیق کے ساتھ تحریر کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں قیاس تو یہی کہتا ہے کہ نماز فاسد ہو جائے مگر استحساناً اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ قعدہ سے پہلے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے اسے ایک ایسی نماز بنا دیا جو فرض کے مشابہ ہے۔ اور نفل کا قیاس کرنا فرض پر من وجہ مشروع ہے اس لئے کہ وہ فرض کے تابع ہے تو ایسی صورت میں قعدۂ اولیٰ شفعین کے مابین فاصل ہو گیا۔

جیسا کہ حضرت علامہ امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "کان القیاس فی المتنفل بالاربع اذا ترک القعدۃ الاولیٰ ان تفسد صلاتہ و ھو قول محمد لان کل شفع لما کان صلاۃ علی حدۃ کانت القعدۃ عقیبہ فرضاً کالقعدۃ الاخیرۃ فی ذوات الربع من الفرائض الا ان فی الاستحسان لاتفسد وھو قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف لانہ لما قام الی الثالثۃ قبل القعدۃ فقد جعلھا صلاۃ واحدۃ شبیھۃ بالفرض و اعتبار النفل بالفرض مشروع فی الجملۃ لانہ تبع للفرض. فصارت القعدۃ الاولیٰ فاصلۃ بین الشفعین. (بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۲۹۴)

اور ترک قعدہ کے وقت میں وہ نفل نماز نہیں تھی بلکہ فرض تھی پھر جب رکعت کو سجدہ اور ضم رکعت سے مقید کیا اس وقت نفلیت متحقق ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ فرض کو نفلیت بعد میں عارض ہوئی ہے اس لئے اس پر فرض ہی کے احکام جاری ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "انہ فی حال ترک القعدۃ لم یکن نفلا انما تحققت

النفلية بتقييد الركعة بسجدة و الضم فالنفلية عارضة اه." (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۰۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۵ ربیع الآخر ۱۷ھ

مسئلہ:- از: حافظ و قاری غلام یٰس صاحب، جلال پور، امبیڈ کرنگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا صرف انگلیوں کا سرا زمین سے لگا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حالت سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا انگلیوں کا سرا زمین سے لگا رہا تو نماز نہیں ہوگی جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط، تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۷۰) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "السجود بجبهته و قدميه و وضع اصبع واحدة منهما شرط اه." (درمختار جلد اول صفحہ ۳۰۰) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود اه." (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۰۰)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''سجدے میں فرض ہے کہ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو اور پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے۔ یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے۔ پاؤں کو دیکھئے انگلیوں کے سرے زمین پر ہوتے ہیں کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہیں ہوتا سجدہ باطل نماز باطل اھ'' ملخصاً (فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۵۵۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۲۱ ربیع الاول ۱۷ھ

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد القادری، سرسیا، سدھارتھ نگر

پارہ ۲۴ سورہ حم السجدہ آیت نمبر ۲۸ "جَزَآءً بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ" میں يَجْحَدُوْنَ کی بجائے يَعْمَلُوْنَ پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- فقہ کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ قرأت میں اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۸۰ میں ہے: "ذكره كلمة مكان كلمة على وجه البدل ان كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها و هي في القرآن لاتفسد صلاته و ان لم تكن تلك الكلمة في القرآن لكن يقرب معناها

لاتفسدو ان لم تکن الکلمة فی القرآن و لاتتقاربان فی المعنی تفسد صلاته بلاخلاف اذا لم تکن تلک الکلمة تسبیحا و لاتحمیدا و لاذکرا اھ. تلخیصاً "اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں ایک لفظ کے بدلے میں دوسرا لفظ پڑھا اگر معنی فاسد نہ ہوں نماز ہو جائے گی جیسے علیم کی جگہ حکیم اور اگر معنی فاسد ہوں نماز نہ ہوگی جیسے 'وَعْداً عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ' میں فٰعِلِيْنَ کی جگہ غَافِلِيْنَ پڑھا اھ" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۰۷)

لہٰذا آیت میں 'یَجْحَدُوْنَ' کی جگہ 'یَعْمَلُوْنَ' پڑھا تو نماز ہوگئی کہ "یَجْحَدُوْنَ" پڑھنے کی صورت میں آیت کا ترجمہ ہے "سزا اس کی کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔" اور 'یعملون' پڑھنے کی صورت میں ترجمہ ہے۔ "سزا اس کی کہ ہماری آیتوں کی ساتھ کرتے تھے۔" اور کفار اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے۔ یعنی انکار کرتے تھے۔ لہٰذا یہ دونوں اس مقام پر متقارب المعنی ہیں نماز ہوگئی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد بمیر الدین حبیبی مصباحی

۴ ربیع الآخر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: ممتاز احمد قادری دار العلوم جامعیہ طاہر العلوم، چھتر پور

کیا ہندوستان میں ایسی کوئی بڑی مسجد ہے کہ جس میں نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز اھ۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۰۱) لہٰذا ہندوستان میں ایسی کوئی بڑی مسجد نہیں ہے جس میں نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد بمیر الدین حبیبی مصباحی

۱۹ صفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد نیاز برکاتی، نیواری، جہانگیر گنج، فیض آباد

اگر بلاسترہ نماز پڑھ رہا ہے تو کتنے فاصلہ پر آدمی اس کے سامنے سے گذر سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ

آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز اھ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۰۱)

درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۶۹ میں ہے: "مرور مار فی الصحراء و فی مسجد کبیر بموضع سجوده فی الاصح و مروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت صغیر فانه کبقعة واحدة اه." اور ردالمحتار میں ہے: "(قوله بموضع سجوده)أی من موضع قدمه الی موضع سجوده کما فی الدرر و هذا مع القیود التی بعده انما هو للاثم و الا فالفساد منتف مطلقاً (قوله فی الاصح) صححه التمرتاشی وصاحب البدائع و اختاره فخر الاسلام و رجحه فی النهایة و الفتح انه قدر مایقع بصره علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا ببصره الی موضع سجوده اه."

لہٰذا اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو دیوار قبلہ تک مصلی کے سامنے سے آدمی نہیں گذر سکتا ہے البتہ اگر درمیان میں کچھ حائل ہو تو گذر سکتا ہے۔ اور اگر صحرا یا بڑی مسجد میں بلاسترہ نماز پڑھ رہا ہے تو سجدے کی جگہ کے آگے سے گذر سکتا ہے اس کے اندر سے گذرنا حرام ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد بدیر الدین حبیبی مصباحی
　　　　۱۹ رصفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: حافظ مقصود احمد، امام معینیہ مسجد اندور (ایم پی)

ایک کتاب نگاہ سے گذری جس کا نام ہے ''بغداد سے مدینہ منورہ تک'' اس کے صفحہ ۱۰۸ پر ہے کہ جو لوگ فرض نماز کے بعد سنتیں پڑھتے ہیں ان کے سامنے سے لوگ گذرتے رہتے ہیں۔ حرمین کی دونوں مسجدوں کا یہی حال ہے اور اس کو نہ کوئی برا مانتا ہے نہ روکتا ٹوکتا ہے۔ لیکن اب پاکستانیوں نے یہ جدت (بدعت) کی ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھتے وقت ان کے سامنے سے کوئی گذرتا ہے تو اسے روکتے ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نمازی کے سامنے سے گذرنا ہرگز جائز نہیں کہ اس میں بہت سخت گناہ ہے حدیث شریف میں ہے: لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه لکان ان یقف اربعین خیرا له من ان یمر بین یدیه قال ابو النضر لا ادری قال اربعین یوما او شهرا او سنة." یعنی اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا یہ جان لیتا کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو چالیس تک کھڑے رہنے کو گذرنے سے بہتر جانتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ حضور نے چالیس دن فرمایا کہ چالیس مہینے یا چالیس برس (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۹۷) اس حدیث کے تحت حضرت امام اجل نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "معناه لو یعلم ما علیه من الاثم لاختار الوقوف اربعین علی ارتکاب ذلك الاثم و معنی

الحدیث النھی الاکید و الوعید الشدید فی ذلک." یعنی اگر گذرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو اس گناہ کے کرنے پر چالیس دن یا چالیس مہینہ یا چالیس سال کھڑے رہنے کو پسند کرتا۔ خلاصہ یہ کہ حدیث شریف میں گذرنے والوں کو نہایت تاکید کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور ان کے لئے اس بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ (نووی مع مسلم جلد اول صفحہ ۱۹۷)

لہٰذا جو نمازی کے سامنے سے گذرتے رہتے ہیں چاہے وہ فرض پڑھ رہا ہو یا سنت تو وہ سخت گنہگار ہوتے ہیں۔ اور مسجد نبوی میں پاکستانی لوگ گذرنے والوں کو جو روکتے ہیں وہی شریعت کا حکم ہے بدعت ہرگز نہیں۔

البتہ طواف کعبہ کی حالت میں نمازی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے۔ لان الطواف صلاۃ فصار کمن بین یدیہ صفوف من المصلین." اھ ایسا ہی ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۳۶ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۳ رذی الحجہ ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: محمد جمیل خاں، میڈیکل اسٹور، مُتھرابازار، بلرام پور

موجودہ دور میں مسجد نبوی اور مسجد حرام کے امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "اتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون و ان من خالف اعتقادھم مشرکون و استباحوا بذلك قتل اھل السنة و قتل علمائھم." یعنی عبد الوہاب کے ماننے والے نجد سے نکلے اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر زبردستی قبضہ کر لیا وہ لوگ اپنا مذہب حنبلی بتاتے ہیں۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کی مخالفت کریں وہ کافر و مشرک ہیں۔ اسی لئے ان لوگوں نے اہل سنت و جماعت اور ان کے عالموں کے قتل کو جائز ٹھہرایا۔ (ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۲۶۲)

اور دیوبندی مسلک کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ: ''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان مشرک و کافر ہیں۔ اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے'' (شہاب ثاقب صفحہ ۴۳) دیوبندی مسلک کے ایک دوسرے مشہور مولانا خلیل احمد انبیٹھی لکھتے ہیں: "کفر الوھابیة اتباع محمد بن عبد الوھاب الامة." یعنی محمد بن عبدالوہاب کے وہابی چیلوں نے امت کو کافر کہا۔ (المہند صفحہ ۳۷)

اور جو کسی مسلمان کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما." یعنی جس نے اپنے بھائی کو کافر

کہا تو وہ کفر خود اس پر پلٹ آیا'' اھ (مشکوٰۃ ص ۴۱۱) اور اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں "رجع الیه تکفیره لکونه جعل اخاه المؤمن کافرا فکانه کفر نفسه" اھ (مرقاۃ جلد نہم صفحہ ۱۳۷)

لہٰذا مذکورہ مسجدوں کے امام اگر وہابی ہیں تو ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''وہابیہ قطعاً بے دین اور بے دین کے پیچھے نماز ناجائز فتح القدیر میں ہے: "روی عن ابی حنیفة و ابی یوسف رضی الله تعالیٰ عنهما ان الصلاة خلف اهل الاهواء لاتجوز اه." (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۴۰) والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
یکم ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اذان یا نماز میں اللہ اکبر کی جگہ اللہ اکبار پڑھ دیا تو اذان و نماز ہوگی یا نہیں؟ اذان و نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اذان میں اکبر کی جگہ اکبار کہنا حرام ہے۔ اذان کا اعادہ کرے اور نماز میں کہا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تکبیر تحریمہ میں کہا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔

بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۳۲ پر ہے: ''کلمات اذان میں لحن حرام ہے۔ مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزہ کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا یوہیں اکبر میں ''ب'' کے بعد ''الف'' بڑھادینا حرام۔'' اور اسی میں صفحہ ۶۸ پر ہے: ''لفظ اللہ کو آللہ یا اکبر کو آکبر یا اکبار کہا تو نماز نہ ہوگی۔ بلکہ اگر ان کے معانی فاسدہ سمجھ کر قصداً کہے تو کافر ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۶۵ میں ہے: "المد فی اول التکبیر کفر و فی آخره خطأ فاحش کذا فی الزاهدی." اور علامہ عابدین شامی علیہ الرحمہ درمختار کی عبارت "و عن مد همزات" کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "أی همزة الله و همزة اکبر اطلاقا للجمع علیٰ ما فوق الواحد لانه یصیر استفهاما و تعمده کفر فلایکون نکرا فلا یصح الشروع به و تبطل الصلاة به لو حصل فی اثنائها فی تکبیرات الانتقالات اه." اور 'باء اکبر' کے تحت لکھتے ہیں: "أی و خالص عن مد باء أکبر لانه یکون جمع کبر و هو الطبل فیخرج عن معنی التکبیر او هو اسم للحیض او للشیطان فتثبت الشرکة فتعدم التحریمة." اھ (ردالمحتار جلد اول ص ۳۲٤) والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی
۱۴۱۹/۱۱/۲۹ھ

باب مایکرہ فی الصلاۃ

نماز کے مکروہات کا بیان

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ٹھنڈک کے سبب کان اور داڑھی چھپا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بحالت نماز کان چھپانے میں حرج نہیں مگر داڑھی چھپانا مکروہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تغطیۃ الفم و اللحیۃ اھ." واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب جب اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جاتے ہیں تو زمین پر سر رکھنے کے بعد اکبر کہتے ہیں۔ اسی طرح جب سجدے سے اٹھتے ہیں تو سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد اکبر کہتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- امام صاحب کا سجدے میں زمین پر سر رکھنے کے بعد اور سجدے سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد اکبر کہنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۰۷ میں ہے: یکرہ اتمام القرأۃ فی الرکوع و الاذکار بعد تمام الانتقال علی الاصح کذا فی الزاھدی اھ ملخصاً" اور مراقی الفلاح مع طحطاوی صفحہ ۱۹۳ میں ہے: "یکرہ ان یأتی بالاذکار المشروعۃ فی الانتقالات بعد تمام الانتقال لان فیہ خللین ترکہ فی موضعہ و تحصیلہ فی غیرہ اھ." اسی کے تحت طحطاوی میں ہے: "کان یکبر للرکوع مثلا بعد الانتھاء الی حد الرکوع او یقول سمع اللہ لمن حمدہ بعد تمام القیام و السنۃ ان یکون ابتداء الذکر عند ابتداء الانتقال و انتھائہ عند انتھائہ و ان خالف ترک السنۃ قال فی الاشباہ کل ذکر فات محلہ لایؤتی بہ فی غیرہ اھ." اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اذکار نماز کو ان کی جگہ سے ہٹا کر پڑھنا مکروہ ہے'' (بہار شریعت حصہ سوم بحوالہ غنیہ صفحہ ۱۷۲)

لہٰذا سجدہ کے لئے جاتے وقت اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور سجدہ میں پیشانی رکھتے وقت ختم کر دے۔ اس طرح سجدہ سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا شروع کرے اور سیدھا کھڑا ہوتے وقت ختم کر دے۔ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۴۶ میں ہے: "ثم یکبر و

یسجداہ." اس کے تحت 'عمدۃ الرعایۃ' میں ہے: "قوله یسجد لم یقل ساجدا لیفید مقارنة التکبیر مع السجود تنبیها علی ان ابتداء التکبیر عند ابتداء الاستخفاض و انتهائه عند وضع جبهته للسجود صرح به فی المحیط اھ." و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۲۶ ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ:- از: صوفی محمد صدیق، چوری والے، جواہر مارگ، اندور

آدھی آستین کا کرتا یا قمیص وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر اس کے پاس دوسرا کپڑا پوری آستین کا موجود ہے تو مکروہ ہے۔ ورنہ بلا کراہت جائز ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "جس کے پاس کپڑے موجود ہوں اور صرف آدھی آستین یا بنیائن پہن کر نماز پڑھتا ہے تو کراہت تنزیہی ہے اور کپڑے موجود نہیں تو کراہت بھی نہیں معاف ہے۔ اور اگر کرتے یا اچکن کی آستین چڑھا کر نماز پڑھتا ہے تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے: 'کرہ کفه ای رفعه و لو لتراب کمشمر کم او ذیل و صلاته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته و مهنته ای خدمته ان له غیرها و الا لا.' (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری
۲۵ رشوال المکرم ۱۴ھ

مسئلہ:- از: عبدالعزیز نوری، ہاتھی پالا، اندور

سینے پر کرتے کا سارا بٹن بند کیا مگر اوپر سے جو شیروانی یا صدری پہنی اس کا کوئی بٹن بند نہ کیا یا صرف اوپر کا ایک بٹن بند کیا۔ اور اسی حالت میں نماز پڑھی تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "انگر کھے جو صدری یا چغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلاف معتاد نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۴۷) لہذا اس طرح کپڑا پہن کر نماز پڑھا کہ نیچے کرتے کا سارا بٹن بند ہے اور اوپر شیروانی یا صدری کا کل یا بعض بٹن کھلا ہے تو حرج نہیں۔

اور جو بہار شریعت میں مکروہ تنزیہی کا حکم کیا گیا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر

ہے کہ وہ اس صورت میں ہے جہاں صدری یا شیروانی کے کل یا بعض بٹن کے کھلا رہنے کو معیوب سمجھا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۳۰ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ: -از: محمد معین الدین نورانی، مسجد سونا پالی، سمبلپور، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو کسی مسجد میں امامت کا کام انجام دیتا ہے۔ اور زید کا بال کان کی لو سے نیچے اور شانے سے کچھ اوپر ہے واضح رہے کہ حالت رکوع وسجود میں زید کے بال سے ان کی داڑھیاں اور کان ڈھک جاتے ہیں اور لٹک کر رخسار تک پہنچ جاتا ہے۔ سوال طلب امر یہ ہے کہ زید کا اس طرح بال رکھنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں اور نماز میں کوئی کراہت آتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانۂ مبارک سے چھو جاتے۔'' (بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۱۹۹) اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''بال نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۳۲) لہذا زید کا مذکورہ طریقے پر بال رکھنا از روئے شرع درست ہے اور اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی اگرچہ رکوع وسجود کی حالت میں بال سے ان کی داڑھی اور کان ڈھک جاتے ہیں اور لٹک کر رخسار تک پہنچ جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد حنیف قادری

۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ: -از: محمد عادل قادری استاذ دار العلوم فیض النبی، کونڈر، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مقتدی مسجد کے صحن میں کھڑے ہوئے اور امام محراب میں کھڑا ہوا جس کا فرش صحن مسجد کے فرش سے ڈیڑھ بالشت اونچا ہے اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''امام کا تنہا بلند جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے بلندی کی مقدار یہ ہے کہ دیکھنے میں اس کی اونچائی ظاہر وممتاز ہو پھر یہ بلندی اگر قلیل ہو تو کراہت تنزیہ ورنہ ظاہر تحریم اھ۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۷۴) لہذا امام کا تنہا ڈیڑھ بالشت اونچائی پر کھڑا ہونا جائز نہیں ایسی نماز کا اعادہ کیا جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۱۳ صفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: الحاج محمد رفیق اوجھا گنجوی، شانتی نگر، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مرد کے لئے جائز نہیں البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کی لئے ضرور ہے حدیث میں صاف نھی الرجل ہے۔'' پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: ''امام زین الدین عراقی نے فرمایا۔ مختص بالرجال دون النساء. اھ''(فتاوٰی رضویہ سوم صفحہ ۴۱۷) اور حدیث شریف میں ہے: ''نھی ان یصلی الرجل و ھومعقوص. یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرد کو جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه و ابو داؤد و ابن ماجه و الترمذی و الطبرانی وغیرھم و الاشبه بسیاق الاحادیث ان الکراھة تحریمة اھ.'' (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۶۷) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۵؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:-

سجدہ میں جاتے وقت لنگی یا پائجامہ اٹھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان مکروہات تحریمیہ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں: ''کپڑا اسمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے کیا ہو اور بلاوجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۶۵) اور فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ پر ہے: ''یکره للمصلی ان یرفع ثوبه من بین یدیه او من خلفه اذا اراد السجود و کذا فی معراج الدرایة اھ.'' ملخصاً. و اللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی
۱۷؍صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد جمیل خاں اشرفی، متھرا بازار، بلرام پور

ریفل پن جیب میں لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر ریفل پن میں اسپرٹ وغیرہ کوئی نجس چیز ہو تو ایسے قلم کو جیب میں لگا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جس قلم یا جس روشنائی میں اسپرٹ ہو اس سے تعویذ وآیات کا لکھنا منع ہے۔ جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اسپرٹ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ شراب ہے اور اس میں نشہ ہے ایسی صورت میں کتبہ وغیرہ لکھنے یا نقشہ بنانے

میں یا کسی اور طرح اسے کام میں لانے کی اجازت نہیں۔'' اھ تلخیصاً (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۲۶۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۴؍ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: نثار احمد اوجھا گنجوی، شانتی نگر، بھیونڈی

سونے چاندی کے علاوہ کانچ (شیشہ) پلاسٹک اور دوسرے دھاتوں کی چوڑیاں پہننا اور پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب:- سونے چاندی کے علاوہ کانچ (یعنی شیشہ) اور پلاسٹک کا زیور بھی عورتوں کو پہننا جائز ہے اور دوسری تمام دھاتوں کا زیور پہننا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی سے سوال کیا گیا کہ عورتوں کو کانچ کی چوڑیاں پہننا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں ''جائز ہیں: "لعدم المنع الشرعی" بلکہ عورت کیلئے سنگار کی نیت سے مستحب۔ "و انما الاعمال بالنیات." (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲) بلکہ شوہر یا ماں باپ کا حکم ہو تو واجب۔ "فحرمة العقوق و لوجوب طاعة الزوج فيما يرجع الى الزوجية. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۳۵) اور دھاتوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''چاندی سونے کے سوا لوہے، پیتل، تانبے رنگ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں اھ۔'' تلخیصاً (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۴) اور تحریر فرماتے ہیں: ''تانبا، پیتل، کانسہ لوہا تو عورتوں کو بھی پہننا ممنوع ہے اور اس سے نماز ان کی بھی مکروہ ہے۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ نصف آخر صفحہ ۲۷۹) اور خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "التختم بالحديد و الصفر و النحاس و الرصاص مكروه للرجال و النساء اھ." (درمختار جلد پنجم صفحہ ۲۵۳)۔

لہٰذا کانچ (یعنی شیشہ) اور پلاسٹک کی چوڑیاں پہننا اور پہن کر نماز پڑھنا صحیح و درست ہے۔ اور سونے چاندی کے علاوہ دوسری تمام دھاتوں کی چوڑیاں پہننا ناجائز اور پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۱۰؍جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: مولانا محمد یونس، سکریٹری دار العلوم ناسک

اگر پاجامہ یا پینٹ سے ٹخنہ چھپ جائے تو نماز بلا کراہت ہوگی یا کراہت کے ساتھ زید کہتا ہے کہ کف ثوب مکروہ ہے لہٰذا پاجامہ پینٹ کو اگر نیچے سے موڑ کر ٹخنہ سے اوپر کرے یا کمر میں کپڑا موڑ کر ٹخنہ ظاہر کرے دونوں مکروہ ہے تو آخر زید کے لئے کیا بہتر ہے کمر میں کپڑا موڑے یا ٹخنہ سے نیچے چھوڑ دے؟ بینوا توجروا۔

(۲) ایک قبر ہے جس کا ناسک کی تاریخ میں ذکر نہیں ملتا ہے۔ مگر بوڑھے لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ بچپن سے اسے دیکھ رہے ہیں آیا اس قبر پر پترے کا شیڈ اور دیوار بنا کر اس کی حفاظت کی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) پاجامہ یا پینٹ سے ٹخنہ چھپا رہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی ورنہ تنزیہی۔ ایسا ہے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۴۸ میں ہے۔ اور کف ثوب مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: "و کرہ کفہ" اسی کے تحت خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "حرر خیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ. اھ" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۴۰)

اور کپڑا میں کھونس کر نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے، گھرسنے (کھونسنے) سے منع فرمایا (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۴۶) اور ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی ہو اس کا اعادہ واجب ہے مگر مکروہ تنزیہی ہو تو اعادہ واجب نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا." لہٰذا زید پاجامہ یا پینٹ نہ نیچے سے موڑے اور نہ کمر میں بلکہ ٹخنہ کے نیچے بغیر نیت تکبر چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مذکورہ قبر کی حفاظت شیڈ اور دیوار بنا کر کی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ امام صاحب عورتوں کی طرح سجدہ کرتے ہیں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوتی ہے کہ سجدہ میں ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگنا شرط ہے جیسا کہ بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۷۱ پر ہے اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۴۷ میں ہے: "وضع اصبع واحدۃ منھما شرط اھ." اور عورتوں کی طرح سجدہ کرنے میں یہ شرط ادا نہیں ہوتی ہے لہٰذا نماز بھی نہیں ہوتی قاعدۂ کلیہ ہے "اذا فات الشرط فات المشروط." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

۲۸؍ رجب المرجب ۲۰ھ

۷۸۶/۹۲

نوٹ:— عورتوں کی طرح سجدہ کرنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس حالت میں ایک انگلی کا پیٹ بھی زمین پر نہیں لگتا تو بے شک اس صورت میں نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہیں لگتے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے یعنی ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از: محمد مقبول حسین ابن اے۔ اے بوجھگار (اے۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ پینٹ جو کافی ڈھیلا ہوتا ہے اٹھنے بیٹھنے اور طہارت کرنے میں کافی آسانی ہوتی ہے اس کا استعمال کیسا ہے؟ اگر اس کو پہن کر نماز پڑھے یا پڑھائے تو اس نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من تشبہ بقوم فھو منھم۔" یعنی جس نے کسی قوم سے مشابہت کی تو وہ اسی سے ہے (مشکوٰۃ شریف باب اللباس صفحہ ۳۷۵) اور دوسری حدیث شریف میں ہے حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "ایاکم وزیّ الاعاجم۔" یعنی اپنے آپ کو عجمی مجوسیوں کے لباس سے بچاؤ۔ اس لئے کفار کی وضع کے کپڑے پہننا حرام و ناجائز ہے۔ یعنی جو وضع ان کے ساتھ مخصوص ہے اس سے بچنا لازم ہے۔ اگر خاص ان کی وضع نہ ہو تو استعمال کر سکتے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی قوم کا وہ لباس ممنوع ہے جو ان کے ساتھ خاص ہو دوسرے لوگ اس کے استعمال کے عادی نہ ہوں جس لباس کو دیکھ کر ہر شخص یہ کہدے کہ یہ فلاں قوم کا فرد ہے۔ اور جو لباس کسی قوم کے ساتھ خاص نہ ہو یا پہلے خاص تھا اب خاص نہ رہا۔ عام ہو گیا۔ وہ کسی قوم کا خاص لباس نہیں کہلائے گا۔ اگر چہ وہ اس قوم کا ایجاد کردہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ "تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شی ان بد مذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ (فتاوی رضویہ نہم نصف اول صفحہ ۱۹۱)

اور اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ کے دور میں پینٹ انگریزوں کا خاص لباس اور شعار تھا جو کوئی کسی پینٹ پہنے ہوئے دیکھتا تو کہہ دیتا کہ یہ انگریز ہے اس لئے آپ نے فتویٰ دیا کہ پتلون، پینٹ پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے پر نماز بھی مکروہ لیکن پینٹ کا استعمال اب بالکل عام ہو چکا ہے ہندو و مسلم ہر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے۔ کسی قوم کے ساتھ خاص نہ رہا۔ اس لئے اگر پینٹ ایسا ڈھیلا ہو کہ نماز ادا کرنے میں دشواری نہ ہو تو اسے پہن کر نماز جائز ہے۔ البتہ ائمۂ مساجد کے شایان شان نہیں کہ وہ نیابت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب پر ہیں۔ لہٰذا وہ پینٹ نہ پہنیں۔ اور ہرگز اس پر نماز نہ پڑھائیں بلکہ سنت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سنت صحابۂ کرام و اولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر عمل کرتے ہوئے 'لنگی' یا 'پاجامہ' کا استعمال کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۵؍ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ نماز پڑھنے کی حالت میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ نماز پڑھنے کی حالت میں ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو مکروہ تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۶۶ میں ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر ہے: "و یکرہ ان یلتفت یمنۃ او یسرۃ بان یحول بعض وجھه عن القبلة فاما ان ینظر بمؤق عینه و لایحول وجھه فلا باس به کذا فی فتاویٰ قاضی خان." اھ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "و الالتفات بوجھه کله او بعضه للنھی و ببصرہ یکرہ تنزیھا و بصدرہ تفسد کما مر." (الدر المختار) اور عبارت مذکورہ کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ (قوله للنھی) ھو ماروا ہ الترمذی و صححه عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ایاك و الالتفات فی الصلاۃ فان الالتفات فی الصلاۃ ھلکة فان کان لابد ففی التطوع لا فی الفریضة و روی البخاری انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال ھو اختلاس یختلسه الشیطان من صلاۃ العبد و قیدہ فی الغایة بان یکون بغیر عذر و ینبغی ان تکون تحریمیة کما ھو ظاھر الاحادیث. بحر (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۷۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

۴؍ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: اختر حسین مشاہدی

چین والی گھڑی پہننا کیسا ہے اور اکثر امام چین والی گھڑی پہنتے ہیں نماز کے وقت نکال کر رکھ دیتے ہیں ایسے امام کے

بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- چین والی گھڑی پہننا اور اسے لگا کر نماز پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۷۰) اور جو امام چین والی گھڑی پہنتے ہیں اور نماز کے وقت نکال کر رکھ لیتے ہیں ان کی اقتداء کرنے میں حرج نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ گھڑی لگا کر نماز پڑھنے اور امامت کرنے کے متعلق سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں اگر (گھڑی) کسی دھات سونے، چاندی، پیتل وغیرہ سے بندھی ہے تو نماز مکروہ ہوگی اسے اتار کر نماز پڑھنی چاہئے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج اول ۱۳۷) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۵/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد عبد الحمید خاں، امام ہاشمیہ مسجد، رائچور، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) نماز میں اگر کرتے کے بٹن کھلے رہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- (۱) کرتے کے بٹن کھلے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ سینہ نظر آئے ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۷۰ پر ہے۔ اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف الحرکات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے۔ جیسے ایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام (بٹن) اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۴۷) اور اگر کرتے پر شیروانی یا صدری ہو اور اس کے بٹن کھلے رکھے تو حرج نہیں کیونکہ عام طور پر اس کے بٹن نہیں لگائے جاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ ۴۴۷ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کی تین قسمیں کی ہیں۔ (۱) سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ (۲) تحقیر و اہانت نماز مقصود ہو۔ مثلاً نماز کوئی ایسی مہتم بالشان چیز نہیں جس کے لئے ٹوپی عمامہ پہنا جائے تو کفر ہے۔ (۳) خشوع و خضوع کے لئے ہو تو جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۷۱، فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۴۹ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۰۶ پر ہے۔ اور علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ و الرضوان مکروہات نماز میں تحریر فرماتے ہیں۔ (و صلاتہ حاسرا) ای کاشفا (راسہ للتکاسل) "و لاباس بہ للتذلل و اما للاھانۃ بھا

فکفر." اھ (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۷۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

۱۶؍ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد سلمان رضا خاں قادری، متعلم الجامعۃ الاسلامیہ، فیض آباد

ہندوستان کی بعض کمپنیاں کسی دھات پر نقش نعلین شریفین بناتی ہیں کیا اس کو ٹوپی یا کسی پارچہ میں آویزاں کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا یہ چین دار گھڑی کے حکم میں نہیں ہے؟ زید کا خیال ہے کہ اس نقش کو جو دھات پر ہے جیب میں رکھ کر نماز ادا کرے گا تو نماز نہیں ہوگی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جس دھات پر نقش نعلین شریفین بنا ہوا اس کو ٹوپی یا کسی پارچہ میں آویزاں کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں اور وہ ہرگز چین دار گھڑی کے حکم میں نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''گھڑی کی زنجیر سونے، چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز و امامت مکروہ تحریمی ہیں۔'' (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۷۰) اور ناجائز اس لئے کہ گھڑی ہاتھ پر باندھنے میں چین متبوع ہوتی ہے جو از قسم زیور ہے اور نیلوں وغیرہ کے پٹہ کے ساتھ دھات کی گھڑی کا استعمال اس لئے جائز ہے کہ گھڑی تابع ہے جیسے کہ سونے کا بٹن دھاتوں کی زنجیر کے ساتھ ناجائز ہے اور نیلون وغیرہ کے دھاگے کے ساتھ جائز ہے۔ درمختار مع شامی جلد نہم صفحہ ۵۱۱ میں ہے: "لایکرہ علم الثوب من الفضۃ. اھ." اور ہدایہ آخرین صفحہ ۴۵۷ میں ہے: "لانہ تابع کالعلم فی الثوب فلا یعد لابسالہ اھ."

لہذا جب نقش نعلین شریفین کو ٹوپی یا کسی پارچہ میں آویزاں کریں گے تو وہ اس کے تابع ہو جائے گا۔ اس صورت میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اس لئے کہ تابع متبوع کے حکم میں ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۱۶ میں ہے: "المعتبر المتبوع لانـہ الاصل لا التابع." ہاں اس کو پہن کر استنجاء خانہ وغیرہ میں ہرگز نہ جائیں کہ بے ادبی ہے۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''داخل متوضا را باید کہ چیز درو ے نام خدا اور سول خدا و قرآن ست با خود نہ برد و در بعض شروح گفتہ کہ ایں شامل ست اسمائے تمام انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین۔'' یعنی بیت الخلاء میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ ایسی چیز کو جس میں خدا اور رسول کا نام لکھا ہو یا قرآن کا کوئی کلمہ ہو تو اپنے ہمراہ نہ لے جائے اور بعض شروح میں کہا گیا کہ یہ حکم تمام انبیائے کرام کے اسماء کو بھی شامل ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۲۰۱) اور جس طرح نعلین شریفین کی تعظیم لازم ہے اسی طرح اس کے نقوش کی تعظیم بھی ضروری ہے کیونکہ تعظیم و توہین کے سلسلہ میں جو حکم اصل کا ہے وہی حکم نقوش کا بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''علمائے دین نے نقشے کا اعزاز و اعظام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۵۰)

اور زید کا خیال کہ ان نقوش کو جو دھات پر ہے جیب میں رکھ کر نماز ادا کرے گا تو نماز نہیں ہوگی محض غلط ہے کہ جب تصویر، سونا، تانبہ، اور پیتل وغیرہ کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں تو اس دھات کو بھی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ان چیزوں کو لٹکایا نہیں اور نہ کلائی پر باندھا بلکہ جیب میں پڑی رہتی ہیں تو ناجائز نہیں کہ ان کے پہننے سے ممانعت ہے جیب میں رکھنا منع نہیں۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۵۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ: - از: غلام نبی خاں، اورنگ آباد، خلیل آباد

کندھے پر سے رومال لٹکا کر نماز پڑھنا اور نماز میں انگلی چٹکانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - رومال، شال یا چادر کے دونوں کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں۔ اور اگر ایک مونڈھے پر ڈالا اس طرح کی ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہو اور دوسرا پیٹ پر تو یہ بھی مکروہ ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۳۹ پر ہے۔

اور علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "کرہ سدل تحریما للنهی (ثوبه) ای ارساله بلا لبس معتاد و منديل يرسله من كتفيه فلو من احدهما لم يكره. اه" (درمختار مع شامی جلد ثانی صفحہ ۴۰۵) اور اسی کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اذا ارسل طرفا منه على صدره و طرفا على ظهره يكره." اور علامہ عبدالقادر رافعی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "قول الشارح فلو من احدهما لم يكره. ای احد كتفيه و لف الباقی علی عنقه. اه" (تقریرات الرافعی جلد ثانی صفحہ ۸۴)

اور نماز میں انگلیاں چٹکانا بھی مکروہ تحریمی ہے حدیث شریف میں ہے: " لاتفرقع اصابعك و انت فی الصلاة." یعنی جب تم نماز کی حالت میں ہو تو انگلیاں نہ چٹکاؤ۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۶۸) اور بنایہ شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۴۳۷ میں ہے: "ان تعمد فی فرقعة الاصابع او تشبيكها فصلاته باطلة. اه"

اور جن صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے ان نمازوں کا دہرانا واجب ہوتا ہے۔ درمختار مع شامی جلد ثانی صفحہ ۱۴۷ میں ہے: "کل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اه." واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۱۶ر ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

عمامہ سر پر اس طور پر باندھا کہ بیچ میں ٹوپی زیادہ کھلی رہی تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی؟ بینوا توجروا.

الجواب: حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ "لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹوپی پہنے رہنے کی حالت میں اعتجار ہوتا ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اعتجار اس صورت میں ہے کہ عمامہ کے نیچے کوئی چیز سر کو چھپانے والی نہ ہو۔اھ" (فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۹)

اس کے حاشیہ میں حضرت مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: "اختار ما فی الظهيرية و اما ما قال العلامة السيد الطحطاوی فی حاشية المراقی المراد انه مكشوف عن العمامة لا مكشوف اصلا لانه فعل مالا يفعل اه.

ففيه نظر لان كثيرا من جفات الاعراب يلفون المنديل و العمامة حول الرأس مكشوف الهامة بغير قلنسوة .اه"

اس سے ظاہر ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نہ کہ تحریمی تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالمگیری وشامی وغیرہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وسط راس بالکل مکشوف ہو ٹوپی وغیرہ کوئی چیز بیچ میں نہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عمادالدین قادری

باب احکام المسجد

احکام مسجد کا بیان

مسئلہ:- از: محمد فاروق کپاٹ والے، اندور

ایک بزرگ کے احاطۂ مزار میں کچی مسجد تھی جب اسے پختہ بنانے کے لئے بنیاد کھودی جانے لگی تو کئی جگہ سے انسان کی ہڈیاں نکلیں جبکہ اس جگہ قبرستان کا ہونا کسی کو معلوم نہیں تو اب اس جگہ مسجد بنانے کی کوئی صورت ہے کہ نہیں؟

الجواب:- مذکورہ جگہ مسجد بنانے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ جن جگہوں سے انسانی ہڈیا نکلیں اور قبر ہونے کا امکان ہو وہاں سے ہٹ کر چاروں طرف نیچے سے دیواریں یا ستون قائم کر کے اس پر اس طرح چھت ڈھالیں کہ چھت کا اوپری حصہ مسجد کا چھت قرار دیں اور چھت کا نچلا حصہ زمین سے نہ ملائیں بلکہ دونوں کے درمیان تھوڑی خالی جگہ چھوڑ دیں اس صورت میں قبروں کی بے حرمتی بھی نہ ہوگی اور ان کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا لیکن اگر اس زمین کا قبرستان میں وقف ہونا ثابت ہو اور حکومت کی طرف سے وہاں دفن کی ممانعت نہ ہو تو چھت اتنی اوپر ڈھالیں کہ نیچے مردہ دفن کرنے کیلئے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم ۳۹۹ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد رئیس القادری برکاتی

۱۷ر محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد حبیب الرحمٰن، مقام وڈاکخانہ بسو، بناس کانٹھا (گجرات)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چار سالہ لڑکے زید کو اس کا باپ عمرو نماز کے وقت مسجد میں لاتا ہے تاکہ نماز پڑھنے کی عادت پڑے لیکن خالد کا کہنا کہ بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمرو اپنے بچہ زید کو مسجد میں لاسکتا ہے یا نہیں جبکہ عمرو کو یقین ہے کہ وہ مسجد میں پاخانہ و پیشاب نہیں کرے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- خالد کا قول صحیح ہے۔ بیشک کمسن بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے: "مروا اولادکم بالصلاۃ و هم ابناء سبع سنین رواه ابو داؤد." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کی عمر کے ہوں۔ (ابو داؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۸) چونکہ سات برس کی عمر سے پہلے لڑکوں میں شعور بہت ہی کم ہوتا ہے اس لئے اس سے پہلے نماز کا حکم دینے کو حضور نے نہیں فرمایا کہ اس سے کم عمر کا بچہ بہت ممکن ہے کہ وہ مسجد میں آکر اس کے آداب کے خلاف کوئی حرکت کر بیٹھے۔

لہذا اگر عمرو چاہتا ہے کہ اس کے چار سالہ بچہ میں نماز کی عادت ومحبت پیدا ہو جائے تو اپنے گھر پر عورتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا عادی بنائے کہ اگر چہ اسے اپنے بچہ کے بارے میں یقین ہے کہ وہ مسجد میں پاخانہ پیشاب نہیں کرے گا لیکن اس کے یقین کے خلاف بھی ہوسکتا ہے۔

علاوہ ازیں اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اپنے چار سالہ بچوں کو مسجد میں لانے لگیں گے۔ اور جب اس عمر کے بچوں کی مسجد میں کثرت ہو جائے گی تو وہ یقیناً آپس میں چھیڑ چھاڑ کریں گے ہنسیں گے، ہنسائیں گے، مار پیٹ کریں گے اور پھر روئیں گے، رولائیں گے جس سے لوگوں کی نمازوں میں خلل پیدا ہوگا اور خشوع وخضوع جاتا رہے گا اور مسجد میں کسی بچہ کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کا اندیشہ بھی قوی ہو جائے گا۔ اسی لئے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم رواه ابن ماجه" یعنی اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ (ابن ماجہ بحوالۂ بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۵۱) لہذا عمرو پر لازم ہے کہ وہ اپنے چار سالہ بچہ کو مسجد میں ہرگز نہ لائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: شمس الحق قریشی، محلہ دھرم پور، سمستی پور (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے نظم ونسق باقی رکھنے کے لئے اور مسجد میں ہر وقت شور و ہنگامہ کو بچانے کے لئے مندرجہ ذیل اعلان آویزاں کیا ہے۔

(۱) مسجد اللہ کا گھر ہے اس کا ادب واحترام کریں۔

(۲) بجلی کے پنکھے اذان کے وقت کھولے جائیں گے اور بعد فراغت نماز بند کر دیئے جائیں گے۔

(۳) پانچوں وقت کی اذان نماز مسجد کی گھڑی سے ہوگی۔

(۴) امام مسجد کے علاوہ کسی دوسرے کو بغیر تحریری اجازت تقریر کرنا منع ہے۔

(۵) مقرر کو ضروری ہوگا کہ آداب مسجد کا خیال کرتے ہوئے تقریر فرمائیں۔ اور کسی قسم کے اختلافی مسائل کو بیان نہ کریں اور نہ ہی کوئی اشتعال انگیز تقریر فرمائیں۔

(۶) مسجد کا کوئی سامان بغیر اجازت استعمال کرنا منع ہے۔

(۷) مسجد کی دیواروں پر اشتہارات چسپاں کرنا منع ہے۔

(۸) مسجد کے نل سے بغیر اجازت پانی بھرنا منع ہے۔

(۹) مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔

(۱۰) مسجد میں کسی فرد یا جماعت کو بغیر تحریری اجازت قیام کرنا منع ہے۔
(۱۱) امام یا مؤذن کے متعلق کوئی شکایت ہو تو اس کو لکھ کر مسجد کمیٹی و متولی کو دیں۔
(۱۲) مسجد میں نماز اور نمازیوں کا خیال کرتے ہوئے سلام آہستہ کریں تاکہ نماز میں خلل واقع نہ ہو۔
(۱۳) بعد عشاء اندرونی گیٹ میں تالا لگا دیا جائے گا۔

کیا اس قسم کا اعلان مسجد میں آویزاں کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسجد کی انتظامیہ کمیٹی و متولی نے نظم و نسق باقی رکھنے اور مسجد کو ہر وقت کے شور و ہنگامہ سے بچانے کے لئے مذکورہ بالا جو اعلان آویزاں کیا ہے وہ درست ہے۔ لیکن نمبر ۵ میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ "مقرر کسی قسم کے اختلافی مسائل کو بیان نہ کریں اور نہ ہی کوئی اشتعال انگیز تقریر فرمائیں۔" اگر اس سے یہ مراد ہے کہ کفار و مرتدین اور بد مذہب جو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں جن میں سے بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ "اللہ جھوٹ بول سکتا ہے" اور جیسا کہ علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء نہیں ہیں آپ کے بعد دوسرا نبی ہو سکتا ہے۔ اور شیطان و ملک الموت کے علم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے۔ جو شخص شیطان و ملک الموت کے لئے وسیع علم مانے وہ مؤمن مسلمان ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے معاذ اللہ رب العلمین۔ مقررین ایسے کفری عقیدہ رکھنے والوں کا رد نہ کریں تو یہ نمبر سراسر غلط اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ" یعنی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ (پارہ ۲۸ سورۂ تحریم، آیت ۹) اور جہاد کی کئی قسمیں ہیں انہیں میں سے ایک قسم جہاد باللسان بھی ہے یعنی زبان سے جہاد کرنا اور تقریر جہاد کی قسم میں داخل ہے۔ حضرت علامہ امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ الباری اسی آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "المجاهدة قد تكون بالجهة تارة باللسان اھ" (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۵۷۳) اور اگر کوئی فاسق و فاجر ہو تو اس کے فسق و فجور کا بیان کر دینا جائز بلکہ ضروری ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتدعنون عن ذکر الفاجر متى يعرفه الناس اذكروا الفاجر بمافيه يحذره الناس." یعنی تم لوگ فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو؟ آخر اسے لوگ کیوں کر پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کیا کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ (بیہقی)

لہٰذا بد مذہب اور کفار و مرتدین کا رد کرنا اور ان کی خرابیوں کو ظاہر کرنا خواہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ فاسق و فاجر سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر کوئی فاسق و فاجر کے شر سے نہ بچ سکا تو صرف گنہگار ہی ہوگا مگر مسلمان رہے گا۔ لیکن اگر کفار و مرتدین کے شر سے نہ بچ سکا تو وہ مسلمان ہی نہیں رہ جائے گا۔ جیسا فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''فاسق وفاجر کے شر سے بچانے کے لئے لوگوں پر اس کی برائی کھول دینا جائز ہے اور بد عقیدہ لوگوں کا ضرر فاسق کے ضرر سے بہت زائد ہے فاسق سے جو ضرر پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے۔ فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر ہوتا ہے اور بد مذہب سے تو دین وایمان کی بربادی کا ضرر ہے۔ لہذا ایسوں کی بد مذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے۔''
(بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۵۰)

اور نمبر ۸ بھی صحیح نہیں کہ انتظامیہ کمیٹی اور متولی کے لئے محلے والوں کو مسجد کے نل سے پانی بھرنے کی اجازت دینے کا اختیار نہیں۔ لہذا ان کی اجازت سے بھی محلہ والوں کو مسجد کے نل سے پانی بھرنا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۴؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالوحید خاں، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ آغا دریا خاں مرحوم جو اہل سنت و جماعت بریلی مسلک کے تھے انہوں نے بستی شہر کے اپنے ہی محلہ میں اپنی زمین پر مسجد بنائی مگر چونکہ اس محلہ میں اس وقت مسلم آبادی بہت کم تھی اس لئے اس مسجد میں صرف پنجوقتہ نماز ہوا کرتی تھی۔ کچھ دنوں بعد اسی علاقہ میں ایک دار العلوم قائم ہوا جس کے احاطہ میں اس کے منتظمین نے اپنی ضرورت کے لئے مسجد بنائی اور اس میں جمعہ قائم کیا۔ لیکن چونکہ دار العلوم والوں کا مذہب دوسرا ہے اور وہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اہل محلہ جو اہل سنت و جماعت سے ہیں اور بریلی مسلک سے ان کا تعلق ہے وہ دار العلوم والوں کے پیچھے جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے ہیں اور دور دراز کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جانے میں ان کو پریشانی ہوتی تھی اس لئے محلہ کے سب اہل سنت و جماعت نے ایک سنی عالم دین کو جمعہ قائم کرنے اور اس کی امامت کرنے کے لئے منتخب کیا مگر دار العلوم والوں نے مسجد میں جمعہ پڑھنے سے روکا اور آمادۂ فساد ہوئے تو مسجد کے قریب ہی باہر جمعہ قائم کیا گیا پھر اس روز ضلع کے اہم حکام کے سامنے یہ طے پایا کہ مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی رہے گی اور اس مسجد میں دار العلوم والوں کا کوئی دخل نہیں رہے گا۔ پھر ضلع حکام نے ایک امام کو وقتی طور پر اس شرط کے ساتھ مقرر کر دیا کہ انہیں اہل سنت و جماعت کے معمولات میلاد شریف اس کے بعد کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام، نیاز فاتحہ اور چراغاں وغیرہ کرنا ہوگا اور نہ کرنے کی صورت میں امامت سے برطرف کر دیا جائے گا۔ پھر اس مضمون پر مشتمل جو صلح نامہ تیار ہوا اس پر محلہ آغا دریا خاں کے ذمہ داروں کے دستخط ہوئے۔ اور دار العلوم کے نمائندے محمد رفیع صدر انجمن...... گاندھی نگر بستی، حاجی مسعود احمد عرف گڈو اور ماسٹر محمد عمر وغیرہ نے بھی دستخط کئے۔

امام مذکور اس وقت سے برابر جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہیں اب دار العلوم کے لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں اسے بند کرو۔ یہاں تک ان لوگوں نے حکام ضلع کو یہ درخواست دی ہے کہ اس مسجد کا جمعہ بند کرایا جائے۔ اب

دریافت طلب امر یہ ہے کہ شہر کی مذکورہ مسجد میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں شہر کی مذکورہ مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنا بلاشبہ جائز ہے بالخصوص اس صورت میں جبکہ اہل محلہ کو دور دراز کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جانے میں پریشانی ہوتی تھی محلہ والوں کا مذکورہ مسجد میں جمعہ قائم کرنا اور پڑھنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے کہ ایک شہر کی متعدد جگہوں میں جمعہ ہوسکتا ہے۔ درمختار جلد اول صفحہ ۵۹۵ میں ہے: "و تؤدی فی مصر و احد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذاهب و علیه الفتوىٰ شرح المجمع للعینی و امامة فتح القدیر دفعاً للحرج." ردالمحتار میں ہے: "قوله مطلقا. ای سواء کان المصر کبیرا اولا و سواء فصل بین جانبیه نهر کبیر کبغداد اولا و سواء قطع الجسر او بقی متصلا و سواء کان التعدد فی مسجدین او اکثر هکذا یفاد من الفتح و مقتضاه انه لایلزم ان یکون التعدد بقدر الحاجة کما یدل علیه کلام السرخسی. قوله علی المذاهب فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر و به نأخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط."

لہذا دار العلوم والوں کا مذکورہ مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے روکنا اور جمعہ کی نماز بند کرانے کے لئے حکام ضلع کو درخواست دینا سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰی فِیْ خَرَابِهَا." (پارہ ا سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۴) دار العلوم والوں پر لازم ہے کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت کرنے سے باز آجائیں ورنہ خدا کے عذاب کا انتظار کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۵ر ذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: لقمان حکیم خاں رضوی شیرانی، مکتبہ شیرانی، شیرانی آباد، ناگور، راجستھان

امام و حافظ صاحب کے نذرانے کی لئے مسجد میں لوگوں سے سوال کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ: ''کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس سے نہ شور و غل ہو نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۵۲) لہذا حافظ و امام کی خدمت کرنا بھی کار خیر ہے اسی لئے ان کے نذرانے کے متعلق سوال کر سکتے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۶ر شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:-

کیا مسجد سے بلند کوئی اپنا مکان بنا سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بنا سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ حقیقت میں کوئی مکان مسجد سے اونچا نہیں ہوسکتا اگر چہ بظاہر اونچا نظر آتا ہو۔ کیوں مسجد ظاہری دیوار کا نام نہیں بلکہ اتنی جگہ کہ جتنی میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ تحت الثریٰ سے ساتوں آسمان تک سب مسجد ہی ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۸۵ میں ہے: "انه مسجد الی عنان السماء. اھ" ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۸۸ میں ہے۔ و اللہ تعالی أعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد یمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ

مسئلہ:- از: شمس الحق قریشی، دھرم پور، ضلع سمستی پور (بہار)

تبلیغی جماعت کا مسجد میں آکر اجتماع کرنا اور اس وقت مسجد کا پنکھا بجلی وغیرہ وغیرہ استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا.

(۲) کیا متولی مسجد وانتظامیہ کمیٹی کو شرعاً یہ جائز ہے کہ وہ اس قسم کے اخراجات مسجد کے وقف آمدنی پر ڈالیں؟ بینوا توجروا.

(۳) کیا متولی وانتظامیہ کمیٹی کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ وہ کسی بھی فرد یا جماعت کو غیر اوقات فرض نماز یا جماعت میں مسجد کی املاک استعمال کرنے کی اجازت دیں؟ بینوا توجروا.

(۴) کیا یہ شرعاً جائز ہے کہ کوئی فرد یا جماعت کوئی کتاب پڑھتے وقت بجلی کا پنکھا استعمال کرے اور بجلی کا خرچہ اپنی جیب سے ادا کرے؟ بینوا توجروا.

(۵) کیا مسجد کے املاک کو غیر نماز کے مقصد میں استعمال کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

(۶) کیا تبلیغی جماعت کو اعتکاف کی حالت میں مسجد میں قیام کی اجازت دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

(۷) دوران قیام کن کن باتوں کو لازم کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- تبلیغی جماعت کے سارے عقیدے وہی ہیں جو وہابیوں دیوبندیوں کے ہیں اور وہابیوں دیوبندیوں کے بہت سے کفری عقیدے ہیں جن میں سے حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پر جو کفری عقیدے ہیں ان کے سبب مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ ہندوستان، پاکستان، برما اور بنگلہ دیش کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے ان لوگوں کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ لہذا تبلیغی جماعت کو مسجد میں آنے اور اس میں اجتماع کرنے سے روک دیا جائے کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے از راہ فریب صرف کلمہ ونماز کا نام لیتے ہیں اور جب کوئی سنی دھوکہ سے ان کی جماعت میں شامل ہوکر ان کے ظاہری اعمال سے متاثر

ہو جاتا ہے تو پھر یہ لوگ آسانی کے ساتھ اسے پکا وہابی دیوبندی بنا کر اللہ و رسول کی بارگاہ کا گستاخ بنا لیتے ہیں۔اور جب وہ گمراہی پھیلانے کے لئے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں مسجد کا پنکھا وغیرہ استعمال کرنا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) متولی مسجد و انتظامیہ کمیٹی کو ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس قسم کے اخراجات مسجد کی وقف آمدنی پر ڈالیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) متولی و انتظامیہ کمیٹی کو یہ بھی شرعاً اختیار نہیں ہے کہ اوقات نماز کے علاوہ مسجد کا پنکھا کسی فرد یا جماعت کو استعمال کرنے کی اجازت دیں۔

(۴) مسجد کا پنکھا جبکہ اوقات نماز میں استعمال کرنے کے لئے ہے تو اسے کرایہ پر دینا جائز نہیں تو صرف بجلی کا خرچ اپنی جیب سے ادا کر کے اسے استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۵ پر ہے:''جو مسجد پر اس کی استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام ہے، لہٰذا حرام کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔درمختار:''کتاب الوقف فروع فصل شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل به''

لہٰذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ:''جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع و ناجائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۵) نہیں جائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) تبلیغی جماعت کو کسی حال میں مسجد کی اندر قیام کی اجازت دینا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۷) جب ان کا قیام مسجد میں جائز ہی نہیں ہے۔تو دوران قیام کن کن باتوں کو ان پر لازم کیا جائے اس سوال کے جواب کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

لقد اصاب من اجاب: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۰/ من شهر جمادی الآخره ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-از: محمد رضا، رضا کتابستان، بمبئی بازار، اندور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دارالعلوم نوری جو کہ سنی جماعت کا مرکز ہے اس کے نام سے یہاں کلینڈر ہر سال بیچنے کے لئے نکلتے ہیں ہر سنی مسجد کا امام جمعہ کی نماز کے بعد یہ اعلان کرتا ہے کہ لوگوں کو نئے سال کا کلینڈر لینا ہو وہ مرکز کا کلینڈر لے لیں۔اس کلینڈر سے جو منافع ہوگا وہ مدرسہ میں لگے گا۔لیکن جب مسجد کے امام صاحب سے اس بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہر کلینڈر کے بکنے پر دو روپے محنتانہ دیا جاتا ہے۔تو ایسا کرنا صحیح ہے؟

کیا مسجد سے کلینڈر بیچنے کا اعلان کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر یہ محنتانہ صرف مسجد میں کلینڈر کے اعلان کرنے کے بدلہ میں ملتا ہے تو درست نہیں کہ مسجد میں اجرت لے کر دینی تعلیم دینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''معلم اجیر کو مسجد میں بیٹھ کر تعلیم کی اجازت نہیں اور اجیر نہ ہو تو اجازت ہے۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۵) اور اگر محنتانہ اعلان کا بدلہ نہ ہو بلکہ کلینڈر بیچنے کا بدلہ ہو اور یہ بیچنا مسجد کے باہر ہو تو جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

مسئلہ:-

مسجد میں بلا کنیکشن (چوری سے) بجلی جلانا کیسا ہے؟

الجواب:- مسجد میں بلا کنیکشن چوری سے بجلی جلانا منع ہے کہ اس میں حکومت کو دھوکہ دینا اور اس کے قانون کو توڑنا ہے۔ اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا، اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اور عزت کی حفاظت کرنا ذلت و رسوائی سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہاں کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلا ٹکٹ (ریل میں) سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے۔ مستوجب سزا ہوگا۔ لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت و رسوائی ہو۔'' (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۱۴۶) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

یکم ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میرگنج، جونپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت مندرجہ ذیل مسئلہ میں

(۱) دیہات میں ایک مسجد بہت برسوں سے ہے اور اس میں کئی سالوں سے جمعہ بھی قائم ہے اور وہ اتنی بڑی ہے کہ وہاں کے سب مسلمان اس میں آجائیں تب بھی وہ بھرتی نہیں خالی رہتی ہے۔ مسلمانوں کے درمیان آپس میں ایک جھگڑا ہو گیا تو کچھ لوگوں نے از خود مسجد میں آنا بند کر دیا اور دوسری مسجد بنا کر اس میں جمعہ کی نماز بھی پڑھنا شروع کر دیا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے آپس میں جھگڑنے کے بعد از خود مسجد میں آنا بند کر دیا۔ اور دوسری مسجد بنا کر اس میں جمعہ کی بھی نماز پڑھنے لگے۔ اگر انہوں نے وہ مسجد صرف نماز کی غرض سے خالص اللہ کے لئے بنائی ہے تو وہ مسجد ہے۔ اور اگر ان لوگوں کا مقصد اس کے بنانے سے جماعت میں پھوٹ ڈالنا اور پہلی مسجد کو نقصان پہنچانا ہے تو وہ حقیقۃً مسجد

نہیں اسے ڈھا دینا ضروری ہے۔ مگر مسلمانوں پر ایسا گمان کرنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر یہ مسجد انہوں نے بغرض نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اس پر باعث باہمی رنجش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ اور اس حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ کہ دوسروں کی نماز میں تفرقہ ڈالنا۔ اور اگر یہ نیت تھی کہ مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس میں مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کو متفرق کر دینا تھا تو بے شک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مؤمنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی وگناہ عظیم ہے۔ مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمانوں پر بدگمانی حرام ہے اور ہرگز مسلمانوں سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی ہے۔ تو بے ثبوت شرعی اس بری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کو جائز اور اس کی آبادی کو ضروری سمجھیں گے۔ اھ ملخصاً'' (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۸۶)

مگر سب لوگ جمعہ کی نماز پہلی مسجد ہی میں ادا کریں کہ نماز جمعہ دیہات میں جہاں قائم ہے اسے روکا نہیں جائیگا۔ اور وہاں نیا جمعہ قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں کہ گناہ ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۱۷ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

مسئلہ: -از: ڈاکٹر سراج احمد قادری، ڈی۔ آئی۔ جی آفس، بستی

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پٹرومیکس گیس کا استعمال مسجد میں نماز کے وقت روشنی کے لئے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - پٹرومیکس گیس کا استعمال مسجد میں جائز نہیں جب کہ اس کے تیل یا گیس میں سلیم الطبع لوگوں کے لئے ناگوار بو ہو۔ اس لئے کہ ہر وہ چیز جس میں ایسی بو ہو جو لوگوں کو ناگوار گذرے اسے مسجد میں لے جانا یا کھا کر اس میں جانا ہرگز جائز نہیں۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من اکل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتاذى مما يتأذى منه الانس." یعنی جو اس بدبودار درخت (لہسن یا پیاز) سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے کہ ملائکہ کو اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۸) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اس کی بو بالکل دور کر دی جائے''۔ اھ (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۹۸) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان۔ نے مذکورہ حدیث کے

تحت تحریر فرمایا ہے کہ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو جیسے گندنا، مولی، کچا گوشت مٹی کا تیل وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے میں بو اڑتی ہے ریاح خارج کرنا وغیرہ وغیرہ۔اھ" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۴) ہاں اگر پٹیرومیکس گیس کے تیل گیس میں کوئی ایسی چیز ملائے جس سے اس کی بو بالکل جاتی رہے تو اسے مسجد میں جلانا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی ناپاک چیز نہ ہو اس لئے کہ ناپاک تیل بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۹۸ میں ہے۔ اور علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "کرہ تحریما ادخال نجاسة فیه فلا یجوز الاستصباح بدهن نجس فیه اھ ملخصاً" (در مختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۸۵) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سلامت حسین نوری
۲۰ رذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد اشرف، سویہ بگ، کشمیر

مسجد شریف میں محراب یعنی نماز پڑھانے کی جگہ درمیان میں ہوتی ہے تو اگر مسجد ایک طرف دائیں یا بائیں بڑھا دی جائے تو اس صورت میں امام صاحب کی نماز پڑھانے کی جگہ درمیان میں کرنی ہے یا نہیں؟ اگر درمیان میں نہیں کی تو اس جگہ سے جو نماز امام نے پڑھائی درست ہوئی یا نہیں؟ اور مسجد شریف دو منزلہ یا تین منزلہ ہو تو امام صاحب کس منزلہ پر نماز پڑھا سکتے ہیں؟ اور اگر دوسری منزل پر نماز پڑھائی تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- سنت متوارثہ یہی ہے کہ امام بیچ مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ وہ بیچ صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض سے مسجد کے بیچ میں بنایا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "وسطوا الامام" یعنی امام کو وسط میں رکھو۔ (ابوداؤد شریف صفحہ ۹۹) اور اسی حدیث کے تحت حاشیہ میں ہے: "قال الطیبی ای اجعلوا امامکم متوسطا بان تقفوا فی الصفوف خلفه عن یمینه و عن شماله. اھ" اور یہ طاق جسے عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہ تھا یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنادی جائے تو اس کی اتباع نہ ہوگی بلکہ بیچ کی رعایت ضروری ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۱۴، ۳۶۲ میں ہے۔ اور در مختار میں ہے: "الامام یقف وسطا." یعنی امام وسط میں کھڑا ہو (الدر المختار فوق رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۶۸) اور اسی صفحہ پر رد المحتار میں ہے: "السنة ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان. اھ" اور اگر امام بیچ میں نہ کھڑا ہو کر کنارے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔ رد المحتار میں اسی صفحہ پر ہے: "لو قام فی احد جانبی الصف یکره. اھ" اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۹۸ و بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۲۲ میں بھی ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ دائیں یا بائیں جانب مسجد بڑھا دی جائے تو امام کو ایسی جگہ کھڑا ہونا چاہئے جہاں سے

دونوں طرف برابر ہوں محراب کی رعایت نہ کرے اور جو نمازیں اس صورت میں پڑھی جاچکیں ہے مکروہ ہوئیں
جب مسجد دو منزلہ یا تین منزلہ ہو تو امام کو نیچے ہی نماز پڑھانا چاہئے نیچے جگہ رہتے ہوئے اوپر دوسری یا تیسری منزل پر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے اس لئے کہ بلاضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر نیچے جگہ نہ ہو تو اوپر نماز پڑھی جائے۔ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۵۶ میں ہے: "ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد كراهة الصعود على سطح المسجد. اه ويلزمه كراهة الصلاة فوقه اه" اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۲۲ میں ہے: "الصعود على سطح كل مسجد مكروه. اى اذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة. اه" و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
یکم محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: قاری محمد امیر الدین اشفاقی ناگوری، متعلم جامعہ اسحاقیہ جودھپور، راجستھان
زید کہتا ہے کہ مسجد کے اندر کسی کو سوال کرنا جائز نہیں تو پھر جو حضرات مدارس دینی کے واسطے چندہ کے لئے نماز کے بعد مسجد کے اندر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں مدرسہ کی رسید بک ہے اس میں حصہ لیں۔ تو ان کا بھی مسجد میں سوال کرنا جائز نہیں کیوں کہ ان کو اس میں کمیشن ملتا ہے تو یہ ذات کے لئے سوال ہوا اور ایسا کرنا جائز نہیں زید کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- اپنے لئے مسجد میں کسی کو سوال کرنے کی اجازت نہیں یہاں تک کہ اپنی ذاتی چیز گم ہو جائے تو اس کے بارے میں بھی دریافت کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لاردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا." یعنی جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز دریافت کر رہا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے اللہ تیری گی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنی ہیں۔ اھ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۱۰)
لیکن اگر کوئی دینی کام کے لئے یا کسی حاجت مند مسلمان کیلئے مانگے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے سنت سے ثابت ہے اور بلاشبہہ جائز ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۳۵، ۲۵۳ پر ہے اور جو حضرات مدارس دینی کے واسطے چندہ کے لئے سوال کرتے ہیں اگر چہ ان کو اس پر کمیشن ملتا ہو تب بھی وہ دینی کام کے لئے سوال ہوتا ہے نہ کہ اپنی ذات کے لئے۔ رہا کمیشن پر چندہ کرنا تو یہ جائز و درست ہے اس لئے کہ وہ اجیر مشترک ہوتا ہے اس کی اجرت کام پر موقوف رہتی ہے کہ جتنا کرے گا اس کے حساب سے مزدوری کا حقدار ہوگا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کام میں جب وقت کی قید نہ ہو اگر چہ وہ ایک شخص ہی کا کام کرے یہ بھی اجیر مشترک ہے مثلاً درزی کو اپنے گھر کپڑے سینے کے لئے رکھا اور یہ پابندی نہ ہو کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک سیئے گا اور روزانہ یا ماہانہ پر اجرت دی جائے گی جبکہ جتنا کام کرے گا اس حساب سے اجرت دی جائے گی تو یہ اجیر مشترک

ہے۔''اھ (بہار شریعت حصہ چہاردہم صفحہ ۱۴۴) اور خاتم المحققین حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "الاجراء علی ضربین مشترك و خاص الاول من يعمل لا لواحد كالخياط و نحوه او يعمل له عملا غير مؤقت كان استاجره للخياطة فى بيته غير مقيدة بمدة كان اجيرا مشتركا و ان لم يعمل لغيره .اه" (درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴) لہذا زید کا کہنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: غلام نبی، اورنگ آباد، خلیل آباد، یو پی

جو مسجد قرض دار ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضور مفتی اعظم ہند شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''جو مسجد ہو چکی تا قیام قیامت وہ مسجد رہے گی۔اھ'' (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۲۶۸)

لہذا جو مسجد کسی وجہ سے قرض دار ہو جائے اس میں نماز پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے تاکہ ویران نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''نماز ہر پاک جگہ ہو سکتی ہے جہاں کوئی ممانعت شرعی نہ ہو اگر چہ کسی کا مکان یا افتادہ (بے کار) زمین ہو۔اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۹) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری
۱۶ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالرشید نوری، بھوپال، ایم۔ پی

مسجد کی دیواروں پر قرآن مجید کی آیتیں لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد کی دیواروں پر قرآن مجید کی آیتیں لکھنا جائز ہے لیکن نہ لکھنا بہتر ہے اس لئے کہ ان آیات قرآنیہ پر نجس جگہ سے اڑتی ہوئی دھول وغیرہ آئے گی نیز مٹی، چونا جو اس کے اوپر لگا ہوا ہے زمین پر گرے گا اور پیر کے نیچے گرے گا جس سے بے ادبی ہوگی۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۳۹ اور بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۳ پر بھی ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۲۳ میں ہے: "و لو كتب القرآن على الحيطان و الجدران بعضهم قالوا يرجى ان يجوز و بعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت اقدام الناس كذا فى فتاوىٰ قاضيخان. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کبولوی گجراتی
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد جلال احمد، دوری، ضلع سیتا مڑھی (بہار)

ہمارے گاؤں کی اکثریت بدعقیدگی پر مشتمل ہے صرف ایک چھوٹا سا محلہ سنیوں کا ہے۔ دو سال شدید اختلاف کی بنیاد پر زید سمیت تین چار لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا ہے اور اس محلہ کی مسجد زید ہی کے زیر انتظام ہے تو زید کے گروپ والوں میں سے کسی نے کہا کہ مسجد زید کی ہے تم مسجد میں کیوں آتے ہو؟ لہٰذا ہم نے مسجد چھوڑ کر دالان میں پنج وقتہ نماز و عیدین با جماعت ادا کرلیا ہے پھر کچھ لوگوں نے زید سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم حلفیہ بیان دینے کو تیار ہیں کہ ہم نے کسی کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا ہے اور نہ کسی کے آنے پر ہمیں اختلاف ہے بلکہ سب مسجد ضرور آباد کریں۔ اور مسجد تعمیر کرانے والے زید کے بھائی ہیں اور اختلاف ان لوگوں نے ہمارے ایک ذمہ دار سے مل کر سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہے۔ ابھی خبر ملی ہے کہ سنی حضرات اس محلہ میں دوسری مسجد تعمیر کرنے جا رہے ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر الگ جماعت قائم کرنا اور مسجد نہ جانا اور الگ دوسری مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں ظاہر ہے کہ زید بدعقیدہ ہے۔ اور جب وہ مسجد بدعقیدوں کی ہے تو اس میں سنی ہرگز نہ جائے بلکہ وہ اپنی دوسری مسجد تعمیر کرلیں۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم و ان لقیتموھم فلاتسلموا علیھم و لاتجالسوھم و لاتشاربوھم و لا تؤاکلوھم و لا تناکحوھم و لاتصلوا علیھم و لاتصلوا معھم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اگر ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز بھی نہ پڑھو۔ یہ حدیث مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ (انوار الحدیث صفحہ ۱۰۳)

اور بدمذہبوں کے فتنہ کی وجہ سے سنیوں کو الگ مسجد بنانا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''دو جماعتوں میں رنجش ہوئی اور ایک جماعت دوسری کی مسجد میں بخوف فتنہ آنا نہ چاہے اور مسجد میں نماز پڑھنا ضرر۔ لہٰذا وہ اپنی مسجد جدا بنائے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۲۵) اور جب تک مسجد تعمیر نہ ہو سنی حضرات اسی دالان میں الگ جماعت قائم کرتے رہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد ادریس ابراہیم قاضی، قصبہ جھالود، داہود (گجرات)

یہاں کی مسجد کے صحن میں برسوں پرانی تین قبریں ایک مزار شریف کی شکل میں گنبد کے ساتھ ہیں اور دوسری دو قبریں دوسرے جانب پکی ہیں اب یہاں کے لوگ مزار شریف کو شہید کرکے کمرہ بنانا چاہتے ہیں تاکہ اس میں مسجد کا سامان وغیرہ

رکھا جائے۔ اور دوسری دونوں قبروں کو فرش کے برابر کرنا چاہتے ہیں اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ دیو بندی دار العلوم سے فتویٰ آ گیا ہے کہ قبروں کو فرش کے برابر کر کے مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قبروں کو کھود کر برابر کرنا اور اسے مسجد یا صحن مسجد میں شامل کرنا یا اس پر کسی کا بھی مکان بنانا حرام ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کی قبریں ہموار کر کے صحن مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے اور ان قبروں یا ان کی طرف نماز پڑھنا بھی حرام ہے کیوں کہ قبر صرف اوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اس کے مٹا دینے سے قبر جاتی رہے بلکہ اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۰۳) جب قبر پر مسجد بنانا جائز نہیں تو مکان بنانا بدرجۂ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۶ پر ہے: "یکرہ ان یبنی علی القبر مسجدا." اور اسی میں جلد دوم صفحہ ۴۷۰ پر ہے: "سئل هو (ای القاضی شمس الائمة محمود الاوزجندی) عن المقبرة فی القری اذا اندرست و لم یبق فیها اثر الموتی کالعظم و لاغیره هل یجوز زرعها و استغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا فی المحیط. اه" اول فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۴۰ پر ہے: "لایحل اتخاذ القبور مساجد و لا تباح الصلاة علیها. اه"

لہٰذا جو قبریں مسجد یا اس کی صحن میں ہوں اگر ان کے پورب جانب کم از کم ایک ہاتھ اونچی دیوار بطور سترہ بنادی جائے تو ان کی طرف نماز پڑھنا جائز ہوگا۔ اور وہ قبریں جن کے اوپر گنبد ہے اس گنبد کو توڑ کر چاروں طرف دیوار کھڑی کر کے یا پایہ لگا کر اس پر اس طرح چھت ڈالیں کہ قبر و چھت کے درمیان کچھ فاصلہ ہو پھر اس پر کمرہ بنا کر مسجد کا سامان وغیرہ رکھ سکتے ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۰۴ پر ہے۔

اور وہابیوں، دیو بندیوں وغیرہم مرتدین سے فتویٰ لینا مسائل پوچھنا سخت حرام ہے کیوں کہ وہ مرتد و گمراہ ہیں تو وہ مسلمانوں کو بھی اپنا ہم مذہب بنانے میں کوئی کمی نہ چھوڑیں گے اور حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) نیز اگر انہیں مسلمان جان کر فتویٰ پوچھا گیا تو یہ کفر ہوا کہ انہیں کے بارے میں علمائے حرمین شریفین وغیرہ نے بالاتفاق فرمایا ہے: "من شك فی كفره و عذابه فقد كفر." یعنی جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۶۹ پر ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے دیو بندی دار العلوم سے فتویٰ پوچھا ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار اور تجدید ایمان کریں اور اگر بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں۔ ورنہ تمام مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پارہ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۸ر ذو الحجہ ۲۱ھ

باب النفل والتراویح

نفل وتراویح کا بیان

مسئلہ:۔ از: سید محمد نسیم القادری، کوڈی، شیرور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید حافظ قرآن ہے۔ ۲۷ویں شب میں ختم قرآن کیا اٹھارہ رکعت تراویح پوری ہونے کے بعد ۱۹ویں رکعت میں "اذا جاء، تبت یدا، قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق" پڑھا ۲۰ویں رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر 'الم' تا 'مفلحون' پڑھا۔ خالد جو کہ سنی عالم ہے اس نے مجمع عام میں کہا کہ ترتیب غلط ہوگئی ایسا پڑھنا درست نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ حافظ صاحب نے جس طرح سے قرآن پاک ختم کیا اور سورہ 'الم' تا 'مفلحون' پڑھا۔ یہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ عالم صاحب نے اعتراض صحیح کیا یا غلط؟ تراویح میں قرآن مقدس کے ختم کرنے کا طریقۂ بہتر کیا ہے؟ آگاہ فرمائیں عین کرم ہوگا۔

حقیقی مقتدی کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ یہاں سنیوں میں کافی انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) صورت مسئولہ میں خالد سنی عالم دین کا کہنا صحیح ہے اس لئے کہ قرآن مقدس ختم کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ امام ختم کے دن آخری رکعت میں 'الم' سے 'مفلحون' تک پڑھے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصۂ چہارم صفحہ ۳۷ پر ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "یکرہ الفصل بسورہ قصیرۃ و ان یقرأ منکوسا الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ اھ" (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۰۴) اور اس کے تحت شامی میں ہے: "قال فی شرح المنیۃ و فی الولوالجیۃ من یختم القرآن فی صلاۃ اذا فرغ من المعوذتین فی رکعۃ اولیٰ یرکع ثم یقرأ فی الثانیۃ بالفاتحۃ وشئ من سورۃ البقرۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح اھ."

لہذا زید کا "قل اعوذ برب الناس" کو بھی ۱۹ویں رکعت ہی میں پڑھ لینا اور ۲۰ویں رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 'الم' سے 'مفلحون' تک پڑھنا بہتر تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از: محمد جلال الدین رضوی، چندر یا، چتوڑ گڈھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) آسان نماز نام سے شائع ہوئی کتاب میں پڑھا ہے کہ عشاء اس کی فرض نماز جماعت سے نہ ملنے کی صورت میں وتر اور تراویح کا جماعت سے ادا کرنا درست ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) تراویح اکیلے پڑھنا ہو تو نیت نفل کی کرنا چاہئے۔ رسالہ صراط مستقیم میں چھپا ہوا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) نفل نماز جماعت سے پڑھنا درست بتایا گیا ہے تین تین مقتدیوں کے ساتھ؟ خلاصہ کریں۔ بینوا توجروا.

(۴) خلوص دل سے نماز پڑھ کر مجبوری کی صورت میں امام کے پیچھے پڑھی گئی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) جس شخص نے عشاء کی فرض نماز تنہا پڑھی اسے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں اسے تنہا پڑھے۔ درمختار جلد اول صفحہ ۵۲۲ میں ہے: "مصليه وحده يصليها معه اه ای مصل الفرض وحده يصلی التراويح مع الامام." اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "اذا لم يصل الفرض معه لايتبعه فی الوتر اه. لہٰذا آسان نماز کے مصنف سے پوچھا جائے کہ ایسے شخص کو وتر کی نماز میں شامل ہونے کی اجازت کس کتاب سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اصح یہ ہے کہ تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا مگر احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح یا سنت وقت یا قیام اللیل کی نیت کرے کہ بعض مشائخ اس میں مطلق نیت کرنا کافی قرار دیتے ہیں:۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۵۳ میں منیہ سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) بیشک تین تین مقتدیوں کے ساتھ نفل نماز جماعت سے پڑھنا درست ہے۔ "هكذا فی الكتب الفقية." واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) صورت مسئولہ میں خلوص دل سے نہ پڑھنے کی وجہ اگر امام کے اندر کوئی شرعی خرابی ہے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شرعی خرابی موجود نہیں محض دنیوی عداوت کے سبب خلوص دل سے نہ پڑھے تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ درمختار جلد اول صفحہ ۴۱۳ میں ہے: "ولو ام قوما و هم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه او لا نهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما لحديث ابی داؤد لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما و هم له كارهون و ان هو احق لا." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

(۱۶/ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ)

مسئلہ:- از: الحاج حافظ محمد انوار رضوی، محلہ ہرسدی، (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ تراویح میں قرآن مجید پڑھانے والے حافظ کو ثواب کم ملتا ہے اور سننے والے کو ثواب زیادہ ملتا ہے۔ اور بکر کہتا ہے پڑھنے والے حافظ کو ثواب زیادہ ملتا ہے اور سننے والے کو کم ملتا ہے تو ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کا قول صحیح ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''قرآن مجید سننا تلاوت کرنے سے افضل ہے۔'' (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۰۴) اور حضرت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "استماع القرآن افضل من تلاوته." (غنیہ صفحہ ۲۶۵) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اظہار احمد نظامی

(۲۳ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ)

مسئلہ:- از: مولانا عبد الجبار صاحب، اندور (ایم پی)

اگر تراویح پڑھانے والا حافظ سنی ہو اور اس کے پیچھے سننے والا حافظ دیوبندی ہو تو اسمیں شرعاً کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفاء امام قاضی عیاض وبزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ: "من شك في كفره و عذابه فقد كفر." (فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ ۲۶۵) اور دیوبندی جب کافر و مرتد ہیں تو ان کی نماز نماز نہیں۔ لہذا تراویح کی نماز میں جو دیوبندی حافظ سننے کے لئے مقرر ہوتے ہیں ان کی موجودگی میں دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اول یہ کہ جماعت میں ان کے کھڑے ہونے سے صف قطع ہوگی۔ جس سے نماز ناقص ہوگی کہ صف کا قطع کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اقيموا الصفوف و حاذوا بين المناكب و سدوا الخلل و لينوا بايدي اخوانكم و لاتذروا فرجات للشياطين و من وصل صفا وصله الله و من قطعه قطعه الله." (مشکوٰۃ صفحہ ۹۹) اور دوسری خرابی یہ ہے جب سنی حافظ سے کہیں غلطی ہوگی تو سننے والا دیوبندی حافظ لقمہ دے گا جو کہ نماز سے باہر ہے تو جیسے ہی امام لقمہ لے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے سب کی نماز فاسد ہو جائے گی: "لان اخذ الامام بفتح من ليس في صلاته مفسد هكذا في الجزء الاول من رد المحتار على صفحه ٦٢٢ و في الجزء الثالث من بهار شريعت على صفحه ١٥٠." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۱۸ رمحرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: فاروق احمد درویشی، کلکتہ

لاؤڈ اسپیکر سے تہجد کی نماز کے لئے لوگوں کو بلانا اور اسے جماعت کے ساتھ پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامۂ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے۔'' پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں: ''بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین چار میں اختلاف نقل ومشائخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں۔ چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔'' لہذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا: "یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة لواحد." پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۶۴)

لہذا نماز تہجد جو سنت غیر مؤکدہ نفل کے حکم میں ہے اس کے لئے لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر سے بلانا اور اسے جماعت کے ساتھ پڑھنا پڑھانا مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہے یعنی جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ لیکن تہجد کی نماز صرف ان لوگوں کی مقبول ہوگی جن کے ذمہ کوئی فرض یا واجب نماز کی قضا باقی نہ ہو۔ فرض چھوڑ کر تہجد میں مشغول نہ ہوں بلکہ تہجد کی جگہ اپنی قضا نمازیں پڑھیں کہ جب تک ذمہ میں کوئی فرض یا واجب نماز کی قضا باقی رہے گی تہجد اور دیگر نوافل مقبول نہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "لما حضر ابابکر الموت دعا عمر فقال اتق اللہ یا عمر و اعلم ان لہ عملا بالنہار لا یقبلہ باللیل و عملا باللیل لایقبلہ بالنہار و اعلم انہ لایقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضہ." یعنی جب خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نزع کا وقت ہوا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا۔ اور کچھ کام رات میں کہ انہیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے اور خبردار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " ان اشتغل لاسنن و النوافل قبل الفرائض لم یقبل منہ و اھین'' یعنی فرض چھوڑ کر سنت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا۔''

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۴۳۷) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۳ر شعبان ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: رضوی عرفان ہارون بھورا، عثمان آباد، مالیگاؤں

نماز چاشت، نماز اوابین، نماز تہجد اور نماز اشراق کے فضائل، اوقات، پڑھنے کا طریقہ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے: "من حافظ علی شفعة الضحی غفرت له ذنوبه و ان کانت مثل زبد البحر." یعنی جو شخص چاشت کی دو رکعت کی حفاظت کرے اس کے گناہ (صغیرہ) بخش دیئے جائیں گے۔ اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۹۸) اور اس نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے (یعنی تیز) سے زوال تک ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: "من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینهن بسوء عدلن له بعبادة سنتی عشرة سنة." یعنی جس نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت پڑھی اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہیں کی تو اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۹۸) اس نماز کو اوابین کہتے ہیں یہ نماز مغرب کی نماز کے فوراً بعد ادا کی جاتی ہے اس میں چھ رکعت دو-دو کر کے پڑھے۔

اور حدیث شریف میں ہے: "قال اذا استیقظ الرجل من اللیل و ایقظ امرأته فصلیا رکعتین کتبا من الذاکرین الله کثیرا و الذاکرات." یعنی جو شخص رات میں بیدار ہوا اور اپنے اہل وعیال کو جگائے پھر دو دو رکعت پڑھیں (نماز تہجد) تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۹۴) تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سو کر اٹھے اس وقت سے طلوع صبح صادق تک ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: "من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر الله حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت له فاجر حجة و عمرة." یعنی جو شخص صبح کی نماز با جماعت پڑھ کر طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر دو رکعت نماز ادا کی اس کے لئے پورے حج وعمرہ کا ثواب ہے۔ (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۸ ربیع الغوث ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: حافظ غفران احمد، سبزی فروشان، اندور (ایم پی)

کیا وتر کے بعد نفل جائز ہے؟ ہم یہاں بعد نماز عشاء فرض وسنت پڑھتے ہیں پھر تین وتر اور پھر دو رکعت نفل بیٹھ کر ادا کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وتر کے بعد نفل جائز نہیں۔

(۲) فقہی اصطلاحات جیسے فرض، واجب۔ سنت، نفل مستحب، مکروہ کی ایسی وضاحت کی جائے جو عام فہم ہو۔ اکثر کتب فقہ میں ان کی جو تعریفیں کی گئی ہیں وہ عام فہم نہیں۔ دلیل قطعی، دلیل ظنی سے کیا مراد ہے؟ فرض واجب میں کیا فرق ہے۔ اچھی طرح واضح کریں؟ نفل کی نیت کس طرح کی جاتی ہے؟

الجواب:- فقہی اصطلاح میں فرض اس کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہو یعنی ایسی دلیل جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

اس کا انکار کرنے والا ائمۂ حنفیہ کے نزدیک کافر ہے بلاعذر صحیح ایک بار بھی چھوڑنے والا فاسق مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار ہے جیسے نماز، روزہ، رکوع سجود وغیرہ۔ واجب وہ ہے کہ اس کی ضرورت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر گمراہ و بے دین ہے اور ایک بار بھی قصداً چھوڑنے والا گناہ صغیرہ اور چند بار چھوڑنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور نماز میں قصداً چھوڑنے سے نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب۔ اور بھول کر چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو لازم۔ اور فرض بھول کر چھوٹ جائے تو وہ سجدۂ سہو سے صحیح نہیں ہوگی پھر سے پڑھنا پڑے گا۔ فرض و واجب کے درمیان یہی فرق ہے۔

سنت مؤکدہ وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ بیان جواز کے لئے کبھی ترک بھی کیا ہو۔ یا وہ ہے کہ اس کے کرنے کی تاکید شرع نے فرمائی ہو۔ اس کا چھوڑنا اسائت کرنا ثواب نادراً (کبھی کبھی) چھوڑنے پر عتاب اور چھوڑنے کی عادت بنانے والا مستحق عذاب ہے۔

سنت غیر مؤکدہ وہ ہے کہ شریعت نے اس کے کرنے کی تاکید نہ فرمائی ہو مگر اس کا چھوڑنا ناپسند جانا ہو اور نہ کرنے پر عتاب نہ ہو۔ نفل عام ہے سنت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور مستحب پر بھی لیکن عرف عام میں فرض، واجب، سنت اور مستحب کے علاوہ کو نفل کہتے ہیں۔

مستحب وہ ہے کہ شریعت کی نظر میں پسند ہو مگر نہ کرنے پر کچھ ناپسندی نہ ہو اس کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔ حرام وہ فعل ہے جس کا ایک بار بھی جان بوجھ کر کرنا سخت گناہ ہے اور اس سے بچنا فرض اور ثواب ہے۔ مکروہ تحریمی وہ ہے کہ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور چند بار اس کا کرنا گناہ کبیرہ ہے یہ واجب کا مقابل ہے۔ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کا کرنا شریعت کو پسند نہیں مگر اس حد تک ناپسند نہیں کہ عذاب کا مستحق ہو جائے یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔

دلیل قطعی وہ ہے جس کا ثبوت قرآن پاک یا حدیث متواترہ سے ہو اور دلیل ظنی وہ ہے کہ جس کا ثبوت قرآن مجید یا حدیث متواترہ سے نہ ہو بلکہ حدیث احاد یا محض اقوال ائمہ سے ہو۔

نفل کی نیت اس طرح کریں۔ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔ تفصیل کی لئے بہار شریعت حصۂ دوم یا انوار الحدیث ملاحظہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) وتر کے بعد نفل جائز ہے عشا فرض کے بعد دو سنت تین وتر پھر دو نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ مگر نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کے وتر کی بعد دو رکعت نفل پڑھنا جائز نہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۸ پر ہے: ''وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا جائز بہتر ہے۔'' حدیث شریف میں ہے اگر رات کو نہ اٹھا تو یہ تہجد کے قائم مقام

ہو جائیں گی۔

البتہ اگر کسی کے ذمہ فرض یا واجب قضا ہوں تو نفل نہ پڑھے بلکہ پہلے فرض اور واجب ادا کرے کہ جب تک کوئی فرض ذمہ ہوگا نفل مقبول نہ ہوں گے حدیث شریف میں ہے:" لایقبل نافلة حتی تؤدی الفریضة." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبة کلها صحیحة: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۸ رمحرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ: -از: حاجی ابوالحسن صاحب، دھولیہ، مہاراشٹر

بعض حافظ سال بھر داڑھی منڈاتے ہیں پھر جب رمضان کا مہینہ قریب آتا ہے تو داڑھی تھوڑی سی رکھ لیتے ہیں پھر رمضان شروع ہونے پر داڑھی منڈانے اور کتروانے سے توبہ کر کے تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور بعد رمضان پھر داڑھی منڈاتے ہیں اور ایک دو ماہ پہلے پھر تھوڑی سی رکھ لیتے ہیں اور عین موقع پر توبہ کر کے تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور ہر سال ایسے ہی کرتے ہیں یا سال بھر نماز بالکل نہیں پڑھتے۔ یا کبھی کبھی پڑھ لیتے ہیں پابندی سے نہیں پڑھتے یا دوکان اور اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں مسجد میں نہیں جاتے جماعت چھوڑنے کے عادی ہوتے ہیں یا سفر کی حالت میں نہیں پڑھتے تو ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جائز ہے لیکن کسی نے پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۸۸ میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحیته. اھ ملخصاً" اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے، منڈانا یا ایک مشت سے کم کرانا حرام ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۹۷) اور قصداً ایک وقت کی بھی نماز قضا کر دینا سخت کبیرہ گناہ ہے اور تارک نماز شرعاً مستحق سزا اور فاسق و فاجر ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۴۲ پر ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:" تارکها (ای الصلاة) عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق. اھ ملخصاً" (در مختار مع شامی جلد اول صفحہ ۲۵۹) اور بلا عذر جماعت چھوڑ کر گھر اور دوکان میں نماز پڑھنا فسق و فجور ہے۔ امام الفقہا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''بلا عذر جو تارک جماعت و مسجد ہو فاسق ہے۔'' (فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید)

اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"من سمع النداء فلم یجبه فلا صلاة له الا من عذر رواه الدار القطنی" (مشکوٰۃ صفحہ ۹۷) اور جس طرح حضر میں ترک نماز فسق و فجور ہے اسی طرح سفر میں بھی۔ البتہ سفر میں چار رکعت والی فرض نماز کو دو پڑھنے کا حکم ہے۔ اور سنن و نوافل موقع ہو تو پڑھے ورنہ معاف ہیں۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۷۸ پر ہے۔

لہٰذا جو حافظ داڑھی منڈاتے ہیں یا اسے کترواتے ہیں یا ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، نماز بالکل نہیں پڑھتے یا کبھی کبھی

پڑھتے ہیں یا دوکان اور گھر میں پڑھتے ہیں مسجد نہیں جاتے۔ بلا عذر شرعی جماعت چھوڑنے کے عادی ہیں۔ یا سفر میں نہیں پڑھتے ہیں سخت گنہگار، مستحق عذاب نار لائق قہر جبار اور فاسق و فاجر ہیں ان کو امام بنانا جائز نہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی۔ شامی جلد اول صفحہ ۴۱۴ میں ہے: "الفاسق فی تقدیمه للامامة تعظیمه و قد وجب علیهم اهانته شرعاً. اه ملخصاً" اس حالت میں ان کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں یا پڑھی جائیں گی ان سب کا لوٹانا واجب۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها"

اور جو حافظ داڑھی منڈانے اور کتروانے سے توبہ کر کے تراویح پڑھاتے ہیں اور بعد رمضان پھر منڈا لیتے ہیں اور دو ماہ پہلے پھر تھوڑی سی داڑھی رکھ لیتے ہیں اور عین موقع پر توبہ کر کے تراویح پڑھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہر سال ایسے ہی کرتے ہیں تو ان کی یہ توبہ قبول نہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کہ وہ لوگ صرف تراویح پڑھانے کے لئے مصلحۃً ایسا کرتے ہیں تاکہ تراویح پڑھا کر پیسے وصول کریں۔

لہذا ایسے حافظ کو توبہ کے بعد کچھ دنوں تک دیکھیں کہ وہ اپنے توبہ پر قائم ہے یا نہیں۔ جب خوب اطمینان ہو جائے تب اس کے پیچھے نماز پڑھیں جیسے کہ شرابی اور زناکار جب توبہ کر لے تو فوراً اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد سوم صفحہ ۴۶۸ میں ہے: "الفاسق اذا تاب لاتقبل شهادته مالم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة اه."

و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۴ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد اشرف، بٹ کشلہ، کشمیر

رمضان المبارک میں وتر جب جماعت سے پڑھی جاتی ہے تو اگر کسی کی ایک رکعت چھوٹ جائے اور دوسری رکعت میں شامل ہو تو کیا وہ امام کے ساتھ دعائے قنوت پڑھے گا یا اپنی چھوٹی ہوئی رکعت میں پڑھے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب وتر کی دوسری رکعت میں شامل ہو تو دعائے قنوت امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت میں نہیں پڑھے گا کہ دوبارہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ حضرت علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "المسبوق فی الوتر یقنت مع الامام اذا قنت مع الامام لایقنت بعدها ای بعد الرکعة التی قنت فیها مع الامام لانه قنت فی موضعه اذا وقع فی موضعه بیقین لایکرر لان تکراره غیر مشروع." (غنیہ شرح منیہ صفحہ ۴۲۱) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "مسبوق امام کے ساتھ قنوت پڑھے گا بعد کو نہ پڑھے۔" (بہار شریعت

حصہ چہارم صفحہ ۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۱۶؍ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: شمیم خاں، مہکر، بلدھانہ، مہاراشٹر

ایک حافظ صاحب نے دوسرے روز "اَلَمْ تَرَ" سے تراویح پڑھانا شروع کیا تو لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ تو حافظ ہیں الم ترَ سے کیوں تراویح پڑھا رہے ہیں؟ قران شریف سے پڑھایئے تو انہوں نے قرآن شریف سے پڑھانے سے انکار کیا۔ جب سب لوگوں نے دباؤ ڈالا کہ آپ قرآن ہی سے تراویح پڑھایئے تو اب کہہ رہے ہیں کہ ٹھیک ہے۔ تراویح پڑھادوں گا لیکن جیسے مجھ کو آتی ہے ویسے ہی سناؤں گا تو ایک امام کا اس طرح کہنا کہاں تک درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- "اَلَمْ تَرَ" سے تراویح پڑھنا بلا کراہت جائز ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۱۸ میں ہے: "بعضهم اختار قل هو الله احد فی کل رکعة و بعضهم اختار قرأة سورة الفيل الی اٰخر القراٰن وهذا احسن القولين اه." لیکن تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۷۲ پر ہے۔ اور جب لوگوں نے اس حافظ سے کہا کہ آپ قرآن شریف سے تراویح پڑھایئے۔ تو حافظ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ "جیسے مجھ کو آتا ہے ویسے سناؤں گا" بلکہ اس پر لازم ہے کہ اگر صحیح طور پر پورے قرآن مجید کی تراویح پڑھا سکتا ہے تو ویسے ہی پڑھائے ورنہ نمازیوں سے معذرت کرلے اور سورۂ تراویح پڑھائے اور اگر لوگ اسے پسند نہ کریں تو اس کا تراویح پڑھانا اور امامت کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "ثلثه لاترفع صلاتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما و هم له كارهون الخ" یعنی تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی بلند نہیں ہوتی ہے ایک وہ شخص ہے جو کسی قوم کی امامت کرے اور قوم اس کو پسند نہ کرے۔ الخ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۶۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۴؍ربیع النور ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: شمیم خاں، تاج بکڈپو، مہاراشٹر

ایک حافظ جو دس سال سے یہاں کی جامع مسجد میں امامت کرتا ہے اس کا یہ کہنا کہ میں مکمل حافظ ہوں لیکن پچھلے سال یہاں کے اراکین کو معلوم ہوا کہ یہ مکمل حافظ نہیں ہے دس سال سے لوگ ان کو مکمل حافظ جانتے رہے۔ امسال رمضان میں جب انہوں نے تراویح شروع کی کہ پہلی تراویح میں باہر سے آئے ہوئے ایک حافظ نے ان کو چھ جگہ لقمہ دیا لیکن انہوں نے لقمہ لینے سے انکار کیا اور ان کا یہ کہنا کہ میں اور یہ حافظ مل جائیں تو تمام مقتدیوں کو پانچ پاروں میں پورے تیس دن کی تراویح پڑھادوں اور تم

لوگوں کو معلوم بھی نہ ہو سکے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ غلط قرآن مجید پڑھنا اور اس پر فخر کرنا مسلمانوں کو دھوکا دینا کیسا ہے؟

بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعی وہ شخص مکمل حافظ نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے اس کا یہ کہنا کہ ''میں مکمل حافظ ہوں'' جھوٹ اور فسق ہے اور جھوٹوں پر خدائے تعالیٰ کی لعنت ہے اس کا ارشاد ہے: "لعنة الله على الكذبين." (پارہ ۳ سورۂ آل عمران آیت ۶۱) اور حدیث شریف میں ہے: "ان الكذب فجور" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۱) اور اس نے دس سال سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اس کا یہ کہنا کہ ''میں اور یہ حافظ مل جائے تو تمام مقتدیوں کو پانچ ہی پاروں میں پورے تیس دن کی تراویح پڑھادوں اور تم لوگوں کو معلوم بھی نہ ہو سکے گا'' یہ بھی مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے حدیث شریف میں ہے: "من غش المسلمين فليس منهم." یعنی جو مسلمانوں کو دھوکا دے وہ مسلمانوں میں سے نہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۸ صفحہ ۳۵۹)

اور جھوٹ بولنے والا مسلمانوں کو دھوکا دینے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیہ شرح منیہ صفحہ ۵۱۳ میں ہے: "لو قدموا فاسقا يأثمون اه." اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۲) اور درمختار مع شامی جلد ثانی صفحہ ۱۴۷ میں ہے: "كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اه."

اور غلط قرآن مجید پڑھنا اور اس پر فخر کرنا حرام وسخت حرام ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۸۳ پر ہے۔ والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۴ ربیع النور ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: رضا کلیکشن، مہاراشٹر

اگر کوئی پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو تو بعد میں آنے والے کا اس کی بغل میں بیٹھ کر اتنی زور سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور دعا مانگنا کہ سوفٹ دوری پر بھی آرام سے سنائی دے کیا یہ جائز ہے؟ نماز توبہ قرأت کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

بینوا توجروا.

الجواب:۔ جس جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں یا ذکر میں مشغول ہوں یا کسی کام میں مصروف ہوں وہاں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا اور بلند آواز سے دعا مانگنا جائز نہیں۔ حتی کہ جہاں کوئی سوتا ہو وہاں بھی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں لہذا بعد میں آنے والے کا نمازی کے بغل میں بیٹھ کر بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور بلند آواز سے دعا مانگنا جائز نہیں کہ

اس طرح نماز میں خلل واقع ہوگا۔ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۹۷ اور فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۷ میں ہے۔اور غنیہ شرح منیہ صفحہ ۴۹۶ میں ہے:"رجل یکتب الفقه و بجنبه رجل یقرأ القرآن و لا یمکن الکاتب الاستماع فالاثم علی القاری لقرأته جهرا فی موضع اشتغال الناس باعمالهم. اھ."لہذا ایسی صورت میں اس شخص کو اتنی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور دعا مانگنے سے روکنا واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے حد قدرت تک اس کو روکا جائے۔حدیث شریف میں ہے:"من رأی منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلك اضعف الایمان.۔اھ" (سنن امام احمد بن حنبل جلد سوم صفحہ ۳۹۷)اور ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۹۶ پر ہے۔

اور رہی نماز تو یہ تو وہ ایک نفلی نماز ہے جسے تداعی کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہے۔یعنی جائز ہی مگر بہتر نہیں۔ اور تداعی کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور تداعی مذہب اصح میں اس وقت ثابت ہوگی جب چار مقتدی یا اس سے زیادہ ہوں دو تین تک کراہت نہیں۔درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۲۴ میں ہے:"التطوع بجماعة یکره ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة لواحد اھ."اور ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۵۹ پر ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری
۴ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-از: محمد اشرف، سویہ بگ بڈگام، کشمیر

رمضان المبارک میں وتر جماعت سے پڑھی جاتی ہے تو اگر کسی کی ایک رکعت چھوٹ گئی اور وہ دوسری رکعت میں شامل ہوا تو وہ امام صاحب کے پیچھے دعائے قنوت پڑھے گا یا اپنی چھوٹی ہوئی رکعت میں پڑھے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسبوق یعنی جس کی رکعت چھوٹ گئی ہو وہ امام کی متابعت کرتے ہوئے امام کے پیچھے دعائے قنوت پڑھے گا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۱۱ میں ہے:"المسبوق یقنت مع الامام. المقتدی یتابع الامام فی القنوت فی الوتر اھ."لہذا جب امام کے ساتھ دعائے قنوت پڑھ لی تو اپنی چھوٹی ہوئی رکعت میں دعائے قنوت نہ پڑھے۔ جیسا کہ غنیہ شرح منیہ صفحہ ۴۱۲ میں ہے:"اذا قنت مع الامام لایقنت بعدها. اھ" اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۱۱ پر ہے: "فاذا قنت مع الامام لایقنت ثانیا فیما یقضی کذا فی المحیط اھ." اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۷ پر ہے۔و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری
۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: مولانا عبدالعلیم صاحب، ہاتھی خانہ، اندور (ایم پی)

امام نے تراویح کی پہلی رکعت میں "اَلَمْ تَرَكَيْفَ" پڑھی اور دوسری میں "اَرَأَيْتَ الَّذِي" شروع کی تو ایک مقتدی نے لقمہ دیتے ہوئے "لِإِيْلٰفِ" بلند آواز سے کہا اس صورت میں اگر امام نے مقتدی کا لقمہ نہیں لیا اور آخر میں سجدۂ سہو کیا تو امام ومقتدی سب کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر سورۂ تراویح ہو تو امام نے جس سورت کو شروع کردی اسی کو پڑھنے کا حکم ہے اسے چھوڑنا ممنوع ہے۔ تو اس صورت میں بیجا لقمہ دینے کے سبب مقتدی کی نماز فاسد ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۲ پر بحرالرائق سے ہے: "القیاس فسادها به و انما ترك للحاجة فعنده عدمها يبقى الامر على اصل القياس. اه مختصراً" اور چونکہ وہ نماز سے باہر ہوگیا اس لئے اگر امام نے اس کا لقمہ لیا تو اس کی اور سب مقتدیوں کی نماز جاتی رہی ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۴۲ پر ہے۔

اور جب کہ تراویح میں ختم قرآن عظیم ہو اور امام کسی سورت یا آیت کو چھوڑ کر آگے پڑھنے لگے تو مقتدی امام کو اطلاع کردے تاکہ نظم قرآن اپنی ترتیب پر ادا ہو۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۴۱ پر ہے بحوالہ خانیہ وہندیہ ہے: "اذا غلط فى القرائة فى التراويح فترك سورة او اٰية و قرأ بعدها فالمستحب له ان يقرأ المتروكة ثم المقرؤة ليكون على الترتيب." یعنی جب امام تراویح کی قرأت میں غلطی کرے اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اس کے مابعد پڑھے تو امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ پہلے متروکہ پڑھے بعد میں مقروہ تاکہ نظم قرآن اپنی ترتیب پر ادا ہو۔ و اللّٰه تعالىٰ اعلم.

كتبه: محمد اسلم قادری

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد القادری، قادری منزل، سرسیا، ایس نگر

رمضان شریف کے علاوہ دوسرے مہینوں میں دو مقتدیوں کے ساتھ وتر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جائز ہے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۶۴ میں ہے اور وتروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہوجائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے "کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے" اور اسی طرح بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۷۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ اور تداعی اس وقت ہوگی جب امام کو چھوڑ کر چار یا اس سے زائد لوگ جماعت میں حاضر ہوں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۵۹ میں ہے کہ: "تداعی مذہب اصح میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں" اور فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۴۲ میں درمختار سے ہے: "و لايصلى الوتر و لاتطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذلك لو على سبيل

التداعی بان یقتدی اربعة بواحدة کما فی الدرر۔" و لا یصلی الوتر بجماعة فی غیر شهر رمضان" جوعامہ کتب میں مسطور ہے اس سے "نهی علی سبیل التداعی "مراد ہے اس لئے کہ وتر کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے جیسا کہ ہدایہ اولین صفحہ ۶۸ میں ہے: "و یستحب فی الوتر لمن یألف صلاة اللیل آخر اللیل." اور رات کے اس خاص میں جماعت کرنا باعث حرج ہے۔و الحرج فی شریعتنا کما قال الله تعالیٰ "لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفساً اِلّا وُسْعَهَا" تو جماعت کا عدم جواز تعذر و پریشانی کی وجہ سے ہوا نہ کہ عدم شدونیست کی وجہ سے اور دو تین آدمیوں کا رات کے آخری حصہ میں جماعت کر لینا آسان ہے اس سبب سے بلا تداعی وتر کی نماز جماعت جائز ہوئی یونہی اگر کبھی کبھار جماعت ہو جائے تو یہ بھی جائز ہوگا کیونکہ یہ تداعی نہیں ہے جیسا کہ نور الایضاح صفحہ ۹۵ کے حاشیہ نمبر۴ میں ہے:"یوتر بجماعة فی رمضان" کے تحت محشی فرماتے ہیں:"و فی بعض الحواشی قال بعضهم لو صلاها بجماعة فی غیر رمضان له ذلك و عدم الجماعة فیها فی غیر رمضان لیس لانه غیر مشروع بل باعتبار انه یستحب تاخیرها الی وقت متعذر فیه الجماعة.اه" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شبیر احمد مصباحی
۶ رمحرم الحرام ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:-از:محمد رفیق چودھری، سرسا، ایس نگر

عشا کی نماز جماعت سے پڑھی گئی پھر جب سنت اور وتر پڑھ کر لوگ فارغ ہو گئے تو ثابت ہوا کہ عشا کی فرض نماز بالکل نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف عشاء ازسرنو پڑھی جائے گی یا اس کے ساتھ اور وتر بھی۔ بینوا توجر و۔

الجواب: صورت مسئولہ میں عشاء اور بعد کی دو رکعت سنت ازسرنو پڑھی جائے گی مگر وتر کا اعادہ نہ کیا جائے گا جیسا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں کہ:''البتہ بھول کر اگر وتر پہلے پڑھ لئے یا بعد کو معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز بے وضو پڑھی تھی اور وتر وضو کے ساتھ تو وتر ہو گئی۔(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۳)

اور فتح القدیر ص ۱۹۷ پر ہے "لو قدم الرکعتین علی العشاء لم یجز عامدا کان او ناسیا" اور عالمگیری ص ۲۶ جلد ۱ پر ہے "لو صلی الوتر قبل العشاء ناسیا او صلاهما فظهر فساد العشاء دون الوتر فانه یصح الوتر و یعید العشاء و حدها عند ابی حنیفة" واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

باب قضاء الفوائت

قضا نماز کا بیان

مسئلہ:۔ از سید شاکر حسین، شانتا کروز، ایسٹ ممبئی ۹۸

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ صاحب ترتیب یعنی جس کے ذمہ کوئی فرض نماز باقی نہیں ہے۔ اتفاق سے فجر کی نماز قضا ہوگئی لیکن ظہر تک اس نے نہیں پڑھی اور مسجد میں اس وقت پہونچا جب کہ امام ظہر کی آخری رکعت میں تھا۔ اگر وہ فجر کی قضا پڑھے تو جماعت چھوٹ جائے گی۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں صاحب ترتیب جس کی نماز قضا ہوگئی ہے اگر چہ مسجد میں اس وقت پہونچا جب کہ امام ظہر کی آخری رکعت میں تھا اس کے لئے حکم یہ ہے کہ فجر کی قضا پڑھ کر اگر جماعت میں شریک ہوسکتا ہے تو ایسا ہی کرے ورنہ جماعت چھوڑ کر پہلے قضا پڑھے پھر ظہر کی نماز تنہا ادا کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ نماز کا قضا ہونا یاد ہو اور وقت میں گنجائش ہو۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۲۲ پر ہے "اذا صلی الظهر و هو ذاكر انه لم يصل الفجر فسد ظهره" پھر اسی صفحہ کے آخر میں "اذا ذكر الفجر فی آخر وقت الظهر فوقع علی ظنه ان الوقت لايحتمل الصلاتين فافتتح الظهر فصلاها وقد بقی من وقت الظهر بعضه نظر فيه فان كان مابقی من وقت الظهر ما امكنه ان يصلی فيه الفجر ثم الظهر لم تجزئه التی صلی" اھ و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۰ رشوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد رفیق مستری، بھیونڈی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ظہر کی جماعت قائم ہونے سے پہلے وقت ہو تو چار رکعت سنت ظہر کے بعد یا اس سے پہلے ظہر کی چار رکعت قضا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ظہر کے فرض وسنت کے بعد پانچ وقتوں کی قضا پڑھنا کیسا ہے اور ایک وقت میں دوسرے وقت کی قضا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ ظہر کی جماعت قائم ہونے سے پہلے اگر وقت ہو تو چار رکعت سنت ظہر پڑھنے کے بعد یا اس سے پہلے ظہر کی چار رکعت قضا پڑھ سکتا ہے۔ اور ظہر کے فرض وسنت کے بعد بھی پانچ وقتوں کی قضا پڑھ سکتا ہے۔ اور ایک وقت میں دوسرے وقت کی قضا پڑھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ قضا کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ مگر سورج کا کنارہ ظاہر ہونے سے بیس منٹ بعد تک اور سورج ڈوبنے کے بیس منٹ پہلے سے سورج ڈوبنے تک اور دوپہر میں کوئی بھی نماز جائز نہیں۔ البتہ اس روز عصر کی نماز اگر نہیں

پڑھی ہے تو اگرچہ سورج ڈوبتا ہو پڑھ لےمگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۱ پر ہے۔اور فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد اول ۱۲۱ مطبوعہ بیروت میں ہے "لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت له الاثلاثة وقت طلوع الشمس و وقت الزوال و وقت الغروب فلانه لاتجوز الصلاة فی هذه الاوقات كذا فی البحر الرائق" اھ۔اور اسی جلد کے صفحہ ۵۲ پر ہے "ثلاث ساعات لاتجوز فيها المكتوبة اذا طلعت الشمس حتی ترتفع و عند الانتصاف الی ان تزول و عند احمرارها الی ان تغيب الا عصر يومه و لايجوز فيها قضاء الفرائض و الواجبات الفائتة من اوقاتها كالوتر" اھ

لیکن قضا نماز گھر میں پڑھنے کا حکم ہے اور مسجد میں پڑھی جائے تو حتی الامکان چھپا کر پڑھی جائے تا کہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو کہ قضا پڑھ رہا ہے۔اس لئے کہ نماز قضا کرنا گناہ اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ اظهار المعصية معصية .اسی لئے جب کوئی وتر کی قضا عشا کے وقت فرض اور اس کے بعد کی سنت سے پہلے پڑھے یا دوسرے وقتوں میں لوگوں کے سامنے پڑھے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ تیسری رکعت میں دعاء قنوت سے پہلے تکبیر کہے مگر کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائے۔ردالمحتار جلد اول باب الوتر صفحہ ۴۹۲ میں ہے "رافعا يديه لو فی الوقت اما فی القضاء عندالناس فلا يرفع حتی لايطلع احد علی تقصيره"اھ ملخصا. و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۶/ذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی جماعت ہو رہی ہے کسی کو اتنا وقت نہیں ملا کہ سنت فجر پڑھ سکے۔فوراً جماعت میں شامل ہو گیا۔جماعت ہونے کے بعد طلوع آفتاب کے تیس منٹ باقی ہیں۔اب جس کی فجر کی سنت رہ گئی تھی وہ طلوع آفتاب سے پہلے ادا کرے گا یا طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد؟ بينوا توجروا.

الجواب:- صرف فجر کی سنت فوت ہوئی تو ان کی قضا آفتاب طلوع ہونے کے بیس منٹ بعد نصف النہار شرعی سے پہلے پڑھ سکتا ہے۔طلوع آفتاب سے پہلے ان کی قضا کرنا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ناجائز و گناہ ہے۔ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۱۸ میں ہے اور حدیث شریف میں ہے ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا الصلاة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس و لا بعد العصر حتی تغرب الشمس" (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۲) اور حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں "لاتقضی قبل الطلوع و لابعد الزوال" (شامی جلد اول صفحہ ۴۹۹) لہذا طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اپنی چھوٹی ہوئی سنتوں کو پڑھنا چاہے تو پڑھ لے۔ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری

مسئلہ: -از: محمد شاہد رضا، کپتان گنج، بستی

حالت سفر میں جو نمازیں قضا ہو جائیں تو انہیں گھر میں پوری پڑھیں یا قصر کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- حالت سفر میں جو نمازیں قضا ہو جائیں گھر میں انہیں قصر ہی پڑھنے کا حکم ہے۔ جب کہ وہ شرعی مسافر رہا ہو یعنی کم سے کم ساڑھے بانوے کلومیٹر کے سفر کی نیت سے نکلا ہو۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ "جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضا ویسی ہی پڑھی جائے گی مثلاً سفر میں نماز قضا ہوئی تو چار رکعت والی دو ہی پڑھی جائے گی اگرچہ اقامت کی حالت میں پڑھے اھ (بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۴۳) اور فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۲۱ میں ہے "ان الفائتة تقضى على صفة التى فاتت الا لعذر و ضرورة فيقضى مسافر فى السفر مافاته فى الحضر من الفرائض الرباعى اربعا و المقيم فى الاقامة ما فاته فى السفر منها ركعتين" اھ. و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۱۴ ربیع النور ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: -از: محمد نعیم الدین، مقام پرسا، کھنیاؤں، سدھارتھ نگر

قضا پڑھے بغیر وقتی نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- قضا پڑھے بغیر وقتی نماز پڑھنے والا اگر صاحب ترتیب ہے تو اس کی ادا نماز ہوگی ہی نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے صفحہ ۱۶۵ پر تحریر فرمایا ہے: "من صلى العصر وهو ذاكر انه لم يصل الظهر فهى فاسدة." اور حضور صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں: "پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض و وتر میں ترتیب ضروری ہے پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء پھر وتر پڑھے خواہ یہ سب قضا ہوں یا بعض ادا بعض قضا مثلاً ظہر کی قضا ہو گئی تو فرض ہے کہ اسے پڑھ کر عصر پڑھے یا وتر قضا ہو گئی تو اسے پڑھ کر فجر پڑھے اگر یاد ہوتے ہوئے عصر یا وتر پڑھ لی تو ناجائز ہے۔" (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۴۴)

لہٰذا مذکورہ صورت میں وقتی نماز پڑھنا ناجائز لیکن اگر کسی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جائے مثلاً وقت تنگ ہو یا بھول کر پڑھ رہا ہو تو ترتیب ساقط ہو جائے گی جیسا کہ ہدایہ میں صفحہ ۱۶۵ پر تحریر ہے فرماتے ہیں: "الترتيب يسقط بضيق الوقت و كذا بالنسيان." یا اور کسی سبب سے ترتیب ساقط ہو جائے مثلاً چھ وقت سے زائد کی نماز اس کے ذمہ ہوں تو ترتیب ساقط ہو جائے گی جیسا کہ ہدایہ ہی میں صفحہ ۱۵۵ پر ہے: "الفوائت قد كثرت فتسقط الترتيب." اور پھر اسی صفحہ پر کثرت کی حد متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وحد الكثرة ان تصير الفوائت ستا بخروج وقت الصلاة السادسة." معلوم ہوا چھ وقت یا اس سے زائد کی نمازیں اگر کسی کے ذمہ ہوں تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔

پس جب مذکورہ وجوہات میں سے کسی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جائے تو قضا پڑھے بغیر وقتی نماز پڑھنا جائز ہے۔ و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

باب سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسئلہ میں

مفتی مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کی ایک کتاب ''نماز کا آسان طریقہ مع ضروری مسائل'' جس میں سجدۂ سہو کا بیان صفحہ ۳۶ پر اس طرح لکھا ہے کہ ''سجدۂ سہو کا طریقہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدہ کرے'' جب کہ ہم لوگ صرف تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب:- ائمۂ کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ درود شریف سجدۂ سہو سے پہلے پڑھیں یا بعد میں۔ حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ سجدۂ سہو سے پہلے جو قعدہ ہے درود شریف اس میں پڑھیں۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ بعد کے قعدہ میں پڑھیں جیسا کہ فتاوی خانیہ مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۱ میں ہے۔ "من علیہ سهو يصلى على النبى عليه الصلاة و السلام فى القعدة الاولى فى قول ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله تعالى و فى قول محمد رحمه الله فى القعدة الثانية."

لیکن مذہب مختار یہی ہے کہ صرف تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرے اور درود شریف بعد کے قعدہ میں پڑھے جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "يأتى بالصلاة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى القعود الاخير فى المختار" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۵۴۲) اور حضرت علامہ عینی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "بعد ان يتشهد فى آخر صلاته يسجد سجدتين" یعنی نماز کے آخر میں تشہد پڑھنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے (بنایہ شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۶۰۲) اور بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۱۷۴ میں ہے "اذا فرغ من التشهد الثانى يسلم ثم يكبر و يعود الى سجود السهو ثم يرفع راسه مكبرا ثم يتشهد و يصلى على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم و هو اختيار الكرخى و اختيار عامة مشايخنا بما وراء النهر" یعنی جب دوسرے تشہد سے فارغ ہوں تو سلام پھیرے پھر تکبیر کہے اور سجدۂ سہو کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنے سر کو اٹھائے اور تشہد و درود پڑھے۔ یہی حضرت امام کرخی اور عام مشائخ ماوراء النہر کا مختار مذہب ہے اور بہار شریعت حصہ چہارم میں صفحہ ۴۸ پر ہے ''سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد داہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے'' اھ

لہذا آپ لوگ جو صرف تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرتے ہیں تو اسی طریقہ پر قائم رہیں اور کتاب مذکور کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل نہ کریں۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از غلام یزدانی نظامی، دار العلوم امرڈوبھا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر قعدہ کرنے کے بعد پھر بھول کر تیسری رکعت میں بھی قعدہ کیا پھر تشہد کے بعد کھڑے ہوکر ایک رکعت اور پڑھ کر آخر میں سجدۂ سہو کیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- چار رکعت والی نماز میں تیسری پر قعدہ نہ ہونا واجب ہے جیسا کہ درمختار جلد اول صفحہ ۳۴۶ پر بیان واجبات میں ہے "ترك قعود قبل ثانية او رابعة" اور واجب کے چھوٹنے سے سجدہ سہو لازم ہے درمختار جلد اول صفحہ ۵۴۵ میں ہے "يجب سجدتان بترك واجب سهواً" لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ امام سے ترک واجب ہوا اور اس نے آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　　　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۱/ذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ امام قعدۂ اولی میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوگیا تو مقتدی نے لقمہ دیا مگر امام نے قبول نہ کیا اور آخر میں سجدہ سہو کیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور لقمہ دینے والے کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے اگر اس کی نماز فاسد ہوئی تو کیوں؟ جب کہ قرأت میں غلطی کرنے والے کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

الجواب:- اگر امام پورا کھڑا ہوگیا تھا تو اس کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو بیجا لقمہ دینے کے سبب اس کی نماز اسی وقت جاتی رہی۔ اس لئے کہ سیدھا کھڑے ہونے کے بعد امام کو پلٹنے کا حکم نہیں جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۰۰ پر ہے "و ان استقام قائما فلا يعود" اھ اور مقتدی نے اگر ایسے وقت میں لقمہ دیا کہ امام قیام کے قریب تھا یعنی نیچے کا آدھا بدن سیدھا ہوگیا تھا مگر پیٹھ میں خم باقی تھا یا قعود سے قریب تھا کہ نیچے کا آدھا بدن ابھی سیدھا نہ ہونے پایا تھا تو ان صورتوں میں امام کو لوٹنے کا حکم ہے تو بیجا لقمہ نہ ہونے کے سبب مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی۔ مگر پہلی صورت میں سجدۂ سہو سے نماز پورے طور پر صحیح ہوگئی۔ اور دوسری صورت میں نماز کا اعادہ واجب کہ لقمہ کے بعد امام نے قصداً ترک واجب کیا جس کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں "اذا عاد قبل ان يستقيم قائما و كان الى القعود اقرب فانه لاسجود

علیہ فی الاصح و علیہ الاکثر و اما اذا عاد و ھو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السھو کما فی نور الایضاح" اھ ملخصا (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۹۹) اور تحریر فرماتے ہیں "العمد لایجبرہ سجود السھو بل تلزم فیہ الاعادۃ" (ایضا اول صفحہ ۴۹۹) اور قرأت میں غلطی کرنے والے کو لقمہ دینے سے نماز اس لئے باطل نہیں ہوتی کہ اس صورت میں لقمہ بیجا نہیں ہوا کرتا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اسے لقمہ دے اگر چہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۴۴) اور ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۱۸ پر ہے "الفتح علی امامہ غیر منھی عنہ بحر" اھ و ھو تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۵ر جمادی الاولی ۱۷ھ

مسئلہ:- از: مولانا حفیظ اللہ قادری، سرسیا، ایس نگر

سجدۂ سہو واجب نہیں تھا مگر کیا تو اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر وہ شخص منفرد ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں تھا لیکن کیا تو اس کی نماز ہوگئی۔ اسی طرح اگر امام نے بلاضرورت سجدۂ سہو کیا تو مدرک یعنی وہ مقتدی جو پہلی رکعت سے آخر تک شریک جماعت رہے اور امام۔ سب کی نمازیں ہو جائیں گی اس لئے کہ جب سجدۂ سہو واجب نہ ہو تو اس کی نیت سے سلام پھیرتے ہی نماز تمام ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ مسبوق ہے یعنی ایسا مقتدی ہے کہ جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئیں اور امام نے بے جا سجدہ سہو کیا اور اس نے امام کی اتباع کی تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ ملک العلماء حضرت علامہ امام علاء الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "المسبوق اذا تابع الامام فی سجود السھو ثم تبین انہ لم یکن علی الامام سھو حیث تفسد صلاۃ المسبوق (بدائع الصنائع جلد ۱ صفحہ ۱۷۵) وھو تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۶ر جمادی الاخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: مولانا امتیاز احمد، سرسیا، سدھارتھ نگر

جماعت کی وتر میں امام نے دعائے قنوت بھول کر چھوڑ دی اور رکوع میں چلا گیا اس کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو امام نے لوٹ کر دعائے قنوت پڑھی اور اخیر میں سجدۂ سہو کیا تو اس نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو اسے قنوت کی طرف پلٹنا درست نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اخیر میں سجدۂ سہو کرے فتاوی قاضی خاں مع عالم گیری جلد اول صفحہ ۱۲۱ میں ہے "لو ترک القنوت فذکر فی القعدۃ او بعد ماقام من الرکوع لایقنت و علیہ السھو" اھ

لہذا صورت مذکورہ میں مقتدی کے غلط لقمہ دیتے ہی اس کی نماز فاسد ہوگئی اور وہ نماز سے باہر ہوگیا اب امام نے ایک ایسے شخص کا لقمہ لیا جو نماز سے باہر ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اس سبب سے باقی مقتدیوں کی بھی نماز جاتی رہی۔ اس لئے کہ اس پلٹنے کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جس نے امام کو اس ناجائز پلٹنے کے لئے لقمہ دیا اس کی نماز فاسد ہوئی اور امام مقتدی کے بتانے سے پلٹا اور وہ نماز سے باہر تھا تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس سبب سے سب کی گئی۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۲۸ پر ہے۔

وھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۲۵ رذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از محمد بخش قادری، ڈاکٹر مجمدار، ہنگن گھاٹ، گجرات

اگر امام مغرب کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے اور مقتدی لقمہ دے جب کہ پوری جماعت رکوع میں ہے تو امام کیا کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جن رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے ان میں اگر صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے پھر اسے خود یا مقتدی کے لقمہ دینے سے یاد آئے تو وہ فوراً قیام کی طرف پلٹ آئے اور سورہ پڑھ کر پھر رکوع کرے اور بقیہ رکعتوں کو پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر بعد رکوع سجدہ میں یاد آئے تو قیام کی طرف نہ لوٹے بلکہ آخر میں صرف سجدۂ سہو کرے فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۶ پر ہے "فی الخلاصة اذا ركع و لم يقرأ السورة رفع رأسه و قرأ السورة و اعاد الركوع و عليه السهو و هو الصحيح" اھ اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۳۹ پر ہے "لو تذكرها فی ركوعه قرأها و اعاد الركوع" اھ اور اسی کے تحت شامی میں ہے "قوله لو تذكرها ای السورة قوله قرأها ای بعد عوده الى القيام و اعاد الركوع" اھ ملخصا اور ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۶۲۸ اور بہار شریعت جلد ۴ صفحہ ۹۸ پر ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں امام مذکور کو چاہئے کہ مقتدی کے لقمہ دینے پر فوراً قیام کی طرف لوٹ آئے اور امام کی اتباع میں پوری جماعت بھی قیام کی طرف لوٹے اور امام سورۃ پڑھ کر پھر سے رکوع کرے اور بقیہ نماز پوری کر کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

وھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۱۵ رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از صوفی ثناء اللہ سیٹھ، ممبئی

نماز عید کی پہلی رکعت میں امام تکبیرات زوائد بھول گیا اور سورۂ فاتحہ ختم کردی پھر تکبیرات زوائد کہہ کر سورۂ فاتحہ دوبارہ

پڑھی اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "فی البحر عن المحیط ان بدأ الامام بالقرأة سهوا فتذكر بعد الفاتحة و السورة يمضى فى صلاته و ان لم يقرأ الا الفاتحة كبر و اعاد القرأة لزوما لان القرأة اذا لم تتم كان امتناعا من الاتمام لا رفضا للفرض" اھ (ردالمحتار جلد اول صفحہ ٦١٦) اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۸ میں ہے "ان مشايخنا قالوا لايسجد للسهو فى العيدين و الجمعة لئلا يقع الناس فى فتنة كذا فى المضمرات ناقلا عن المحيط" اھ و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد کبیر الدین حبیبی مصباحی

۷ر جمادی الاولی ۱۸ھ

مسئلہ:- از: شہاب الدین احمد، سرسیا، سدھارتھ نگر

چار رکعت کی نماز میں امام قعدۂ اولی چھوڑ کر کھڑا ہو رہا تھا تو مقتدی کے لقمہ دینے پر وہ لوٹا اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں اور پورا کھڑا ہونے کے بعد لوٹا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں امام چار رکعت کی نماز میں قعدۂ اولی چھوڑ کر کھڑا ہو رہا تھا اور بیٹھنے کے قریب تھا کہ مقتدی کے لقمہ سے وہ لوٹ آیا تو سب کی نماز ہوگئی سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا مقتدی نے لقمہ دیا تو امام پر واجب ہے کہ وہ قیام سے نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری صفحہ ٦٦ پر ہے: "يجب اذا قام فيما يجلس فيه وهو امام او منفرد اراد بالقيام اذ استتم قائما او كان الى القيام اقرب فانه لايعود الى القعدة هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان سجد للسهو و ان لم يكن كذلك يقعد و لا سهو عليه." اور اگر مقتدی نے اس وقت لقمہ دیا کہ امام ابھی سیدھا نہ ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اور اس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز تو سب کی ہوگئی۔

لیکن مخالفت حکم کے سبب مکروہ ہوئی کیونکہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعود کے لئے لوٹنا جائز نہیں ہے نماز کا اعادہ کریں اس صورت میں ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں تو ان کے نزدیک لوٹنا فرض اس کی امام زیلی نے تصریح کی ہے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ٦٤٥ میں ہے۔

اور اگر مقتدی نے اس وقت لقمہ دیا جب کہ امام قیام کی حالت میں تھا تو اسی وقت مقتدی کی نماز جاتی رہی اور اس کے کہنے سے امام نے قعدہ کر لیا اس کی اور سارے مقتدیوں کی بھی نماز فاسد ہوگئی، ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ٦٤٥ اور بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۳۰ پر ہے: ''اور مقتدی نے لقمہ دیا جب کہ امام قعود کے قریب تھا پھر کھڑا ہو کر لوٹا تو اصح قول ہے کہ نماز ہوگئی۔''

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

مسئلہ: -از: امتیاز احمد، کسمہی، ایس نگر

مغرب کی نماز میں امام قعدۂ اخیرہ کے بعد سلام پھیر رہا تھا تو ایک مقتدی نے یہ سمجھ کر لقمہ دیا کہ ابھی دو ہی رکعت ہوئی ہے تو امام نے اس کا لقمہ لے لیا اور ایک رکعت مزید پڑھ کر سجدۂ سہو کیا تو لقمہ دینے والے مقتدی اور دوسروں کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - صورت مسئولہ میں امام نے اور اس کے ساتھ جن مقتدیوں نے جیسے ہی لفظ سلام کہا ان سب کی نماز تمام ہوگئی اور لقمہ دینے والے مقتدی کی بے محل لقمہ دینے سے نماز نہ ہوگی۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: "لان سلامه عملاً فیخرجه من الصلاة و لاتفسد صلاته لانه لم یبق علیه رکن من ارکان الصلاة." (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۵۵)

اور زیر قول ''الخروج بصنعہ'' تحریر فرماتے ہیں: "ای بصنع المصلی ای فعله الاختیاری بای وجه کان من قول او فعل ینافی الصلاة بعد تمامها کما فی البحر. اھ" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۳۱) لیکن لفظ سلام چونکہ دوبارہ کہنا واجب ہے جیسا کہ بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۷۵ مطبوعہ فاروقیہ میں ہے اس لئے نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: شاہد رضا

مسئلہ: -از: مولوی ازہار احمد، امجدی منزل، اوجھا گنج بستی

امام چار رکعت کی نماز میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا اور تیسری پر قعدہ کیا پھر اخیر میں سجدۂ سہو کیا تو اس نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - اگر امام نے بھول کر تیسری رکعت پر قعدہ کیا تو سجدہ سہو سے نماز پوری ہوگی اور اگر جان بوجھ کر قعدہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوئی کہ ایسا کرنے سے تاخیر ادائے رکن پایا گیا کہ چوتھی رکعت کے لئے قیام کی تاخیر عمداً ثابت ہوئی جس کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اردو جلد سوم صفحہ ۳۸ میں بحوالہ تاتارخانیہ: ''کہ اگر کوئی واجب چھوٹ گیا اور وہ بھولے سے فوت ہوا ہے تو سجدۂ سہو سے اس کی تلافی کردی جائے گی اور اگر جان بوجھ کر چھوڑا ہے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔'' اور اسی صفحہ پر ''متصلاً بحوالہ بحرالرائق'' ہے۔ پس ایک بڑی جماعت کا ظاہر کلام یہی ہے کہ اگر واجب جان بوجھ کر چھوڑ دے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا بلکہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ واجب ہے۔

اور فتاویٰ فیض الرسول صفحہ ۳۸۷ میں ہے: "ان ترک ساهیا یجبر بسجدتی السهو و ان ترک عامداً لا کذا فی التتارخانیة و ظاهر کلام الجم الغفیر انه لا یجب السهو فی العمد و انما تجب الاعادة جبراً لنقصانه کذا فی البحر الرائق." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: شاہد رضا

باب فی سجدة التلاوة

سجدۂ تلاوت کابیان

مسئلہ:-از: از ہاراحمد امجدی، امجدی منزل اوجھا گنج بستی

کیسٹ سے آیت سجدہ سنی تو سجدۂ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- کیسٹ سے آیت سجدہ سنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں طحطاوی علی المراقی میں ہے: "(و لا تجب) سجدة التلاوة بسماعها من الطير على الصحيح و قيل تجب لانه سمع كلام الله و هذاالخلاف بسماعها من القرد المعلم و لاتجب بسماعها من الصدى وهو ما يجيبك مثل صوتك فى الجبال و الصحارى و نحوها اه. مخلصاً" (صفحہ۲۶۴)

اقول و بالله التوفيق. جب چڑے اور سکھائے ہوئے بندر اور صدائے بازگشت وغیرہ سے سنی گئی آیت سجدہ پر سجدہ تلاوت نہیں تو کیسٹ سے سنی گئی آیت سجدہ پر بدرجۂ اولیٰ سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا کہ کیسٹ کی آواز بھی آواز معاد ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　　　　　کتبہ: شاہد رضا

باب صلاۃ المسافر

نماز مسافر کا بیان

مسئلہ:- از: محمد ثناء اللہ رضوی، رام نگر، نینی تال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کاشی پور کا باشندہ ہے اور بریلی شریف میں امامت کرتا ہے۔ جب اس کا پندرہ دن سے پہلے وطن واپسی کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ حکم قصر سے بچنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے کہ وطن سے روانگی کے وقت ارادہ کرتا ہے کہ رودر پور رکوں گا پھر بریلی سفر کروں گا ردر پور اتر کروہ کسی متعلق سے ملاقات کرتا ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ وہاں ٹھہرتا ہے پھر بریلی کے لئے روانہ ہوتا ہے ردر پور مسافت سفر نہیں ہے درحقیقت زید کو مقام مذکور میں کوئی کام نہیں ہے صرف حیلہ کے طور پر یہ کیا جاتا ہے کیا اس کا یہ حیلہ معتبر ہوگا اور وہ بریلی آنے پر مسافر قرار نہیں پائے گا؟ معلوم رہے کہ ردر پور سے بریلی تک مسافت سفر نہیں۔ بینو توجروا.

الجواب:- صورت مذکورہ میں زید کا حیلہ معتبر نہیں راستہ میں اور بریلی شریف پہنچنے پر وہ مسافر ہی ہوگا اس لئے کہ ردر پور ٹھہرنے کی نیت اس کی ضمنی طور پر ہے اصل ارادہ اس کا بریلی شریف ہی جانے کا ہے۔ اور ضمناً کہیں ٹھہرنے کی نیت سے سفر منقطع نہیں ہوتا۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۵۷ میں مسلک متقسط سے ہے: "ذکر الفقهاء فی حیلة دخول الحرم بغیر احرام ان یقصد بستان بنی عامر ثم یدخل مکة فالوجه فی الجملة ان یقصد البستان قصداً اولیا و لایضره دخول الحرم بعده قصدا ضمنیا و عارضیا کما اذا قصد مدنی جدة لبیع و شراء اولا و یکون فی خاطره انه اذا فرغ منه ان یدخل مکة ثانیا بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولا و انه یقصد دخول جدة تبعا و لو قصد بیعا و شراء اھ." اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے۔" کما افاده الملاعلی القاری بقوله بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولا الخ. "(فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۵۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۹ رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: مجیب اللہ صاحب، سرسیا، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ ایک شخص اندور رہتا ہے اور کاروبار کے سلسلہ میں تقریباً ۲۵ سال سے ممبئی آمدورفت ہے چونکہ آمدورفت بہت زیادہ تھی اس لئے اس نے ممبئی میں ایک مکان خرید لیا لیکن مستقل طور پر اندور ہی میں رہتا ہے اس کے اہل وعیال بھی اندور ہی میں رہتے ہیں۔ یہ مہینے میں کم از کم ایک بار آٹھ دس دن کے لئے ممبئی ضرور جاتا ہے۔ ایک شخص کا کہنا ہے کہ چونکہ ممبئی میں تمہارا مکان ہے اس لئے تم وہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جاؤ گے لہذا پوری نماز پڑھو جبکہ دوسرے شخص کا کہنا ہے کہ چونکہ وہاں مستقل سکونت نہیں ہے اور پندرہ دن اقامت کی نیت بھی نہیں ہے لہذا یہاں قصر لازم ہے دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ دوسرے شخص کا قول صحیح ہے اس لئے کہ جب شخص مذکور مستقل طور پر اندور ہی میں رہتا ہے اور ممبئی کو اپنا وطن نہ بنایا یعنی یہ عزم نہ کرلیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ ممبئی کا جانا اور وہاں رہنا صرف عارضی تجارت کے لئے ہے تو ممبئی اس کے لئے وطن اصلی نہیں اگر چہ وہاں مکان خرید لیا ہے۔

لہذا جب بھی وہ اندور سے ممبئی جائے تو وہاں قصر ہی کرے جب تک کہ وہاں کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''جب کہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد (جائے پیدائش) ہے نہ وہاں اس نے شادی کی ہے نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کرلیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بر بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگر چہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگر چہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر۔ تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا'' (فتاوی رضویہ جلد سوم ۶۷۰) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الوطن الاصلی موطن ولادته او تأهله" اھ (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۸۶) اور اس کے تحت شامی میں ہے "قوله او تأهله ای تزوجه قال فی شرح المنية و لو تزوج المسافر ببلد و لم ينو الاقامة به فقيل لايصير مقيما و هو الا وجه، قوله او توطنه ای عزم علی القرار فيه و عدم الار تحال و ان لم يتأهل فلو كان له ابوان ببلد غير مولده و هو بالغ و لم يتأهل به فليس ذلك وطنا اذا عزم علی القرار فيه و ترك الوطن الذی كان له قبله شرح المنية" اھ وهو تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد معین الدین خاں مصباحی، نصوپور مئو، یوپی

کیا شرعی مسافر کو نماز میں قصر کرنا جائز ہے کہ چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھ سکتا ہے اور چار بھی یا دو ہی رکعت پڑھنا ضروری ہے کہ چار پڑھے گا تو گنہگار ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شرعی مسافر کو نماز میں قصر کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے یعنی چار رکعت والی فرض نماز کو دو ہی پڑھنا ضروری ہے اگر چار پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ البتہ اگر مقیم امام کی اقتدا میں پڑھے تو پوری چار رکعت پڑھنا پڑے گا۔ حدیث شریف میں ہے "فرضت الصلاة ركعتين ثم هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم ففرضت اربعا و تركت صلاة السفر على الفريضة الاولى." یعنی نماز دو رکعت فرض کی گئی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو چار رکعت فرض کر دی گئی اور سفر کی نماز پہلے فریضہ پر باقی رکھی گئی (مشکوۃ صفحہ ۱۱۹) اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے "فرض الله الصلاة على لسان نبيكم فى الحضر اربعا و فى السفر ركعتين" یعنی اللہ تعالی نے تمہارے نبی کی زبان پر نماز کو فرض کیا حضر میں چار اور سفر میں دو رکعت (مشکوۃ شریف ۱۱۹) ان حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جب مسافر نہ ہو تو چار رکعت فرض ہے اور جب مسافر ہو تو دو ہی رکعت فرض ہے۔ اسی لئے فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۳۹ پر ہے "القصر واجب عندنا كذا فى الخلاصة" یعنی قصر ہمارے نزدیک واجب ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ اور علامہ برہان الدین علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "فرض المسافر فى الرباعية ركعتان لايزيد عليهما و ان صلى اربعا صير مسيئا التاخير السلام" یعنی مسافر کی فرض نماز چار والی میں دو رکعت ہے ان دونوں پر زیادہ نہیں کرے گا اور اگر چار پڑھ لی تو سلام دیر سے پھیرنے کے سبب گنہگار ہوگا۔ (ہدایہ اولین صفحہ ۱۴۵) اور علامہ شرنبلالی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "ان اقتدى مسافر بمقيم اتمها اربعا" اھ ملخصا یعنی اگر مسافر مقیم کی اقتدا کرے تو پوری چار رکعت پڑھے (نور الایضاح صفحہ ۱۳۰) و هو تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی
۱۲ر صفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: ساجد علی مصباحی، دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ

زید جس کا آبائی وطن ضلع بستی میں ہے وہ تجارت کی غرض سے بمبئی میں دوکان و مکان بنا کر وہاں بال بچوں کے ساتھ رہتا ہے۔ ہر دس دن پر وہ بغرض تجارت بمبئی سے پونہ جاتا ہے اور ایک دو روز بعد واپس آتا ہے جب کہ بمبئی سے پونہ کی مسافت بانوے کلومیٹر سے زیادہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب زید آٹھ نو دن اپنے بال بچوں کے ساتھ بمبئی میں رہتا ہے تو ان دنوں میں وہ شرعی مسافر رہتا ہے یا نہیں۔ اگر مسافر ہے اور چار رکعت والی فرض نماز کو دو نہیں پڑھتا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب زید بمبئی میں تجارت کے مقصد سے دوکان ومکان بنا کر رہتا ہے تو وہ جگہ اس کے لئے وطن اصلی نہیں ہے بلکہ وطن اقامت ہے اگر چہ وہاں قیام زیادہ ہو لہذا جب وہ پونہ سے بمبئی آ کر وہاں صرف آٹھ نو دن ٹھہرتا ہے تو وہ شرعی مسافر رہتا ہے اور اس پر قصر ہی پڑھنا واجب ہے کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۷۰ پر ہے اور علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تأهله او توطنه" (درمختار مع شامی ج دوم ص ۱۳۱) اور علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں "قوله او تاهله ای تزوجه قال فی شرح المنية و لو تزوج المسافر ببلد و لم ينوالاقامة به فقيل لايصير مقيما و قيل يصير مقيما و هو الاوجه. قوله او توطنه ای عزم على القرار فيه و عدم الارتحال و ان لم يتأهل فلو كان ابوان ببلد غير مولده و هو بالغ و لم يتأهل به فليس ذلك وطنا له الا اذا عزم على القرار فيه و ترك الوطن الذی كان له قبله شرح المنية" اھ (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۳۱) اور تنویر الابصار میں ہے "و يبطل وطن الاقامة بمثله و الاصلی و السفر" اھ

لہذا اگر زید ان دنوں چار رکعت والی نماز کو دو نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۳۹ میں ہے "ان صلی اربعا يصير مسيئا لتاخير السلام" اھ ملخصا۔ البتہ اگر مقیم امام کی اقتدا کرے گا تو پوری چار رکعت پڑھنا پڑے گا۔ نور الایضاح صفحہ ۱۰۳ پر ہے "ان اقتدى مسافر بمقيم اتمها اربعا" اھ ملخصا. و هو اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۱۹ر ذو الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از محمد بخش قادری، ڈاکٹر محمد نمبردار، ہنگوگھاٹ

مسافر پر جمعہ فرض ہے یا نہیں اور مسافر فجر، مغرب، جمعہ میں مقیم کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بينوا توجروا.

الجواب:- مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ ایسا ہے بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۹۹ پر ہے۔ اور فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۴۴ پر ہے "لوجوبها (ای الجمعة) شرائط فی المصلی هی الحرية و الذكورة و الاقامة و الصحة كذا فی الكافی" اھ اور تنویر الابصار میں ہے "شرط لافتراضها اقامة بمصر" اھ (ج ۲ ص ۱۵۳) اور مسافر نماز فجر، مغرب، جمعہ، بلکہ ہر نماز میں مقیم کی امامت کر سکتا ہے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "جمعہ کی امامت ہر مرد کر سکتا ہے جو اور نمازوں میں امام ہو سکتا ہو اگر چہ اس پر فرض نہ ہو جیسے مریض مسافر غلام (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۰۰) اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۱۵۵ پر ہے "يصح للامامة فيها من صلح لغيرها فجازت لمسافر و عبد و مريض" اھ. و هو تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۹؍ ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:- از وصال احمد اعظمی، رسول آباد، سلطانپور

تفسیر نعیمی جلد دوم صفحہ ۲۰۹ میں علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب رقم طراز ہیں کہ ڈاک گاڑی کا ڈرائیور اور گارڈ جن کی گاڑیاں ستاون میل ہی پر ٹھہرتی ہیں مسافر ہیں اور پسنجر کے ملازمین مسافر نہیں کیوں کہ ہر اسٹیشن پر کام کرتے ہوئے جاتے ہیں لہذا ان پر پوری نماز بھی واجب اور روزہ بھی کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- یہ کہنا درست نہیں کہ ڈاک (یعنی تیز رفتار گاڑیاں) ساڑھے ستاون میل یعنی بانوے کلومیٹر پر ہی رکتی ہیں اس لئے کہ بہت سی اکسپریس گاڑیاں بانوے کلومیٹر سے پہلے بھی رکتی ہیں اور سوال میں مذکورہ مسئلہ صحیح نہیں کیوں کہ ڈرائیور، گارڈ اور دیگر ملازمین چاہے تیز رفتار گاڑی کے ہوں یا پسنجر گاڑی کے جب وہ بانوے کلومیٹر یا اس سے زیادہ کے سفر کرنے کے ارادہ سے اپنے مقام اقامت سے چلتے ہیں تو وہ مسافر ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کا مقصود بالذات ہر اسٹیشن نہیں ہوتا بلکہ وہ آخری اسٹیشن ہوتا ہے جہاں تک وہ لوگ جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور بیچ کے اسٹیشنوں پر ان کا رکنا ضمنا ہوتا ہے استقلالا نہیں ہوتا۔ اسی بنیاد پر وہ ملازم اپنے آخری اسٹاپ کا نام بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں جگہ جا رہا ہوں درمیانی کسی اسٹیشن کا نام نہیں بتاتا۔

اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ پسنجر کے ملازمین ہر اسٹیشن کا کام کرتے ہوئے جاتے ہیں تو ان کا سفر ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ جب لوگ پیدل سفر کرتے تھے تو ہر منزل پر ٹھہرتے آرام کرتے اور خرید وفرخت کرتے ہوئے جاتے تھے اور وہ پہلے سے اس کا ارادہ بھی کر لیتے تھے پھر بھی وہ مسافر ہی رہتے تھے کیوں کہ ان کا رکنا اور خرید وفروخت کرنا یا پہلے سے اس کا ارادہ کرنا ضمنی ہوتا تھا اس سے سفر نہیں ٹوٹتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ”آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگر چہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے کما افاده الملا علی القاری بقوله بخلاف من جاء من الهند مثلا بقصد الحج اولا و انه يقصد دخول جدة تبعا و لو قصد بيعا و شراء" اھ (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۵۸)

لہذا ڈاک اور پسنجر گاڑی کے گارڈ ڈرائیور اور دیگر ملازمین پر قصر یعنی چار رکعت فرض کو دو رکعت پڑھنا واجب ہے اور روزہ رکھنا بہتر اور نہ رکھنا پھر اس کی قضا رکھنا جائز ہے۔ و هو تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲؍ رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از سیف الرضا، نانی دمن، گجرات

زید زمانے سے مع اہل وعیال بمبئی رہتا ہے اور اس کے کاروبار کئی شہروں میں ہیں اور وہ سو کلومیٹر سے بھی دوری پر ہیں تو

زید جب ان جگہوں پر جائے گا تو نماز کی قصر کرے گا یا نہیں؟ زید کو ایک مولانا صاحب نے بتایا کہ جہاں جہاں آپ کی ملکیت ہے وہاں آپ جائیں گے تو مسافرت کا حکم ختم ہو جائے گا اور آپ نمازیں پوری پڑھیں گے آیا مولانا صاحب کا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ وہ جگہیں نہ زید کی جائے پیدائش ہیں اور نہ ہی اس نے ان جگہوں کو اپنا وطن بنایا ہے۔ یعنی ارادہ نہیں کیا ہے کہ اب میں یہیں رہوں گا۔ بلکہ وہاں آنا جانا اور قیام کرنا صرف تجارت کی وجہ سے ہے تو وہ جگہیں وطن اصلی نہ ہوئیں۔

لہذا جب وہ شخص وہاں جائے گا جب تک کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا یعنی چار رکعت والی فرض نمازیں دو ہی پڑھے گا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۷۰ پر ہے۔

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ جہاں جہاں اس کا کاروبار ہے وہ مسافر نہیں رہے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا انہیں مسائل شرعیہ کی جانکاری نہیں ہے اور بغیر علم کے شرع کا حکم بتانا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض" یعنی جس نے بغیر علم کے فتوی دیا آسمان وزمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳) و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۲۵ر ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: فاروق احمد، رام نگر، سدھارتھ نگر

ہوائی جہاز اگر فضا میں اڑ رہا ہو تو اس میں نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:۔ اگر ہوائی جہاز اڈا پر کھڑا ہو تو اس میں ہر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر اڑ رہا ہو اور مسافر کو غالب گمان ہو کہ اڈے پر اترنے تک اتنا وقت نہ بچے گا کہ جس میں نماز پڑھ سکے گا تو ہوائی جہاز اڑنے ہی کی حالت میں نماز پڑھے جیسے کہ کشتی اور پانی کے جہاز میں۔ اسے ٹرین پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا ڈرائیور اسٹیشن کے علاوہ بھی اسے روک سکتا ہے۔ اس لئے چلتی ہوئی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ ضروری ہے اور ہوائی جہاز کا ڈرائیور اسے ہر جگہ اتار نہیں سکتا تو یہ مانع میں وجہ العباد نہیں اس لئے اس میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

شامی جلد اول صفحہ ۵۶۲ پر ہے: "قوله لایعید ای فی سقوط الشرائط او الارکان بعذر سماوی بخلاف مالوکان من قبل العبد اھ" اور ہوائی جہاز میں جو مانع پایا جاتا ہے وہ سبب سماوی کے حکم میں ہے کہ ڈرائیور کو ہر جگہ روکنے کا

اختیار نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہوائی جہاز ہو کہ جس کا ڈرائیور اسے کہیں بھی اتار سکتا ہو تو اس پر پڑھی گئی نماز کا اعادہ ضروری ہے اس مسئلہ کی تفصیل نزہۃ القاری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۴۷۵ پر ملاحظہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ: -از: عبدالرحیم صاحب، کسمہی، ایس نگر

کم سے کم کتنے کلومیٹر کے سفر پر نکلے تو قصر کرے؟

الجواب:- کسی شخص کا تین دن یا اس سے زیادہ دوری کے ارادے سے نکلنا سند شرعی ہے جیسا کہ بخاری شریف جلد اول ۱۴۷ میں ہے: "عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم." اور مسلم شریف صفحہ ۱۴۶ میں بھی ہے یعنی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم نہ کرے اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۳۸ میں ہے: "الاحکام التی تتغیر بالسفر ھی قصر الصلاۃ و اباحۃ الفطر (الی اٰخر) و حرمۃ الخروج علی الحرۃ بغیر محرم کذا فی العتابیۃ." یعنی قصر صلاۃ اور آزاد عورت کا بغیر محرم نکلنے کی حرمت کی علت سفر شرعی ہے جو حدیث پاک سے تین دن کی مسافت کا نام ہے لہذا تین ہی دن کی دوری کے ارادے سے نکلنا شرعا سفر ہے۔ یہی احناف کی دلیل ہے اور اس سے متوسط چال اور عادۃً جتنی دیر لوگ لمبی مسافت کے لئے چلتے ہیں وہی معتبر ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۳۸ پر ہے: "المعتبر السیر الوسط." ایسا ہی بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۴۳ اور ہدایہ اولین صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں ہے اور کوس کا بھی اعتبار نہیں ہے کہ کوس کہیں بڑے اور کہیں چھوٹے ہوتے ہیں بلکہ تین منزلوں کا اعتبار ہے جس کی مقدار خشکی میں میل کے حساب سے ہے $57\frac{3}{8}$ میں ہے۔ بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۴۴ بحوالہ فتاویٰ رضویہ۔ اور اب اس سائنسی ایجادات کے دور میں ٹرینوں اور جہازوں سے ایک ہی دن میں بآسانی کئی منزلوں کی مسافت کو طے کرنا ممکن ہے اور منزلیں بھی اب ختم ہو گئیں۔

لہذا امام اہل سنت نے اس کی میلوں میں تعین فرمایا جیسا کہ اپنی کتاب جد الممتار جلد اول صفحہ ۳۶۲×۳۶۱ میں ارشاد فرماتے ہیں: "المشھور المعتاد فی بلادنا ان کل مرحلۃ ۱۲ کوس و قد جربت مرارا کثیرۃ بمواضع شھیرۃ ان المیل الرائج فی بلادنا خمسۃ اثمان $\frac{5}{8}$ - ۱ کوس المعتبر ھھنا فاذا ضربت الاکواس فی ۸ و قسم الحاصل علی ۵ کانت امیالا فاذن امیالا مرحلۃ و احدۃ ۱۹ ۵ / ۱ و امیال مسیرۃ ثلاثۃ ایام ۵۷ - ۵ / ۳ اعنی ۵۷ / ۶" یعنی ہمارے بلاد میں معتاد معہود یہ ہے کہ ہر منزل بارہ ۱۲ کوس کی ہوتی ہے میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے ۸/۵ کوس ہے جب کوسوں کو آٹھ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا اب ایک منزل 19 5/1 کی ہوئی اور تین کی مسافت 57 5 3/5 میل یعنی ۵۷-۶ میل

اور موجودہ اعشاریہ پیمانہ سے ایک میل برابر ایک کلومیٹر اور چھ سو میٹر ہوتی ہے لہذا ۵۷ ۳/۵ برابر ۹۲ کلومیٹر ہے جو مدت سفر ہے تو اگر کوئی شخص ۹۲ کلومیٹر کے ارادے سے نکلے تو قصر کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا." (پ۴ سورۂ نساء آیت ۱۰۱)

کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

باب صلاۃ الجمعۃ

نماز جمعہ کا بیان

مسئلہ: از: قاری محمد رضا حشمتی، گینسٹری بازار، ضلع بلرامپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گینسٹری بازار گرام سبھا ہے ڈیہوا اور رلجہ باغ کی کل آبادی مسلم و غیر مسلم ملا کر قریب آٹھ ہزار ہے دوامی بازار ہے ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ جمعہ کے دن چٹی بازار لگتا ہے۔ دیہات کے لوگ بازار کی غرض سے آکر جمعہ بھی پڑھتے ہیں قریب اسی فیصدی باہری لوگوں سے اور یہاں کے ساکنان سے مدینہ جامع مسجد بھر جاتی ہے۔ آٹھ چھوٹے بڑے اسکول و مدرسہ مسلم و غیر مسلم کے ہیں۔ کوتوالی، ریلوے جنکشن، تین بینک سرکاری، اسپتال، ڈاکخانہ، بس اسٹاپ اور وہابی کی تین اور سنی کی دو مسجدیں بھی ہیں۔ کیا مذکورہ جگہ شہر یا فنائے شہر کے حکم میں داخل ہے اور جمعہ کے بعد ظہر ساقط ہے یا نہیں؟

دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا سے ۶ ربیع النور ۱۴۱۹ھ کو فتوی آیا کہ فتاوی رضویہ حصہ سوم صفحہ ۷۰۲ پر ایک روایت نادرہ جو امام ابو یوسف سے منقول ہے اس سے جمعہ کے بعد ظہر کو ساقط اور ناجائز بتایا۔ اور اسی طرح کے چند فتوے اور فضل رحمانیہ سے آئے جیسا کہ راج پور کا فتوی جب کہ فتاوی رضویہ حصہ سوم صفحہ ۷۱۳، ۷۱۴ پر اس روایت نادرہ کے خلاف بیان موجود ہے۔ جیسا کہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے فتوی سے ظاہر ہے کہ جمعہ کے بعد ظہر ساقط نہیں براؤں شریف کا یہ فتوی جب پچپڑوا گیا تو فضل رحمانیہ کے مفتی صاحب نے آکر ۲۳ ربیع النور ۱۴۱۹ھ بروز جمعہ روایت نادرہ پر زور دے کر تقریر میں اس مذکورہ جگہ کو شہر ثابت کیا اور بعد جمعہ ظہر ساقط بتایا۔ ۲۵ ربیع النور ۱۴۱۹ھ کو میں مقبول احمد نعیمی و مولانا عبد المصطفیٰ نے مفتی صاحب سے ملاقات کی تو آں حضرت نے فرمایا کہ ہم روایت نادرہ ہی پر فتوی دیتے ہیں اور وقت کے لحاظ سے جائے وقوع دیکھ کر اور دیگر مفتیان کرام خصوصا مفتی جلال الدین و براؤں شریف و بریلی شریف کے سب لوگ ناقل ہیں۔ جب کہ فتاوی رضویہ پر ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ روایت نادرہ پر فتوی فتاوی رضویہ کے خلاف ہے یا نہیں؟ مندرجہ بالا مسئلہ میں ہم لوگ کیا کریں۔ ایسے مفتی کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ مدلل و مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل، بالغ، تندرست نہ سما سکیں ہمارے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی سے ظاہر الروایہ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مرجوع عنہ اور متروک ہے **کما فی البحر الرائق و الخیریۃ و**

رد المحتار و غیرها.

پھر چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے مزرعوں پر صادق جنہیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیه العلامة الطحطاوی فی حاشیة العلائی تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اسکے ماخذ کا صریح خلاف ہے۔

پھر دو سطر بعد تحریر فرماتے ہیں ''طرفہ یہ کہ وہ پاک مبارک دو شہر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زادهما الله تعالى شرفا و تكريماً اس تعریف کی بناپر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں علی ماصرح به العلامة ابراهيم الحلبي فى الغنية و العلامة السيد الشريف الطحطاوی فی حاشية مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہ ہے۔صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہو نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایہ فیصلہ کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالی عنہم سے یہی ظاہر الروایہ ہے كما فى الهداية و الخانية و الظهيرية و الخلاصة و العناية و الحلية و الغنية و الدر المختار و الهندية وغيرها اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطا بن رباح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ہے "كما فى مصنف عبد الرزاق حدثنا ابن جريج عن عطا بن ابى رباح قال اذاكنت فى قرية جامعة فنودي بالصلاة من يوم الجمعة فحق عليك ان تشهده سمعت النداء او لم تسمعه قال قلت لعطاء ما القرية الجامعة قال ذات الجماعة و الامير و القاضي و الدور المجمعة الآخذ بعضها ببعض مثل جدة" اور یہی قول امام ابوالقاسم صفار تلمیذ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے كما فى الغنية اسی کو امام کرخی نے اختیار فرمایا كما فى الهداية اسی پر امام قدوری نے اعتماد کیا كما فى المجمع الانهر اسی کو امام شمس الائمہ سرخسی نے ظاہر المذہب عندنا فرمایا كما فى الخلاصة اسی پر امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا اور ان کے تلمیذ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع شرح تحفہ میں فتوی دیا كما فى الحلية اسی پر امام فقیہ النفس قاضی خاں نے جزم و اختیار کیا كما فى فتاواه اور اسی کو شرح جامع صغیر میں قول معتمد فرمایا كما فى الحلية و الغنية اسی کو امام شیخ الاسلام برہان الدین علی مرغینانی نے مرجح رکھا كما فى شرح المنية اسی کو مضمرات میں اصح ٹھہرایا كما فى جامع الرموز اور ایسا ہی جواہر الاخلاطی میں لکھ کر هذا اقرب الاقاويل الى الصواب کہا كما رويته فيها ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا كما فى الغنية اسی کو تاتارخانیہ میں علیه الاعتماد فرمایا كما فى الهندية اسی کو عنایہ شرح ہدایہ و غنیہ شرح منیہ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و جواہر و شرح نقایہ قہستانی میں صحیح کہا، اخیر

میں ہے یہی قول معول علیہ ہے اسی کو ملتقی الابحر میں مقدم و ماخوذ بہ ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق وکافی شرح وافی ونور الایضاح میں وعالم گیریہ وغیرہا میں جزم اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی نہ لیا۔ اسی کو علامہ حسن شرنبلانی نے شرح نور الایضاح میں اصح وعلیہ الاعتماد فرمایا اسی پر علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلیغ کیا اسی پر امام ابن الہمام محمد وعلامہ اسماعیل نابلسی وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۷۲)

اور تحریر فرماتے ہیں ''ظاہر الروایہ مصحح معتمد معول علیہ مختار علیہ جمہور مؤید ومنصور کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل وفتوی کیونکر روا۔ درمختار میں ہے "الحکم و الفتیا بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع" ردالمحتار میں ہے "کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجهه و اولی من هذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاهر الروایة اذا لم یصحح و الافتاء بالقول المرجوع عنه" انتہی یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالی اہل انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق سے متجاوز نہیں ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہب ائمہ مذہب چھوڑ کر دوسری بات پر فتوی دے سکتے ہیں مگر در بارۂ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے'' (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۱۳)

اعلی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذکورہ بالا تحریرات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ شہر کی صحیح تعریف وہی ہے جس کو جمہور علماء نے اختیار فرمایا یعنی جس میں متعدد کوچے اور دوامی بازار ہونے کے ساتھ وہاں کوئی حاکم فیصلۂ مقدمات کے لئے مقرر ہو اور شہر کی یہ تعریف کہ اس کے باشندے اس کی اکبر مساجد میں نہ سما سکیں صحیح نہیں اور اس پر فتوی دینا جائز نہیں کہ یہ مرجوح ہے اور قول مرجوح پر فتوی دینا جہل وخرق اجماع ہے۔ اعلی حضرت نے اس روایت نادرہ پر کبھی عمل نہیں کیا اور نہ اس پر فتوی دیا۔

لہذا روایت نادرہ پر دیا ہوا فتوی اعلی حضرت کے عمل اور فتوی کے خلاف ہے۔ اور ''پچپڑوا کے فتوی کی یہ عبارت صحیح نہیں کہ اب متاخرین علماء ایسی بستی پر جس میں چند مسجدیں ہوں اور اس کی بڑی مسجد میں بستی کے لوگ سما نہ سکیں اس کو شہر کے حکم میں مانتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر متاخرین علماء ایسی آبادی کو شہر کے حکم میں مانتے تو اعلی حضرت بھی متاخرین علماء میں سے ہیں وہ بھی ایسی آبادی کو شہر کے حکم میں مانتے اور اس کے مطابق فتوی دیتے جیسے کہ متاخرین علماء نے تعلیم قرآن وحدیث اور امامت واذان پر اجرت کے جواز کا فتوی دیا تو اعلی حضرت نے بھی ان کی اتباع میں اس کے جواز کا فتوی دیا

لہذا ''پچپڑوا کے فتوی کی عبارت اگر یوں ہوتی کہ متاخرین علماء کی ایک جماعت ایسی آبادی کو شہر کے حکم میں مانتی ہے اس لئے کہ جمہور علمائے متاخرین ایسی آبادی کہ جس کے سکان اس کی اکبر مساجد میں نہ سما سکیں شہر نہیں مانتے اور انہیں میں اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں۔

اور اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''جو بستی پرگنہ نہیں اس میں فیصلۂ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقا گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہو۔ اور جو پرگنہ ہے اس میں مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو (فتاوی رضویہ ج سوم ص ۷۱۷) معلوم ہوا گینسٹر ی کی آبادی خواہ دس بارہ ہزار ہو اگر اس میں مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے کوئی حاکم مقرر نہیں تو وہ عند الشرع گاؤں ہے اگرچہ اس میں کوتوالی ہو کہ کوتوالی کچہری نہیں اور کوتوالی حاکم نہیں کہ وہ شعبۂ انتظامیہ سے ہے نہ کہ عدلیہ سے''۔

اور بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۹۴ پر جو قصبہ میں جمعہ کو جائز قرار دیا ہے اس سے مراد چھوٹا شہر ہے۔ جس پر مصر کی تعریف صادق آتی ہو۔ اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا مصر وقریہ کی تقسیم حاضر ہے۔ آبادی پر حد مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لا ثالث لهما (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۰۳) لہذا گینسٹر ی اگرچہ ہمارے عرف میں قصبہ ہو لیکن جب اس پر مصر کی تعریف صادق نہیں کہ اس میں فیصلۂ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں تو وہ شریعت کے نزدیک گاؤں ہے۔ اور گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ کما فی الکتب الفقهية.

اور حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی تحریر فرماتے ہیں کہ عرف میں جہاں میونسپلٹی یا ٹاؤن ایریا یا نوٹی فائیڈ یا ہو اگرچہ وہاں کوئی حاکم نہ رہتا ہو اسے قصبہ کہتے ہیں۔ لہذا جہاں تحصیل پرگنہ بھی نہ ہو مگر کم از کم ٹاؤن ایریا یا نوٹی فائیڈ یا ہو وہاں صحت جمعہ کا حکم ہونا چاہئے (حاشیہ فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳) اور مستفتی سے معلوم ہوا کہ گینسٹری نہ تحصیل ہے نہ پرگنہ۔ اور وہاں ٹاؤن ایریا و نوٹی فائیڈ یا بھی نہیں تو مفتی شریف الحق صاحب امجدی کی اس تحریر کی روشنی میں گینسٹری میں بھی جمعہ جائز نہیں اور بنام جمعہ دو رکعت وہاں پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں۔ لیکن عوام اگر پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے اور ظہر کی نماز اس روز بھی پڑھنے کے لئے ان سے کہا جائے۔ و هو تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ربیع الغوث ۱۹ھ

مسئلہ: از: ڈاکٹر غلام علی صدیقی رضوی نوری، سرگجا، ایم پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کوریا کالری میں ساٹھ ستر گھر مسلمان ہیں سب چھوٹے بڑے مرد وعورتوں کی تعداد چار پانچ سو تک ہے تو یہاں جمعہ کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:- ظاہر الروایت کے مطابق اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے یہ آئی ہے کہ ''جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے گی۔ جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ

وعیدین ہوسکتے ہیں اگر چہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہوسکتا بلکہ گناہ ہے" اھ ملخصا (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۰۲)

لہذا کوریا کالری میں اگر اتنے مسلمان آباد ہوں کہ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو روایت نادرہ کی بنیاد پر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنے سے ہو جائے گی اور اس روز کی ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو تو وہاں بنام جمعہ نماز نفل ہو گی عوام اگر اسے پڑھیں تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ اور جب بنام جمعہ دو رکعت نماز نفل ہو گی تو اس کے پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہو گی اس کا پڑھنا فرض اور جماعت کے ساتھ واجب الگ الگ پڑھنا ہوگا۔ و ھو تعالی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رشعبان المعظم ۱۹ھ

مسئلہ: از: محمد عرفان صاحب، نگر پالیکا پریشد، خیر آباد، ضلع سیتاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) ضلع سیتاپور میں خیر آباد شریف کے قریب ایک گاؤں منصور نگر ہے وہاں پہلے ایک مسجد تھی اب بیٹھ کر تکبیر سننے کی مخالفت کرنے والوں نے ایک دوسری مسجد بنالی اس مسجد میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بیٹھ کر تکبیر سننے کے بارے میں فتوے منگائے گئے مگر ان لوگوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ نئے نئے مفتی نئے نئے فتوے ہم ان کو نہیں مانتے اور دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ خیر آباد میں بڑے بڑے عالم ہوئے ہیں انہوں نے بیٹھ کر تکبیر نہیں سنی ہے۔ وہ لوگ عرس و نیاز کرتے ہیں اور میلاد شریف کی مجلس بھی منعقد کرتے ہیں اس میں کھڑے ہو کر سلام بھی پڑھتے ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) اب تک یہاں یہ ہوتا رہا ہے کہ ایک آدمی خیر آباد جا کر خبر لے آتا ہے اور عید کی نماز ادا کر لی جاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ شرعی طریقہ نہیں ہے۔ دوسری مسجد والے ریڈیو اور ٹی وی کی خبر پر عید کر لیتے ہیں۔ موضع کے سارے لوگ اسی خبر پر عید کر لینا چاہتے ہیں جس سے بڑا انتشار ہوتا ہے۔ فقیر ہی امامت کرتا ہے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ کوئی طریقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- منصور نگر جب کہ شہر نہیں ہے تو وہاں نہ پہلی مسجد میں جمعہ جائز ہے اور نہ دوسری میں۔ لیکن عوام اگر پڑھتے ہیں تو منع نہیں کیا جائے گا کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ مگر وہاں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی فرض نماز ساقط نہ ہو گی۔ اسے بہر صورت پڑھنا پڑے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "دیہات میں جمعہ پڑھنا مذہب حنفی میں ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہ آئیں گے فتنہ برپا کریں گے

تو ان کو اتنا ہی کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی چار رکعت بھی پڑھو تم پر ظہر ہی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے وہ ظہر ساقط نہ ہوئی۔ وہ فرض ظہر بھی جماعت ہی سے پڑھنے کو کہا جائے کہ بے عذر ترک جماعت گناہ ہے (فتاوی مصطفویہ ترتیب جدید صفحہ ۲۳۱)

اور یہ کہنا کہ نئے نئے مفتی اور نئے نئے فتوے۔ یہ عورتوں کی بولی ہے۔ مردوں کا کام یہ ہے کہ وہ پرانی کتابوں سے بیٹھ کر تکبیر سننے کو غلط ثابت کریں اور ایسا وہ قیامت تک نہیں کر سکتے کہ ان میں تو بیٹھ کر ہی تکبیر پڑھنے کا حکم ہے۔ اور علمائے خیرآباد کے بیٹھ کر تکبیر نہ سننے سے اس کے غلط ہونے کو سمجھنا انتہائی جہالت اور بیوقوفی ہے کہ کسی چیز کے نہ کرنے سے اس کا غلط اور ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لایدل علی المنع "یعنی کرنے سے جائز ہونا سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے (مذاہب لدنیہ بحوالہ اقامۃ القیامہ صفحہ ۴۹) اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر، یعنی نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز ہے'' (تحفۂ اثنا عشریہ بحوالہ اقامۃ القیامۃ ص ۴۹)

لہذا علمائے خیرآباد نے اگرچہ بیٹھ کر تکبیر نہ سنی ہو لیکن انہوں نے اس سے کہیں منع بھی نہ فرمایا ہے تو اس کا غلط اور ناجائز ہونا کیسے ثابت ہو جائے گا؟ اگر کسی کام کے نہ کرنے سے اس کا ناجائز اور غلط ہونا ثابت ہو جائے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے نہ قرآن کے تیس پارے بنائے نہ صورتوں کے رکوع مقرر کئے اور نہ اس کی آیتوں کے نمبر لگائے تو یہ سارا کام ناجائز ہو جائے گا اور مسجدوں میں منارے بنانا بھی ناجائز ہو جائے گا اس لئے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بنایا اور نہ صحابۂ کرام نے۔ خدائے عز وجل لوگوں کو حق قبول کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ اور ہٹ دھرمی سے بچائے آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم. جولوگ بیٹھ کر تکبیر سننے کو نہ مان کر الگ مسجد بنالئے اگر وہ معمولات اہل سنت عرس و نیاز اور میلاد شریف وغیرہ کرنے کے ساتھ ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے تو وہ سنی مسلمان ہیں البتہ جاہل اور ہٹ دھرم ہیں۔ انہیں کافر اور بدمذہب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ و هو تعالى اعلم.

(۲) خیرآباد سے ایک آدمی کے خبر لانے پر عید کی نماز ادا کر لینا ہرگز شرعی طریقہ نہیں۔ ریڈیو، ٹی وی اور فون وغیرہ کی خبر پر روزہ چھوڑ کر عید کر لینا ہرگز جائز نہیں۔ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی نور اللہ مرقدہ کا ایک کتابچہ ارسال ہے اس میں دوسری جگہ کے چاند معتبر ہونے کے طریقے تحریر ہیں اور راقم الحروف نے ایک اشتہار بنام عید ایک دن پہلے کیوں؟ شائع کیا ہے وہ بھی روانہ ہے انہیں پڑھ کر لوگوں کو سنائیے اور سمجھائیے۔ اللہ عز و جل مسلمانوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین. و الله تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: از لعل محمد خاں ٹھیکیدار، ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید محلہ کی مسجد کا امام تھا کچھ ایام کی رخصت لے کر گھر گیا اور اپنی نیابت میں بکر کو مقرر کر دیا کہ جب تک میں نہ آؤں امامت کے فرائض انجام دیں۔ بعدہ بکر کو کچھ لوگوں نے ڈرایا دھمکایا جس کی وجہ سے بکر چلا گیا بعدہ ایک تیسرا امام کچھ لوگوں نے متعین کیا جس پر زنا کی تہمت ہے جسے اکثر لوگ جانتے ہیں۔ اب اس کی امامت سے کافی لوگ بیزار ہیں۔ ان بیزار شدگان کی نماز اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں جو لوگ جان بوجھ کر پڑھ رہے ہیں ان پر حکم شرع کیا ہے؟

(۲) بیزار شدہ لوگ گھر پر نماز ادا کرتے ہیں اور جمعہ کی نماز ایک وسیع ہال میں ادا کرتے ہیں ان کی نماز وجمعہ میں مصلین کی تعداد تقریباً ۲۵ آدمیوں پر مشتمل ہے۔ بر مسلک امام الائمہ علیہ الرحمہ نماز جمعہ ونماز پنجگانہ ہوگی یا نہیں؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

(۳) بیزار شدہ لوگ ایک مسجد قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں نماز پنجگانہ وجمعہ کی ادائیگی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ اقدام درست ہے یا نہیں؟ تحقیقی جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: (۱) تیسرے امام پر اگر صرف زنا کی تہمت ہے مگر وہ ثابت نہیں ہے تو اس پر تہمت لگانے والے سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ واستغفار اور امام مذکور سے معافی طلب کرنا لازم ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زنا کی تہمت لگانے والے اگر چار گواہوں سے زنا کو ثابت نہ کر پاتے تو اسی ۸۰ کوڑے مارے جاتے جیسا کہ خدائے تعالی کا ارشاد ہے "وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً." (پ۱۸ سورۂ نور آیت۴) اور امام مذکور کا زنا کرنا یا اس کا کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا اگر ثابت ہوا اور اس نے توبہ کر لی تو ان دونوں صورتوں میں اس سے بیزار رہنے والے سخت غلطی پر ہیں ان کی اور سب کی نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔

اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے "هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ" اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "التائب من الذنب کمن لاذنب له" گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے توبہ کے بعد اس کی امامت میں اصلا حرج نہیں بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعمله و فی روایة بذنب تاب منه و به فسر ابن منیع" جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کر چکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک کہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ اھ (فتاوی رضویہ جلد سوم ۲۲۵)

اور امام نے جرم ثابت ہونے کے بعد اگر توبہ نہیں کی ہے تو جو لوگ یہ جانتے ہوئے اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھے ہوں سب دوبارہ پڑھیں اور توبہ کریں۔ امام پر اس صورت میں لازم ہے کہ اب توبہ کرلے پھر سب لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور توبہ کے بعد بھی جو لوگ الگ نماز پڑھیں گے وہ تفریق بین المسلمین کے مجرم ہوں گے۔ و هو تعالى اعلم۔

(۲) اگر بیزار شدہ لوگ مسجد اور اس کی جماعت چھوڑ کر بلاوجہ شرعی گھر پر نماز پڑھتے ہیں اگر چہ ان کی نماز ہو جاتی ہے مگر وہ گنہگار ہوتے ہیں۔ رہی جمعہ کی نماز تو اسے قائم کرنے کے لئے سلطان اسلام یا اس کا نائب یا اس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو وہاں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے اذن سے امام جمعہ وعیدین مقرر ہو سکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو بجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وہ جمعہ قائم کر کے اس کی امامت کر سکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ وہ بطور خود یا دس بیس یا سو پچاس آدمی کے کہنے سے جمعہ کا امام بن جائے گا۔ ایسا شخص اگر چہ اس کا عقیدہ صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی جمعہ کی امامت نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا نماز اس کے پیچھے باطل محض ہوگی۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۵ میں ہے۔

و الله تعالى اعلم۔

(۳) بیزار شدہ لوگ اگر نئی مسجد اس لئے بنانا چاہتے ہیں کہ پرانی مسجد میں آنے سے فتنہ کا اندیشہ ہے تو ان کا یہ اقدام درست ہوگا اور اگر ان کا مقصود پرانی مسجد کو ضرر دینا ہے اور جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا ہے تو ہر گز درست نہیں۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۲۵ میں ہے۔ و الله تعالى اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۴ ربیع النور ۱۸ھ

مسئلہ: از: محمد قمر رضا، ادے پور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ شہر ادے پور محلہ نور نگری کی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت لینے کے لئے شہر میں کوئی عالم اور مفتی نہیں تھا تو مسجد کے اراکین اور عوام نے ایک شخص کو جمعہ قائم کرنے اور پنج وقتی نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا۔ کچھ دنوں بعد ان لوگوں نے اس کام کے لئے زید کو مقرر کیا اس وقت بھی شہر میں کوئی عالم اور مفتی نہ تھا۔ زید مسجد مذکور میں جمعہ اور پانچ وقت کی نمازیں برابر پڑھا رہا ہے بکر جو سند یافتہ حافظ، مولوی یا عالم نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ زید چونکہ بغیر کسی کی اجازت کے جمعہ کی نماز پڑھا رہا ہے اس لئے اس کی اقتداء میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔ تو کیا واقعی مذکورہ صورت میں زید کے پیچھے جمعہ کی نماز نہیں ہوتی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ شہر کے اندر کوئی عالم اور مفتی نہیں تھا تو اراکین مسجد اور عوام نے ایک شخص کو جمعہ قائم کرنے کے لئے مقرر کرلیا تو ان کا جمعہ قائم کرنا صحیح ہے۔ پھر شخص مذکور کی بجائے زید کو اس کام کے لئے مقرر کیا جو جمعہ کی

امامت کر رہے ہیں تو یہ بھی صحیح ہے۔ اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "جمعہ وعیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگر چہ حافظ، قاری، متقی وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون ومقرر کردہ ہو۔ اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول سلطان اسلام ہو۔ ثانی جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔ ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں۔ (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۰۵) اور تحریر فرماتے ہیں "نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کرلیا۔ حکم شرعی یہ ہے کہ اقامت جمعہ کے لئے سلطان اسلام یا اس کا نائب یا اس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو عالم دین، فقیہ معتمد، اعلم اہل بلد کے اذن سے امام جمعہ وعیدین مقرر ہوسکتا ہے۔ اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو بجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وہ امامت جمعہ یا عیدین کرسکتا ہے" اھ (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۷۵)

لہذا زید کے پیچھے جمعہ کی نماز ہوجاتی ہے بشرطیکہ دوسری کوئی شرعی خرابی نہ ہو۔ اور بکر غلط مسئلہ بتانے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے۔ و ھو تعالی اعلم.

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ

۱۷ ر جمادی الاولی ۱۹ھ

مسئلہ: از: علی حسین، مدرسہ عربیہ غوث العلوم، مروٹیا بابو، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں عیدگاہ ہے مسجد نہیں ہے وہاں تقریباً آٹھ سال سے جمعہ کی نماز قائم ہے جو کبھی مدرسہ کے صحن میں پڑھی جاتی ہے اور کبھی عیدگاہ میں اب وہاں کے مسلمان عیدگاہ کو توڑ کر مسجد بنا رہے ہیں تا کہ اس میں پنج وقتہ اور جمعہ کی نماز پڑھیں تو عیدگاہ کو مسجد بنانا اور اس میں جمعہ و پانچ وقت کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر اس عیدگاہ کی زمین کسی شخص خاص یا چند لوگوں نے مل کر دی اور اس کی تعمیر کروائی ہو تو ان کی اجازت سے اور اگر چکبندی کے موقع پر گورنمنٹ نے چھوڑی ہو تو گاؤں کے اکثر لوگوں کی اجازت سے اس عیدگاہ کو توڑ کر مسجد بنانا اور اس میں پانچ وقت کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب کہ اس گاؤں میں جمعہ کئی سال سے قائم ہے تو اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا بھی جائز ہے اس لئے کہ گاؤں میں عیدگاہ کے لئے وقف صحیح نہیں۔ اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے تو وہ زمین وعمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان

بنائیں یا زراعت کریں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۱۶) و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۴ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: از: شمس الحق قریشی، محلہ دھرم پور، ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) سنن ابوداؤد شریف کی وہ حدیث جس میں اذان علی باب المسجد کا ذکر ہے وہ قابل عمل ہے یا نہیں؟ اس کی سند میں جو محمد بن اسحاق ہیں ایک مولوی ان کو کذاب و دجال اور ملعون کہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کوئی مولوی راوی مذکور کو یعنی محمد بن اسحاق کو کذاب و دجال کہے اور پھر اس پر اصرار کرے تو شریعت مطہرہ کی طرف سے اس قسم کے مولوی پر کیا حکم عائد ہوگا؟

(۳) اگر کسی حنفی مذہب والے کا علی باب المسجد والی حدیث پر عمل ہو اور کوئی شخص انہیں غیر مقلد بتائے اور ان کی تضلیل و تفسیق و تکفیر کرے اور انہیں کافروں میں شمار کرے اور امام کے سامنے مسجد کے دروازے پر جمعہ کی اذان ثانی دینے کو بدعت سیئہ بتائے تو شریعت مطہرہ کی جانب سے اس قسم کے لوگوں پر کیا حکم عائد ہوگا؟

(۴) اگر حنفی مذہب والے جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے دروازے پر دلوائیں۔ اور اس پر کوئی مصلی بار بار انکار کرتے ہوئے مسجد سے باہر ہو جائے۔ گالیاں دیتے ہوئے اور لعن وطعن کرتے ہوئے امام مسجد کے ساتھ بدتمیزی کرے اور منبر رسول سے امام کو کھینچ کر مارے۔ اور ایک ہی مسجد میں نماز جمعہ و پنجوقتہ بجائے ایک جمعہ و پنجوقتہ کے علیحدہ طور پر دو جمعہ و نماز پنجگانہ کردے۔ اور مسجد موجودہ کو نقصان پہونچانے کے لئے دوسرے مسجد کی تعمیر کی دھمکی دے۔ اور مسجد کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے دنیاوی عدالت میں قانونی کاروائی کرے تو اس قسم کے مولوی پر یا لوگوں پر شریعت مقدسہ کی جانب سے کیا حکم نافذ ہوگا؟

(۵) مؤذن مسجد کے دروازے پر اذان ثانی دے کر اقامت کے لئے صف اول میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ درمیان میں چادر بچھا کر اندرون مسجد جانے کے لئے راستہ بنا دیا گیا ہو؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱،۲) حدیث مذکور کی سند میں محمد بن اسحاق راوی ہرگز کذاب نہیں بلکہ وہ ثقہ ہیں اور ان کے ثقہ ہونے میں محققین محدثین کو کوئی شبہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام شعبی، محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے محمد بن اسحاق کو صدوق فرمایا یعنی یہ بہت سچے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں "انا وجدناه صدوقا، انا وجدناه صدوقا، انا وجدناه صدوقا تلمیذلہ ائمۃ اجلاء کابن المبارک و شعبۃ و سفیان الثوری و ابن عیینہ و الامام أبی یوسف و اکثر عنہ فی کتاب الخراج لہ" یعنی ہم نے انہیں صدوق پایا، ہم نے انہیں صدوق پایا، ہم نے انہیں صدوق پایا۔ امام عبداللہ بن

مبارک امام شعبی اور سفیان ثوری، ابن عیینہ وامام ابی یوسف نے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کیں۔ اوران کی شاگردی اختیار کی۔ امام ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا "اجمع الکبراء من اهل العلم علی الاخذ عنه قال و قد اختبره اهل الحدیث فرأوا صدوقا و خیرا" یعنی ان سے روایت کرنے پر اجلۂ علماء کا اجماع قائم ہےاور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدق وخیر پایا۔ اور امام ابوسفیان بن عیینہ فرماتے ہیں "جالست ابن اسحاق منذ بضع سنین و سبعین سنة و ما یتهمه احد من اهل المدینة و لایقول فیه شیئا" یعنی میں ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت میں رہا اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا نہ ان پر تنقید کی اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا "اما ابن اسحاق فثقة فثقة لاشبهة عندنا فی ذلك و لاعند محققی المحدثین و قال ایضا توثیق محمد بن اسحاق هو الحق الابلج و ما نقل عن كلام مالك فیه لایثبت و لو صح لم یقبله اهل العلم و قد اطال الامام البخاری فی توثیقه فی جزء القرأة و لم یورده فی الضعفاء له و انکر صحة ما یذکر فیه من کلام مالك" یعنی ابن اسحاق ثقہ ہیں ثقہ ہیں اس میں نہ ہمیں شبہ ہے نہ محققان محدثین کو شبہ ہے۔ محمد بن اسحاق کی توثیق حق صریح ہےاور امام مالک سے ان کے بارے میں جو کلام مروی ہے وہ صحیح نہیں اور برتقدیر صحت روایت ان کے کلام کو کسی محدث نے تسلیم نہیں کیا۔ اور امام بخاری نے تو جزء القراءۃ میں ان کی توثیق میں لمبا کلام فرمایا اور ان کا تذکرہ اپنی کتاب ضعفاء میں بھی نہیں کیا اور ان کی جرح میں امام مالک کا جو کلام نقل کیا گیا ہے اس کی صحت سے انکار کیا ہے ایسا ہی شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر میں ہے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ سنن ابوداؤد شریف کی وہ حدیث جس میں اذان علی باب المسجد کا ذکر ہےاس کے راوی حضرت محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ والرضوان ثقہ ہیں اور اذان خطبہ کے بارے میں ان کی روایت کردہ حدیث صحیح اور قابل عمل ہے۔

لہذا وہ مولوی جو محمد بن اسحاق کو کذاب، دجال اور ملعون کہتا ہے وہ خود کذاب، دجال اور ملعون ہے کہ شمائم العنبر کتاب جو ۱۳۲۲ھ میں لکھی گئی۔ اور اس میں محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے پر ۲۵ شہادتیں پیش کی گئیں۔ وہابی، دیوبندی، ندوی، مودودی اور اہل سنت وجماعت کے وہ لوگ کہ اذان خطبہ منبر کے پاس ہونے کے قائل ہیں ان میں کا کوئی مولوی آج تک اس کتاب کا جواب نہیں لکھ سکا۔ یہی محمد بن اسحاق راوی کے ثقہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ و اللّٰہ تعالی اعلم۔

(۳) اذان علی باب المسجد والی حدیث پر عمل کرنے والے کی جو لوگ تفسیق وتکفیر کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کہ اگر اس شخص نے کوئی کفروفسق نہیں کیا تو خود کہنے والے کافروفاسق ہیں اس لئے کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "و ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما" رواہ البخاری یعنی جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر خود اس پر پلٹ آیا (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ ۴۱۱) اور اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں "رجع الیه تکفیره لکونه جعل اخاه

المومن کافرا فکانہ کفر نفسہ" اھ ملخصا (مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۱۳۷) اور جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے دروازے پر دینا یہ بدعت سیۂ نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانۂ اقدس میں خطبہ کی اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی۔ اور ایسا کہیں منقول نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔

اور جو بات قرآن و حدیث کے اصول و قواعد اور احکام فقہ کے خلاف ہو وہی بدعت سیۂ ہے جیسا کہ شیخ محقق حضرت علامہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "آنچہ موافق اصول وقواعد سنت اوست وقیاس کردہ شدہ برآں۔ آں را بدعت حسنہ گویند۔ وآنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالت گویند" اھ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۲۸) اور فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۶۷ میں ہے "بدعت سیۂ وہ بدعت ہے جو قرآن و حدیث کے اصول و قواعد کے مخالف ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں اول بدعت محرمہ جیسے ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری۔ دوم بدعت مکروہہ جیسے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر پڑھنا۔ و اللہ تعالی اعلم۔

(۴) صورت مسئولہ میں مصلی مذکور ظالم جفا کار، حق العبد میں گرفتار، سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہے خدائے تعالی کا ارشاد ہے "وَ مَنۡ یَّظۡلِمۡ مِّنۡکُمۡ نُذِقۡهُ عَذَابًا کَبِیۡرًا" یعنی اور جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا تو ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے (پ ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۱۹)

لہذا اس پر لازم ہے کہ امام سے معذرت کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" یعنی اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کی ساتھ نہ بیٹھ (پ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸)

اور ایک ہی مسجد میں نماز جمعہ و پنج وقتہ کی بجائے دو جمعہ و نماز پنجگانہ قائم کرنے والا فتنہ انگیز ہے۔ اور خدائے تعالی کا فرمان ہے "اَلۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ" یعنی اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے (پ ۲ سورۂ بقر آیت ۱۹۱) اور موجودہ مسجد کو نقصان پہنچانے کے لئے دوسری مسجد بنائے تو وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگی مسلمانوں پر اس کا ڈھانا واجب ہوگا۔ مصلی مذکور کو چاہئے کہ رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳ سے کتاب شمائم العنبر جس میں خارج مسجد جمعہ کی اذان ثانی کو بے شمار دلائل سے ثابت کیا گیا ہے منگا کر مطالعہ کرے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو خود یا اپنے مولویوں سے اس کا جواب لکھوائے۔ اور مسئلہ شرعیہ کو دلیل سے سمجھے سمجھائے اس کے لئے فتنہ برپا نہ کرے۔ اور جو لوگ مصلی مذکور ظالم کی حمایت میں ہیں اور وہ لوگ کہ قدرت کے باوجود اسے ظلم و زیادتی سے نہیں روکتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں توبہ کریں۔ و اللہ تعالی اعلم۔

(۵) جب کہ مسجد کے اندر جانے کے لئے راستہ ہو تو مؤذن مسجد کے دروازہ پر اذان ثانی دے کر اقامت کے لئے صف اول میں جاسکتا ہے۔ و اللہ تعالی اعلم۔

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۰ ربجمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ: از: مولوی عظمت علی برکاتی، پرسا لعل شاہی، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

زید دیہات کا باشندہ ہےاس کے یہاں گاؤں میں عرصۂ دراز سے جمعہ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے کیا جمعہ کی نماز یہاں ادا کرنا درست ہے؟ اور اگر جمعہ کی نماز ادا کی گئی تو کیا فرض نماز ظہر کی ادا کی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر فرض نماز ظہر ادا کی گئی تو وہ انفرادی طور پر ادا کی جائے گی یا با جماعت اس کے لئے تکبیر ہے یا نہیں؟ اور اگر باقی رکھا جائے تو اس کی نیت کیا ہونی چاہئے اور اس نماز اور خطبہ کا کیا حکم ہے؟ اور ان دو رکعت سے پہلے چار رکعت سنت ادا کی گئی اس کے اور نماز ظہر با جماعت کے درمیان وقفہ ان دو رکعت سے کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟ چونکہ بعض لوگوں کی ذہنیت یہ ہے کہ جب جمعہ نہیں ہے فقط ظہر فرض ہے یہ دو رکعت اور خطبہ بند کیا جائے۔ اور اگر دو رکعت نماز جمعہ اور خطبہ باقی رکھا جائے تو کیا اس خطبہ کے دوران چار رکعت سنت مؤکدہ جو قبل ظہر ادا کیا جاتا ہے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ جمعہ کی اذان کا وقت ساڑھے بارہ بجے متعین ہے جمعہ نہیں بلکہ ظہر ہونے کی صورت میں اس دن ہونے والی اذانوں اور ان کے تعین اوقات کے بارے میں کیا صراحت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں لیکن عوام اگر پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ وہ جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۱۴ میں ہے۔ گاؤں میں اگر جمعہ کے نام پر نماز پڑھی گئی تو اس سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی لہذا گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اس کے لئے تکبیر بھی کہی جائے گی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں (بہار شریعت حصہ چہارم ۱۰۲)

گاؤں میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے کے لئے چاہے فرض کی نیت کریں یا نفل کی بہر حال وہ نماز نفل ہی ہوگی۔ چار رکعت سنت ظہر اور فرض نماز ظہر با جماعت کے درمیان دو رکعت بنام جمعہ کے سبب وقفہ سے شرعا کوئی خرابی نہیں۔ گاؤں میں اگر چہ جمعہ نہیں ہے صرف ظہر فرض ہے لیکن جس گاؤں میں جمعہ قائم ہے اسے بند نہیں کیا جائے گا کہ عام طور پر لوگ جو پنج وقتی نماز نہیں پڑھتے وہ جمعہ کے نام سے آٹھ دن پر مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں اور اللہ ورسول کا نام لے لیتے ہیں۔ پورے یوپی میں ہمیشہ ساڑھے بارہ بجے ظہر کا وقت یقیناً ہو جاتا ہے۔ لہذا اس گاؤں میں بنام جمعہ جو اذان ہوتی ہے اسی اذان سے ظہر کی نماز پڑھی جائے گی اس کے لئے الگ سے اذان کی ضرورت نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳ر شوال المعظم ۱۸ھ

مسئلہ: از: سید محمد یوسف، سمبل پور، اڑیسہ

خطبہ کی اذان کا جواب کیوں نہیں دینا چاہئے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مقتدیوں کو خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا اس لئے جائز نہیں کہ ہمارے مذہب میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ جب امام خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھے اس وقت سے لے کر ختم نماز تک ہر قسم کا کلام منع ہے خواہ وہ کلام دینی ہو یا دنیوی اور خطبہ کی اذان کا جواب دینا دینی کلام ہے اس وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔ ردالمحتار جلد۲ صفحہ ۱۶۰ باب الجمعہ میں ہے "اجابة الاذان حینئذ مکروهة" اور درمختار مع شامی جلد۲ صفحہ ۱۵۸ پر ہے "اذا خرج الامام من الحجرة ان کان و الا فقیامه للصعود شرح المجمع فلا صلاة و کلام الی تمامها" اور تنقیح ضروری حاشیہ قدوری صفحہ ۳۷ پر ہے فی العیون المراد به (ای الکلام) اجابة المؤذن اما غیره من الکلام فیکره با لاجماع" اھ. و اللّٰہ تعالی اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۸ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ: از: محمد جمیل خاں اشرفی، میڈیکل اسٹور، متھرا بازار، بلرام پور

حاجی میدان عرفات میں جمعہ کی نماز پڑھے گا یا نہیں جب کہ اسے ظہر و عصر ایک ساتھ پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب:۔ حاجی میدان عرفات میں ظہر و عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ملا کر پڑھے گا بشرطیکہ وہاں کی مسجد میں پڑھے۔ لیکن اس کا امام چونکہ بدعقیدہ نجدی وہابی ہوتا ہے اس لئے ظہر کی نماز اپنے خیمہ میں پڑھے گا اور اس صورت میں عصر کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں چاہے تنہا پڑھے یا اپنی خاص جماعت کے ساتھ۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۷۰۰ اور بہار شریعت حصہ ۶ صفحہ ۱۰۶ پر ہے۔ اور وہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھے گا اس لئے کہ عرفات ایک میدان کا نام ہے وہ کوئی آبادی نہیں تو وہاں جمعہ کی نماز کسی پر فرض ہی نہیں خواہ حاجی ہو یا غیر حاجی۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۱۴۴ میں ہے "جازت الجمعة بمنی فی الموسم فقط و لا بعرفات لانها مفازة" اھ ملخصا۔ اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۴۵ میں ہے "لا جمعة بعرفات اتفاقا کذا فی الکافی" اھ۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں "جمعہ عرفات میں مطلقاً نہیں ہو سکتا نہ حج کے زمانہ میں نہ اور دنوں میں (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۹۴)۔ و هو تعالی اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۸ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ: از: عبدالستار، دارالعلوم امجدیہ، غیبی نگر، بھیونڈی، تھانہ

منبر کی کس سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا افضل ہے اگر امام تیسری سیڑھی پر بیٹھا اور پہلی پر قدم رکھا درمیان میں ایک سیڑھی

چھوٹ گئی تو اس طرح بیٹھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- منبر کی سیڑھیوں کو اوپر سے شمار کرنے میں جو پہلی سیڑھی ہو اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا مسنون وافضل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے تھے (اور پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں) اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے" اھ (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۷۰۰) اور سوال میں امام کے منبر پر بیٹھنے کا جو طریقہ مذکور ہے کہ نیچے سے تیسری سیڑھی پر بیٹھا اور پہلی پر قدم رکھا تو یہ صورت بھی بلاشبہ درست ہے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشیاق احمد رضوی مصباحی

۱۶/ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:

دو رکعت نماز جمعہ کے پہلے جو چار رکعت پڑھی جاتی ہے اور بعد میں جو چار اور دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں اس کی نیت کس طرح کی جائے؟

الجواب:- نیت کے الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں اس لئے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے جیسا کہ حموی شرح الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۹ پر ہے "ھی عزم القلب علی شئ" اھ۔

لہذا نیت کا دل میں پختہ ہونا ضروری ہے اس کے الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں اسی لئے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ مبارکہ میں نیت کے الفاظ زبان سے نہیں کہے جاتے تھے بلکہ بعد میں رائج ہوئے جیسا کہ حضرت علامہ نجیم مصری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "فی فتح القدیر لم ینقل عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و اصحابہ التلفظ بالنیۃ لا فی حدیث صحیح ولاضعیف. و زاد ابن امیر حاج انہ لم ینقل عن الائمۃ الاربعۃ فی المحیط الذکر باللسان سنۃ و فی القنیۃ و المجتبی المختار انہ مستحب" اھ. یعنی فتح القدیر میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے نیت کے الفاظ کہنا نہ صحیح حدیث میں منقول ہے اور نہ حدیث ضعیف میں اور ابن امیر حاج نے کہا کہ چاروں اماموں سے بھی منقول نہیں۔ محیط میں ہے کہ نیت کے الفاظ زبان سے کہنا سنت ہے۔ اور قنیہ ومجتبی میں ہے مختار یہ ہے کہ مستحب ہے (الاشباہ والنظائر صفحہ ۵۰)۔ خلاصہ یہ کہ نیت میں دل کے ارادہ کا اعتبار ہے زبان کے الفاظ کا اعتبار نہیں۔ اسی لئے اگر دل میں نیت نہ ہو تو زبان سے نیت کے الفاظ کہنا کافی نہیں جیسا کہ احکام نیت صفحہ ۲۲ پر اشباہ صفحہ ۴۷ سے ہے "لایکفی التلفظ باللسان دون القلب" اھ۔

لہذا دو رکعت نماز جمعہ کے پہلے جو چار رکعت پڑھی جاتی ہے اس کے لئے دل میں چار رکعت سنت قبل جمعہ اور بعد میں جو

چار اور دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان میں بعد جمعہ کی نیت کر لینا کافی ہے۔ البتہ اگر زبان سے نیت کے الفاظ کہنا چاہتا ہے تو اس طرح کہے کہ نیت کی میں نے چار رکعت سنت قبل الجمعہ اللہ تعالی کے لئے سنت رسول اللہ کی منھ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔ اور بعد میں جو چار اور دو رکعتیں ہیں اس میں بعد الجمعہ کہے جائیں گے اور بقیہ سب الفاظ حسب سابق۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحی قادری

مسئلہ: از: وصال احمد اعظمی، رسول آباد، سلطانپور

عربی نظم میں خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عربی نظم میں خطبہ پڑھنا مکروہ وخلاف سنت اور طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے اور موجب ترک تلاوت قرآن ہے۔ اس لئے کہ خطبہ میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا سنت ہے۔ فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۴۷ میں خطبہ کی سنتوں کے بیان میں ہے "قرأة القرآن و تاركها مسئ هكذا فى البحر الرائق و مقدارها يقرأ فيها من القرآن ثلاث آيات قصار او آية طويلة كذا فى الجوهرة النيرة" ۔ اور نظم میں آیت پرونا آسان نہیں بغیر آیت کے منظوم خطبہ پڑھیں گے تارک سنت ہوں گے اور اگر کسی طرح اشعار میں آیت کریمہ لے بھی آئیں تو یہ قرآن مجید کی عظمت کے خلاف ہے خدائے تعالی کا ارشاد ہے "وَ مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَ مَايَنْبَغِيْ لَهٗ" (پ ۲۳ سورہ یٰس آیت ۶۹) اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "محض اشعار پر قناعت ضرور مکروہ و اساءت وخلاف سنت و موجب ترک تلاوت ہے" اھ (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۹۳) و هو تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
یکم رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ: از: الحاج محمد توفیق صاحب نوری، نائیگاؤں، ناندیڑ

دوکان پر بذریعہ ٹرک آیا ہوا مال جمعہ کی اذان کے بعد خالی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی سعی یعنی نماز کے لئے تیاری کرنا، خرید وفرخت اور دوسرے وہ کام جو سعی سے روک دیں ان کا چھوڑنا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر راستہ چلتے ہوئے خرید وفرخت کی تو یہ بھی ناجائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۱۰۳ پر ہے۔ اور خدائے تعالی کا ارشاد ہے "اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ" (پ ۲۸ سورہ جمعہ آیت ۹) اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیرات احمدیہ صفحہ ۷۰۴ میں ہے "المراد من النداء المذكور فى قوله تعالى "اذا نودى" انما هو النداء الاول الذى ثبت باجماع العلماء لا النداء الثانى الذى يتصل بقرأة الخطبة فالسعى لذكر الله و ترك البيع يجبان با لاذان الاولى" اھ۔ اور درمختار مع شامی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ میں ہے

"وجب سعی الیھا و ترک البیع بالاذان الاول فی الاصح" اھ. اور درمختار کے قول "و ترک البیع" کے تحت شامی میں ہے "اراد بہ کل عمل ینافی السعی" اھ.

لہذا دوکان پر بذریعہ ٹرک آیا ہوا مال جمعہ کی اذان کے بعد خالی کرنا جائز نہیں۔ البتہ غیر مسلم مزدوروں سے خالی کرا سکتے ہیں بشرطیکہ نگرانی وغیرہ کے لئے خود نہ رکے کہ یہ بھی سعی کے منافی ہے۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۸ر جمادی الاخرہ ۲۱ھ

مسئلہ: از: شکیل احمد قادری، مدرسہ عربیہ رحمانیہ، رحمان گنج (بارہ بنکی)

دیہات میں جہاں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتی ہیں ایسی جگہ پر احتیاط ظہر یا فرض ظہر باجماعت ادا کرنے کی صورت میں لوگ اعتراض کرتے ہیں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- علماء حنفیہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ یہی مذہب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہے وہ فرماتے ہیں "لاجمعۃ و لاتشریق و لافطر و لا اضحی الافی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ" (سنن البیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۵۴) اور یہی مذہب حذیفہ وعطاوحسن و ابراہیم نخعی و مجاہد بن سیرین وسفیان ثوری وسحنون رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ایسا ہی فتاوی امجدیہ جلد اصفحہ ۲۹۱ میں ہے۔ وہدایہ اولین صفحہ ۱۶۸ میں ہے "لاتجوز فی القری" یعنی دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور بحرالرائق جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ پر ہے "لاتصح فی قریۃ" یعنی دیہات میں جمعہ صحیح نہیں ہے اھ۔

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں چار رکعت احتیاط ظہر پڑھنا غلط ہے اس لئے کہ احتیاط ظہر تو خواص کے لئے وہاں ہوتی ہے کہ جہاں جمعہ کی ادائیگی میں کچھ شبہہ ہو جیسے کہ ہمارے شہروں میں۔ اور دیہاتوں میں تو جمعہ نہ ہونے کا یقین ہے اس لئے وہاں احتیاط ظہر پڑھنا جائز نہیں۔ بلکہ دیہات میں دوسرے دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔ جیسا کہ فتاوی عالم گیری جلد اصفحہ ۱۴۵ پر ہے "من لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القری و البوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان و اقامۃ" اھ. اور ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ میں ہے "لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر" اھ. اور فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۷۰۴ پر اعلی حضرت قدس سرہ کی تحریر سے بھی یہی ظاہر ہے اور بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۰۲ میں ہے "جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔

ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے پر جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ مگر دیہات میں جہاں جمعہ کی نماز عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہ آئیں گے فتنہ برپا کریں گے تو ان کو اتنا ہی کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی چار رکعت بھی پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوگی۔ فرض ظہر بھی جماعت سے ہی پڑھنے کو کہا جائے کہ بے عذر ترک

جماعت گناہ ہے۔ (فتاوی مصطفویہ صفحہ ۲۳۱) و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۷ ربیع الغوث ۲۲ھ

مسئلہ: از: نور محمد اشرفی، چنتا کنتا، آندھرا پردیش

جب امام خطبہ پڑھے اس وقت خطبہ کے درمیان حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک آنے سے انگوٹھے چومنا اور درود شریف کی آیت آنے سے عوام کو آواز سے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے نہ چومے یہ حکم صرف خطبہ کے لئے ہے ورنہ عام حالات میں نام نامی سن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اور درود شریف بوقت خطبہ دل میں پڑھ سکتے ہیں آواز سے پڑھنا جائز نہیں کہ زبان کو جنبش نہ دے اس لئے کہ زبان سے سکوت فرض ہے ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۷۴۱ صفحہ ۷۵۹ اور فتاوی امجدیہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ پر ہے اور بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ میں ہے "و اما وقت الخطبة فالكلام مكروه تحريما و لو كان امرا بمعروف او تسبيحا او غيره" اھ۔ نیز درمختار مع شامی جلد ۱ صفحہ ۶۰۶ میں ہے "الصواب انه يصلى على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم عند سماع اسمه فى نفسه" اھ۔ و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۴ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-

عصا لے کر خطبہ پڑھنا کیسا؟ دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب:- عصا لے کر خطبہ پڑھنے کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے اور اختلاف علماء سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہوئی تو کوئی سنت مؤکدہ تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ مگر جب کوئی عذر ہو" و ذلك لان العقل اذا تردد بين السنة و الكراهة كان تركه اولىٰ۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۸۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت مسئلہ ذیل میں کہ (۱) کیا دیہات میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے؟ (۲) اگر دیہات میں جمعہ کی نماز بہ نیت نفل پڑھی جائے تو کیا نفل کے لئے جماعت قائم کرنا جائز ہے؟

(۳) دیہات میں جمعہ اور ظہر اگر ایک ہی امام پڑھائے تو کیا یہ جمع بین الصلاتین ہے؟

الجواب:- (۱) دیہات میں جمعہ نہیں ہے اس لئے وہاں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی بلکہ دیہات میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا لازم ہے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے فتنہ برپا کریں گے تو ان کو اتنا کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی بھی چار رکعت پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے وہ ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے گا (فتاوی مصطفویہ جلد سوم صفحہ ۱۸) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔'' (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۰۲) ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۰۴ پر ہے: من لاتجب علیہم الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة."

(۲) نفل کی جماعت اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ کراہت ہے۔ درمختار جلد اول صفحہ ۵۲۴ پر ہے: "لاتطوع بجماعة ای یکره ذلك لو علیٰ سبیل التداعی بان یقتدی اربعة لواحد." مگر "شئ خیر لاشئ" کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۱۴ پر درمختار سے ہے: "لایجوز صلاة مطلقاً مع شروط الا لعوام فلایمنعون من فعلها یترکونها و الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کما فی القنية وغیرها."

(۳) دیہات میں جو دو رکعت بنام جمعہ پڑھی جاتی ہے وہ نفل ہے لہذا جمعہ اور ظہر اگر ایک ہی امام پڑھائے تو وہ جمع بین الصلاتین نہیں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: وفاء المصطفیٰ امجدی

باب العیدین

عیدین کا بیان

مسئلہ:-از: صفدر حسین، ۳۵ فیل خانہ، ہوڑہ (مغربی بنگال)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ امام صاحب عیدین کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد خطبہ سے پہلے لمبی دعا مانگتے ہیں تو بہت سے لوگ ختم دعا کے بعد خطبہ سننے سے پہلے یہ سمجھ کر اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں کہ جب دعا ہوگئی تو اب کچھ باقی نہیں رہ گیا۔اور جب امام صاحب سے کہا جاتا ہے کہ خطبہ کے بعد دعاء مانگئے تو وہ کہتے ہیں کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں امام صاحب کو دعا کب مانگنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۵۱ میں ہے "یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح و خطبة عید" یعنی جمعہ کے علاوہ باقی خطبوں کا سننا بھی واجب ہے جیسے نکاح کا خطبہ اور عید کا خطبہ۔اور واجب کا چھوڑ دینا گناہ ہے۔لہذا جب کہ خطبہ سے پہلے دعا مانگنے کے سبب بہت سے لوگ چلے جاتے ہیں اور خطبہ نہ سننے کی وجہ سے گنہگار ہوتے ہیں تو امام صاحب پر لازم ہے کہ عوام کو گنہگار ہونے سے بچانے کے لئے خطبہ کے بعد دعا مانگیں۔اور بیشک دعا عبادت کا مغز ہے اور یہ مقصد خطبہ کے بعد کی دعا میں بھی حاصل ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "بعد نماز دعا کا مسنون ہونا تو معلوم ہے مگر اس کی تصریح نظر میں نہیں کہ بعد نماز متصلا قبل خطبہ دعا ہو یا بعد خطبہ۔غرض ناجائز نہ یہ ہے نہ وہ۔ ہمارا معمول بعد خطبہ ہی ہے۔ مجھے جہاں تک یاد ہے اعلی حضرت قدس سرہ کا معمول بھی بعد خطبہ ہی تھا اور یہ مناسب بھی ہے کہ بعد نماز دعا ہو جائے تو بہت لوگ خطبہ سے محروم رہیں دعا ہوتے ہی چلے جائیں (فتاوی مصطفویہ صفحہ ۳۴) و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۴ رشوال المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:-از: قاری رضی الدین احمد، سرسیا، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ:

ہمارے علاقہ میں ایک شخص زید ہے جو عیدین کی نماز میں نماز سے باہر رہتے ہوئے تکبیر کہتا ہے۔اور نمازی اس کی تکبیر پر رکوع وسجود کرتے ہیں۔لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کی تکبیر پر رکوع وسجود کرنے والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور زید کا ایسا کرنا عندالشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جو شخص نماز سے خارج ہو اس کی تکبیر پر رکوع وسجود کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ صفحہ ۹۹ میں ہے "ان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحه تفسد کذا فی منیة المصلی" اھ لہذا جو نمازی ایسے شخص کی تکبیر پر رکوع وسجود کرتے ہیں جو نماز سے خارج ہوتا ہے تو ان کی نماز نہیں ہوتی۔ اور زید کا خارج نماز سے تکبیر کہنا جس سے نماز میں فساد واقع ہو یہ ناجائز وحرام ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شخص مذکور کو خارج نماز سے تکبیر کہنے سے روکیں اور زید پر لازم ہے کہ آئندہ ایسا نہ کرے اور جو کر چکا ہے اس سے توبہ واستغفار کرے۔ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی
۱۴ر محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ایوب خاں بیر پور، متھر ا بازار، بلرام پور

ایک عیدگاہ میں دو بار نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جائز ہے جبکہ دو اماموں نے پڑھائی اور دونوں کو نماز عید قائم کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہو۔ جیسا کہ شیخ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں "اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں" (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۸۰۳) و هو تعالی اعلم

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۸ر ربیع النور ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: مولوی عبدالرحمان (کشمیر)

ہمارے گاؤں کی آبادی لگ بھگ پانچ ہزار سے زائد ہے اس میں چار مساجد ہیں بازار بھی بہت وسیع ہے اور ضرورت زندگی کی تمام سہولتیں مہیا ہیں۔ چاروں مساجد میں نماز جمعہ اہتمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اس طرح نماز عید بھی اپنی اپنی مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے اور لگ بھگ دو سو یا تین سو آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ سردیوں میں جب یہاں بارش یا برف ہوتی ہے تو مسجد میں نماز عید پڑھنا تو یقینی ہے لیکن جب بارش یا برف نہیں ہوتی جب بھی نماز عید مساجد میں پڑھی جاتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ اور نماز ادا ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عید کی نماز مسجد میں پڑھنا جائز ہے اس سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔ اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "رفتن عیدگاہ سنت است۔ فی الدر المختار الخروج الیها ای الجبانة لصلاة العید سنة و ان وسعهم المسجد الجامع و هو الصحیح. اما واجب نیست اگر بہ مسجد شہر نماز گذارند قطعا درست و بے خلل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی رد المحتار الواجب مطلق التوجه لاالتوجه الی خصوص

الجبانۃ اھ" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۸۰۹) و ھو تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی
۱۶ ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد ادریس قادری

ہمارے یہاں کافی مسجدیں ہیں جس میں جامع مسجد کے علاوہ دوسری چھوٹی مسجدیں بھی ہیں اور قریب قریب ہر مسجد میں نماز جمعہ اور عیدین کی نماز بھی باجماعت ادا ہوتی ہیں اس کے باوجود چند شر پسندوں نے مل کر عیدین اور جمعہ کی نماز ایسے ہال میں ادا کرنا شروع کیا جس میں شراب نوشی، زنا کاری، عیاشی وغیرہ ہوتی ہے۔ کیا ایسی جگہ نماز جمعہ اور نماز عید ہوئی یا نہیں؟ اور نہیں ہوئی تو اس کا ذمہ دار کون؟ امام جس نے نماز جمعہ و عید پڑھائی یا مقتدی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- عیدین اور جمعہ کی نماز کے لئے شرط ہے کہ خود سلطان اسلام پڑھائے یا اس کا نائب یا اس کا ماذون اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو وہاں اعلم علمائے بلد (یعنی شہر کے سنی عالموں میں جو سب سے فقیہ ہو) اس کا قائم مقام ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں وہ پڑھائے بغیر ان صورتوں کے کسی کا نماز جمعہ و عیدین پڑھنا صحیح نہیں۔ نماز باطل ہوگی۔ اور عیدین و جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۱۸ پر ہے۔ اور تنویر الابصار میں ہے "یشترط لصحتها السلطان او ماموره باقامتها" اھ اور در مختار مع شامی جلد اول صفحہ ۵۹۴ پر ہے "نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة" اھ اور حدیقہ ندیہ جلد اول صفحہ ۳۵۱ پر ہے "اذا خلا الزمان من سلطان ذی كفاية فالامور مؤكلة الى العلماء و يلزم الامة الرجوع اليهم و يصيرون ولاة" اھ۔

لہذا مذکورہ جگہ جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں کیونکہ جس نے وہاں نماز پڑھائی ہے وہ عام مسلمانوں کا مقرر کردہ نہیں ہے بلکہ وہ چند شر پسندوں کا مقرر کردہ ہے۔ امام اور مقتدی سب سخت گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور جمعہ و عیدین کی مسجد میں ادا کریں اور جتنی نماز جمعہ مذکورہ جگہ ادا کر چکے ہیں ان کے بدلہ نماز ظہر قضاء پڑھیں۔ و اللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی
۱۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ امام نماز عید الفطر کی پہلی رکعت میں تین تکبیر کہہ کر سورۂ فاتحہ پڑھنے لگے اور عید الاضحیٰ کی دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد بغیر کوئی آیت پڑھے رکوع میں چلے گئے۔ اس کے علاوہ پنج وقتہ نماز کے بھی پابند نہیں ہیں صرف جمعہ کے روز امام بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بداخلاق ہیں وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں ایسے امام کی اقتدا میں

نماز کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نماز عید الفطر کی پہلی رکعت میں تین تکبیرات زوائد کہنے کے بعد ہی سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔لہذا اگر امام نے ایسا کیا تو غلط نہیں۔البتہ تکبیر تحریمہ سمیت اگر تین تکبیر کہی اور تکبیرات زوائد سے ایک تکبیر چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہے لیکن اگر جماعت کثیر ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے۔اور اگر یہ مطلب ہے کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے بغیر سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں نماز ہوگئی مگر بکراہت۔اور عید الاضحیٰ کی نماز میں جو بھولا تو یہ کوئی ایسی شرعی قباحت نہیں کہ اس کے سبب امام مذکور کی اقتداء میں نماز ناجائز ہو۔لیکن اگر واقعی وہ نماز کا پابند نہیں تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور جو پڑھ چکے ہیں اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۵۲ پر ہے "تارکھا عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق" اور امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب" (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۳) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ نماز ایک وقت کی بھی قصداً ترک کر دینا کبیرۂ شدیدہ وجریمۂ عظیمہ ہے اور ایسا شخص فاسق گنہگار مستحق نار وغضب جبار ہے" (فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۹۰) اور اسی میں صفحہ ۱۰۲ پر ہے کہ "حافظ اگر تارک صلاۃ ہے تو فاسق ہے اور فاسق معلن کی امامت مکروہ تحریمی وگناہ ہے۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۷/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبد الرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا خطبہ نماز کے پہلے اور عیدین کا خطبہ نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے ایسا کیوں ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے اور عیدین کا خطبہ نماز کے بعد اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ ہمارے نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔اور جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوا کرتی ہے اس لئے بھی خطبۂ جمعہ نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔اور عیدین کی نماز میں خطبہ سنت ہے جسے نماز کے بعد پڑھنے کا حکم ہے اس لئے اس کو بعد میں پڑھا جاتا ہے۔فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۵۰ پر ہے "و یشترط للعید ما یشترط للجمعة الا الخطبة کذا فی الخلاصة. فانها سنة بعد الصلاة و تجوز الصلاة بدونها و ان خطب قبل الصلاة جاز و یکره کذا فی محیط السرخسی و لاتعاد الخطبة بعد الصلاة کذا فی فتاوی قاضی خان" اور شامی جلد اول صفحہ ۱۲۶ پر ہے "انها فیها سنة لا شرط و انها بعدها لاقبلها بخلاف الجمعة. قال فی البحر حتی لولم یخطب اصلا صح و اساء و

لاتعاد الصلاۃ۔" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت۔ اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور اس میں نہ پڑھا تو نماز ہوگئی مگر برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز اگر پہلے پڑھ لیا تو برا کیا مگر نماز ہوگئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں" (بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۱۰۶) و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۸ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: صوفی عبدالحفیظ چشتی، انجمن اسلامیہ کمیٹی، جگدل پور، ۳۶ گڑھ

ہمارے یہاں عید الفطر کی نماز جامع مسجد اور عید الاضحیٰ کی نماز صدر مسجد کے امام پڑھاتے چلے آئے ہیں اس سال انجمن نے صدر مسجد کے امام کو لکھ دیا کہ عید الفطر کی نماز ایک سال آپ پڑھائیں گے اور ایک سال جامع مسجد کے امام پڑھائیں گے عید کے دو روز قبل کچھ نمازیوں کو یہ خبر ملی تو ان حضرات نے کہا کہ ہمیشہ سے چلے آرہے دستور کو آپ حضرات کیوں توڑ رہے ہیں جماعت کے اتحاد کو مدنظر رکھتے ہوئے صدر انجمن نے نئے دستور کو منسوخ کر دیا اور دونوں امام حضرات کو لکھ بھیجا کہ دستور سابقہ قائم رہے گا۔ اس کے جواب میں صدر مسجد کے امام نے لکھا کہ مجھے عید الفطر کی نماز سے روکنا میری توہین ہے اور ایک عالم دین کی توہین کفر ہے اس کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جماعت کے اتحاد کو مدنظر رکھتے ہوئے صدر انجمن کا نئے دستور کو منسوخ کر دینا اور پرانے دستور کو برقرار رکھنا صحیح و درست ہے اس لئے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مسلمانوں میں انتشار کا قوی اندیشہ تھا جیسا کہ بیان مذکور سے واضح ہے۔ اور صرف دستور سابقہ کو قائم رکھنے کی وجہ سے فتنہ دفع ہوگیا اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" (پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۹۱)

لہذا اس پر صدر مسجد کے امام کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مجھے امامت سے روکنا میری توہین ہے اور ایک عالم دین کی توہین کفر ہے۔ اس لئے کہ عالم کی توہین اس وقت کفر ہے جب عالم ہونے کی وجہ سے اس کی توہین کی جائے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ۹ نصف اول صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔

لہذا نئے دستور کو منسوخ کرنے میں ہرگز ان کی توہین نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

۲ ربیع الاول ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد نفیس خان، پرسا، کھیاؤں، ایس نگر

نماز عید کی دوسری رکعت میں تکبیر زوائد بھول کر رکوع میں چلا گیا۔ ایک مقتدی نے لقمہ دیا تو امام نے لوٹ کر تکبیر زوائد کہی اور رکوع پھر سے کیا لیکن سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مذکورہ میں کسی کی نماز نہیں ہوئی کہ امام کے لئے حکم ہے کہ اگر زوائد بھول کر رکوع میں چلا جائے تو نہ لوٹے جیسا کہ بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۰۸ پر ردالمحتار سے عید کے بیان میں ہے کہ امام تکبیر کہنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف نہ لوٹے۔ اھ لہٰذا مقتدی غلط لقمہ دینے کے سبب نماز سے خارج ہو گیا۔

مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''بس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بے شک اصل قیاس پر جاری رہے گا۔ کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی کو یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت ہوا اور نماز گئی۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۰۳) اور مقتدی کی نماز غلط لقمہ دینے کی وجہ سے فاسد ہو گئی اور یہ خارج از نماز ہو گیا اور امام اس کے بتانے سے لوٹا تو امام کی نماز گئی اور اس کے سبب تمام مقتدیوں کی بھی نماز چلی گئی جیسا کہ فتاویٰ رضویہ کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی

۱۹ ربیع الاول ۲۰ھ

کتاب الجنائز

جنازہ کا بیان

مسئلہ: -از: محمد سلیم امجدی، دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا میرے والد نے ان کے جنازہ کو کندھا دینا چاہا تو ایک شخص نے یہ کہہ کر روک دیا کہ آپ کندھا نہیں لگا سکتے اس لئے کہ شوہر کو اپنی بیوی کے جنازہ کو کندھا لگانا جائز نہیں کیا واقعی شریعت کا ایسا ہی حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شریعت کا حکم ایسا نہیں ہے سارے مسلمان کسی کی بیوی کے جنازے کو کندھا لگائیں مگر اس کا شوہر کندھا نہ لگائے یہ حکم کیسے ہوسکتا ہے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ موت کے بعد شوہر اپنی بیوی کے جسم کو بلا حائل ہاتھ نہیں لگا سکتا مگر عوام نے یہ بنالیا کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا نہیں لگا سکتا۔ جس شخص نے یہ غلط مسئلہ بتا کر آپ کے والد کو آپ کی والدہ کے جنازہ کا کندھا نہیں لگانے دیا وہ علانیہ توبہ کرے اور آئندہ بلاتحقیق کوئی مسئلہ نہ بتائے۔ و اللہ تعالی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵رشوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ: -از: الطاف بن محی الدین رئیس، منور، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

زید کی دونوں بیویاں ایک ہی بستی میں اپنے علیحدہ مکانوں میں رہتی ہیں سوتیلے پن کے سبب ان کی زندگی میں آج تک دونوں کے درمیان اختلاف باقی ہے نہ آمد ورفت ہے نہ سلام وکلام اور نہ ہی شوہر نے صلح کرانے کی کوشش کی ہے۔ اب ایسی صورت میں اگر قضاء الٰہی سے دونوں میں سے کسی ایک کے گھر میں شوہر کا انتقال ہوجائے تو ہر دوسری بیوی یہی چاہے گی کہ اس کے شوہر کا جنازہ اس کو آخری دیدار کرانے کے لئے اس کے گھر لایا جائے کیا شرع شریف اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ایک سے دوسرے گھر میں میت کا جنازہ برائے آخری دیدار لایا جائے اگر شوہر اس بات کی وصیت کر جائے کہ میرا جنازہ دونوں گھروں میں لیجایا جائے تو اس وصیت پر شرعا عمل کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے "من هجر اخاه سنة فهو كسفك دمه" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی (یا اسلامی بہن) کو سال بھر چھوڑ دے تو یہ اس کے قتل کے گناہ کی طرح ہے (ابوداؤد، مشکوۃ صفحہ ۴۲۸)

لہذا زید کی دونوں بیویوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں۔ آپس کے اختلاف کو ختم کردیں۔ ایک دوسرے کے یہاں

آمد و رفت رکھیں اور مل جل کر رہیں۔ایک بیوی کے یہاں شوہر کا انتقال ہو تو دوسری وہاں آخری دیدار کے لئے جائے اس کام کے لئے شوہر کا جنازہ اپنے یہاں نہ منگائے اس لئے کہ حکم ہے مردہ کو جلد سے جلد دفن کر دیا جائے۔تو جنازہ کو دوسری بیوی کے یہاں لے جانے کے سبب دفن میں یقیناً تاخیر ہوگی اور تاخیر ممنوع ہے۔ہاں قبر تیار ہونے سے پہلے غسل و کفن سے فارغ ہو جائیں تو دوسری بیوی کو دیدار آخری کرا سکتے ہیں۔اور اگر شوہر اس بات کی وصیت کر جائے تو اس پر عمل لازم نہیں اگر اس کے سبب دفن میں تاخیر ہو تو ایسی وصیت پر عمل نہ کریں ورنہ کر سکتے ہیں۔ و هو تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳/ ذوالقعدہ ۱۸ھ

مسئلہ: -از: ماسٹر بہاء الدین خاں نوری، بلرام پور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

ہندہ جس کا شوہر زید آج تقریباً آٹھ سال سے دیوبندیوں کی مسجد میں انہیں لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور اس کے تمام معاملات دیوبندیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔باوجودیکہ اہل سنت کی مسجد قریب ہے لیکن نہ تو اس میں نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی سنیوں کے کسی مذہبی تقریب مثلاً جلسہ، جلوس، عید میلاد النبی یا محافل محرم الحرام میں شریک ہوتا ہے۔جب کہ اس کے گھر کے تمام بچے اور بہو وغیرہ سب سنی صحیح العقیدہ ہیں تو اب زید کی بیوی ہندہ جو نہ تو پڑھی لکھی ہے اور نہ ہی جس نے کبھی زید سے بیزاری یا برأت کا اعلان کیا بلکہ اسے اپنا شوہر مانتی رہی۔اور نہ ہی ہندہ نے زید کے عقیدے سے موافقت یا مخالفت کی۔تو کیا ہندہ کی نماز جنازہ میں اہل سنت و جماعت شرکت کر سکتے ہیں؟اور کسی عالم دین کا یہ کہنا کہ اگر زید کے خاندان کے کچھ افراد اس بات کی تصدیق کر دیں کہ ہندہ سنیہ تھی تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت جائز ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- جب کہ زید کے گھر والے سبھی سنی صحیح العقیدہ ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ اس کی بیوی کا عقیدہ بھی صحیح ہے البتہ اگر زید سے بیزار نہ ہوئی تو گنہگار ہوئی اور گنہگار کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی صرف وہ شخص جو مبتلائے کفر ہو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ و الله تعالى اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲/ شوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ: -

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسائل ذیل میں

(۱) ہمارے علاقہ میں جنازے کے ساتھ ایک ایسی رسم ادا کی جاتی ہے جس کو ہمارے عرف میں دہ قدمی کہا جاتا ہے۔اور

یہ اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ جنازے کی نماز سے قبل یا بعد اس چارپائی یا مسہری کو کہ جس پر میت رکھی ہوتی ہے۔ چار آدمی لے کر چلتے ہیں اور کندھوں پر نہیں اٹھاتے بلکہ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے چلتے ہیں اور پانچواں ایک شخص جو اس طریقہ کا جاننے والا ہوتا ہے میت کی چارپائی کے سرہانے کے بائیں پائے کے پاس کھڑا ہوتا ہے اور اٹھارہویں پارہ کی یہ آیت "قل رب انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین" اور سورۂ تکاثر ایک بار پڑھ کر پھر مع حاملان جنازہ کے دس قدم آگے چل کر یہی آیت و سورہ رک کر پڑھتا ہے اور اٹھانے والے اشخاص میں سے سرہانے کے بائیں پائے کو اٹھانے والا شخص اسے چھوڑ کر دائیں پائے کو اٹھاتا ہے اور سرہانے کے دائیں پائے والا پائنتی کے دائیں پائے اور پائنتی کے دائیں پائے کو اٹھانے والا پائنتی کے بائیں پائے کو اور پائنتی کے بائیں پائے والا سرہانے کی جانب بائیں کونے پر آجاتا ہے۔ اسی طرح یہ ہر دس قدم پر رک رک کر چار مرتبہ یعنی چالیس قدم پورے کئے جاتے ہیں اور یہ چاروں اشخاص اپنی اپنی اسی پہلی جگہ پر آجاتے ہیں جس پر کہ وہ یہ عمل شروع کرتے وقت تھے۔ اس کے بعد چارپائی زمین پر رکھ کر یہ سب حضرات میت کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اس کو دہ قدم کہتے ہیں اس میں ایک بات یہ ہے کہ اس طریقہ کو ادا کرنے والا جنازہ کے آگے چلتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۲) ہمارے علاقہ میں میت کے لئے حیلۂ اسقاط کی یہ ترکیب رائج ہے کہ میت پر نماز ادا کرنے کے بعد ایک مصحف شریف اور کچھ روپیہ پیسہ وغیرہ لے کر سات اشخاص مصحف وغیرہ کو ایک چادر میں رکھ کر اس چادر کو ساتوں حضرات پکڑتے ہیں ان میں ایک شخص یہ الفاظ کہتا ہے کہ یہ شخص جو دنیا سے آج رخصت ہوا اس پر جتنے حقوق اللہ نماز روزہ وغیرہ لازم آئے اور یہ ادا نہ کر پایا ان کے عوض میں میں حیلۂ اسقاط کے طور پر یہ مصحف شریف اور یہ روپیہ پیسہ بطور صدقہ تمہیں دیتا ہوں۔ یہ الفاظ کہنے کے بعد وہ شخص اپنے ہاتھ میں سے یہ مصحف شریف اور موجودہ روپیہ پیسہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیتا ہے اس طرح یہ آگے یکے بعد دیگرے یہ ساتوں آدمی خود قبول کر کے پھر اسی مذکورہ الفاظ کہلانے والے شخص کے ہاتھ میں واپس دیتے ہیں۔ یہی طریقہ تین بار کیا جاتا ہے۔ کیا حیلۂ اسقاط کا یہ طریقہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ کہ پہلے دہنے سرہانے پھر دہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دئے جائیں گے (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۴۳) اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ پر ہے "ان فی حمل الجنازة شيئين نفس السنة و كمالها اما نفس السنة فهى ان تاخذ بقوائمها الاربع على طريق التعاقب بان تحمل من كل جانب عشر خطوات و هذا يتحقق فى حق الجمع و اما كمال السنة فلا يتحقق الا فى واحد و هو ان يبدأ الحامل بحمل يمين مقدم الجنازة كذا فى التتار خانية فيحمله عاتقه الايمن ثم

المؤخر الایمن علی عاتقه الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقه الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقه الایسر هکذا فی التبیین" اھ۔

لہذا دہ قدمی کا طریقۂ مذکور خود ساختہ اور من گڑھت ہے صحیح نہیں اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور اس میں چند خرابیاں ہیں۔ اول یہ کہ چارپائی کندھے پر اٹھانی چاہئے اور یہ ہاتھوں میں پکڑ کر چلتے ہیں۔ دوسرے کسی شخص کا جنازہ کے آگے چلنا غلط ہے۔ البتہ اگر کوئی جنازہ کے آگے چلنا چاہے تو وہ اتنی دور ہو کہ جنازہ کے ساتھ والوں میں اس کا شمار نہ کیا جائے۔ تیسرے یہ کہ نماز جنازہ سے پہلے یا بعد میں میت کے لئے لمبی دعا کرنا بھی غلط ہے۔ ہاں مختصر دعا کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے جنازہ لے جانے میں تاخیر ہوگی جب کہ حکم یہ ہے کہ جنازہ لے جانے میں جلدی کی جائے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اسرعو بالجنازة فان تك صالحة فخیر تقدمونها الیه و ان تك سوی ذلك فشر تضعونه عن رقابکم" یعنی جنازہ کو لے جانے میں جلدی کرو اس لئے کہ اگر نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی طرف جلد پہونچانا چاہئے اور اگر بدکار کا جنازہ ہے تو برے کو اپنی گردنوں سے جلد اتار دینا چاہئے (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۴۴) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "شرع مطہر میں تعجیل تجہیز بتاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اس کی تاخیر سے ممانعت اور نماز کے علاوہ دعا شرعاً ضروری و واجب نہیں جس کے لئے قیام و درنگ پسند کریں شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہو چکی یا ہونے والی ہے تو اس کے سوا اور دعائے طویل کے لئے کیوں رکھ چھوڑیں" اھ (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۷) فتاوی ہندیہ جلد اول ص ۱۶۲ پر ہے "الافضل للمشیع للجنازة المشی خلفها و یجوز امامها الا ان یتباعد عنها" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "یرفع کل رجل قائمة بالید لاعلی العنق کالامتعة" (در مختار مع شامی جلد اول صفحہ ۶۵۷) اس کے تحت شامی میں ہے "ای ثم یضع علی العنق و قوله لاعلی العنق ای ابتداء کما افاده شیخنا و المراد بالعنق الکتف" . و هو تعالی اعلم.

(۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں "وہ لوگ جن پر ان چیزوں کا دور کراتا ہے فقیر محتاج زکاۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس ۲۶ سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہو اور اس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اس وقت ہو اور سوا روپیہ ان کے مجموعہ کو ان دور والے محتاجوں مصرف زکاۃ کے سر چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نماز روزوں کا کفارہ ہو اس قدر کا ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اس کے ذمہ پر باقی رہا" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۲۷)

لہذا آپ کے یہاں اس مصحف شریف کا کہ جس سے دور کیا جاتا ہے جو ہدیہ ہو اور جو کچھ روپیہ ہو ان کے مجموعہ کو سات سے ضرب دیا جائے مثلاً اگر مصحف شریف کا ہدیہ پچھتر روپے ہوں اور اس کے علاوہ پچیس روپے نقد ہوں تو کل ایک سو روپے

ہوئے لیکن جب ان سات لوگوں پر تین بار لوٹ پھیر کیا گیا تو گویا کہ اکیس لوگوں کو ایک ایک سو روپے دئے گئے تو کل اکیس سو روپے ہو گئے۔ اب اگر میت پر نماز روزے وغیرہ کا مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم تھا تو سب کا کفارہ ادا ہو گیا اور زیادہ تھا تو جتنا زیادہ تھا میت کے ذمہ باقی رہا۔ اس لئے ہر میت کے لئے تین ہی بار لوٹ پھیر کرنا ضروری نہیں اور اسے میت کے جملہ حقوق اللہ نماز روزے وغیرہ جو اس کے ذمہ باقی رہ گئے ان کا کفارہ سمجھنا سراسر غلط ہے بلکہ اتنی بار لوٹ پھیر کیا جائے کہ اس کے ذمہ جتنے نماز روزے باقی ہوں ان کا کفارہ ادا ہو جائے۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "و لم یترک مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلا و یدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم" یعنی اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو اس کا وارث مثلاً نصف صاع گیہوں لے کر ایک نماز یا ایک روزے کے بدلے کسی غریب کو دے پھر وہ غریب اسی وارث کو واپس کر دے اور اسی طرح اتنی بار لوٹ پھیر کرے کہ سب نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔ اھ (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۹۲) لیکن جن لوگوں پر لوٹ پھیر کیا جائے ان میں سب کا فقیر محتاج ہونا یعنی مالک نصاب نہ ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر ان میں بعض وہ ہوں جو اگر چہ فقیر بنتے ہیں مگر مالک نصاب ہیں تو ان کا شمار لوٹ پھیر کرنے میں نہیں ہوگا مثلاً دس فقیروں پر لوٹ پھیر کیا اور ان میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا۔ اور اگر ان میں کوئی بھی محتاج نہ ہو سب مالدار مالک نصاب ہوں تو بالکل کفارہ ادا ہی نہیں ہوگا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۲۸ پر ہے۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۴ ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:۔

بکر کا انتقال سعودیہ عربیہ میں ہو گیا ابھی تک اس کو دفن نہیں کیا گیا اس کی لاش کو ہندوستان منگوایا گیا ہے اس کو ہندوستان آنے میں کافی دن لگ جائیں گے۔ کیا اس کو دفن کرنے سے پہلے سوئم کی فاتحہ اور قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ دفن سے پہلے ایصال ثواب جائز ہے (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۵) حضرت صالح بن درہم رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہم حج کے واسطے مکہ مکرمہ پہونچے تو ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ملے اور فرمایا کہ تمہارے شہر بصرہ کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام ابلہ ہے اس میں ایک مسجد عشار ہے۔

لہذا تم میں سے کون میرے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ اس مسجد میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھے و یقول هذه لابی هریرة یعنی اور کہے یہ رکعتیں ابو ہریرہ کے واسطے ہیں" (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۶۸) اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا کہ آدمی

کی زندگی میں اس کے نام ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ تو انتقال کے بعد دفن سے پہلے بدرجہ اولی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد عبدالحی قادری

مسئلہ: ۔از: نیاز احمد اموڑھا بازار بستی

اگر ایک ساتھ میں کئی میت ہیں تو ایسی صورت میں ایک ایک کی نماز جنازہ الگ الگ پڑھی جائے یا کہ ایک ساتھ میں سب کی پڑھی جائے؟ بینوا توجروا.

اگر وہابی دیوبندی کے گھر کے نابالغ بچے کی نماز جنازہ پڑھادی جائے تو شریعت طاہرہ کی طرف سے کوئی گرفت ہوگی کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) اختیار ہے کہ چاہے سب کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھیں یا الگ الگ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ مگر الگ الگ پڑھنا بہتر ہے اور افضل کا مقدم کرنا افضل ہے جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں "و اذا اجتمعت الجنائز فافرادا لصلاة علی کل واحدة اولی من الجمع و تقدیم الافضل افضل و ان جمع جاز" اھ (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۶۴۸) و ھو تعالی اعلم.

(۲) بیشک گرفت ہوگی کہ دیوبندی وہابی کے نابالغ بچہ کی بھی نماز جنازہ پڑھانا جائز نہیں۔ ہاں اگر بچہ سمجھدار ہو اور اس کا عقیدہ اہل سنت و جماعت جیسا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اظہار احمد نظامی
۲۷ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:۔

ایک مسجد کے سنی امام نے زید کو کٹر وہابی دیوبندی سمجھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور امام کے گاؤں والے سنی حضرات نے بھی پڑھی تو امام اور ان کے گاؤں کے جو لوگ جنازہ میں شریک رہے سب پر شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ وہابی دیوبندی بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں اور علمائے حرمین طیبین نے ان کے بارے میں بالاتفاق فرمایا ہے "من شك فی کفره و عذابه فقد کفر" تو اگر امام مذکور نے زید کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح فرض ہے۔ اور اگر کسی کے دباؤ میں یا چاپلوسی میں آکر اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ کسی دیوبندی کی نماز جنازہ نہ پڑھانے کا عہد کرے۔

لہذا تاوقتیکہ امام مذکور توبہ وغیرہ نہ کر لے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر مسلمان اس حالت میں اسے امام

بنائیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ شرح عقائد صفحہ ۱۶۰ پر ہے "لا کلام فی کراھة الصلاة خلف الفاسق و المبتدع هذا اذا لم یؤد الفسق او البدعة الی حد الکفر اما اذا ادی الیه فلا کلام فی عدم جواز الصلاة خلفه" اھ اور غنیہ صفحہ ۴۷۹ میں ہے "لو قدموا فاسقا یأثمون" اھ اور جن سنیوں نے دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھی ہے ان کے لئے بھی وہی حکم ہے جو امام کے لئے ہے۔ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۶ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: -از: میاں دین چکی والے، اموڑھا بازار بستی

جن پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم ہو چکا ہے وہ توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح نہیں کرتے ہیں اور نہ مانتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر مانتے تو ضرور کرتے ایسے لوگوں کے مرجانے پر سنی مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جن لوگوں پر تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم کفر قطعی کے سبب ہو اور وہ اس کو کئے بغیر مرجائیں تو مسلمان ایسے لوگوں کی نماز جنازہ ہرگز نہیں پڑھ سکتے۔ اور اگر تجدید نکاح وایمان کا حکم احتیاطا دیا گیا ہو اور لوگ اس کو نہیں کرتے تو اس سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ وہ اس حکم کو مانتے بھی نہیں ہیں اس لئے کہ نہ کرنے سے نہ ماننا لازم نہیں آتا۔ جیسے کہ نماز فرض ہے اور بہت سے لوگ نہیں پڑھتے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ نماز کو فرض ہی نہیں سمجھتے کیوں کہ نماز نہ پڑھنے سے اس کی فرضیت کا انکار لازم نہیں آتا۔

لہذا جن لوگوں پر تجدید نکاح وایمان کا حکم احتیاطی ہو اور وہ اس کو کئے بغیر مرجائیں تو علماء وخواص ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں عوام پڑھ لیں۔ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۸ر صفر المظفر ۲۱ھ

مسئلہ: -از: محمد ارشد رضا، دیوریا

کسی شخص نے زہر کھا کر اپنی جان دیدی تو اس کی تجہیز وتکفین کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: زہر کھا کر جان دیدینا گناہ ضرور ہے مگر ایسے شخص کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ہے۔ درمختار مع شامی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ میں ہے "من قتل نفسه و لو عمدا یغسل و یصلی علیه به یفتی" اھ اور فتاوی قاضی خان مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۶ پر ہے "المسلم اذا قتل نفسه یغسل و یصلی علیه" اھ ملخصا. و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۶ر ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ: -از: محمد احمد باورچی، گاندھی نگر، بستی

زید کا انتقال ہو گیا اور تمامی رشتہ دار موجود ہیں تو زید کی بیوی ایسی صورت میں اسے غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کی بیوی اسے غسل دے سکتی ہے بشرطیکہ غسل دینے کا صحیح طریقہ جانتی ہو اور وہاں کوئی غیر محرم موجود نہ ہو کہ بے پردگی ہو کر عورت گنہگار ہو۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۶۰ میں ہے یجوز للمرأة ان تغسل زوجها اذا لم یحدث بعد موته مایوجب البینونة" اھ اور فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۱۶ میں ہے "عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے" اھ اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جب کہ موت سے پہلے یا بعد کوئی ایسا امر نہ واقع ہوا ہو جس سے اس کے نکاح سے نکل جائے" اھ (بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۱۳۴) و هو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۲ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ: -از: محمد جمیل خاں، متھرا بازار، بلرام پور

مسجد حرام و مسجد نبوی میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مذہب حنفی میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا ہرگز جائز نہیں خواہ وہ مسجد حرام و مسجد نبوی ہو یا اور کوئی دوسری مسجد۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۲۴ میں ہے "کرهت تحریما في مسجد جماعة المیت فیه وحده او مع القوم مطلقا لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلاة له" اھ ملخصا۔ اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "مسجد میں نماز جنازہ مطلقا مکروہ تحریمی ہے خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض کہ حدیث میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے" (بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۱۵۸) البتہ وہ مسجد جو خاص نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہو اس میں پڑھنا جائز ہے۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۶۵ پر ہے "اما المسجد الذی بنی لاجل صلاة الجنازة فلاتکره کذا فی التبیین"۔ و هو تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۹ر رجب ۲۰ھ

مسئلہ: -

مرد و عورت دونوں کے لئے تین یا پانچ کپڑے کفن کے جائز ہیں الگ سے چادر میت کے اوپر ڈالنا تاکہ مٹی وغیرہ نہ گرے یا پلاسٹک کے اندر لپیٹ کر رکھنا نیز الگ سے جانماز بنانا، بعد جنازہ جانماز کس کام میں لایا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- کفن میں مرد کو تین کپڑے اور عورت کو پانچ کپڑے دینا سنت ہے اس سے زیادہ دینا فضول خرچی ہے۔ درمختار کے قول "ککفن السنة" کے تحت شامی جلد ۶ صفحہ ۷۶۰ میں ہے الاسراف نوعان من حیث العدد بان یزاد فی الرجل علی ثلاثة اثواب و فی المرأة علی خمسة و من حیث القیمة بان یکفن فیما قیمته تسعون و قیمة ما یلبسه فی حیاته ستون مثلا" اھ.

لہٰذا کفن سنت کے علاوہ قبر میں الگ سے میت کے اوپر چادر ڈالنا یا اسے پلاسٹک میں لپیٹ کر رکھنا صحیح نہیں سراسر فضول خرچی ہے۔ اور جانماز مسکین وغیرہ پر صدقہ کردیا جائے جب کہ میت کے مال سے نہ خریدا گیا ہو اور اگر میت کے مال سے خریدا گیا ہو تو اس کی دو صورت ہے اگر ورثہ سب بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے صدقہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر کچھ نابالغ ہوں تو ہرگز صدقہ نہیں کر سکتے اگر چہ نابالغ ورثا اجازت بھی دیدیں۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۴۲ میں ہے۔ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۸ ررجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ: -از: شمس الہدیٰ نظامی، موہن پورہ، گورکھپور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی کن لوگوں نے پڑھی اور کن لوگوں نے نہیں پڑھی۔ جس نے نہیں پڑھی اس کی کیا وجہ تھی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ ہے کہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ آئے اور صلاۃ وسلام پیش کئے۔ اور کسی نے حضور کے جنازے کی امامت نہیں فرمائی۔ فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۴۰ میں ہے "لما وضع رسول الله صلی الله علیه وسلم السریر قال لا یقوم علیه احد هو امامکم حیا و میتا فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیه صفا صفا لیس لهم امام" یعنی جب حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منبر پر لٹایا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلاۃ کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا اھ۔ اور العطایا النبویہ جلد چہارم صفحہ ۱۴ پر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذا غسلتمونی و کفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجو عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملك الموت مع جنوده من الملائكة با جمعهم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی و سلموا تسلیما" جب میرے غسل و کفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ سب میں پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر گروہ گروہ

میرے پاس حاضر ہوکر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔

اور بہت علمائے کرام نے نماز معروف ہی کا قول کیا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی کہ آپ ہی ولی شرعی مقرر ہوئے۔ اور جب ولی نماز جنازہ پڑھ لے تو اس کے بعد کسی کے لئے پڑھنا جائز نہیں۔ ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۸۰ میں ہے "ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعده" اھ. اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "امام قاضی عیاض نے اسی (نماز معروف) کی تصحیح فرمائی کمافی شرح المؤطا للزرقانی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تسکین فتن اور انتظام امور میں مشغول جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی لوگ فوج فوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے جب بیعت ہولی ولی شرعی صدیق ہوئے انہوں نے جنازۂ اقدس پر نماز پڑھی پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلاۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں"۔ (اس وجہ سے بعد میں کچھ آنے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے "ان ابابکر رضی الله تعالی عنه کان مشغولا بتسویة الامور و تسکین الفتنة فکانوا یصلون علیه قبل حضوره و کان الحق له لانه هو الخلیفة فلما فرغ صلی علیه ولم یصل علیه بعده احد" اھ (فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۵۴) و هو تعالی اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۹ ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ: - از: محمد جمیل خاں اشرفی، متھرا بازار، بلرام پور

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر بھی محض ناجائز ہے ائمۂ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ بحر الرائق میں ہے و شرط صحتها اسلام المیت و طهارته وضعه امام المصلی فلهذا القید لاتجوز علی غائب" اھ ملخصا. (فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۶۷) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "و شرطها ایضا حضوره و وضعه امام المصلی و کونه للقبلة فلاتصح علی غائب" اھ (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۶۴۱) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "ہمارے مذہب میں جنازۂ غائب کی نماز نہیں کہ جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت کا سامنے ہونا ضروری ہے۔

لہذا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ و هو تعالی اعلم.

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۵ / ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: -از: الحاج ابوالحسن صاحب، باغ مدینہ مسجد، دھولیہ

شہر کی عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- شہر کی عیدگاہ ہو یا دیہات کی اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست ہے۔ حضرت علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں "لاتکره فی مسجد اعدلها و كذا فی مدرسة و مصلی عید" (طحطاوی علی المراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۳۲۶) اور بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۲ کی اس عبارت سے بھی مصرح ہے کہ "عیدگاہ اقتدا کے مسائل میں مسجد کے حکم میں ہے اگرچہ امام و مقتدی کے درمیان کئی صفوں کی جگہ فاصل ہو اور باقی احکام مسجد کے اس پر نہیں" اھ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۸ر صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ: -از: مولوی محمد اسرائیل صاحب، مبلغ دعوت اسلامی، دھولیہ

ایک سنی نے دیوبندی کی نماز جنازہ دیوبندی امام کے پیچھے پڑھی جب اس پر اعتراض ہوا تو کہتا ہے ہم بغیر نیت کھڑے ہوگئے تھے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں سنی شخص دیوبندی کی نماز جنازہ میں کھڑا رہنے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوا اگرچہ وہ بغیر نیت کے ہی کھڑا رہا۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور عہد کرے کہ آئندہ کسی دیوبندی کی نماز جنازہ میں بغیر نیت بھی کھڑا نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جب وہ دیوبندی کی نماز جنازہ میں اگرچہ بغیر نیت ہی کھڑا رہا مگر اسے دیکھ کر دوسرے سنی مسلمان دیوبندی کی نماز پڑھنے لگیں گے جو سخت ناجائز و حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ اور پھر اس طرح کھڑے ہونے میں دیوبندی مردہ و دیوبندی امام کی تعظیم بھی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام" یعنی جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد کی (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۱)

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۳۰ر محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ: -از: اطیع اللہ سیٹھ سٹر والے، خیرانی روڈ ساکی ناکہ، ممبئی

عمرو وہابی دیوبندی عقیدہ کا ہے محلہ کے اکثر لوگ اس کی وہابیت و دیوبندیت سے واقف ہیں اس نے وہابی جنازہ کی نماز پڑھائی بکر جو سنی ہے اور مسئلہ سے واقف بھی ہے اس وہابی امام کے پیچھے وہابی جنازہ کی نماز پڑھی تو بکر کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- وہابی دیوبندی بمطابق فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر و مرتد ہیں۔ لہذا بکر سنی اگر وہابی

امام کے پیچھے وہابی جنازہ کی نماز کی صف میں یوں ہی کسی کے دباؤ، لحاظ، یا چاپلوسی میں بلانیت نماز کھڑا ہو گیا تو علانیہ توبہ کرے۔ اور اگر اسے دیوبندی جانتے ہوئے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو توبہ، تجدید ایمان اور بیوی ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ و هو تعالى اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۵/ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ: -از: مولوی عبدالرحمان، امام وخطیب مرکزی مسجد شریف (کشمیر)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں کہ۔

(۱) ایک لڑکا یا لڑکی گھریلو تنازع کی وجہ سے زہر کھا کر خودکشی کر لیتا ہے اس کے تمام رسوم یعنی نماز جنازہ اور تجہیز وتکفین ادا کی جاتی ہے۔ کیا یہ عمل جائز ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) کیا نماز جنازہ مکروہ اوقات میں پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) جس شخص نے خودکشی کر لی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور تجہیز وتکفین سب کی جائے گی۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۶۴۳ پر ہے "من قتل نفسه و لو عمدا يغسل و يصلى عليه به يفتى و ان كان اعظم و زرا" اھ. اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو۔ (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۴۷) و هو تعالى اعلم.

(۲) جنازہ اگر مکروہ اوقات میں لایا گیا تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ جنازہ پہلے سے تیار موجود ہو اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقتِ مکروہ آ گیا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۱ پر ہے۔ اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲ پر ہے۔ "اذا وجبت صلاة الجنازة و سجدة التلاوة فى وقت مباح و اخرتا الى هذا الوقت (اى الوقت المكروه) فانه لايجوز قطعا اما لو وجبتا فى هذا الوقت و اديتا فيه جاز لانها اديت ناقصة كما وجبت كذا فى السراج الوهاج" اھ. و هو تعالى اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۱۵/ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: -از: زاہدہ خاتون، سدھارتھ نگر

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جنازہ میں کونسی دعا پڑھی گئی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جنازۂ اقدس پر نماز کے بارے میں علماء مختلف ہیں۔ بعض کے

نزدیک صرف صلاۃ وسلام پیش کیا گیا اور بعض نماز معروف مانتے ہیں۔ بہر کیف کسی روایت سے دعائے مغفرت کا ثبوت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں۔ آپ سے گناہ کا صدور محال ہے تو ظاہر یہی ہے کہ دعائے مغفرت نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ آپ پر صلاۃ وسلام پیش کیا گیا اور آپ کے تبلیغ اسلام پر گواہی دی گئی اور اس کے بعد آپ کے وسیلہ سے اپنے اور امت کے لئے دعا کی گئی۔ جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال لما وضع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم السریر قال لایقوم علیه احد هو امامکم حیا و میتا فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیه صفا صفا لیس لهم امام و یکبرون و علیّ قائم بحیال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول السلام علیك ایها النبی و رحمة اللہ و برکاته. اللهم انا نشهد ان قد بلغ ما انزل الیه و نصح لامته و جاهد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینه و تمت کلمته. اللهم فاجعلنا ممن تبع ما انزل الیه و ثبتنا بعده و اجمع بیننا وبینه فیقول الناس آمین. حتی صلی علیه الرجال ثم النساء ثم الصبیان" یعنی جب حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منبر پر لٹایا تو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں اپنی دنیاوی زندگی میں اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ درگروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلاۃ کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا۔ علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے۔ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہونچادیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات میں اپنی امت کی بھلائی کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کیا اور اللہ کا قول پورا ہوا۔ الٰہی تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں سے ہوکر اور ان کے بعد بھی ان کے دین پر قائم رکھ اور قیامت کے دن ہمیں ان سے ملا۔ مولیٰ علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے یہاں تک کہ ان پر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر لڑکوں نے صلاۃ کی" (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۰)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے بھی سلام عرض کیا پھر گواہی دی پھر اپنے اور امت کے لئے دعا فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذا غسلتمونی و کفنتمونی تضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملك الموت مع جنوده من الملئكة باجمعهم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی و سلموا تسلیما" اھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں "اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازۂ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر درود وسلام پڑھتے جانا۔ شرح مؤطا امام مالک للعلامة

الزرقانی میں ذکر حدیث مذکور امیر المؤمنین علی ہے۔ "ظاهر هذا ان المراد بالصلاة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم ماذهب اليه جماعة ان من خصائصه انه لم يصل عليه اصلا و انما كان الناس يدخلون فيدعون ويفرقون" اھ (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۲) و هو تعالى اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۷ر جمادی الاولی ۲۱ھ

مسئلہ:-

جو شخص فاسق فاجر ہو یہاں تک کہ جمعہ کی نماز بھی آٹھ دن پر نہ پڑھتا ہو اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے تنویر الابصار مع شامی جلد اول صفحہ ۶۴۰ پر ہے "الصلاة عليه فرض كفاية" لیکن آج کل فسق و فجور بڑھتا جارہا ہے۔ طرح طرح کی برائیاں پھیلتی جارہی ہیں اور لوگ نمازوں سے غافل اور اعمال صالحہ سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اس لئے جو شخص فاسق و فاجر ہو یہاں تک کہ جمعہ کی نماز بھی آٹھ دن پر نہ پڑھتا ہو اس کی نماز جنازہ زجر و توبیخ کے لئے علماء نہ پڑھیں عوام پڑھیں۔ فاسق و فاجر کی نماز جنازہ کے بارے میں حضور صدر الشریعہ رضی اللہ تعالی عنہ تحریر فرماتے ہیں "خواص نہ پڑھیں عوام پڑھیں" (فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۶۵) و هو تعالى اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۱۳ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: -از: سید محمد اللہ بخش قادری، بلاری (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) ہماری مسجد میں ایک صحن ہے جہاں پر پنج وقتہ نماز نہیں ہوتی صرف جمعہ کے دن وہاں بھی لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ تو اس جگہ پر یعنی صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

۳	۴	
	۲	۱
۶	۵	

(۱) مسجد کا اندرونی حصہ جہاں نماز پنج وقتہ ہوتی ہے (۲) مسجد کا صحن جہاں پر جمعہ کو بچے پڑھتے ہیں (۳) استنجا خانہ اور بیت الخلاء (۴) پانی کے نل (۵) مسجد کے اندر جانے کا دروازہ (۶) مسجد کے صحن کا دروازہ۔

الجواب:- مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۵ پر ہے "صلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروهة." اھ اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

''جنازہ مسجد میں رکھکر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے۔'' (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۷) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔'' (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۵۸) اور علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: کل مکروہ ای کراھة تحریم حرام ای کالحرام فی عقوبة بالنار. اھ'' یعنی ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے۔ (درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۴۷) اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔'' (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۸۲) لہذا اگر مذکورہ مسجد کا صحن شروع ہی سے یعنی قبل تمامیت مسجد مصالح وضروریات مسجد کے لئے چھوڑا گیا ہے نماز کے لئے نہیں رکھا گیا ہے تو فنائے مسجد ہے اس میں نماز جنازہ جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''صحن مسجد کا اطلاق کبھی مسجد کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو مسقف نہیں۔'' (جس پر چھت نہیں) جس کو عرف فقہاء میں مسجد صیفی کہتے ہیں۔ اور کبھی اس جگہ پر ہوتا ہے جو ملحق مسجد ضروریات و مصالح مسجد کے لئے ہے۔ اول میں نماز جنازہ مکروہ ہے اور دوسرے میں نہیں۔'' (فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۲۶) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شبیر احمد قادری مصباحی

۵ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: ماسٹر ضیاء الدین خاں، دار العلوم اہلسنت بحر العلوم، پپری کولھوی، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ وہابی، دیوبندی کے جنازے میں شرکت کرنے والے سنی مسلمان کی جانب سے قربانی کرنا کیسا ہے؟ جبکہ انہیں بارہا بتایا جاچکا ہے کہ وہ مرتد وبے دین ہیں اگر ایسے لوگ بلا توبہ مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز پڑھنے پڑھانے والے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) عرب شریف میں ملازمت کرنے والے مسلمان جنہیں بتایا جاتا ہے کہ وہاں کے نجدی مرتد بے دین ہیں لیکن وہ وہاں جبراً یا مصلحتاً ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ سنی مسلمان ان کے ساتھ دینی ودنیوی امور میں کیسا سلوک کریں اور حج وعمرہ کو جانے والے اکثر لوگ انہیں کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ ان کی جانب سے قربانی جائز ہے یا نہیں اور کیا ان کے جنازے کی نماز پڑھی پڑھائی جاسکتی ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہابی، دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی جانب سے قربانی کی دعا نہ پڑھ کر صرف گوشت حلال کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کردیا جائے یہ درست ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) ہمارے یہاں دو فرقے سنی، وہابی ہیں مسجد اور مدرسہ دونوں کے الگ الگ ہیں لیکن ایک دوسرے کی نماز جنازہ میں بلا امتیاز شرکت کرتے ہیں لاکھ منع کرنے پر بھی نہیں مانتے، ان کے جنازے میں شرکت کرنے والے سنیوں کا اگر بائیکاٹ کردیا جائے تو چند لوگ بچیں گے نیز یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ لوگ بضد ہو کر باطل جماعت میں مکمل شمولیت اختیار کرلیں گے جس سے بہت

نقصان ہوگا نہ مدرسہ چل پائے گا نہ ہی اور کوئی دینی کام ہو پائے گا ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - وہابی، دیوبندی کافر مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''وہابیہ، دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔'' ملخصاً (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰) اور کافر مرتد کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" و لا تصل علیٰ احد منهم مات ابداً" یعنی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ ان کے کسی مردے پر (پارہ ۱۰ آیت ۸۴)

حدیث شریف میں ہے:"ایاکم و ایاهم لایضلونهم و لا یفتنونکم ان مرضوا فلا تعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم لا تجالسوهم و لاتشاربوهم و لاتواکلوهم و لاتناکحوهم و لا تصلوا علیهم و لا تصلوا معهم." یعنی تم ان سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اگر بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں ان کے جنازے میں شریک نہ ہو ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو، ان کے ساتھ نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے (انوار الحدیث صفحہ ۱۰۳)

لہذا جو لوگ یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں، دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علنہ وسلم کی توہین کی ہے ان کے جنازے کی نماز میں شریک ہوتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں وہ اسلام سے نکل گئے ان پر توبہ کے ساتھ تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں اگر وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ پڑھیں نہ پڑھائیں کہ سخت گناہ ہے۔ اور ایسے لوگوں کی جانب سے قربانی جائز نہیں کہ قربانی عبادت ہے اور وہ اس کا اہل نہیں۔ ردالمحتار جلد ششم صفحہ ۳۲۶ پر ہے "لان نیته باطلة لانه لیس من اهل هذه القربة نصیبه لحما منع الجواز اصلا بدائع" اھ اور جو لوگ کسی کی چاپلوسی دباؤ یا لحاظ میں آ کر ان کی نماز جنازہ کی صف میں بلا نیت کھڑے ہو جاتے ہیں وہ توبہ کریں۔ ان کی جانب سے قربانی جائز اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) عرب میں ملازمت کرنے والے اور حج وعمرہ کو جانے والے ایسے امام کی اقتداء میں جبراً یا مصلحتاً نماز ادا کرتے ہیں جو وہابی یا دیوبندی ہوتے ہیں تو ان کی وہ تمام نمازیں جو ان کے پیچھے پڑھی ہیں وہ سب باطل و بیکار ہیں ان سب کا لوٹانا فرض ہے۔ اگر وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر بھی انہیں مسلمان جان کر ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں تو ان کو مسلمان نہ کہا جائے گا جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علماء حرمین

شریفین نے بالاتفاق دیوبندی کو کافر مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ "من شك فی كفره و عذابه فقد كفر" جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر جن کو ان کی خبر نہیں اجمالا اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ ہیں بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل و بیکار" (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۷۷)

لہذا جو لوگ انہیں مسلمان جان کر ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں ان پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا سخت بائیکاٹ کریں ان سے میل جول، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام سب ترک کریں اللہ تعالی کا ارشاد ہے "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور ایسے لوگوں کی جانب سے قربانی جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد پنجم صفحہ ۳۰۴ پر ہے: "لان الكافر لا يتحقق منه القربة فكانت نيته ملحقة بالعدم فكان يريد اللحم اھ." اور ان کے جانور کا گوشت سنی مسلمان کے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دینے سے حلال ہو جائے گا۔ اور جو لوگ انہیں مسلمان نہیں جانتے مگر جبراً یا مصلحتاً بغیر نیت نماز ان کی صفوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی الگ نماز پڑھتے ہیں وہ توبہ کریں ان کی جانب سے قربانی جائز اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) مذکورہ صورت میں اگر ان کے بدمذہب ہو جانے کا اندیشہ ہے تو عامۂ مسلمین ان کا بائیکاٹ نہ کریں، خوشی دل سے ان کے سلام کا جواب نہ دیں۔ ان کی خاطر مدارت نہ کریں اور ناگواری کے ساتھ ان کی شادی وغیرہ میں شریک ہو جائیں مگر علماء و خواص بہر حال ایسے لوگوں کا سخت بائیکاٹ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: عبدالحمید مصباحی

۲۴/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-

مقتدیوں میں بہت سے لوگ امامت کے قابل تھے مگر نماز جنازہ عورت نے پڑھائی تو ان سب کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اس کے پیچھے نہ ہوئی خود اس کی ہوگئی اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۶۵) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "اگر عورت نے نماز پڑھائی اور مردوں نے اس کی اقتداء کی تو لوٹائی نہ جائے کہ اگرچہ مردوں کی اقتداء صحیح نہ ہوئی مگر عورت کی نماز تو ہوگئی وہی کافی ہے اور نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔" (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۴۶) اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۲۷ میں ہے: " لا يصح اقتداء

رجل بامرأة و لو فی جنازة اھ ملخصاً" لہذا نماز جنازہ عورت نے پڑھائی تو جنازہ کا فرض ادا ہو گیا لیکن سب مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی
۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۹ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ۔از: محمد عبدالمطلب رضوی، رائے پور (ایم۔پی)

ڈاکو جو ڈاکہ میں مارا جائے جس نے کئی مسلمان کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا یا گولی ماردی یا لاٹھی ڈنڈا یا دھاردار ہتھیار سے جو لوگ رات میں ہتھیار لے کر گھومتے ہیں اور اسی حال میں مارے جائیں جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کا قتل کر دیا جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اسی حال میں مارا جائے تو مذکورہ لوگوں کی نماز جنازہ ہے یا نہیں؟ اگر نماز جنازہ نہیں تو انہیں غسل دینا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ ڈاکو جو ڈاکہ میں مار ڈالا جائے نہ اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ مگر جب وہ نہ پکڑا جائے اور نہ ہی مارا جائے بلکہ خود ہی اپنی موت مر جائے تو غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ اور جو مسلمان کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے یا گولی، لاٹھی، ڈنڈا، دھاردار ہتھیار وغیرہ سے مار ڈالے یا جو رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں اسی حالت میں مار ڈالے جائیں تو ان کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور جس نے اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو مار ڈالا یا کسی کا مال چھین رہا تھا اسی حالت میں مار ڈالا گیا تو اس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۴۷ میں ہے۔

اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "هی فرض علی کل مسلم مات فلا اربعة بغاة و قطاع الطریق فلا یغسلوا و لا یصلی علیهم اذا قتلوا فی الحرب و لو بعده صلی علیهم لانه حد او قصاص و کذا اهل عصبة و مکابر فی مصر لیلا بسلاح و خناق خنق غیر مرة فحکمهم کالبغاة و لا یصلی علی قاتل احد ابویه اهانة له." (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۱۰)

اور شامی میں ہے: " انما لم یغسلوا و لم یصل علیهم اهانة لهم و زجرا لغیرهم عن فعلهم و قتل الباغی فی هذه الحالة للسیاسة او لکسر شوکتهم فینزل منزلته لعود نفعه الی العامة و قد علم من هذا التفصیل انه لو مات احدهم حتف انفه قبل الاخذ او بعده یصلی علیه کما بحث فی الحلیة اه. و قوله المکابر المراد به من یقف فی محل من المصر یتعرض لمعصوم و الظاهر ان هذا مبنی علی قول ابی یوسف من انه یکون قاطع طریق اذا کان فی المصر لیلا مطلقاً او نهارا بسلاح و علیه الفتویٰ. قوله

بسلاح اذا وقف فی المصر لیلا لا فرق بین کونه قاتلا بسلاح اوغیره کحجر او عصا. قوله فحکمهم کا لبغاة. ای حکم اهل عصبیه و مکابر و خناق حکم البغاة فی انهم لایغسلون و لا یصلی علیهم. و قوله لا یصلی علی قاتل احد ابویه. الظاهر ان المراد انه لایصلی علیه اذا قتله الامام قصاصاً اما لو مات حتف انفه یصلی علیه کما فی البغاة و نحوهم اه ملخصاً"

البتہ افراد مذکور میں سے جو شخص اپنی موت مرجائے تو اسے غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور جن لوگوں کی نماز جنازہ و غسل نہیں ہے ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی   کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۴/ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: ۔از: مشتاق احمد قادری، چندک پونے (جموں کشمیر)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک درگاہ کے سجادہ نشین صاحب کا انتقال ہوا شہر میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی جب دفن کرنے کے لئے ان کو آبائی وطن میں لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا جب کہ ان میں صاحب سجادہ کا کوئی ولی بھی نہیں تھا اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ جنازہ ایک دعا ہے کوئی حرج نہیں تو ان کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھی گئی

لہذا اس مولوی کو امام بنانا درست ہے یا نہیں جب کہ اس کا عقیدہ بھی مشکوک ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: ۔ جب ایک بار نماز جنازہ ہوگئی تو پھر اسے دوبارہ پڑھنا جائز نہیں کہ اگر چہ نماز جنازہ دعا ہے لیکن بہ ہیئت مخصوصہ ایک بار دعا ہو جانے کے بعد جسے نماز جنازہ کہتے ہیں پھر اسی طریقہ پر دوبارہ دعا جائز نہیں ۔ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۳ میں ہے "ان صلی علیه الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعده" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک تو مطلق ناجائز و نامشروع ہے مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلا اذن و بلا متابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کرسکتا ہے" (فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۳۵) اور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "جنازہ کی دو مرتبہ نماز ناجائز ہے سوا اس صورت کے کہ غیر ولی نے بغیر اذن ولی پڑھائی" (بہار شریعت حصہ ۴ صفحہ ۱۵۶)

لہذا مولوی مذکور غلط مسئلہ بتانے کے سبب گنہگار ہوا اس پر لازم ہے کہ آئندہ غلط مسئلہ نہ بتانے کا عہد کرنے کے ساتھ توبہ کرے۔ اور شخص مذکور اگر سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ، صحیح القراءۃ اور غیر فاسق معلن ہے تو اسے امام بنانا درست ہے ورنہ نہیں ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قصداً جھوٹا فتوی دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اگر

جہالت سے ایک آدھ بار فتوی میں دخل دیا اسے سمجھایا جائے تائب ہو اور آئندہ باز رہے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائق امامت نہیں۔" (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۳/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-

ایک عورت کا انتقال ہوا جس کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ حائضہ تھی یا جنبیہ تو اس کو غسل کس طرح دیا جائے گا؟ کیا ہر ایک کے لئے الگ الگ نیت ضروری ہے یا غسل میت کی نیت کافی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حیض ونفاس وجنبیہ کو ایک مرتبہ غسل دینا کافی ہے کہ میت کے سارے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "جنب یا حیض و نفاس والی عورت کا انتقال ہوا تو ایک ہی غسل کافی ہے کہ غسل واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں سب ایک سے ادا ہو جاتے ہیں۔ اھ" (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۳۴) اور بدائع الصنائع جلد دوم صفحہ ۲۷ میں ہے: "روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال للاتی غسلن ابنته اغسلنها ثلاثا او خمسا او سبعا و لان الثلاث هو العدد المسنون فی الغسل حالة الحیاة فکذا بعد الموت فالحاصل انه یغسل فی المرة الاولیٰ بالماء القراح لیبتل الدرن و النجاسة ثم فی المرة الثانیة بماء السدر او ما یجری مجراه فی التنظیف لان ذلك ابلغ فی التطهیر و ازالة الدرن ثم فی المرة الثالثة بالماء القراح و شیء من الکافور اه." یعنی پہلی بار خالص صاف ستھرا پانی میت کے سارے بدن پر بہایا جائے تاکہ میل کچیل اور گندگی بھیگ جائے۔ پھر دوسری مرتبہ بیر کا پانی سارے بدن پر بہایا جائے کہ یہ میل کچیل دور کرنے اور پاک کرنے میں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ تھوڑا سا کپور ملا ہوا صاف ستھرا پانی پورے جسم پر بہایا جائے۔

غسل میت کی نیت کر لینا کافی ہے اگر نیت نہ کی جب بھی غسل ہو جائے گا مگر غسل میت کا ثواب نہ ملے گا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "میت سے غسل اتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں نیت اور فعل شرط نہیں۔" بلا نیت نہلانے سے بری الذمہ ہو جائیں گے مگر ثواب نہ ملے گا۔ مثلاً کسی کو سکھانے کی نیت سے میت کو غسل دیا واجب ساقط ہو گیا مگر غسل میت کا ثواب نہ ملے گا اھ۔" (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۳۶) اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۰۰ میں ہے: "فی الخانیة میت غسله اهله من غیر نیة الغسل اجزاهم ذلك اه." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کبتہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: نذیر احمد، بارہ مولہ (کشمیر)

(۱) میت کو غسل دیتے وقت قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر کیوں غسل دیا جاتا ہے؟ شمال، جنوب یا مشرق کی طرف کیوں نہیں؟

(۲) منگنی سے لے کر بارات تک کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب:- یہ کوئی ضروری نہیں کہ میت کو غسل دیتے وقت قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر ہی لٹایا جائے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ جس رخ لٹا کر نہلانے میں آسانی ہو اس رخ لٹائیں خواہ اس طرح کہ قبلہ کو پاؤں ہوں جس طرح لیٹ کر نماز پڑھنے والا پاؤں کرتا ہے یا جس طرح قبر میں رکھتے ہیں۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۳۳ اور فتاویٰ امجدیہ جلد اصفحہ ۳۳۲ میں ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اصفحہ ۱۵۸ میں ہے: "کیفیة الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولا کما فی حالة المرض اذا اراد الصلاة بایماء و منهم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر و الا صح انه یوضع کما تیسر کذا فی الظهیریة. اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

(۲) اس کے لئے بہار شریعت حصہ ۷ا اور مفتی احمد یار خان صاحب کی کتاب 'رسوم شادی' کا مطالعہ کریں۔ والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۱۱ر ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: سیف الرضا رضوی، گھانچی واڑہ، نانی دمن گجرات

کہیں کہیں ٹرسٹیوں میں سنی، دیوبندی اور وہابی سبھی شریک ہیں اور کسی امام کو امام مسجد منتخب کرتے ہیں اس شرط پر کہ آپ کو دیوبندی، وہابی سبھی کی نماز جنازہ پڑھانا ہو تو رہیں ورنہ چلے جائے اگر سنی امام ایسے ہی ہٹتا چلا جائے تو سنیت کو خطرہ ہے ایسی صورت میں کیا کریں؟ اگر شریعت میں بچنے کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔ ایک مولانا صاحب نے دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھائی ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے صرف چار تکبیریں کہہ دی ہیں نماز میں کچھ بھی نہیں پڑھا ہے تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مولوی اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کے سبب مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ہندوستان پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے ان کو کافر اور مرتد قرار دیا اور فرمایا: "من شك فی کفره و عذابه فقد کفر. اھ" یعنی جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور سارے دیوبندی مولویان مذکورین کو اپنا پیشوا اور مسلمان سمجھتے ہیں یا کم سے کم ان کے کفر میں شک کرتے ہیں اس لئے وہ بھی بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین والصوارم الہندیہ اسلام سے خارج ہیں۔

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہو خواہ وہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۰) اور تحریر فرماتے ہیں کہ: "وہابیہ، نیچریہ، قادیانیہ، غیر مقلدین، دیوبندیہ اور چکڑالویہ قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰)

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر ٹرسٹ کے کسی ممبر یا ممبر کے باپ یا پورے ٹرسٹ کا کوئی دشمن ہو تو اسے ٹرسٹ میں شامل کرنا گوارہ نہ کریں گے مگر جو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور دشمن ہو اس کو ٹرسٹ میں شامل رکھنا کیسے گوارہ کرتے ہیں؟ ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی صلح کلی بھی ٹرسٹ میں شامل ہو تو فوراً اس کو نکال کر الگ کر دیں۔ لہذا سنی ٹرسٹیز ان پر لازم ہے کہ وہ وہابی، دیوبندی کو ٹرسٹ میں ہرگز شامل نہ کریں اگر شامل ہیں تو فوراً نکال کر الگ کر دیں اور اس حدیث شریف پر عمل کریں اسے پس پشت نہ ڈالیں: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم و ان مرضوا فلا تعودھم و ان ماتوا فلا تشھدوھم و ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم و لا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تواکلوھم و لاتناکحوھم و لا تصلوا علیھم و لاتصلوا معھم۔"

یعنی بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو اگر ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے ساتھ نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز بھی نہ پڑھو۔ یہ حدیث مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ (انوار الحدیث صفحہ ۱۰۲) اور حضور مفتی اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "دیوبندی مرتدین کو کمیٹی کا رکن بنانا جائز نہیں اگر نادانستہ ممبر کیا گیا تو اب اسے نکال باہر کریں" (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۲۱۲)

لہذا امام کے ساتھ مذکورہ شرط ہرگز جائز نہیں اور امام کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی شرط ہرگز قبول نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَ لَاتُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَداً وَّ لَاتَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ." یعنی کبھی بھی ان کے کسی مردے کی نماز جنازہ نہ پڑھو، ان کی قبر پر کھڑے نہ ہو انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔ (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۸۴)

اور سنی امام کے ہٹتے رہنے سے سنیت کو خطرہ ہے تو وہابیوں، دیوبندیوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان سے میل جول اور سلام و کلام سے سنیت کو اور زیادہ خطرہ ہے۔ لہذا سنیت کو بچانے کے لئے یہی صورت ہے کہ حدیث مذکور پر عمل کیا جائے اور وہابیوں، دیوبندیوں کا بالکل بائیکاٹ کیا جائے۔

اور حکم ظاہر پر لگتا ہے اگر چہ اس امام نے نماز جنازہ میں کچھ نہیں پڑھا پھر بھی فرائض کی ادائیگی پائی گئی کہ نماز جنازہ میں

صرف دوفرض ہیں قیام اور چار تکبیریں۔

لہذا امام مذکور نے جب کہ دیوبندی کی نماز جنازہ اسے کافر سمجھ کر پڑھائی اور اسی بنیاد پر صرف چار تکبیریں کہیں تو حرام کا ارتکاب کیا، کافر کے جنازہ کا احترام کیا اور اپنے فعل سے مسلمانوں پر ظاہر کیا کہ دیوبندی جو بمطابق فتویٰ علمائے حرمین طیبین کافر و مرتد ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی وہ امام علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسا نہ کرنے پر اس امام کا بائیکاٹ کریں۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲۹ / ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: - از: نعیم احمد برکاتی، ہبلی، کرناٹک

بے نمازی اور شرابی اگر جمعہ کے دن مرجائے تو کیا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - مسلمان سنی صحیح العقیدہ اگر چہ بے نمازی شرابی ہو اور اس کی موت جمعہ کے دن ہوئی ہو یا اور کسی دن اس کی نماز جنازہ مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو جن لوگوں کو خبر پہنچی سب گنہگار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "الصلاة و اجبة عليكم على كل مسلم بموت برا كان او فاجرا و ان عمل الكبائر." یعنی ہر مسلمان کی نماز جنازہ تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد چاہے اس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں۔ (ابوداؤد شریف جلد دوم صفحہ ۳۴۳) اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۱۰۷ میں ہے: "صلاة الجنازة فرض على كل مسلم مات خلا الاربعة بغاة. و قطاع طريق اذا قتلوا في الحرب و كذا مكابر في مصر ليلا بسلاح و خناق و قاتل احد ابويه الحقه في النهر بالبغاة. اه و هو تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۶ / ربیع النور ۱۴۲۲ھ

مسئلہ: -

جنازہ اٹھانے کے بعد قبرستان پہنچانے کے لئے بیچ میں ٹھہرنا ضروری سمجھتے ہیں کیا یہ فعل حق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - جنازہ اٹھانے کے بعد قبرستان تک پہنچانے کے لئے بیچ میں ٹھہرنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں ہے: "يكره منزل الميت اه ملخصاً" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی

مسئلہ: - از: شمس الہدی نظامی، موہن پوروہ، گورکھپور

عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں مزارات بزرگان پر حاضر ہونے سے فائدہ پہونچتا ہے تو ان کا بزرگان دین کی قبر پر جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - عورتوں کو مزارات پر جانے کی مطلقا اجازت نہیں۔ اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ان الفتوی علی المنع مطلقاً و لو عجوزاً و لو لیلاً فکذلك فی زیارة القبور بل اولیٰ" اھ (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۱۷۵) اور العطایا النبویہ جلد ۴ ص ۱۷۰ پر ہے: "جب ان خیر کے زمانوں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں۔ اور روکا ہے حضور مساجد و شرکت جماعت سے۔ حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنۂ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلہ سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی وہ کاہے کی زیارت قبور کو جانے کی۔ جو شرعاً مؤکد نہیں اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا ناترسوں نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے مناقضت ہے۔ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جلب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے" (اشباہ ص ۹۹ میں ہے) "درء المفاسد اهم من جلب المصالح. جب کہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا اس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم و صاحبین و من بعدہم نے روک دیا تو اب کہ مفسدہ جلب سے بہت اشد ہے۔ اس مصلحت قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا" اھ ملخصا۔

رہی فائدہ کی بات تو پانچوں وقت نماز باجماعت کے لئے مسجد کی حاضری میں بھی فائدے ہیں لیکن عورتوں کو اس سے جس بنیاد پر روک دیا گیا اسی سبب سے مزارت پر حاضری کی بھی ان کو اجازت نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: - از: محمد رضا، موتیلی (ایم۔ پی)

کیا عورتوں کے لئے مزاروں کی زیارت منع ہے؟ اور کیا حج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو سکتی ہیں؟ بینوا تواجروا.

الجواب: ہاں بے شک عورتوں کو زیارت قبور منع ہے حدیث شریف میں ہے "لعن اللہ زائرات القبور" یعنی اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ اور حضرت علامہ محقق ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: "سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسئال عن الجواز و الفساد فی مثل هذا

و انما یسئال عن مقدار ما یلحقها من اللعن فیها و اعلم انها کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة اللہ و ملائکته و اذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب و اذا اتت القبور یلعنها روح المیت و اذا رجعت کانت فی لعنة اللہ" یعنی امام قاضی سے پوچھا گیا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جائز نا جائز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ اس میں عورت کو کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبروں کی طرف چلنے کا قصد کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرف شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہونچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس ہوتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے (غنیۃ المستملی صفحہ ۵۹۴)

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب ان خیر کے زمانوں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے؟ حضور مساجد سے اور شرکت جماعت سے۔ حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے تو کیا ان ازمنہ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی وہ بھی کاہے کی زیارت قبور کو جانے کی شرعاً موکد نہیں اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا نا ترسوں نے مزارات پر نکال رکھے ہیں یہ لیکن قدر شریعت مطہرہ سے مناقصت ہے شرع مطہر کا قاعدہ ہے "جلب مصلحت برسلب مفسدہ" کو مقدم رکھتی ہے "درء المفاسد اھم من جلب المصالح" جبکہ مفسدہ بہت کم تھا اس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم و صاحبین و من بعدھم نے روک دیا تو اب کہ مفسدہ جو سے بہت اشد ہے اس مصلحت قلیل سے درکنار کیوں لازم ہوگا۔ اھ ملخصاً (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱)

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت منع نہیں جب چاہیں حاضر ہو سکتی ہیں کہ حاضر بارگاہ مستحب بلکہ قریب بواجب ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ ''البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ اھ (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۵) اور مراقی الفلاح صفحہ ۱۹۲ پر ہے۔ "زیارة النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم من افضل الترب و احسن المستحبات بل تقرب من درجة مالزم من الواجبات "اھ اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۲۶ میں ہے۔ قال فی شرح اللباب وھل تستحب زیارہ قبرہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم للنساء الصحیح نعم بلاکراھة بشروطها علی ما صرح به بعض العلماء "اھ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: عبدالحمید مصباحی الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از: قطب اللہ چودھری صاحب، سرسیا، ایس نگر

مومن جب قبر میں فرشتوں کے سوالات کے صحیح جوابات دیدے گا تو اس سے کہا جائے گا سو جیسا دولہا سوتا ہے اور اس

کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جائے گی تو ان پر قبر کا عذاب کیسے ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ ''سو جیسے دولھا سوتا ہے'' سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جب گنہگار مومن فرشتوں کے سوالوں کا جواب دیکر سو جائے گا تو اس کو عذاب قبر کا احساس کیسے ہوگا اس لئے کہ حدیث شریف کے اس ٹکڑے میں سونے سے مراد آرام کرنا ہے غفلت والی نیند مراد نہیں ہے جیسا کہ حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ نعیمی اسی حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مرقات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''یہاں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی برزخی زندگی آرام سے گزار تجھ تک کوئی آفت یا بلا نہیں رب فرماتا ہے "یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہِ مِنْ فَضْلِہٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں خوش وخرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے یہاں کی خبر کیسے رکھتے نیز قبرستان میں پہونچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا کیونکہ سوتوں کو سلام کرنا منع ہے۔ (مرآۃ المفاتیح اردو شرح مشکوۃ المصابیح جلد اول صفحہ ۱۳۴)

اور رہ گیا عذاب قبر تو بعض گنہگار مومنوں کو ہوگا شرح عقائد نسفی میں ہے "و عذاب القبر للكفرين و لبعض عصاة المؤمنين " اور فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ عالم برزخ کے بیان میں فرماتے ہیں: ''قبر میں مردوں کے صحیح جوابات دینے کے بعد آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور اس سے کہا جائے کہ تو سو جیسے دولھا سوتا ہے یہ خواص کے لئے عموماً ہے اور عوام میں ان کے لئے جن کو وہ چاہے اور عصاۃ میں بعض پر عذاب بھی ہوگا ان کی معیت کے لائق پھر ان کے پیران عظام یا مذہب کے امام یا اولیاء کرام کی شفاعت یا محض رحمت سے جب وہ چاہے گا نجات پائیں گے'' اھ ملخصا (بہار شریعت جلد ۱ صفحہ ۲۷) واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی	کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی

۲ ر ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ

مسئلہ: از: محمد مجیب اللہ صاحب، سرسیا، ایس نگر

اگلی امتوں سے قبر میں کس طرح سوال کیا جاتا تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگلی امتوں سے سوال قبر کے بارے میں اختلاف ہے علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''اگلی امتوں سے قبر میں سوال ہوتا ہی نہ تھا جیسا کہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۷۲ پر مرقوم ہے "ان الراجح ایضا اختصاص السوال بھذہ الامة "اھ اور بعض علماء کے نزدیک اگلی امتوں سے قبر میں رب کی وحدانیت کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا محمد بن سلیمان حلبی ریحاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں "سیبلی کل شخص من المکلفین او من بنی آدم فی قبرہ کان یسأل عن توحید ربہ الا من استثنی عن ذلك"اھ (نخبۃ اللالی لشرح بدا الامالی صفحہ

۱۱۸)واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　　　　　کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:-

میت کے سینہ پر شجرہ پیران طریقت رکھنا کیسا ہے؟بینوا تواجروا.

الجواب: میت کے سینہ پر شجرہ پیران طریقت رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے کہ شجرہ میں اللہ کے محبوب بندوں کے نام ہوتے ہیں اور اللہ والوں کے نام سے مصیبتیں اور بلائیں ٹلتی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تفسیر طبری پھر شرح مواہب لدنیہ سے نقل فرمایا"اذا کتب اسماء اهل الکهف فی شیی والقی فی النار اطفئت "جن اصحاب کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دے جائیں آگ بجھ جاتی ہے (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۸) جب اصحاب کہف کے ناموں کا یہ اثر ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء کے ناموں سے بدرجہ اولیٰ مصیبتیں ٹلیں گی اور فائدہ حاصل ہوگا۔

لہذا میت کے سینہ پر شجرہ پیران طریقت رکھنے سے عذاب قبر ٹلنے اور مغفرت ہونے کی امید ہے اس لئے میت کے سینہ پر شجرہ پیران طریقت رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ خاص اس مسئلہ سے متعلق فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۲۷ پر ایک حدیث نوادر الاصول کے حوالے سے نقل فرمائی جس سے میت کے سینہ پر شجرہ پیران طریقت رکھنے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں باقی رہتا وہ حدیث اس طرح ہے کہ حضور پرنور سید عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"من کتب هذا الدعاء و جعله بین الصدر المیت و کفنه فی رقعة لم ینله عذاب القبر و لا یری منکرا و نکیرا وهو هذا" جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھدے اسے عذاب قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے۔"لااله الا الله و الله اکبر لا اله الا الله وحده لاشریك له لا اله الا الله له الملك و له الحمد لا اله الاالله لاحول و لاقوة الا بالله العلی العظیم"اھ

اس سے معلوم ہوا کہ میت کے سینہ پر شجرہ پیران طریقت رکھنا بہتر ہے کہ مغفرت کی امید ہے ہاں بعض شوافع نے سینہ پر رکھنے سے اختلاف کیا ہے اس لئے اختلاف علماء سے بچنے کے لئے زیادہ بہتر ہے کہ شجرہ قبر میں سرہانے طاق بنا کر رکھا جائے جیسا کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:''ہاں خروج عن الخلاف کے لئے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب و بجا ہے (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۲۷)واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　　　　　کتبہ: شاہد علی مصباحی

باب طعام المیت وایصال الثواب

دعوت میت اور ایصال ثواب کا بیان

مسئلہ: - از: محمد صدیق رضوی نوری، ۲۰ جواہر مارگ اندور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں

کسی شخص کا انتقال ہوا اور اس کے انتقال کے دوسرے روز ہی اس کے سوئم کی فاتحہ دے دی جاتی ہے اور پھر مرنے کے چوتھے دن چالیسواں کی فاتحہ بھی دے دی جاتی ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟ مرنے کے بعد سوئم کی فاتحہ کتنے روز کے بعد ہونا چاہئے اور چالیسویں کی فاتحہ کب دلوانا چاہئے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - انتقال کے بعد خاص کر تیسرے دن سوئم، دسویں دن دسواں اور چالیسویں دن چالیسواں کرنا ایک رسمی بات ہے۔ مردہ ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح ہوتا ہے اسے مدد کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے جتنی جلدی ہو سکے اسے ثواب پہونچایا جائے تو بہتر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ.' اور یہ تعینات عرفیہ ہیں۔ ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے نہ یہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۱۹) اور فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''فاتحہ خوانی کے لئے وقت مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ بغیر تعین وقت لوگوں کو دقت ہوگی مگر یہ ضروریات شرع نہیں بلکہ تخصیص عرفی ہے'' اھ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۴۷) لہذا انتقال کے دوسرے دن سوئم اور چوتھے دن چالیسواں کے نام پر مردہ کو ایصال ثواب کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کبتہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
یکم شعبان المعظم ۱۸ھ

مسئلہ: - از: سیف اللہ، قصبہ رتسڑ، بلیا

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں جو کچھ عمل کرتا ہے مرنے کے بعد اسی کا ثواب اس کو ملتا ہے۔ قرآن مجید پڑھنے یا کھانا وغیرہ کھلانے کا ثواب مردہ کو جو پہنچایا جاتا ہے وہ نہیں پہنچتا۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ زید جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے اس لئے کہ ابوداؤ نسائی کی حدیث ہے:" عن سعد بن عبادة قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بیرا و قال هذه لام سعد." یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا کہ ام سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے ان کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے۔ سرکار اقدس نے فرمایا پانی۔ (بہترین صدقہ ہے تو حضور کے ارشاد کے مطابق) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا۔ (اور اسے اپنی ماں کی طرف منسوب کرتے ہوئے) کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔ (یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے) مشکوۃ صفحہ ۱۶۹ اور حدیث شریف میں ہے:" عن عائشة ان رجلاً اتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال یا رسول الله ان امی افتلتت نفسها و لم توص و اظنها تکلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت عنها قال نعم." یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور وہ کسی بات کی وصیت نہ کرسکی۔ میرا گمان ہے کہ انتقال کے وقت اگر اسے کچھ کہنے سننے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ ضرور دیتی تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کی روح کو ثواب پہنچے گا۔ سرکار اقدس نے فرمایا کہ ہاں پہنچے گا۔ (مسلم جلد اول صفحہ ۳۲۴)

ان حدیثوں سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ زندہ آدمی اپنی نیکیوں کا ثواب مردہ کو بخشیں تو انہیں پہنچتا ہے بلکہ اگر ان کو ثواب پہنچنے کی نیت سے کوئی نیک کام کیا تب بھی اس کا ثواب ان کو پہنچ جاتا ہے اگرچہ بخشنے کے الفاظ زبان سے نہ کہے۔ اور جو لوگ کہ مردہ کو ثواب پہنچنے کا انکار کرتے ہیں یعنی دیوبندی ان کے مشہور مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں کہ میت کو عبادت بدنی اور مالی کا ثواب پہنچتا ہے۔ یعنی زندہ لوگ اگر کوئی نیک کام کریں۔ مثلاً قرآن شریف یا درود شریف پڑھیں، خدا کی راہ میں صدقہ خیرات دیں، کسی بھوکے کو کھانا کھلائیں تو ان کاموں کا ثواب خدا کی طرف سے انہیں ملے گا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اتنا بھی اختیار دیا ہے کہ اگر یہ نیک کام کرنے والے اپنا ثواب کسی میت کو پہنچانا چاہیں تو خدائے تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ اس کام کا ثواب میں نے فلاں شخص کو بخشا تو اللہ تعالیٰ اس میت کو وہ ثواب پہنچا دیتا ہے۔ (تعلیم السلام حصہ چہارم صفحہ ۲۶) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۹ ررجب المرجب ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از: محمد صلاح الدین ازہر القادری، راج گھاٹ بازار، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے گاؤں کے ایک عالم دین کا کہنا ہے کہ میت کے نام پر جو کھانا یا چنا ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ امیر یا بھائی، پٹی دار، دوست واحباب کا کھانا جائز نہیں ہے جو کھلائے گا گنہگار ہوگا اور کھانے والا بھی گنہگار ہوگا

جب پوچھا گیا تو بتایا کہ 'بہار شریعت' میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ "کھانا ناجائز ہے۔" اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے 'فتاویٰ رضویہ' میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اغنیاء کے لئے کھانا ناجائز ہے۔" اور دوسری کتاب نصرت الاصحاب میں ملک العلماء سید ظفر الدین صاحب قبلہ بہاری نے تحریر فرمایا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے جو لوگ کھانا وغیرہ پکوا کر کھلاتے ہیں لوگوں کو تو یہ میت کی طرف سے صدقہ ہے چاہیئے کہ صرف فقراء کو دیا جائے لیکن متعارف ہے کہ اعزاء واقارب دوست واحباب، اغنیاء وغیرہ سب کھاتے سب کو کھلاتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ صدقۂ واجبہ نہیں جو فقراء کے ساتھ خاص ہو اغنیاء کے لئے ناروا بلکہ صدقہ نافلہ ہے اور کار خیر۔

مشکوۃ شریف باب المعجزات میں ایک حدیث ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خود بنفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی طعام میت میں شریک ہوئے تو اگر یہ ناجائز ہوتا یا قابل احتراز ہوتا تو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز شریک نہ ہوتے۔ اور حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے ۱۹۸۶ء ماہنامہ سنی دنیا میں تحریر فرمایا ہے کہ امیر غریب، دوست واحباب رشتہ دار پٹی دار سب کو کھلانا جائز ہے اور کار ثواب ہے۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کس کے قول اور حکم پر عمل کریں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عطا فرمائیں تاکہ آپسی اختلاف ختم ہو سکے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- میت کا کھانا امیر غریب سب کے لئے جائز ہے کہ یہ صدقۂ نافلہ ہے صدقۂ واجبہ نہیں ہے۔ مگر اس کھانے کی دعوت ناجائز ہے۔ شامی جلد اول صفحہ ۶۲۹ میں ہے: "یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور و ھی بدعة مستقبحة .اھ" اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۷ میں ہے: "لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام کذا فی التتار خانیة . اھ" اور فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت۔ اھ" (بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۱۶۹)

اس سے واضح ہو گیا کہ بہار شریعت کے حوالے سے گاؤں کے عالم کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ امیر، بھائی پٹی دار اور دوست و احباب کو کھانا جائز نہیں۔ اس لئے کہ بہار شریعت میں تیجہ وغیرہ کی دعوت کو ناجائز لکھا ہے۔ کھانے کو ناجائز نہیں لکھا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۱۴ میں جو تحریر فرمایا ہے کہ: "وہ طعام کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔ 'لان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور.' اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ اھ" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اغنیاء کو بطور دعوت کھانا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس جملہ کا تعلق ماقبل کی اسی عبارت سے ہے جس میں بطور دعوت کھانے کو ناجائز فرمایا گیا ہے۔

اور جب فقہ کی معتبر کتابوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ طعام میت کے لئے دعوت ناجائز وممنوع ہے تو اگر بلادعوت اغنیاء کو وقت پر بلاکر کھلادے یا ان کے گھر کھانا بھیجوادے تو امیر کے لئے بھی جائز ہے جیسے کہ عام طور پر لوگ محرم کے مہینہ میں کھچڑا پکا کر بغیر دعوت سب کو کھلاتے ہیں۔

اور طعام میت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرکت بطور دعوت نہیں تھی ورنہ فقہائے کرام اس کے خلاف فتویٰ نہیں دیتے۔اور حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ کے فتویٰ کا بھی یہی مطلب ہے کہ میت کا کھانا بلادعوت سب کو کھلانا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳۰ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اوراد و وظائف اور قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب دوسرے کو پہنچانے کے لئے کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نابالغ اپنے اوراد و وظائف اور قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب دوسرے کو پہنچانے کے لئے جس کو چاہے دے سکتا ہے کہ اس میں نابالغ کا کچھ نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ یہ مسئلہ مفصل دلیلوں کے ساتھ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۱ پر ملاحظہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کبتہ: خورشید احمد مصباحی

۲ر جمادی الآخرہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد اکرام الدین نوری، مدرس گلشن بغداد، اندولی، بستی

کافر اپنے مذہب کے اعتبار سے اپنے مردوں کی روٹی کرتا ہے اور اس میں مسلمانوں کو بھی کھانا کھلا رہا ہے تو اس میں مسلمانوں کو اس کے یہاں کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جب کہ کھانا وغیرہ سب مسلم کے برتن میں مسلم باورچی نے بنایا ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- کفار کی دعوت میں شرکت کرنا شرعاً ممنوع اور عرفاً نہایت قبیح ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''مسلمان کو مطلقاً کافروں سے اجتناب چاہئے نہ کہ ان کفار سے اتنا خلط کہ ان کی دعوت میں شرکت ہو جن کے یہاں جانا اور کھانا بھی عرفاً نہایت قبیح ہے۔(فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۴۸) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: رضی الدین احمد القادری

۱۸ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: عبدالمصطفیٰ ادریسی، خیرا بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کھانے پر فاتحہ دلایا جاتا ہے وہ پورے کھانے پر دلانا چاہیئے یا تھوڑے پر؟ زید کہتا ہے کہ صرف اتنے پر دلایا جائے کہ جتنا کھایا جاسکے اور اس کی حفاظت کی جاسکے۔ پورے کھانے پر دلانے سے بے حرمتی ہے مثلاً ادھر ادھر گر کر پیروں کے نیچے پڑتا ہے، نالیوں میں جاتا ہے اور کتے وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں جو صحیح طریقہ ہو بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عید وغیرہ تہوار کے موقع پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اس میں سے جتنے پر فاتحہ دلایا جاتا ہے۔ اتنا متبرک ہوتا ہے اور اتنا ہی کا ثواب ملتا ہے۔ لہذا جتنے پر فاتحہ دلایا جاتا ہے اس کا احترام ضروری ہے۔ اور باقی کھانے کا بھی احترام کرنا چاہیئے۔ اور بزرگان دین کے نام پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ وہ سب فاتحہ کے پہلے ہی تبرک ہوجاتا ہے اور اس کا احترام لازم ہے۔ اور اگر کسی عام مسلمان کے ایصال ثواب کے لئے لوگوں کو کھانے کی دعوت دیکر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے تو اس میں سے جتنے پر فاتحہ دلایا جاتا ہے اتنا ہی متبرک ہوتا ہے کل نہیں۔ لیکن زیادہ پر فاتحہ دلایا جائے تو بہتر ہے کہ زیادہ ثواب ملے گا۔

لہذا جتنے پر فاتحہ دلایا جائے اس کا احترام ضروری ہے اور باقی کا بھی احترام کرنا چاہیئے کہ یہ رزق الٰہی ہے۔ اور رزق الٰہی کی بے حرمتی سخت ناپسند وممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۷؍رجب المرجب ۱۸ھ

مسئلہ:۔

میت کے اٹھانے سے قبل غلہ اکٹھا کرنا اور اس کو بعد دفن فی زمانہ کے فقیروں کو تقسیم کرنا اور قبروں کو کھودنے والے غیر مسلم لونیوں کو غلہ دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ موت کے بعد جو غلہ اکٹھا کیا جاتا ہے عموماً وہ میت کے ایصال ثواب کے لئے ہوتا ہے اور وہ غلہ صدقۂ نافلہ ہے جسے ہر مالدار وفقیر کو لینا جائز ہے۔ لہذا اس زمانہ کے فقیروں کو مذکورہ غلہ دینا بلاشبہ جائز ہے۔ البتہ غیر مسلموں کو دینا ہرگز جائز نہیں کہ یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں اور کافر حربی پر کچھ بھی صدقہ کرنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''بحر الرائق وغیرہ میں تصریح ہے کہ کافر حربی پر کچھ تصدق کرنا اصلاً جائز نہیں۔ اھ'' (الملفوظ اول صفحہ ۱۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۵؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: خلیل احمد، سی ۸۹/ ۸۹ مکندوہار، کرول نگر، دہلی۔۹۴

زید ایک ایسے محلہ کی مسجد کا امام ہے جس میں سنی اور دیوبندی ہر مکتب فکر کے لوگ نماز پڑھتے ہیں مگر اس کا عقیدہ ہے کہ فاتحہ کیا ہے ہم نہیں جانتے کسی کھانے کے اوپر فاتحہ پڑھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا.

(۲) اجتماعی طور پر نہ کسی مکان اور نہ کسی دکان کہیں بھی قرآن خوانی جائز نہیں؟

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا.

زید کہتا ہے کہ ان چیزوں کی قرآن واحادیث میں کوئی اصل نہیں۔ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں تاکہ اسے دکھایا جاسکے۔

الجواب:۔ کھانا وغیرہ پر فاتحہ پڑھنا بلاشبہ جائز ومستحسن اور ثواب کا کام ہے حدیث شریف میں ہے: "عن سعد بن عبادة قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا و قال هذه لام سعد." یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا ہے ان کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے۔ سرکار نے فرمایا پانی تو آپ نے کنواں کھودوایا اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے۔ (ابوداؤد باب الزکاۃ جلد اول صفحہ ۲۳۶ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۹)

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوگیا کہ کھانا یا شیرنی وغیرہ کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ صحابی رسول نے اشارۂ قریب کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا "هذه لام سعد" جس سے معلوم ہوا کہ کنواں ان کے سامنے تھا۔ اور سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''طعامے کہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند بر آں فاتحہ، قل ودرود خواندن بترک می شود وخوردن بسیار خوب است۔'' یعنی جس کھانے پر حضرات حسنین کی نیاز کریں اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۴۸) اور تحریر فرماتے ہیں: ''اگر مالیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخوراند جائز است مضائقہ نیست۔'' یعنی اگر مالیدہ اور چاول کی کھیر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلاوے تو جائز ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۵۰)

اور خود دیوبندیوں کے پیر، دادا پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نزدیک بھی کھانا شیرنی وغیرہ پر فاتحہ پڑھنا جائز ہے وہ لکھتے ہیں: ''بلکہ اگر کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں: جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تعامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی متاخرین نے یہ خیال کیا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر

موافقت قلب ولسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو تو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے کہ اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے کہ جمع بین العبادتین ہے۔ چہ خوش بود برآید بیک کرشمہ دو کار قرآن کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں، کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لئے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے کہ پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۶) اور حاجی صاحب آگے لکھتے ہیں: ''گیارہویں شریف حضرت غوث پاک قدس سرہٗ اور دسواں، بیسواں، چہلم وششماہی وسالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وحلوائے شب براءت ودیگر ثواب کے کام اسی قاعدہ پر مبنی ہے۔''
(فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۷) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) قرآن خوانی کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ و الحسنۃ بعشر امثالھا لا اقول الم حرف الف حرف لام حرف و میم حرف." یعنی جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھتا ہے اسے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔ اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ 'الٓمٓ' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۶)

لہٰذا قرآن خوانی یعنی قرآن پڑھنے میں بہر حال ثواب ہے چاہے تنہا پڑھے یا اجتماعی طور پر اس لئے کہ حدیث شریف کا بیان عام ہے تنہا پڑھنے والے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسۂ ذکر میں صلاۃ وسلام پڑھنا واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً." یعنی اے ایمان والوں نبی پر درود بھیجو اور صلاۃ وسلام پڑھو جیسا کہ صلاۃ وسلام پڑھنے کا حق ہے۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۴) اور مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام صفحہ ۱۵۷ میں ہے: "اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذکرہ فعند الطحاوی یجب فی کل مرۃ و اما عند الکرخی رحمہ اللہ لا یجب فی العمر الا مرۃ و قیل یکفی فی المجلس مرۃ کسجدۃ التلاوۃ و بہ یفتی و فی شرح المجمع قال الامام السرخسی المختار انھا مستحبۃ کلما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہ الفتویٰ و یسلم علیہ مع الصلاۃ ای یقول الصلاۃ و السلام

علیك یا رسول اللہ او غیر ذلك. اھ ملخصاً" اور شامی جلد اول صفحہ ۵۱۷ پر ہے: " مقتضی الدلیل افتراضھا (ای الصلاۃ و السلام) فی العمر مرۃ و ایجابھا کلما ذکر الا ان یتحد المسجد فیستحب التکرار بالتکرار. اھ" اور آیت کریمہ مطلق ہے یعنی اس میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام کس طرح پڑھا جائے۔

لہذا مسلمانوں کو اختیار ہے جیسے چاہیں پڑھیں خواہ کھڑے ہو کر یا کسی اور طریقہ پر قاعدہ کلیہ ہے "المطلق یجری علی اطلاقه." یہاں تک کہ جو لوگ صلاۃ وسلام پڑھنے کو ناجائز بتاتے ہیں ان کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۸)

لہذا زید جو مروجہ قرآن خوانی و فاتحہ اور صلاۃ وسلام پڑھنے کو ناجائز و حرام بتاتا ہے وہ گمراہ و بد مذہب ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ اسے فوراً امامت کے منصب سے ہٹا دیں اور کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو اس مسجد کا امام مقرر کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-

زید کا انتقال ہو گیا اس کے تیجہ و چہلم کے موقع پر گاؤں والوں نے کہا کہ ہر گھر کے ایک ایک فرد کو کھلانے کا رواج ہے تو اس پر بکر نے کہا کہ تیجہ و چہلم کا کھانا کھلانا کوئی ضروری نہیں اس سے اچھا اس کھانے کو غریب و مسکین یا مدرسہ میں دیدیں تو بہتر ہوگا۔ اس پر خالد نے کہا 'تم بہت حدیث چھانٹتے (بکتے) ہو زیادہ حدیث پڑھ گئے ہو' تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کے تیجہ و چہلم کے موقع پر گاؤں والوں کا یہ کہنا ان کی جہالت ہے کہ ہر گھر کے ایک ایک فرد کو کھلاؤ کہ گاؤں کا یہ رواج سراسر حکم شرع کے خلاف ہے۔ اور بکر کا یہ کہنا صحیح ہے تیجہ و چہلم کے موقع پر کھانا کھلانا کوئی ضروری نہیں بلکہ اس سے اچھا اس کھانے کو غریب، مسکین، یا مدرسہ میں دیدیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۲) اور تحریر فرماتے ہیں یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔'' امام احمد نے اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: "کنا

نعد الاجتماع الی اهل المیت وضعهم الطعام من النیاحة. "یعنی ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہوتے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔" (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۸) اور فتح القدیر صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ پشاور میں ہے: "یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور و هی بدعة مستقبحة."

اور شریعت کا صحیح حکم بتانے پر بکر سے خالد کا یہ کہنا کہ تم بہت حدیث چھانٹتے ہو (بکتے ہو) زیادہ حدیث پڑھ گئے ہو یہ اس کی کھلی ہوئی گمراہی ہے حدیث شریف اور حکم شرع کی توہین ہے اور یہ کفر ہے جیسا کہ بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۷۲ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علم دین ہے کفر ہے۔ یو ہیں شرع کی توہین کرنا۔

لہٰذا خالد پر واجب ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور شریعت کا حکم بتانے پر ایسی بیہودہ باتیں آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ و الله تعالی اعلم.

الاجوبة کلها صحیحة: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
۲۲ / ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ: - از: وصال احمد اعظمی، رسول آباد، سلطانپور

کسی شخص کو ایصال ثواب کی خاطر ۱۰ قرآن پاک دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہم نے تیس بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دیا ہے تو یہ درست ہے یا نہیں۔ اگر شخص مذکور بخوشی روپیہ پیش کرے تو اس کا قبول کرنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا.**

الجواب: - جس حدیث شریف میں سورۂ اخلاص پڑھنے کے ثواب کو قرآن مجید کے ثواب کے برابر فرمایا گیا وہاں صرف سورۂ اخلاص کی فضیلت بتانا مقصود ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر اعتبار سے سورۂ اخلاص پڑھنے کا ثواب قرآن مجید پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے۔ حدیث شریف: "قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ یعدل ثلث القرآن" کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں: "معناه ان لها فضلا فی الثواب تحرضاً علی تعلمها لا ان قرأتها ثلاث مرات کقرأة القرآن فان هذا لا یستقیم و لو قرأها مائة مرة." (مرقاۃ جلد چہارم صفحہ ۳۴۹)

اور اگر تیس سورۂ اخلاص پڑھنے سے دس قرآن پاک پڑھنے کی طرح ہو جائے تو تراویح میں پورے قرآن پاک کی جگہ صرف تین بار سورۂ اخلاص کا پڑھنا کافی ہو جائے گا۔ اور بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۱۶۹ پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولاد والدین کی طرف نظر رحمت کرے تو اسے حج مبرور کا ثواب ملتا ہے الخ۔ تو والدین کو ایک بار محبت کی نظر سے دیکھ لینے پر حج نہیں پورا ہو جائے گا۔ لہٰذا کسی کو ایصال ثواب کی خاطر دس قرآن مجید یہ کہہ کر دینا کہ ہم نے تیس بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دیا ہے درست نہیں۔ صرف تیس بار سورۂ اخلاص کا پڑھنا شمار کیا جائے گا۔

اور شخص مذکور اگر قرآن پڑھنے کی اجرت سمجھ کر روپیہ نہ دے اور نہ لینے والے کی یہ نیت ہو تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر اس علاقہ میں لوگ قرآن پڑھنے والوں کو دینا واجب سمجھتے ہوں اور لینے والے ایک جگہ نہ ملنے پر دوبارہ وہاں نہ جاتے ہوں یا بادل نخواستہ جاتے ہوں تو گویا یہ قرآن پاک کی اجرت سمجھ کر دینا اور لینا ہوا گرچہ بظاہر لینے والے اجرت کی شرط نہیں لگاتے مگر عرفاً اجرت یہی ہے: "فان المعروف عرفاً کالمشروط لفظا." اور تلاوت قرآن پر اجرت لینا اور دینا دونوں حرام و گناہ ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۶۷ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
۵؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ: ۔از: رضی الدین احمد القادری، مقام سرسیا، ایس نگر

قرآن خوانی کرانے کا ثواب کیا ہے؟

الجواب:۔ قرآن خوانی کا بہت بڑا ثواب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من قرأ حرفا من کتاب اللّٰہ فلہ بہ حسنۃ و الحسنۃ بعشر امثالھا، لا اقول 'الم' حرف الف حرف و لام حرف و میم حرف رواہ الترمذی و الدارمی." یعنی جو شخص کتاب اللہ (قرآن مجید) کا ایک حرف پڑھے گا اس کو ایک نیکی ملے گی جو دس کے برابر ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ 'الٓمٓ' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۶) اور جو قرآن خوانی کرائے گا اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ." (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳) اور ہر اچھے کام کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔ بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۲۴۳ پر ہے ایصال ثواب یعنی قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔اھ"

لیکن قرآن خوانی کے ثواب کے میت تک پہنچنے کے لئے چند شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا اس کو صحیح پڑھتا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: "رب قارئ القرآن و ھو لاعنہ." یعنی بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ ان پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ اور آج کل اکثر مکاتب اسلامیہ میں ذ، ز، ظ کو، ج، ق کو، ک، ش کو س اور غ کو گ پڑھاتے ہیں یہ سخت گناہ ہے، قرآن کے حروف کو بدل کر پڑھنا حرام ہے دوسری شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا اس پر اجرت (پیسہ) نہ لیتا ہو اور نہ ہی وہاں ایسا رواج بن چکا ہو کہ جو بھی قرآن پڑھتا ہے اس کو پیسہ دیا جاتا ہو کہ "المعھود کالمشروط" یعنی جب چیز مشہور ہو جاتی ہے تو اسے بھی مشروط ہی کا حکم دیا جاتا ہے کیوں کہ طاعات (ثواب کے کام) پر اجرت لینا جائز نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''طاعت و عبادت پر فیس لینی حرام ہے

(جلد۴ص ۴۴۸) مبسوط پھر خلاصہ پھر عالمگیری۔" میں ہے: "لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر و لا یجب الاجراء ملخصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۹۵) اور اسی میں صفحہ ۱۶۷ پر ہے: "تلاوت قرآن وذکر الٰہی پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہے لینے والے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجے گا گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت واشد ہے۔اھ" اور حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "ان القران بالاجرة لا یستحق الثواب لا للمیت و لا للقاری و یمنع القاری للدنیا و الآخذ و المعطی آثمان فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لا یجوز لان فیه الامر بالقرأة و اعطاء الثواب للآمر و القرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستجار. اھ" (ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۳۹)

اور تیسری شرط یہ ہے کہ پڑھنے والے پر کوئی فرض یا واجب نماز باقی نہ ہو کیوں کہ جب تک فرض یا واجب نماز ذمہ باقی ہو قرآن مجید پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا کہ وہ مستحب ہے جو نفل کے حکم میں ہے اور حدیث شریف میں ہے: "انه لا یقبل نافلة حتی تؤدی الفریضة." یعنی کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے اھ، ہاں اگر یہ شخص جس کے ذمہ فرض یا واجب باقی ہے اگر ان اوقات میں قرآن کی تلاوت کرے جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں یا ایسی مصروفیت کے وقت پڑھے کہ اس میں نماز پڑھنا ممکن نہیں تو اس کا ثواب اسے ملے گا جسے وہ میت کو پہنچا سکتا ہے۔ ان شرطوں کے ساتھ قرآن خوانی کرائی جائے تو پڑھنے والے پڑھانے والے اور میت تینوں کو ثواب ملے گا۔ و اللہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۲۶ ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ: - از: شرافت حسین عزیزی ثاقب، دھنباد، بہار

حضرت خضر علیہ السلام کی فاتحہ کے لئے ہندی مہینہ بھادوں کی آخری جمعرات کو عورتیں پھل وغیرہ لے کر تالاب یا ندی کے سامنے جاتی ہیں وہاں فاتحہ دلاتی اور کشتی چھوڑتی ہیں تو یہ از روئے شرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - حضرت خضر علیہ السلام کے نام فاتحہ دلانا جائز ودرست ہے مگر اس کے لئے عورتوں کو تالاب وغیرہ پر جانا اور کشتی چھوڑنا جہالت اور تشبہ ہنود ہے اس سے بچنا لازم ہے، اور ان کی فاتحہ کے لئے تالاب یا ندی کے کنارے نہ جائیں بلکہ گھر ہی پر فاتحہ دلائیں کہ گھر میں اللہ ورسول کا ذکر ہونا باعث رحمت وبرکت ہے۔ اور اس کے لئے دن یا مہینہ کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ آدمی جب چاہے ان کی فاتحہ دلا سکتا ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: سلامت حسین نوری

۳ ر رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: حسن علی، اماری بازار، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک درخت کے نیچے ایک شخص یٰس نامی بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے اوپر درخت کی ایک شاخ گری اور وہ مرگیا۔ اس واقعہ کو تقریباً پچاس سال ہوئے۔ اتفاق سے یٰس کے گھر والے کچھ بیماری وغیرہ سے پریشان ہوئے تو وہ لوگ ایک ایسے شخص کے پاس گئے جو اپنے کو بابا مشہور کر رکھا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو شہیدوں، ولیوں اور بڑے پیر وغیرہ کی سواری آتی ہے۔ حالانکہ وہ نہ پنجوقتی نماز پڑھتا ہے نہ جمعہ پڑھتا ہے۔ اس نے یٰس کے گھر والوں سے کہا کہ یٰس نے ہم کو بشارت دی ہے کہ میں شہید ہوں ہمارا مزار بنوادو، جھنڈا رہ کردو، گاگر جلوس اور چادر وغیرہ چڑھاؤ، تو اس کے گھر والوں نے درخت کے نیچے مرنے کی جگہ پر فرضی مزار بنایا گاگر جلوس کا پروگرام کیا گیا۔ قوالی ہوئی اور لوگوں کو کھانا بھی کھلایا گیا اس سلسلے میں جو مرغا ذبح کیا گیا وہ ایک آدمی نے بسم اللہ اللہ اکبر کے بجائے یٰس بابا کہہ کر ذبح کیا تو ان باتوں کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں بنے ہوئے مکار وفریب کار بابا کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہم کو شہیدوں، ولیوں اور بڑے پیر وغیرہ کی سواری آتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ البتہ شیطان اور اس کی ذریات اس پر مکمل طور سے ضرور مسلط ہیں ورنہ وہ ایسی بکواس ہرگز نہ کرتا۔ شہید، ولی اور بڑے پیر تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں ان کو ایک بے نمازی فاسق وفاجر اور مکار بنے ہوئے بابا سے کیا تعلق۔ اور اس کا یہ کہنا بھی سراسر جھوٹ ہے کہ یٰس نے ہمیں بشارت دی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے جھوٹے بابا سے دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ایاکم و ایاھم (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) اس کے کہنے پر جو فرضی مزار بنایا گیا ہے اسے کھود کر پھینک دیں ورنہ اسے صحیح مزار سمجھ کر لوگ زیارت کریں گے اور مستحق لعنت ہوں گے کہ حدیث شریف میں ہے: لعن اللہ من زار بلا مزار" یعنی اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو بغیر (قبر والے) مزار کی زیارت کرے۔

اور جس نے اللہ کے نام کی جگہ یٰس بابا کا نام لے کر مرغا ذبح کیا اور مسلمانوں کو حرام ومرداری گوشت کھلایا اسے کلمہ پڑھا کر علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور بیوی والا ہو تو دوبارہ اس کا نکاح پڑھایا جائے اور اس سے عہد لیا جائے کہ آئندہ پھر کبھی بسم اللہ اللہ اکبر کی بجائے دوسرا نام لے کر کوئی جانور ذبح نہیں کرے گا۔ اور جن لوگوں نے جان بوجھ کر اس مرداری مرغا کا گوشت کھایا نیز یٰس کے گھر والے اور وہ تمام لوگ جو چادر گاگر کے جلوس وغیرہ میں شریک رہے سب کو توبہ کرایا جائے اور ان سے عہد لیا جائے کہ آئندہ پھر اس طرح کا کوئی پروگرام ہرگز نہیں کریں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اس جلسۂ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممدوح معاون ہیں سب گنہگار وفاسق ہیں: "قال اللہ تعالیٰ:" و

لَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ"۔ (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۱۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: سلامت حسین نوری

۱رجمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔از: سلیم احمد، جسپور (یو، ایس، این) اترانچل

کسی بزرگ یا رشتے دار کی قبر پر جاکر فاتحہ کس طرح پڑھنا چاہئے؟ اور فاتحہ کا مختصر طریقہ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ قبر پر پائنتی کی جانب سے جائے اور میت کے منہ کے سامنے کم از کم چار قدم دور باادب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو اور یہ کہے "السلام علیکم یا اھل دار قوم مؤمنین یغفر اللہ لنا و لکم انتم لنا سلف و نحن با لاثر.اھ" پھر اس کے بعد فاتحہ پڑھے اس کا مختصر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین، پانچ یا سات بار درود شریف پڑھے پھر چاروں قل یعنی قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے پھر سورۂ فاتحہ یعنی الحمدللہ شریف پڑھے اور ممکن ہو تو الم سے مفلحون تک بھی پڑھ لے پھر آخر میں تین، پانچ یا سات بار درود شریف پڑھے اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرے یا اللہ! ہم نے جو کچھ درود شریف پڑھا اور قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کی ان کا ثواب (اگر کھانا یا شیرینی ہو تو اتنا اور کہے کہ اس کھانا اور شرینی کا ثواب) میری جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر پہنچادے پھر ان کے وسیلے سے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور صحابہ وتمام اولیاء وعلماء کو عطا فرما (پھر خصوصیت کے ساتھ صاحب قبر کا نام لے) مثلاً یوں کہیں خصوصاً ہمارے والد،، والدہ یا دادا، دادی یا نانا، نانی کی روح کو ثواب پہنچادے اور پھر جملہ مؤمنین ومومنات کی روحوں کو ثواب عطا فرما۔ آمین برحمتك یا ارحم الراحمین ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۵۰ باب زیارۃ القبور میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۲۱ رذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:۔از: پرویز عالم، فاتح پور، گیا، بہار

(۱) ہمارے یہاں گیا ضلع میں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی میت ہو جاتی ہے تو ہم لوگ تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں کرتے ہیں اور باقاعدہ اپنے رشتہ داروں کو قرآن خوانی کی دعوت دیتے ہیں نیز غرباء وفقرا کو بھی دعوت دیتے ہیں اور سبھوں کے لئے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں اس تقریب میں اپنے بیگانے اور محلہ کے معزز حضرات شرکت کرتے ہیں نیز غیر مذہب کے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں اور شریک طعام ہوتے ہیں تو ان لوگوں کا شریک طعام ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) ہمارے یہاں دیہات میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟ بینوا

توجروا.

الجواب:- میت کے تیجہ دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ میں میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرنا غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا بہتر ہے لیکن دوست واحباب رشتہ داروں اور محلّہ کے معزز حضرات نیز غیر مسلموں کو شادی کی طرح دعوت کرنا ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم میں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۷ میں ہے: " لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة ايام كذا فى التتار خانية. اھ" اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۴۰ میں ہے: " يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لا فى الشرور و هى بدعة مستقبحة. اھ"

اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں سوم، دہم، چہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے کمافی مجمع البرکات،: ''موت میں دعوت ناجائز ہے فتح القدیر وغیرہ میں ہے "انها بدعة مستقبحة لانها شرعت فى السرور لا فى الشرور.اھ" تین دن تک اس کا معمول ہے۔ لہٰذا ممنوع ہے اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۲۳) و الله تعالى اعلم.

(۲) جو شخص میت کے کھانے کے انتظار میں رہتا ہے اس کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے۔ تو بیشک ایسا کھانا اس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو میت کے کھانے کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مر جاتا ہے ذکر و طاعت الٰہی کے لئے حیات و چستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لئے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں شاغل۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۲۳) و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۱۳ر صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: شہاب الدین احمد، سرسیا، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ (الف) گاؤں کے باہر لوگ مصنوعی قبر بنائے ہوئے ہیں۔ صاحب قبر کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ گاؤں کے بڑے بوڑھوں سے پوچھا گیا تو ان لوگوں نے بتایا کہ ہم لوگوں نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ رات میں اس جگہ کوئی سفید چیز نظر آ رہی تھی جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی شخص سفید لباس پہنے ہوئے کھڑا ہے تو صبح کے وقت لوگوں نے اس جگہ تھوڑی سی مٹی رکھ دی اور اس جگہ کو ملنگ بابا کے تھان کے نام سے یاد کرنے لگے اور اس جگہ فاتحہ دلانا شروع کر دیئے۔ کافی عرصہ گذرنے کے بعد گاؤں کے ہندو پردھان اور کچھ مسلمانوں نے مل کر اس جگہ پختہ قبر بنوادی ہے۔ دریافت کرنا یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی ثبوت کے مصنوعی قبر کو پختہ قبر بنوانا اور اس پر چادر چڑھانا اور اس جگہ فاتحہ دلانا کیسا

ہے؟ جن مسلمانوں نے اس کے بنوانے میں حصہ لیا ہے ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(ب) جس مسلمان کاریگر نے اس کو بنایا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(ج) جو مسلمان اس مصنوعی قبر کی مجاوری کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف مائل کرتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- (الف، ب، ج) یہ سب واہیات، خرافات اور جاہلانہ حماقتیں ہیں ان کا ازالہ لازم ہے۔ شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ محض روشنی اور سفید چیز کے نظر آنے سے قبر کا ثبوت نہیں ہوتا اور فرضی قبر کی زیارت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ نیاز و فاتحہ دلانا سب ناجائز اور کسی بزرگ کی جانب اس کی نسبت محض افترا ہے۔ بنوانے والے اور مجاوری کرنے والے سب کے سب گنہگار ہوئے ان پر توبہ لازم اور بنانے والے نے اگر بغیر اجرت بنایا تو اس کو بھی توبہ کرنا ضروری ہے۔ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم. و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

کتاب الزکاۃ

زکاۃ کا بیان

مسئلہ:- از: احمد علی خاں، نوتنواں، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو کچھ روپیہ بطور قرض آٹھ ماہ کے لئے دیا مگر اس نے وہ روپیہ آٹھ ماہ کی بجائے تین سال پر ادا کیا زید ہر سال ان روپیوں کی زکاۃ نکالتا رہا تو کیا زکاۃ میں دی گئی رقم وہ بکر سے پانے کا حقدار ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جس آدمی کا روپیہ کسی کے ذمہ باقی ہو تو اس کی زکاۃ اسی شخص پر واجب ہوگی جس کا وہ روپیہ ہے نہ کہ باقی دار پر البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جبکہ قرض لینے والا قرض ادا کردے اور اگر قرض ملنے سے پہلے ہی اس کی زکاۃ دے دی تو ادا ہوگئی۔ فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''اگر دین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے تو جب مال ملے گا سالہائے گذشتہ کی بھی زکاۃ واجب ہے۔ انتھی ملخصاً'' (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۲)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی بھی زکاۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہو، اس وقت ادا واجب ہوگی جتنے برس گذرے ہوں سب کا حساب لگا کر'' (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۴۳۲) اور تحریر فرماتے ہیں: ''پانچ سو کہ قرض میں پھیلا ہے اگر فی الحال سب کی زکاۃ دے دے تو آئندہ کے بار بار محاسبہ سے نجات ہے'' اھ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۴۱۰)

لہذا جب زید قرض ملنے سے پہلے ہی ہر سال اس مال کی زکاۃ نکالتا رہا تو وہ ادا ہوگئی مگر زکاۃ میں دی گئی رقم بکر سے پانے کا وہ حق دار نہیں اس لئے کہ اس مال کی زکاۃ زید ہی پر واجب تھی البتہ بکر وعدہ خلافی کرنے کے سبب گنہگار ہوا اور زید ثواب کا مستحق ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من كان له علي رجل حق و من اخره كان له بكل يوم صدقة." یعنی جس کا کسی شخص پر حق ہو اور وہ اسے مہلت دے تو اسے ہر دن کے عوض اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۶۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: ۔از: عبدالغفار روانی، بڑگام، کشمیر

اگر کسی شخص کے پاس سونا، چاندی اور نہ ہی روپیہ ہے لیکن اس کے پاس درخت ہے کیا اس پر زکاۃ واجب ہے۔ اور اگر واجب ہے تو درختوں کی زکاۃ کس طرح ادا کرے گا؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جس شخص کے پاس درختوں کے علاوہ سونا، چاندی نہیں اور نہ ہی مال تجارت ہے اور نہ اتنے روپئے ہیں کہ بازار میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا خرید سکتا ہے تو اس پر زکاۃ واجب نہیں، اس لئے کہ درخت پر عشر و زکاۃ نہیں۔ البتہ ان کے پھلوں میں عشر واجب ہے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جو چیز زمین کے تابع ہو جیسے درخت اس میں عشر نہیں۔اھ'' (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۵۳) اور حضرت علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "لا عشر فیما هو تابع للارض كالنخل و الاشجار لانه بمنزلة جزء الارض." (بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۲۳۸) اور جوہرہ نیرہ جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے: "العشر عنده يجب في قليل الثمار و كثيرها لانه لا يعتبر فيها النصاب." والله تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ۔از: الحاج عبدالسلام خاں رضوی، نور کاٹیج انڈسٹریز، بھدوہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر مالک نصاب کسی دارالعلوم کے ذمہ دار کو زکاۃ کی رقم دے کر تاکید کر دے کہ اسی رقم سے غلہ خرید کر غریب طلبہ کو کھلائیں۔ تو اس نے اسی رقم سے غلہ خرید کر طلبہ کو کھلایا تو اس طرح زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بينوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زکاۃ کی اسی رقم سے غلہ خرید کر طلبہ کو کھلانے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ کھانا کھلانے میں اباحت پائی جاتی ہے تملیک نہیں پائی جاتی۔ جبکہ تملیک یعنی محتاج کو مالک بنا دینا زکاۃ کا رکن ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۸۰ پر ہے۔ اور عام طور پر مدارس اسلامیہ میں طلبہ کو جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس میں تملیک نہیں پائی جاتی ہے۔ اباحت پائی جاتی ہے یعنی طالب علم اس کھانے کا مالک نہیں ہوتا صرف اسے خود کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم اپنا کھانا بیچ دے تو مدرسہ کے ذمہ داران کو ضرور اعتراض ہوتا ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ طلبہ کو مدرسہ میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اس کے وہ مالک نہیں ہوتے اگر وہ مالک ہو جاتے تو بیچنے پر مدرسہ والوں کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''ادائے زکاۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریق دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکاۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے۔ نہ تملیک یعنی مدعو اس طعام کو ملک داعی پر کھاتا ہے۔ اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں

کو روا نہیں کہ طعام دعوت سے بے اذن میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں یا ایک خوان والے دوسرے خوان والوں کو اپنے پاس سے کچھ اٹھا دیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔اھ'' (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۳۸۰) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "لو اطعم یتیما ناویا الزکاۃ لایجزیه الا اذا دفع المطعوم کمالو کساہ. اھ" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳)

لہٰذا وہ مدارس جو دین و مذہب کے لئے وقت کی اہم ضرورت پوری کر رہے ہیں مثلاً باہر ملکوں میں تبلیغ و اشاعت کے لئے عربی و انگریزی میں مضامین لکھنے اور ان میں تقریر کرنے کے مشق کراتے ہیں۔ یا تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں یا فتویٰ نویسی کی تربیت گاہ قائم کر کے فارغ التحصیل علماء کو مفتی بناتے ہیں۔ اور ان کے کھانے رہنے کا معیاری انتظام کرتے ہیں اس لئے کہ وہ بچے نہیں ہوتے ہیں باصلاحیت علماء ہوتے ہیں اور مدرسہ کی طرف سے انہیں ماہانہ اچھی مقدار میں وظیفہ بھی دیتے ہیں۔ اور ایسے کاموں کے لئے بڑی بڑی قیمتی کتابیں بھی انہیں فراہم کرنی پڑتی ہیں۔

بعض لوگ ایسے اہم مدارس میں زکاۃ کی رقم اس خیال سے زیادہ نہیں دیتے کہ اس میں پڑھنے والے اور کھانے والے کم ہیں۔ یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے اس لئے کہ جب ان کی رقم سے طلبہ کو کھانا کھلانے میں زکاۃ ادا ہی نہیں ہوتی تو مدارس کے ذمہ دار بحیثیت وکیل حیلۂ شرعی سے زکاۃ کی رقم کا کسی غریب طالب علم کو مالک بناتے ہیں پھر طالب علم وہ رقم مدرسہ میں دیتا ہے تو اس کی رقم طلبہ کے کھلانے پر صرف ہوتی ہے نہ کہ زکاۃ دینے والے کی رقم۔ اس لئے کہ ملکیت کے بدلنے سے مال بھی حکماً بدل جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گوشت کے متعلق جو حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور صدقۂ واجبہ دیا گیا تھا۔ فرمایا: "لك صدقة و لنا هدية" یعنی وہ گوشت تمہارے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ رئیس الفقہاء حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: "یعنی اذا اخذته من المالك كان صدقة عليك و اذا اعطيته ايانا تصير هدية لنا فعلم ان تبدل الملك يوجب تبدلاً في العين. اھ" (نور الانوار صفحہ ۴۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۵ ربیع الاول ۲۰ھ

مسئلہ:- از: صغیر احمد خاں قادری، شکرتالاب، کھنڈوہ، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) ایک شخص کی تنخواہ چار ہزار سے کچھ زائد ہے۔ سال بھر کی تنخواہ پچاس ہزار ہو جاتی ہے کیا اس پر زکاۃ نکالنا فرض ہے؟

بینوا توجروا۔

(۲) زید نے ایک بورا گیہوں بٹائی پر بویا ہے جس سے بیس بورے گیہوں پیدا ہونے کی امید ہے دس بورے کھیت والے کو ملیں گے اور دس بورے زید کو تو اس پیداوار سے زید کو کتنی زکاۃ نکالنی پڑے گی؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:- (۱) اگر شخص مذکور اپنی حاجت اصلیہ سے فارغ اتنے روپئے کا مالک ہے جو نصاب کی قیمت کو پہنچتے ہوں یا تو بقدر نصاب نقدی روپئے کا مالک نہ ہو مگر اس کے پاس سونا، چاندی یا اسباب تجارت وغیرہ ہوں جو خود تنہا یا ایک دوسرے سے مل کر نصاب کی قیمت کو پہنچتے ہوں اور ان پر سال گذر جائے تو زکاۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۱ میں ہے: "نصاب الذهب عشرون مثقالاً و الفضة مائتا درم." اس کے تحت شامی میں ہے: "فمادون ذلك لازكاة فيه." پھر درمختار جلد دوم صفحہ ۳۳ پر ہے: "اللازم فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب او ورق مقوما باحدهما ربع عشر اه ملخصا." واللّٰه تعالیٰ اعلم.

(۲) صورت مسئولہ میں زید کو اپنے حصہ کی زکاۃ نکالنی پڑے گی۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۱ میں ہے: "و فی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه و لو من العامل فعلیهما بالحصة." اگر اس نے اس کی کاشت بارش، نہر، نالے، چشمہ اور دریا کے پانی سے کی ہے یا بغیر آبپاشی کے قدرتی نمی سے پیدا ہوا ہے۔ تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہوگا۔ اور اگر اس کی سیرابی چرسے، ڈول اور پمپنگ سیٹ سے یا پانی خرید کر کیا ہے تو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوگا۔ درمختار صفحہ ۵۳ تا ۵۵ میں ہے: "تجب (العشر) فی مسقی سماء أی مطر و سیح کنهر و یجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر و دالیة ای دولاب. ملخصاً" اور اگر کچھ دنوں بارش کے پانی سے اور کچھ دنوں ڈول و چرسے سے سیراب کیا ہے تو اگر اکثر بارش کے پانی سے سیراب کیا ہے تو عشر واجب ہوگا ورنہ نصف عشر یعنی جب کہ بارش کا پانی ڈول وغیرہ کے پانی سے کم رہا ہو یا دونوں برابر رہے تو اس صورت میں بھی بیسواں حصہ واجب ہوگا۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۵۵ ہے: "لو سقی سیحا و بآلة اعتبر الغالب و لو استویا فنصفه." و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۱ / ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد نظام الدین صاحب، مقام سرسیا، ایس نگر

ایک شخص نے اپنے رہنے کا مکان بنانے کے لئے زمین خریدی پھر اسے نامناسب قرار دیکر بیچنے کی نیت اور مکان بنانے کے لئے دوسری زمین خریدی تو پہلی زمین کی مالیت پر زکاۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا۔**

الجواب:- زکاۃ فرض ہونے کے لئے تین قسم کی چیزوں کا ہونا ضروری ہے ثمن یعنی سونا چاندی، مال تجارت چرائی پر چھوٹے جانور اس کے علاوہ پر زکاۃ واجب نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

''زکاۃ صرف تین چیزوں پر ہے سونا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے سکہ ہو یا پتر یا ورق، دوسرا چرائی پر چھوٹے جانور، تیسرے تجارت کا مال باقی کسی چیز پر نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۲۸) اور اسی طرح بہار شریعت پنجم صفحہ ۱۸ پر بھی ہے۔ لہذا اس شخص نے جو زمین خریدی وہ ان تینوں قسموں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہے۔ لہذا اس پہلی زمین کی خریداری پر زکاۃ واجب نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

مسئلہ:-

زکاۃ، صدقۂ فطر اور چرم قربانی اپنی لڑکی اور تکیہ دار کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اپنی لڑکی کو زکاۃ، صدقۂ فطر اور دیگر صدقات واجبہ نہیں دے سکتا اگر چہ وہ غریب ہو البتہ چرم قربانی دے سکتا ہے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصرف زکاۃ کے بیان درمختار کے قول "و لا یصرف الی من بینهما ولاد." پر تحریر فرماتے ہیں: "ای بینه و بین المدفوع الیه لان منافع الاملاك بینهم متصلة فلا یتحقق التملیك علی الکمال هدایة ای اصله و ان علا کابویه و اجداده وجداته من قبلهما و فرعه و ان سفل کاولاد الاولاد و کذا کل صدقة واجبة کالفطر و النذور و الکفارات و اما التطوع فیجوز بل هو اولیٰ کما فی البدائع اه. ملخصاً" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۹) اور تکیہ دار اگر غریب ہے تو اسے صدقۂ فطر اور زکاۃ دے سکتا ہے بشرطیکہ اس کے کام کرنے کے عوض میں نہ ہو۔ اور چرم قربانی تکیہ دار کو بہر صورت دے سکتا ہے مگر اس سے کام لینے کے بدلے میں دینا جائز نہیں۔ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "مصرف الزکاة هو فقیر الخ تلخیصاً." (درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۰ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ملت اس مسئلہ میں کہ عشر بغیر حیلۂ شرعی مسجد بنانے میں صرف کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عشر بغیر حیلۂ شرعی مسجد بنانے میں صرف نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ یہ بھی صدقۂ واجبہ میں سے ہے اور اس میں بھی غریب کو مالک بنانا شرط ہے اگر اسے مسجد میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ غریب کو مالک بنا دیں اور وہ مسجد پر صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر سو ہاتھ میں صدقہ گذرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے

گا جیسا دینے والے کو ملتا ہے۔ اس کے ثواب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوگی۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۳۴ پر ہے اور اسی طرح فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۷۵، ۴۷۶ میں بھی ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸ پر ہے: "یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم و یشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحۃ و لایصرف الی بناء مسجد اھ ملخصاً۔"

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "اخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لو مرت الصدقۃ علیٰ یدی مائۃ لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان ینقص من اجرہ شیء۔" (رد المحتار جلد دوم صفحہ ۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اظہار احمد نظامی
یکم رجمادی الاولیٰ ۲۰ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ بھیک مانگنے والوں کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بھیک مانگنے والوں کی تین قسمیں ہیں ایک غنی مالدار کہ جن کے پاس کھانے وغیرہ کے سامان مہیا ہیں جیسے اکثر جوگی خانہ بدوش اور اس قسم کے لوگ انہیں سوال کرنا حرام اور دینا بھی حرام ہے۔ اور ان کو دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی۔ اور دوسرا وہ کہ واقعی فقیر ہیں قدر نصاب کے مالک نہیں مگر قوی، تندرست، کمانے پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لئے نہیں جو ان کے کمانے سے باہر ہو کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ انہیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ انہیں اس سے ملے ان کے حق میں برا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتحل الصدقۃ لغنی و لا لذی مرۃ سوی۔" یعنی صدقہ کسی غنی اور تندرست وتوانا کے لئے حلال نہیں انہیں بھیک دینا منع ہے اس لئے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے لوگ اگر نہ دیں گے تو مجبور ہو کر کچھ محنت ومزدوری کریں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔" مگر ان کے دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی جب کہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو اس لئے کہ وہ غریب ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ۔" تیسرے وہ عاجز وناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کمانے پر قادر ہیں یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں انہیں بقدر حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لئے جائز اور یہ زکاۃ کے عمدہ مصارف میں سے ہیں اور انہیں دینا بہت بڑا ثواب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۸ پر ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "لایحل ان یسأل شیئا من القوت من لہ قوۃ یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب و یأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم۔" (درمختار جلد دوم صفحہ ۶۹)

و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی   کتبہ: اظہار احمد نظامی

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

مسئلہ:-

زکاۃ کی رقم بعد حیلۂ شرعی تعمیر مدرسہ و تنخواہ مدرسین میں صرف کرنا کیسا ہے؟ نیز مذکورہ رقم بینک میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جائز ہے جبکہ مدرسہ علم دین پڑھنے پڑھانے کے لئے قائم کیا گیا ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اگر روپیہ بہ نیت زکاۃ کسی مصرف زکاۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو تنخواہ مدرسین و ملازمین جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۸) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''صدقۂ فطرو زکاۃ نہ تعمیر مدرسہ میں صرف کی جاسکتی ہے نہ تنخواہ مدرسین میں مگر اس قسم کی مدوں کو اگر نکال دیا جائے تو مدرسہ کی آمدنی اس زمانے میں اتنی کم رہ جائے گی جس سے اس کا چلنا دشوار ہو جائے گا اور تحصیل علم کا دروازہ بند ہوتا ہوا نظر آئے گا۔ لہٰذا ان چیزوں میں زکاۃ اور صدقۂ فطر بطور حیلہ کے صرف کیا جائے۔ اھ ملخصاً'' (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۷۶)

اور مذکورہ رقم بینک میں جمع کر سکتے ہیں لیکن اس پر ملنے والا نفع اسی صورت میں لینا جائز ہے جبکہ بینک خالص غیر مسلموں کا ہو یا ہندوستان کی موجودہ حکومت کا۔ اور اسے سود سمجھ کر نہ لے بلکہ مال مباح سمجھ کر لے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۲۵ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی   کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: برکاتی بک سیلر چھتر پور

ہمارے پاس بیچنے کی لئے ایک لاکھ کی کتابیں ہیں اور ایک لاکھ روپے بینک بیلنس ہیں تو کیا ہم پانچ ہزار کی کتابیں دے کر زکاۃ ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ایک لاکھ روپے کی کتب، ایک لاکھ روپے بینک بیلنس اور ان کے علاوہ جو روپے بینک سے باہر ہوں اور زیورات وغیرہ سب کی زکاۃ اس کے مستحقین کو کتابیں دے کر ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ کتابوں کی وہ قیمتیں لگائی جائیں جس قیمت پر پانچ ہزار یا اس سے زیادہ کے خریدار کو کمیشن کاٹ کر دی جاتی ہیں۔ نیز کتابیں کار آمد ہوں ایسی نہ ہو کہ جنہیں کوئی پوچھتا نہ ہو اور

مستحقین زکاۃ کو کتابوں کا مالک بنا دیا جائے ایسا نہیں کہ صرف پڑھنے کے لئے دیا جائے پھر واپس لے لیا جائے۔ تبیین الحقائق میں ہے: "لو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ اھ۔" اور فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۷۶ میں ہے "درست ہے جبکہ تملیک ہو یعنی فقط پڑھنے کو نہ دیا ہو بلکہ مالک کر دیا ہو اھ۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۲؍محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ: -از: حاجی محمد جمیل خاں، متھرا بازار، بلرام پور

کیا زید اپنے لڑکے ولڑکی جو بالغ ہوں، مالک نصاب نہ ہوں انہیں زکاۃ عشر اور صدقۂ فطر دے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید اپنے لڑکے ولڑکی کو زکاۃ، عشر صدقۂ فطر اور دیگر صدقات واجبہ نہیں دے سکتا اگر چہ وہ مالک نصاب نہ ہوں۔ فتاویٰ قاضی خاں مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۶۷ پر ہے: "لا یجوز دفع الزکاۃ الی اولادہ و اولاد اولادہ من قبل الذکور و الاناث و ان سفلوا و لا الی والدیہ و اجدادہ و جداتہ و ان علوا من قبل الاباء و الامہات اھ۔" اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے اور اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو زکاۃ نہیں دے سکتا یوں ہی صدقۂ فطر بھی انہیں نہیں دے سکتا اھ ملخصاً۔ (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۶۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۹؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:-از: انوار اللہ قادری، پربھاس پاٹن، جونا گڈھ

زید یکم ذی الحجہ ۱۹ھ کو مالک نصاب ہوا اور یکم ذی الحجہ ۲۰ھ کی تاریخ آنے سے پہلے کچھ روپے بہ نیت زکاۃ مدرسہ کے ذمہ داران کو دیدیا لیکن ذمہ داران مدرسہ نے یکم ذی الحجہ ۲۰ھ کے بعد بھی کافی دنوں تک تملیک نہیں کی تو زکاۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو تاخیر کا گناہ کس پر ہوا؟ نیز زید نے قربانی کا جانور خریدا ہے تو اس کی قیمت پر بھی زکاۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زکاۃ ادا ہوگئی اور تاخیر کا گناہ ذمہ داران مدرسہ پر ہوا کہ زید نے ان کو ادائیگی زکاۃ کا وکیل بنایا تھا تو ان پر اس کی ادائیگی فوراً لازم تھی۔ فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۷۰ پر ہے: "تجب علی الفور عند تمام الحول حتی یأثم بتاخیرھا من غیر عذر اھ۔" اور طحطاوی علی مراقی صفحہ ۳۸۸ میں ہے: "ھی واجبۃ علی الفور و علیہ الفتوی فیأثم بتاخیرھا بلا عذر اھ۔" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "اگر سال گذر گیا اور زکاۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق و تدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام و کمال زر واجب الادا ادا کردے کہ

مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ پر ادائے زکاۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعث گناہ' اھ (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۳۸۴)

اور قربانی کے جانور کی قیمت پر زکاۃ واجب نہیں اگر چہ کتنے ہی روپے کا ہو۔ بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۷ پر ہے زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے ثمن یعنی سونا چاندی، مالِ تجارت، سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔'' و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۵/ ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبدالسلام رضوی نور کانج بھدوہی

ایک سرمایہ دار نے زید کو ایک لاکھ روپیہ دیا کہ اس کا حیلہ شرعی کر دو۔ زید نے ایک طالب علم یا کسی غریب کو ایک لاکھ روپیہ دیا اور کہا کہ میں اداء واجب کرتے ہوئے تم کو مالک کرتا ہوں مگر یہ روپیہ سرمایہ دار کو دیدو تا کہ وہ دینی کام میں خرچ کرے تو کیا یہ حیلہ جائز ہے؟

الجواب:- زکاۃ وفطرہ اور دیگر صدقات واجبہ کے اصل مستحقین فقراء وغیرہ ہیں جن کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسٰکِیْنَ الخ." (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۰) لیکن وہ مدارس عربیہ جن سے دین کی بقاء تحفظ وابستہ ہے اگر ان میں زکاۃ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس بند ہو جائیں گے۔ جس کے سبب اسلام کو بڑا نقصان پہنچے گا تو اس اہم ترین ضرورت ومجبوری کی وجہ سے فقہائے کرام نے مدارس عربیہ کے لئے حیلہ کی اجازت دی ہے۔ نہ کہ ہر دینی کام مثلاً تعمیر مسجد، جلسہ وجلوس، قراءت قرآن اور نعتیہ مقابلہ وغیرہ کے لئے۔

لہٰذا سرمایہ داروں کو ہر دینی کام کے لئے حیلہ شرعی کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کثیر دولت سے نوازا ہے تو ڈھائی فیصد جو غرباء ومساکین کا حق ہے۔ وہ اسے ان لوگوں تک پہنچے دیں اور ساڑھے ستانوے فیصد جو زکاۃ دینے والوں کے پاس بچتا ہے۔ اس طرح کے کام اسی سے کریں اور غریبوں کا حق نہ ماریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجا لائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں حیلوں کی آڑ نہ لیں اھ۔'' (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۳۹۶) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۱۶ جمادی الاخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: قاسم کمال، جونا گڈھ

زکاۃ اور فطرہ کی رقم جو اسلامی مدرسوں میں جمع ہوتی ہے کیا اس سے غریب طلبہ کو کھلانے، مدرسین کو تنخواہ دینے اور مدرسہ تعمیر کرنے کے ساتھ اس کا گیٹ تیار کرنا پھر اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بال مبارک رکھنے کے لئے شاندار گنبد بنانا بھی جائز

ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زکاۃ اور دیگر صدقات واجبہ کی ادائیگی کے لئے تملیک فقیر شرط ہے۔ اس لئے ایسی رقوم سے مدرسین و ملازمین کو تنخواہ دینے یا اس سے مدرسہ تعمیر کرنے سے زکاۃ ادا نہ ہوگی کہ ان میں تملیک فقیر نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۸۸ میں ہے: "لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد و کذا الحج و کل مالا تملیک فیه اھ ملخصاً۔" بلکہ عام طور پر مدارس عربیہ میں جس طرح غریب طلبہ کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس طرح انہیں کھانا کھلانے پر بھی زکاۃ ادا نہ ہوگی کما حققناہ من قبل۔

لہٰذا مدارس عربیہ کے ذمہ دار بحیثیت وکیل حیلۂ شرعی سے زکاۃ وغیرہ کی رقم کا کسی غریب طالب علم کو مالک بنا دیتے ہیں۔ پھر طالب علم وہ رقم مدرسہ کے ذمہ دار کو دے دیتا ہے کہ آپ اسے جس دینی کام میں چاہیں خرچ کریں تو اس کی دی ہوئی رقم سے جس طرح غریب طلبہ کو کھانا کھلانا، مدرسین کو تنخواہ دینا، مدرسہ تعمیر کرنا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے مدرسہ کی طرف سے ربیع الاول شریف کا جلوس نکالنا اور عید میلاد النبی کا جلسہ کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اس رقم سے مدرسہ کا گیٹ تعمیر کرنا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کی خاطر ان کا بال مبارک رکھنے کے لئے اس پر شاندار گنبد بنانا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ زکاۃ و فطرہ کی رقم نہیں رہ گئی ہے بلکہ ہر دینی کام کے لئے اس طالب علم کی دی ہوئی رقم ہے کہ ملکیت کے بدلنے سے مال بھی حکماً بدل جاتا ہے۔ جیسا کہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے استاذ رئیس الفقہاء حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "تبدل الملك يوجب تبدل العين۔" (نور الانوار صفحہ ۴۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۰ ذی القعدہ ۲۰ھ

لقد اصاب من اجاب: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد لئیق خاں، مالک ہندوستان ٹرانسپورٹ، اے۔ بی نگر اناؤ

زید کئی ٹرکوں اور بسوں کا مالک ہے جو کرائے پر چلتی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کی قیمت اور ان سے جو آمدنی ہو ان دونوں پر زکاۃ واجب ہے یا صرف آمدنی پر؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زکاۃ صرف تین چیزوں پر واجب ہوتی ہے۔ ثمن پر خواہ وہ خلقی ہو یعنی سونا چاندی یا ثمن اصطلاحی یعنی روپیہ پیسہ۔ مال تجارت، اور چرائی کے جانور، ان کے علاوہ باقی کسی چیز پر زکاۃ نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۲۸ میں ہے۔ اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے ثمن یعنی سونا چاندی (نوٹ اور پیسہ) مال تجارت سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور اور کرایہ پر چلنے والے ٹرکوں اور بسوں کی قیمت مذکورہ چیزوں میں سے کوئی نہیں۔ لہٰذا زکاۃ صرف ان گاڑیوں کی آمدنی پر واجب ہے قیمت پر نہیں۔ اس لئے کہ قیمت پر زکاۃ واجب نہیں کہ کرائے پر

چلانے کے سامان کمانے کے آلے میں اوران پر زکاۃ نہیں جیسا کہ بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۴۲ میں ہے: ''کرایہ پر اٹھانے کے لئے دیگیں ہوں ان کی زکاۃ نہیں یونہی کرایہ کے مکان کی'' اھ۔ البتہ جن گاڑیوں کو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ان کی قیمت پر زکاۃ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۳؍ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: محمد اجمل، مقام و پوسٹ بلبھر یا، بستی

مال زکاۃ بیوہ اور یتیم کو دینے سے زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

(۲) زید نے مال زکاۃ بکر کے ہاتھ سے کسی بیوہ یا یتیم کو دلا دیا تو زکاۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب:۔ زکاۃ کے مستحقین غرباء و مساکین وغیرہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ" الخ. (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۰) لہذا وہ بیوہ اور یتیم جب کہ شرعاً صاحب نصاب نہ ہوں اور نہ سید ہوں اور نہ ہی زکاۃ دینے والے کی ماں، دادی، نانی، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، میاں اور بیوی میں سے کوئی ہو اور نہ کافر و مرتد ہو تو ایسے یتیم اور بیوہ کو مال زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''محتاج فقیر جو نہ ہاشمی ہو نہ غنی نہ اپنی اولاد نہ یہ اس کی اولاد نہ اپنی زوجہ نہ عورت کا اپنا شوہر ایسے محتاج کو جوان سب کے سوا ہو بہ نیت زکاۃ مالک کر دینے سے زکاۃ ادا ہوتی ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۷) اور تحریر فرماتے ہیں: ''یتیم بچہ کو زکاۃ دینا افضل ہے جب کہ وہ نہ مالدار نہ سید وغیرہ نہ ہاشمی نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۷۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اپنی زکاۃ اپنے ہاتھ سے دے یا دوسرے کے ہاتھوں سے دلوائے بہر صورت زکاۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''ایک شخص کو زکاۃ کے روپے دے کر کہا کہ فقیروں کو دیدو اس نے دیدیا زکاۃ ادا ہوگئی'' اھ ملخصاً۔ (بہار شریعت حصہ ۱۲ صفحہ ۱۵۰) اور درمختار مع شامی جلد ۵ صفحہ ۵۲۷ پر ہے: "اذ و کلہ فی دفع زکاۃ فدفع جاز." اھ ملخصاً. لہذا بکر نے اگر بیوہ یا یتیم کو مال زکاۃ دے کر مالک کر دیا تو ضرور زکاۃ ادا ہوگئی بشرطیکہ کوئی دوسری وجہ مثلاً مالک نصاب اور سید وغیرہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۱؍جمادی الاخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد حمیدی مالتفات گنج، امبیڈکر نگر

بچیوں کا ایک پرائمری اسکول ہے جس میں بچیوں کو اسلامی ماحول میں رکھ کر قرآن شریف و دینیات کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی دی جارہی ہے۔ اسکول کا خرچ فطرہ وزکاۃ کی رقوم سے حیلہ شرعی کے بعد پورا کیا جاتا ہے۔ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ بچیوں کے اسکول میں زکاۃ فطرہ کی رقم لگانا جائز نہیں ہے جب کہ خود وہ حضرات پرائمری کے بچوں پر ایسی ہی رقم خرچ کر رہے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زکاۃ وصدقۂ فطر کے اصل مستحقین غرباء ومساکین ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسٰكِيْنَ الخ" (پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیت ۶۰) لیکن وہ مدارس اسلامیہ جن میں خالص اسلامی تعلیم ہوتی ہے دین کی بقا کے لئے ان میں ضرورۃً حیلہ کے بعد صرف کرنے کی اجازت دی گئی۔ مگر اب لوگ دنیاوی اسکول اور کالج جن میں برائے نام دینی تعلیم ہوتی ہے زکاۃ وصدقات واجبہ کی رقم حیلۂ شرعی سے خرچ کر کے غرباء ومساکین کی حق تلفی کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں حیلوں کی آڑ نہ لیں متوسط الحال بھی ایسی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے پر اقدام کریں۔'' اھ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۱)

لہٰذا پرائمری اسکول میں اگر بچیوں کو قرآن شریف اور خالص دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے اور عصری تعلیم ضمناً ہے اور زکاۃ وفطرہ کی رقم حیلہ شرعی سے لگائے بغیر بچیوں کا اسکول چل نہیں سکتا تو بدرجۂ مجبوری لگانا جائز ہے۔ اور اگر عصری تعلیم اصل ہے اور قرآن شریف و دینیات کی تعلیم ضمناً ہے یا فیس اور خصوصی چندہ سے وہ اسکول چل سکتا ہے تو ڈھائی فیصد جو غرباء ومساکین کا حق ہے اسے ان لوگوں تک پہنچے دیں اور ساڑھے ستانوے فیصد جو زکاۃ دینے والوں کے پاس بچتا ہے اس میں سے کچھ خصوصی چندہ حاصل کریں اور کچھ بچیوں سے فیس لے کر اسکول چلائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
۱۴ ر محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: مشتاق احمد، پرسول، گجرات

ہمارے یہاں بیر کی کھیتی ہوتی ہے اور سال میں صرف ایک بار اس میں پھل آتا ہے اور ضرورت پر کبھی کبھی کنویں سے پانی دینا پڑتا ہے اور دوائیں زیادہ ڈالنی پڑتی ہیں آیا ایسی صورت میں بیر میں عشر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں بیر کی پیداوار اگر زمین کی نمی یا بارش کے پانی سے ہوتی ہے اور کنواں کے پانی کا دخل کم ہوتا ہے تو عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے۔ اور اگر کنواں کے پانی سے سینچائی زیادہ ہوتی ہے زمین کی نمی یا بارش کے پانی کا

دخل کم ہوتا ہے تو نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں ''اگر کھیت کچھ دنوں مینھ کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرسے سے تو اگر اکثر مینھ کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرسے سے تو عشر واجب ہے ورنہ نصف عشر'' (بہار شریعت حصہ ۵ ص ۵۱) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں "لو سقی سیحا وبالہ اعتبر الغالب" اھ ملخصا (درمختار مع شامی جلد دوم ص ۵۳) اور دوائیں چاہے جتنی ڈالنی پڑیں ان کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ مصارف زراعت میں سے ہیں۔ جیسا کہ شامی جلد ۲ ص ۵۶ کی اس عبارت سے واضح ہے۔ "یجب العشر فی الاول و نصفه فی الثانی بلا دفع اجرة العمال و نفقة البقر و کری الانهار و اجرة الحافظ و نحو ذلك." اھ مخلصاً. و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۷ رجمادی الاولی ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبد المجید، کاندریل، کشمیر

ہم ایک اسکول چلا رہے ہیں جس میں انگریزی، سائنس، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، اردو جیسے مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ قرآن ناظرہ عربی زبان کے بنیادی قاعدے، دینیات اور دیگر اسلامی احکام کی تعلیم دی جاتی ہے اس اسکول کا نام اسلامیہ حنفیہ ماڈل اسکول گندرحماں ہے یہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے اس اسکول میں تقریباً تین سو بیس طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں جن کی پڑھائی پر تقریباً بارہ اساتذہ جن میں ایک مولوی فاضل بھی ہے، مقرر ہیں اس کی سرپرستی گاؤں والوں کی طرف سے منتخب ایک کمیٹی کر رہی ہے اسکول کے اخراجات زیر تعلیم طلبہ کے ماہانہ فیس سے سارے اخراجات پورے نہیں ہوتے اور یہ کمیٹی کی طرف سے صدقۂ فطر، زکاۃ، عشر اور چرم قربانی کی جمع شدہ رقم سے پوری کی جاتی ہے۔ اب کچھ عرصہ سے کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس ادارہ کو صدقہ فطر، زکاۃ عشر یا چرم قربانی کی رقم نہیں دی جاسکتی ہے ایسی حالت میں اس ادارہ کو چلانا بہت مشکل ہے حالانکہ اس ادارے نے دینی لحاظ سے پورے علاقہ کو بہت کچھ دیا ہے۔ اب یہی مسئلہ درپیش ہے کہ اس ادارہ کو صدقۂ فطر، زکاۃ، عشر یا چرم قربانی کی رقم سے کس طرح کی جائے ہماری نظروں میں اس ادارہ کو مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں اس میں جو بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح ہو اس سے مطلع فرمائیں؟

پہلی صورت یہ ہے کہ اس ادارہ کو صدقۂ فطر، زکاۃ، عشر اور چرم قربانی کی رقم سے بلا واسطہ مدد کی جائے یعنی بغیر حیلۂ شرعی کے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس ادارہ میں جو یتیم اور بے سہارا محتاج اور غریب طلبہ زیر تعلیم ہیں ان کی فیس معاف ہے ان کی فیس معاف نہ رکھی جائے اور کمیٹی ان کی طرف سے صدقۂ فطر، زکاۃ، عشر یا چرم قربانی کی رقم سے فیس ادا کرے اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کمیٹی خود ان کی فیس ادا کرے گی یا مذکورہ طلبہ کے والدین کو بلا کر ان کو مالک بنا کر ان کی فیس ادا کروائیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ صدقۂ فطر، زکاۃ، عشر یا چرم قربانی کی رقم سے ادارے کی تعمیر و ترقی میں صرف کیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ اس ادارے میں جو یتیم، نادار، غریب بچے ہیں ان کی سال بھر کی لاگت کا تخمینہ لگایا جائے۔ اور اس تخمینہ کی رقم کے مطابق کمیٹی کے پاس جمع شدہ صدقۂ فطر، زکاۃ، عشر یا چرم قربانی کی رقم سے نکال کر اسکول کے اخراجات میں صرف کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زکاۃ وفطرہ اور دیگر صدقات واجبہ کے اصل مستحقین فقراء و مساکین ہیں جن کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسٰكِيْنَ." (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۰) لیکن وہ مدارس عربیہ جو خالص دینی ہیں اور جن سے دین کی بقا و تحفظ وابستہ ہے اگر ان میں زکاۃ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس بند ہو جائیں گے جس کے سبب اسلام کو بڑا نقصان پہنچے گا۔ تو اس اہم ترین ضرورت و مجبوری کی وجہ سے فقہائے کرام نے مدارس عربیہ کے لئے حیلہ کی اجازت دی ہے۔ نہ کہ دوسرے دینی کاموں کے لئے یہاں تک کہ مسجد میں بھی لگانے کی اجازت نہیں فقہ کا قاعدۂ کلیہ ہے۔ "الضرورات تبیح المحظورات." (الاشباہ و الانظائر صفحہ ۴۹)

لہٰذا اسکول مذکور میں زکاۃ وصدقۂ واجبہ کی رقم صرف کرنا ہرگز جائز نہیں لوگوں کو چاہئے کہ ڈھائی فیصد جو غرباء و مساکین کا حق ہے اسے ان لوگوں تک پہنچے دیں اور ساڑھے ستانوے فیصد جو زکاۃ دینے والوں کے پاس بچتا ہے اس طرح کے کام اسی سے کریں اور غریبوں کا حق نہ ماریں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۳۹۶)

آپ کی نظروں میں ادارہ کی امداد کی جو صورتیں ہیں ان میں کی پہلی صورت بالکل جائز نہیں کہ جب بغیر حیلۂ شرعی صرف کریں گے تو زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ دوسری صورت بھی جائز نہیں کہ جب بلا تملیک فقیر فیس ادا کریں گے تو زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ کیونکہ ادائیگی زکاۃ کے لئے فقیر کو مالک کر دینا ضروری ہے فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۷۰ پر ہے: "هي تمليك المال من فقير مسلم." اس کی جائز صورت یہ ہے کہ وہ غریب نادار طلبہ جو بالغ ہوں اور مالک نصاب نہ ہوں یعنی ان کے پاس حاجت اصلیہ سے زائد اتنے روپئے یا مال تجارت نہ ہو کہ جس سے وہ ساڑھے باون تولہ (چھپن بھر) چاندی خرید سکیں ان کو زکاۃ وصدقۂ واجبہ کی رقم دے کر مالک کر دیں پھر وہ اپنی طرف سے سال بھر کی فیس اکٹھا جمع کر دیں اور اگر ایسے لڑکے نابالغ ہوں تو ان کے باپ کے پاس اتنا مال نہ ہو تو انہیں زکاۃ وفطرہ دے کر سال بھر کی فیس اکٹھا لے لیں۔ زکاۃ وصدقۂ واجبہ کی رقم ادارہ کی تعمیر و ترقی میں صرف کرنا جائز نہیں اس لئے تیسری صورت بھی ناجائز ہے۔ زکاۃ ادا نہ ہوگی۔

چوتھی صورت بھی ناجائز ہے کہ اس سے تملیک نہیں پائی جاتی اور اس سے زکاۃ ادا نہیں ہوتی جیسا کہ دوسری صورت میں گذرا۔ البتہ چرم قربانی کی رقم بہر صورت ادارہ کی تعمیر و ترقی اور دیگر اخراجات میں صرف کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس میں تملیک

فقیر شرط نہیں۔

اور زکاۃ ۔ صدقۂ واجبہ کی رقم غریب طلبہ یعنی جو مالک نصاب نہ ہوں ان کو فوراً دیدیں ادا میں تاخیر نہ کریں کہ زکاۃ و صدقۂ واجبہ کی رقم جمع کر کے رکھنا پھر وقت ضرورت اسے خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اور ادا میں تاخیر کرنے والا سخت گنہگار، فاسق مردود الشہادہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۷۰ میں ہے: "تجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخيرها من غير عذر." واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۱۸ محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ: ۔از: ڈاکٹر محمد جمیل خاں، متھرا بازار

مدرسہ اشرفیہ ریاض العلوم بیر پور کو قائم ہوئے تقریباً ۲۳ سال ہوئے۔ زید شروع ہی سے مدرسہ کا منیجر ہے وہ کم پڑھا لکھا ہے اور شرعی حیلہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا نہ ہی مدرسہ کے کسی عالم نے بتایا۔ اس نے شروع سے ابھی تک چرم قربانی کی آمدنی مدرسہ کی زمین سے ہونے والی آمدنی ربیع الاول کے موقع پر ہونے والی آمدنی اور زکاۃ و فطرہ و عشر و صدقہ فطر کی سب رقم حیلہ شرعی کئے بغیر تعمیر مدرسہ، تنخواہ مدرسین اور مدرسہ کی دیگر ضروریات میں خرچ کیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اب حیلہ کی کوئی صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ چرم قربانی مدرسہ کی زمین اور ربیع الاول کے موقع پر ہونے والی آمدنی جو مدرسہ کے لئے بطور عطیہ ہو اسے تعمیر مدرسہ تنخواہ مدرسین اور مدرسہ کی دیگر ضروریات میں خرچ کرنے کے لئے حیلہ شرعی کی ضرورت نہیں۔ لیکن زکاۃ عشر اور صدقہ فطر کی رقم بغیر حیلۂ شرعی ان میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو زکاۃ ادا نہیں ہوئی۔ کہ ادائیگی زکاۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۷۰ میں ہے: "هي تمليك المال من فقير مسلم." اھ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میں یا تنخواہ مدرسین علم دین اس سے زکاۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ اھ'' تلخیصاً (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۷۷)

لہٰذا اگر زید نے زکاۃ و عشر اور صدقۂ فطر کی رقم حیلہ شرعی کے بغیر تعمیر مدرسہ تنخواہ مدرسین اور دیگر ضروریات میں خرچ کر دی تو زکاۃ دینے والوں کی زکاۃ ادا نہیں ہوئی اور اس رقم کے خرچ ہو جانے کے بعد اب حیلہ کی کوئی صورت نہیں۔ جو کچھ خرچ کیا تبرع ہے اس پر لازم ہے کہ ان تمام روپیوں کا تاوان دے ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ اور یہ کہنا عذر نہیں کہ زید کم پڑھا لکھا ہے حیلہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور مدرسہ کے کسی عالم نے نہیں بتایا اس لئے کہ علم کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے بقدر ضرورت فرض ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "طلب العلم فريضة على كل مسلم." (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴) اور عالم اگر یہ جانتے رہے کہ زکاۃ و عشر اور

صدقۂ فطر کی رقم بغیر حیلۂ شرعی مدرسہ میں خرچ ہو رہی ہے اور انہوں نے نہیں بتایا تو وہ بھی سخت گنہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۹ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد حسین خاں، سرگوجہ، ۳۶ گڑھ

لاوارث میت کی تجہیز و تکفین، غریب بچیوں کی شادی، بیوہ اور یتیم بچوں کی امداد، غریب طبقہ کے لوگوں کی تعلیم و تربیت اور کاروباری امداد نیز شادی بیاہ کے سلسلہ میں رشتہ قائم کرنے اور ختنہ وغیرہ کے انتظام کے لئے زکاۃ و فطرہ سے بیت المال قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) کسی بیت المال کمیٹی کا قربانی یا عقیقہ کے بڑے جانور کے لئے رابطہ قائم کرنے کا پوسٹر شائع کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس علاقہ میں بڑے جانور کی قربانی کرنے پر ممانعت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ بیت المال قائم کرنا جائز ہے لیکن اس کے ذریعہ زکاۃ و فطرہ کی رقم وصول کر کے بیوہ، یتیم اور غریب کو شادی و تعلیم کے لئے بشرطیکہ وہ مالک نصاب نہ ہوں فوراً دیدیں تاخیر نہ کریں کہ بیت المال میں زکاۃ و فطرہ کی رقم جمع کر کے رکھنا اور پھر وقت ضرورت اسے خروج کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کے اراکین زکاۃ و فطرہ دینے والوں کی طرف سے ادائیگی کے وکیل ہوتے ہیں کہ جس کے لئے تاخیر سخت ناجائز و گناہ ہے۔ بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۰ پر ہے: ''زکاۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار، مردود الشہادۃ ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۷۰ میں ہے: "تجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخيرها من غير عذر." اھ

اور زکاۃ و فطرہ کی رقم لاوارث میت کی تجہیز و تکفین پر خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۸۸ پر ہے: "لايجوز ان يبنى بالزكاة المسجد و كذا الحج و كل مالا تمليك فيه و لايجوز ان يكفن بهاميت و لايقضى بها دين الميت كذا في التبيين." اھ ملخصاً اور جو مسلمان مالک نصاب نہ ہوں انہیں دینے کی بجائے بہترین سجاوٹ، عمدہ کھانا، بڑے جہیز اور رسموں کی ادائیگی کے ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر شادی کرنے کی لئے مالک نصاب بناوٹی غریب کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ زکاۃ و فطرہ کی رقم جو غریب مالک نصاب نہ ہوں ان کو فوراً دیدیں وہ اپنی جس ضرورت میں چاہیں خرچ کریں۔ اور لاوارث میت کی تجہیز و تکفین اور لوگوں کو کاروباری امداد کے لئے مالداروں کے پاس ڈھائی فیصد زکاۃ دینے کے بعد جو ساڑھے ستانوے فیصد بچتا ہے اسی رقم سے چندہ کر کے بیت المال میں جمع رکھیں اور ضرورت کے وقت ان چیزوں پر خرچ کریں یا ایسے کاموں کے لئے وقتی طور پر چندہ کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس طرح کے اعلان سے اگر فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو اور مسلمانوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کو خطرہ ہو تو ایسا پوسٹر

شائع کرنا درست نہیں ورنہ شائع کر سکتے ہیں۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۹رذی الحجہ ۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ دار العلوم کے کھاتے میں بشکل ڈرافٹ دس ہزار روپئے زکاۃ کی رقم جمع ہوئی۔معتمد دار العلوم نے بستر علالت سے اپنے فرزند کو کہا کہ فلاں قرض خواہ رقم طلب کر رہا ہے لہذا اسکو بینک سے رقم نکال کر دے دو۔معتمد کے فرزند نے بغیر حیلۂ شرعی کرائے وہ رقم دار العلوم کے قرض خواہ کو دیدیا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکاۃ دہندگان کی زکاۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اور معتمد کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زکاۃ ادا نہیں ہوئی کہ زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے اور وہ پائی نہیں گئی فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۱۷۰ پر ہے: "ھی تملیک المال من فقیر مسلم" اھ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا تنخواہ مدرسین علم دین اس سے زکاۃ ادا نہیں ہوسکتی۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۷۷) اور معتمد کے فرزند نے جس کو وہ روپیہ قرض کی ادائیگی میں دیا ہے اگر وہ اس کے پاس ہے تو واپس لے کر حیلۂ شرعی کرے اور قرض ادا کرے اور اگر اس نے خرچ کر دیا ہے تو معتمد اس کا تاوان دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد الحمید رضوی مصباحی

۱۷رربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبد المصطفیٰ مصباحی، دار العلوم غوثیہ، بیرو ابنکوا، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس پیداوار کی آب پاشی چرسے، ڈول پمپنگ مشین، ٹیوب ویل یا اس نہر کے پانی سے ہو جس سے آب پاشی کے لئے گورنمنٹ کو لگان دینا پڑتا ہے۔ان میں عشر واجب ہے یا نصف عشر؟ اگر نصف عشر ہے تو پھر بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۰۱ کی اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس میں صرف اتنا ہے کہ جس زمین کو سیراب کرنے کے لئے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہیں اس میں نصف عشر ہے۔اور بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۵۱ کی اس عبارت میں پانی کی ملکیت سے کیا مراد ہے؟ ''پانی خرید کر آب پاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملک ہے اس سے خرید کر آب پاشی کی جب بھی نصف عشر ہے۔'' اور نیز عشر ونصف عشر کا ضابطۂ کلیہ کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جس پیداوار کی آب پاشی مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے ذریعہ ہو اس میں عشر ہے اور بخاری کی حدیث

میں جو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں نصف عشر منحصر نہیں بلکہ وہ اس کی ایک مثال ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث شریف میں ہے: "ماسقت السماء فیه العشر و ماسقی بغرب او دالیة ففیه نصف العشر." اھ یعنی جس کو آسمان سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس کو ڈول یا رہٹ سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۳)

لہٰذا بخاری شریف کی مذکورہ حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ نصف عشر صرف اس پیداوار میں ہے جس کی سیرابی کے لئے جانور پر لاد کر پانی لایا جائے بلکہ ہر وہ پیداوار جس کی آب پاشی میں پیسے خرچ ہوں یا زیادہ مشقت ہو اس میں نصف عشر ہے اور جو پیداوار قدرتی ذرائع سے بغیر پیسے کے معمولی مشقت کی ساتھ سیراب ہو جائے اس میں عشر ہے۔ یہی ضابطۂ کلیہ ہے۔

حاشیہ بیضاوی شیخ زادہ جلد دوم صفحہ ۳۱۵ پر آیت مبارکہ "وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ" کے تحت ہے۔ "المفروضة هی العشر فیما سقی بماء السماء و نصف العشر فیما سقی بالکفة کما اذا سقی بالقرب." اھ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۵۵ پر ہے۔ یجب نصفه فی مسقی غرب و دالیة لکثرة المؤنة و فی کتب الشافعیة او سقاه بماء اشتراه و قواعد نالاتأباه." اھ تلخیصاً اور اسی کے تحت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "لان العلة فی العدول عن العشر الی نصف فی مسقی غرب و دالیة هی زیادة الکلفة کما علمت و هی موجودة فی شراء الماء لو کان محرزا باناء فانه یملك فلو اشتری ماء بالقرب او فی حوض ینبغی ان یقال بنصف العشر لان کلفته ربما تزید علی السقی بغرب او دالیة." اھ ملخصاً۔ اور بہار شریعت کی مذکورہ عبارت میں ملکیت سے مراد عام ہے چاہے وہ حقیقتاً کسی کی ملک ہو جیسے مشین سے پانی نکال کر ذخیرہ کیا ہوا پانی یا حکماً ہو جیسے گورنمنٹ کی جاری کردہ نہریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۹؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد صادق، ادری، ضلع مؤ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ جس کا کل مال مال حرام ہو اس پر زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جس کا کل مال مال حرام ہے اس پر زکاۃ واجب نہیں کہ وہ حقیقۃً اس کا مالک ہی نہیں، اس پر لازم ہے کہ وہ مال جس سے لیا ہے اس کو اور وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو لوٹا دے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ مال کس سے لیا تھا تو کل مال غرباء پر صدقہ کرے۔

درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۸ پر ہے: "لازکاة لو کان الکل خبیثاً کما فی النهر من الحواشی السعدیة." اھ. اور اسی کے تحت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: فی القنیة لوکان الخبیث نصاباً لاتلزمه الزکاة لان

الکل واجب التصدق علیه فلا یفید ایجاب التصدق ببعضه اھ و مثله فی البزازیة و من ملك اموالا غیر طیبة او غصب اموالا و ان لم یکن له سواھا نصاب فلا زکاۃ علیه فیھا۔" اھ ملخصاً اور اسی میں چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں: "عن القنیة و البزازیة ان ما وجب التصدق بکله لایفید التصدق ببعضه لان المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتھم وجب ردہ علیھم و الا وجب التصدق به۔" اھ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''سود و رشوت اور اسی قسم کے حرام وخبیث مال پر زکاۃ نہیں کہ جن جن سے لیا ہے اگر وہ لوگ معلوم ہیں تو انہیں واپس دینا واجب ہے اور اگر معلوم نہ رہے تو کل کا تصدق کرنا واجب ہے۔ چالیسواں حصہ دینے سے وہ مال کیا پاک ہوسکتا ہے۔ جس کے باقی انتالیس حصے بھی ناپاک ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۲۳۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: -از: محمد یوسف مسجد، ملتان کالونی، کھجرانہ، اندور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے زکاۃ کی رقم ایک غیر مقلد کو دے دی تو بکر نے کہا کہ تمہارا روپیہ حرام موت میں گیا تو بکر کا یہ قول عندالشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بکر کا کہنا درست ہے۔ بیشک غیر مقلد کو زکاۃ دینا حرام ہے اور اس کو دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہ کو زکاۃ دینے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''ان کو (زکاۃ) دینا حرام ہے۔ اور ان کو دیئے زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی
۶ رذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-

مدرسہ کے ذمہ داران نے اگر حیلۂ شرعی اس طرح کیا کہ جس غریب بالغ طالب علم کو انہوں نے زکاۃ کا روپیہ دے کر کہا کہ اسے مدرسہ میں دیدو۔ اس نے اس رقم کا اپنے آپ کو مالک سمجھے بغیر مدرسہ والوں کے دباؤ سے کہہ دیا ہم نے یہ سب روپیہ مدرسہ میں دے دیا تو زکاۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ادا ہوئی تو حیلۂ شرعی کس طرح کی جائے کہ زکاۃ کی ادائیگی میں کوئی شبہ نہ رہے۔

الجواب:- زکاۃ میں تملیک ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۷۷) اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''زکاۃ میں تملیک ضروری ہے۔'' کنز الدقائق میں ہے:"هي تمليك المال من فقير مسلم." اھ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۷۰) اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص ۱۷۰ میں ہے اور بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۶۰ پر ہے:''زکاۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں مالک بنا دیں۔اباحت کافی نہیں۔''اھ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جبکہ طالب علم نے اپنے آپ کو رقم کا مالک سمجھے بغیر مدرسہ میں دیدیا تو تملیک نہیں پائی گئی،اور زکاۃ ادا نہ ہوئی۔یہ حیلہ اس وقت درست ہوتا جب کہ طالب علم اس رقم کا اپنے آپ کو مالک سمجھتا پھر وہ خود یا ان ذمہ داران مدرسہ کے کہنے پر وہ رقم مدرسہ کو دے دیتا۔

حیلۂ شرعی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جس سے زکاۃ کی ادائیگی میں شبہہ نہ رہے وہ یہ ہے کہ کپڑا یا غلہ وغیرہ کوئی چیز عاقل بالغ مصرف زکاۃ کو دکھا کر زکاۃ کی جتنی رقم ہو اتنے روپے کے بدلے میں اس چیز کو اس غریب سے خریدنے کے لئے کہے اور بتا دے کہ سب روپے ہم تمہیں دیں گے۔اس سے تم اس چیز کی قیمت ادا کر دینا۔وہ یقیناً قبول کرلے گا،اس لئے کہ وہ چیز اس کو مفت حاصل ہو جائے گی۔قبول کر لینے کے بعد بیع ہو گئی اب وہ رقم زکاۃ اس کے ہاتھ میں زکاۃ کی نیت سے دیں جب وہ روپے پر قبضہ کرلے تو اس سے اپنے بیچے ہوئے سامان کی قیمت وصول کرلے۔اگر وہ نہ دے تو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اور مار پیٹ کر بھی وصول کر سکتا ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۰ میں ہے اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۱۳ پر ہے:"و حيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه و لوامتنع المديون مديده و اخذها. اھ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری رضوی مصباحی

۲۳ ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:-

جو شخص مالک نصاب ہو کر زکاۃ بالکل نہ نکالے کچھ دیدے پوری زکاۃ نہ ادا کرے مگر افطاری کا بڑا اہتمام کرے ہزاروں روپے اس پر خرچ کرے۔تو ایسے شخص کو افطاری کرانے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زکاۃ فرض قطعی ہے اور اہم ارکان اسلام سے ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔قرآن مجید و احادیث کریمہ میں اس کے نہ دینے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان:"وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ". یعنی جو لوگ سونا اور چاندی یعنی (مال) جمع کرتے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔(سورۂ توبہ آیت ۳۴)

اور حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"من اتاه الله مالا فلم يؤد زكاته مثل له ماله يوم القيمة شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيمة

ثم یأخذ بلھزمتیه یعنی شدقیه ثم یقول انا مالك انا کنزك رواه البخاری۔" یعنی جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا جس کے سر پر دو چوٹیاں ہوں گی وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ (بخاری مشکوۃ صفحہ ۱۵۵)

لہٰذا جو مالک نصاب ہو کر زکاۃ بالکل نہ نکالے یا کچھ دیدے پوری زکاۃ نہ ادا کرے مگر افطاری کا بڑا اہتمام کرے ہزاروں روپئے اس پر خرچ کرے تو اس کو ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ اس پر زکاۃ فرض ہے اور افطاری کرانا ایک مستحب کام ہے جب تک فرض ادا نہ کرے مستحب تو مستحب سنت بھی قبول نہیں کی جاتی۔ اور نیز جب تک زکاۃ ادا نہ کرے نماز جو اہم فرض ہے وہ بھی قبول نہ ہوگی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "امرنا باقام الصلاۃ و ایتاء الزکاۃ و من لم یزك فلا صلاۃ له۔" یعنی ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکاۃ دیں اور جو زکاۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (بحوالۂ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۸) اور حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نزع کا وقت ہوا تو حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ "اتق اللہ یا عمر و اعلم ان له عملا بالنہار یقبله باللیل و عملا باللیل لایقبله بالنہار و اعلم انه لایقبل نافلة حتی تؤدی الفریضة۔" یعنی اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں ہیں کہ انہیں دن میں کرو تو قبول نہ ہوں گے اور خبردار ہو کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے۔ (بحوالۂ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۶) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتوح الغیب'' سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ینبغی للمؤمن ان یشتغل اولا بالفرائض فاذا فرغ منھا اشتغل بالسنن ثم بالنوافل و الفضائل فما لم یفرغ من الفرائض فاشتغال بالسنن حمق و رعونة فان اشتغل بالسنن و النوافل قبل الفرائض لم تقبل منه و اھین۔" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۱۳) اور اسی میں صفحہ ۴۳۶ پر زکاۃ نہ دے کر دیگر کار خیر میں مال و دولت خرچ کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، یہ شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہے میں نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے، اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کی ترک کا عذاب گردن پر موجود ہے۔ اے عزیز فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار

تحفے بھیجتے وہ قابل قبول نہ ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی
۲۴ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: محمد جمیل خاں اشرفی، متھر ابازار، بلرام پور

(۱) زید گنے کی کاشت کرتا ہے فصل تیار ہونے پر گنا شوگر فیکٹری کو دے دیتا ہے شگر فیکٹری گنے کی قیمت زید کے اکاؤنٹ میں جمع کر دیتی ہے اب زید عشر کس طرح ادا کرے؟ بینوا توجروا.

(۲) زید پر منٹ کی کھیتی کرتا ہے پر منٹ کا تیل نکالنے کے بعد اسے فرخت کر دیتا ہے تو وہ عشر کس حساب سے ادا کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) صورت مسئولہ میں اگر گنے کی پیدائش میں زمین کی نمی یا بارش کا زیادہ دخل ہو تو جو روپیہ شوگر فیکٹری نے زید کے اکاؤنٹ میں جمع کیا ہے اس کا دسواں حصہ عشر نکالے اور اگر اس کی پیدائش میں زمین کی نمی یا بارش کے پانی کا زیادہ دخل نہ ہو بلکہ زیادہ تر سینچائی ٹیوبل وغیرہ سے کی گئی ہے تو اس رقم کا بیسواں حصہ ادا کرے۔فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۷ پر ہے:"لو باع العنب اخذ العشر من ثمنه اه." واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر پر منٹ کی پیدائش میں زمین کی نمی یا بارش کے پانی کو زیادہ دخل ہو تو جتنے روپے میں اس نے تیل فروخت کیا ہے پورے روپے کا دسواں حصہ عشر نکالے اور اگر اس کی پیدائش میں زیادہ تر دخل ٹیوبل وغیرہ کے پانی کا ہو تو بیسواں حصہ ادا کرے۔فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۷ پر ہے:"لو اتخذ العنب عصيرا ثم باعه فعليه عشر ثمن العصير اه."
واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۹ر صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: محمد عالم رضوی، فاتح پور، بہار

عمرو سال بھر غلہ کھیت سے پیدا نہیں کر پاتا اور باہر کی آمدنی بھی خرچ کو کافی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے پورا سال خوشحالی سے نہیں گزار پاتا تو کیا عمرو زکاۃ کی رقم لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ زکاۃ کی رقم فقراء و مساکین کے لئے ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ."الخ (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۰)

لہٰذا اگر عمرو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ یعنی چھپن بھر چاندی یا اتنے روپے یا اتنے کا مال تجارت وغیرہ

کا نصاب نہیں رکھتا ہے اور غلہ باہر کی آمدنی میں سے ضروری مصارف اور اہل و عیال کے نفقہ کے بعد اتنے نہیں بچتے کہ وہ اپنی حاجت اصلیہ سے فارغ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی خرید سکے تو اس صورت میں وہ زکاۃ کی رقم لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بنی ہاشم یا حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولاد سے نہ ہو۔ اور نہ وہ اپنی اصل و فرع سے ہو۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۹ میں ہے: "لو کان له حوانیت او دار غلة تساوی ثلثة الاف درهم و غلتها لا تکفی لقوته وقت عیاله یجوز صرف الزکاة الیه فی قول محمد رحمه الله تعالیٰ و لوکان له ضیعة تساوی ثلثة الاف و لا تخرج ما یکفی له و لعیاله اختلفوا فیه قال محمد بن مقاتل یجوز له اخذ الزکاة. اھ" اور فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۷ میں ہے: لا یجوز الدفع الی بنی هاشم. اھ" اور در مختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۹۴ میں ہے: "لا یصرف من بینهما و لاد. اھ" ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: (مولانا) فصیح اللہ اعظمی، الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ رونا ہی، فیض آباد

جیون بیمہ میں جو رقم جمع کی جاتی ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور ان رقموں میں کس کی زکاۃ دی جائے گی اور کس کی نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زندگی کا بیمہ اس صاحب مال کے لئے جائز ہے جس کو اپنی موجودہ حالت کے ساتھ تین سال کی مدت مقررہ یا اس کے بعد کی مدت موسعہ تک تین سال کی تمام قسطیں جمع کرنے کا ظن غالب ملحق بالیقین ہو۔ لہذا وہ شخص جس کی موجودہ حالت مدت موسعہ تک تین سال کی پالیسی قائم رکھنے کے قابل نہیں اس کا ظن ملحق بالیقین نہیں ہے تو ایسے شخص کو بیمہ پالیسی کی اجازت نہیں۔ اور مدت موسعہ میں قسط سے زائد جو رقم ادا کرے وہ سود نہیں بلکہ اپنے مال کو قرض دینا ہے کہ وہ اسے واپس ملے گا اور بیمہ سے حاصل شدہ زائد رقم مال مباح ہے اسے اپنے امور میں صرف کرنا جائز ہے۔

اور اصل جمع شدہ رقم کی زکاۃ سال بسال واجب ہوتی رہے گی مگر جب وہ مل جائے گی تب واجب الادا ہوگی اور زائد رقم حاصل ہونے کے بعد اصل نصاب سے ملحق ہو جائے گی اور اس کی زکاۃ نصاب کے حولان حول پر واجب ہوگی۔ ایسا ہی صحیفۂ فقہ اسلامی مبارکپور صفحہ ۳۲ پر ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی بیمہ کی زکاۃ کی ادائیگی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ''وقت واپسی جتنا جمع ہوا تھا اس کی ہر سال کی زکاۃ لازم آئے گی اور اگر اس سے زائد ملے تو اس کی زکاۃ نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۶۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۱۹ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ: - از (مولانا) فصیح اللہ اعظمی، الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ رونا ہی، فیض آباد

ایڈ شدہ مدارس میں فنڈ کی جو رقم جمع ہوتی ہے اور فکس ڈپازٹ کی رقم کی زکاۃ کس طرح ادا کی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - اگر مدرس مالک نصاب ہے تو دیگر زکاتی مالوں کے ساتھ مذکورہ فنڈ میں جب سے رقم جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسی وقت سے اس رقم کی بھی زکاۃ ہر سال واجب ہوگی۔ اور اگر مالک نصاب نہیں ہے تو جب فنڈ کی رقم زکاۃ کے دوسرے مالوں کے ساتھ جوڑنے سے ساڑھے باون تولہ یعنی چھپن بھر چاندی کی مقدار کو پہنچ جائے اور حوائج اصلیہ سے بچکر اس پر سال گزر جائے اس وقت فنڈ کی رقم پر زکاۃ واجب ہوگی اور پھر سال بسال واجب ہوتی رہے گی۔

اور فکس ڈپازٹ کی زکاۃ کا حکم بھی مذکورہ مسئلہ کی طرح ہے کہ فیکس ڈپازٹ کرنے والا اگر مالک نصاب ہے تو اس کی صرف اصل رقم پر ہر سال کی زکاۃ واجب ہوگی ورنہ جب مالک نصاب ہوگا تب واجب ہوگی اس کی صورت دین قوی کی طرح ہے کہ دین قوی کی زکاۃ بحالت دین ہی سال بسال واجب ہوتی رہے گی مگر واجب الادا اس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہوجائے مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے۔ یعنی چالیس درہم وصول ہونے سے ایک درہم واجب ہوگا اور اسی طرح ہوئے تو دو علی ہذا القیاس۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۳۹ پر ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۳۶ میں ہے: "تجب زکاتھا اذا تم نصابا و حال الحول لکن لافورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی کقرض۔"

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۱۷ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: - از: محمد پرویز عالم، گیا، بہار

خالد عشر کی جگہ من سیری نکالتا ہے یعنی چالیس سیر میں ایک سیر اور کہتا ہے کہ یہی عشر ہے تو اس سے عشر ادا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور من سیری کو کس مد میں شمار کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ دینا فرض ہے اس سے کم میں عشر ادا نہ ہوگا۔ اور بعض صورتوں میں بیسواں حصہ دینا فرض ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت جلد ۵ صفحہ ۵۰ پر ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۶ پر ہے: "یجب العشر فی کل ما تخرجہ الارض من الحنطۃ والشعیر و الدخن و الارز و اصناف الحبوب و البقول سواء یسقی بماء السماء اوسیحا۔ و ما سقی بالدولاب و الدالیۃ ففیہ نصف العشر و ان سقی سیحا و بدالیۃ یعتبر اکثر السنۃ فان استویا یجب نصف العشر۔" اھ ملخصاً۔

لہٰذا عشر کی جگہ من سیری نکالنے سے عشر ہرگز ادا نہ ہوگا کہ اگر پیداوار میں بارش یا زمین کی نمی کا زیادہ دخل ہو تو چالیس سیر

کے ایک من میں چار سیر اور اگر ٹیوبیل وغیرہ کے پانی کا زیادہ دخل ہے یا دونوں برابر ہیں تو ایک من میں دو سیر نکالنا فرض ہے یعنی نصف عشر۔ اسی طرح کل پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ اور خالد کا یہ کہنا کہ من سیری ہی عشر ہے ہرگز صحیح نہیں وہ لفظ عشر کے معنی و مفہوم سے بھی واقف نہیں کہ عشر یعنی دسویں حصہ کو چالیسواں سمجھ رہا ہے اور اس پر یہ جرأت کی مفتی بن بیٹھا اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے۔ حدیث شریف میں ہے: "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض." یعنی جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان و زمین کے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳)

اور خالد پر واجب ہے کہ گذشتہ تمام سالوں کے عشر کا حساب کر کے جن میں وہ من سیری نکالتا آیا ہے ان ادا کئے ہوئے میں سیری کو وضع کر کے بقیہ عشر ادا کرے ورنہ وہ سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہوگا۔ اور جو اس نے من سیری دی ہے وہ عشر ہی کے مد میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۱۳ رظفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ: - از: مطیع الرحمٰن امجدی، اودے پور، راجستھان

مکان وغیرہ کرایہ پر لینے کی صورت میں کرایہ دار مکان مالک کو کرایہ کی متعینہ رقم کے علاوہ ایک بڑی رقم پگڑی ضمانت، ڈپازٹ یا سیکورٹی کے نام پر دیتا ہے اور اس رقم کو کرایہ دار اس وقت واپس لے سکتا ہے جب مکان خالی کر دے درمیان میں لینے کا اختیار نہیں البتہ جتنی رقم دیئے رہتا ہے وہ پوری رقم مل جاتی ہے اب سوال یہ ہے کہ اس رقم کی زکاۃ کرایہ دار پر واجب یا مکان مالک پر جس کے قبضہ میں وہ رقم ہے؟ اس مسئلہ کے متعلق مختلف عبارتیں نظر سے گذریں جو مع حوالہ درج ذیل ہیں ملاحظہ فرما کر تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اس کی زکاۃ کرایہ دار پر واجب ہے۔ (جدید مسائل زکاۃ صفحہ ۲۳) (۲) شئی مرہون کی زکاۃ نہ مرتہن پر ہے نہ راہن پر راہن کی ملک تام نہیں اور مرتہن تو مالک ہی نہیں اور بعد رہن چھوڑانے کے بھی ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں۔ (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۲) (۳) جب مقروض اپنا رہن چھڑا لے تب اس پر گذشتہ برسوں کی زکاۃ بھی واجب ہوگی مگر قرض نکال کر۔ (کیا آپ جانتے ہیں صفحہ ۶۳۴) بینوا توجروا۔

الجواب: - وہ رقم جو کرایہ دار مکان، دوکان مالکان کو کرایہ کے علاوہ بطور ضمانت، ڈپازٹ یا سیکورٹی دیتا ہے یہ حقیقت میں قرض ہے رہن نہیں اس لئے کہ رہن میں مرتہن راہن کو کچھ مال بطور قرض دیتا ہے اور پھر راہن کی کسی چیز پر قبضہ کر لیتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے قرض دیئے ہوئے مال کو وصول کرنے پر آسانی سے قادر ہو۔ اور مرتہن شئی مرہون میں کچھ بھی تصرف نہیں کر سکتا ہے اور صورت مسئولہ میں کرایہ دار نے مالک کو کرایہ کے علاوہ جو رقم دی ہے وہ قرض ہے اور مالک اس میں بطور خود تصرف

بھی کرسکتا ہے۔

لہذا اس کی زکاۃ کرایہ دار ہی پر واجب ہوگی بشرطیکہ وہ مالک نصاب ہو۔ اور زکاۃ کی ادائیگی کل مال یا کم از کم نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہونے پر واجب ہوگی۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جو مال کسی پر دین ہو اس کی زکاۃ کب واجب ہوتی ہے اور ادا کب اس میں تین صورتیں ہیں۔

(۱) اگر دین قوی ہو جیسے قرض جسے عرف میں دست گرداں کہتے ہیں اور مال تجارت کا ثمن مثلاً کوئی مال اس نے بہ نیت تجارت خریدا اسے کسی کے ہاتھ ادھار بیچ ڈالا یا مال تجارت کا کرایہ مثلاً کوئی مکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی اسے کسی کو سکونت یا زراعت کے لئے کرایہ پر دے دیا یہ کرایہ اگر اس پر دین ہے تو دین قوی ہوگا اور دین قوی کی زکاۃ بحالت دین ہی سال بسال واجب ہوتی رہے گی مگر واجب الادا اس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہو جائے مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے۔ یعنی چالیس درہم وصول ہونے سے ایک درہم دینا واجب ہوگا اور اسی وصول ہوئے تو دو علی ہذا القیاس۔

(۲) دوسرے دین متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا سواری کا گھوڑا یا خدمت کا غلام یا اور کوئی شئی حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور دام خریدار پر باقی ہے اس صورت میں زکاۃ دینا اس وقت لازم آئے گا کہ دو سو درہم پر قبضہ ہو جائے یوں ہی اگر مورث کا دین اسے ترکہ میں ملا اگرچہ مال تجارت کا عوض ہو مگر وارث کو دو سو درہم وصول ہونے اور مورث کی موت کو سال گذرنے پر زکاۃ دینا لازم آئے گا۔

(۳) تیسرے دین ضعیف جو غیر مال کا بدل جیسے مہر، بدل خلع، دیت، بدل کتابت یا مکان و دوکان کہ نیت تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایہ دار پر چڑھا اس میں زکاۃ دینا اس وقت واجب ہے کہ نصاب پر قبضہ کرنے کے بعد سال گذر جائے تو زکاۃ واجب ہے۔ (بہار شریعت جلد پنجم صفحہ ۳۹)

اور بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۲۰۷ پر ہے: "الدین علی ثلثة اقسام قوی و هو بدل القرض و مال التجارة. متوسط و هو بدل ما لیس للتجارة کثمن ثیاب البذلة و عبد الخدمة و دار السکنیٰ. و ضعیف وهو بدل ما لیس بمال کالمهر و الوصیة و بدل الخلع الصلح عن دم العمد و الدیة و بدل الکتابة و السعایة. ففی القوی تجب الزکاة اذا حال الحول و یتراخی القضا الی ان یقبض اربعین درهما ففیها درهم و کذا فیما زاد بحسابه و فی المتوسط لاتجب مالم یقبض نصابا و یعتبر لما مضی من الحول و فی الضعیف لا تجب مالم یقبض نصاباً و یحول الحول بعد القبض علیه .اھ"

اور سوال میں ''جدید مسائل زکاۃ'' کی مذکورہ عبارت اسی قرض کی رقم سے متعلق ہے جو اوپر جواب میں گذرا۔ اور ''بہار شریعت و کیا آپ جانتے ہیں'' کہ عبارتیں رہن سے متعلق ہیں لیکن، کیا آپ جانتے ہیں کہ عبارت صحیح نہیں، اور بہار شریعت کی عبارت درمختار

وغیرہ کے حوالوں کے مطابق ہے لہذا وہ صحیح ہے۔

نیز پگڑی وہ رقم ہے جو ناجائز طور پر مالکان مکان، دوکان وغیرہ وصول کرتے ہیں اس کی زکاۃ کرایہ دار پر واجب نہیں ہوتی بلکہ پگڑی لینے والے پر واجب ہوتی ہے اس لئے کہ وہ رقم کرایہ دار کو پھر واپس نہیں ملتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی
۲۲/ ذوالحجہ ۲۱

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: - از: محمد عبدالمطلب رضوی، رائے پور (ایم پی)

فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۶۸ کے حاشیہ میں کتاب الزکاۃ کے تحت ہے۔ عامل اور رقاب کا وجود اب نہیں۔ لہذا وہ بھی اس زمانہ میں کالعدم ہیں جب وہ ہوں گے تو اس کا استحقاق ثابت رہے گا مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی۔ موجودہ زمانہ میں مدارس کے سفیر عامل ہیں یا نہیں؟ اگر وہ لوگ زکاۃ صدقات وصول کریں تو انہیں کس قدر اجرت دینا چاہئے۔ زکاۃ وصدقہ دونوں کی اجرت مساوی ہے یا کچھ فرق ہے؟ اگر کل وصول یابی کے نصف پر ناظم مدرسہ وسفیر کے مابین مصالحت ہو جائے تو کیا یہ شرعاً درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - موجودہ زمانہ میں چندہ کرنے والے عموماً عامل نہیں ہوتے چاہے مدرسہ کے سفیر ہوں یا اس کے علاوہ۔ ہاں اگر قاضی شرع انہیں زکاۃ وغیرہ کی رقم وصول کرنے پر مقرر کرے تو وہ عامل قرار پائیں گے۔ اور اگر قاضی شرع نہ ہو تو ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جس کی طرف مسلمان اپنے دینی معاملات میں رجوع کرتے ہوں وہ مقرر کرے تو ہو جائیں گے۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول صفحہ ۳۵۱ میں ہے: "اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء و یلزم الامۃ الرجوع الیھم و یصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم اھ۔" لہذا فتاویٰ امجدیہ کے حاشیہ کی مذکورہ عبارت بالکل درست ہے۔ اگر سفیر فیصد پر چندہ کریں تو اجیر مشترک قرار پائیں گے چاہے وہ پچیس یا تیس فیصد پر کریں یا چالیس اور پچاس فیصد پر کہ ان کی اجرت کام پر موقوف رہتی ہے۔ جتنا کریں گے اسی حساب سے اجرت کے حقدار ہوں گے۔

حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "الاجراء علی ضربین مشترک و خاص فالاول من یعمل لا لواحد کالخیاط و نحوہ او یعمل لہ عملا غیر مؤقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقیدۃ بمدۃ کان اجیرا مشترکا و ان یعمل لغیرہ۔" (درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۶۴) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "کام میں جب وقت کی قید نہ ہو اگر چہ وہ ایک ہی شخص کا کام کرے یہ بھی اجیر مشترک ہے۔ مثلاً درزی کو اپنے گھر میں کپڑا سینے کے لئے رکھا اور یہ پابندی نہ ہو کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک سیئے گا اور روزانہ یا ماہانہ یہ اجرت دی

جائے گی بلکہ جتنا کام کرے گا اسی حساب سے اجرت دی جائے تو یہ اجیر مشترک ہے۔" (بہار شریعت حصہ چہاردہم صفحہ ۱۴۴) اور اگر ڈبل تنخواہ پر چندہ وصول کریں تو یہ اجیر خاص کی صورت ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان غمز العیون کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "استاجرہ لیصیدله او لیحتطب جاز ان وقت بان قال هذا الیوم او هذا الشهر و یجب المسمی لان هذا اجیر وحد و شرط صحته بیان الوقت و قد وجد." فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۵۲۵)

لہذا ڈبل تنخواہ پر چندہ کرنے والوں کو ڈبل تنخواہ اور فیصد پر چندہ کرنے والوں کو جتنا فیصد مقرر ہو اس اعتبار سے اجرت دینا جائز ہے۔ چاہے وہ صدقۂ واجبہ ہو یا نافلہ دونوں کی اجرت میں کوئی فرق نہیں۔ بشرطیکہ خاص چندہ کے روپے میں سے اجرت دینا طے نہ کیا جائے۔ پھر چاہے اسی روپے سے دی جائے تاکہ قفیز طحان نہ ہو جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۵۷ میں ہے: "الحیلة ان یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیه منه فیجوز اھ ملخصاً۔" البتہ چندہ کرنے والوں پر ضروری ہے کہ فیصد مقرر کرتے وقت اس کا خاص خیال رکھیں کہ مدارس وغیرہ کا نقصان نہ ہو جتنے میں سفیروں کی ضرورت پوری ہو جائے اسی اعتبار سے فیصد مقرر کریں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ الاشباہ والنظائر صفحہ ۱۴۰ میں ہے: "ما ابیح للضرورة یتقدر بقدرها. اھ"

اگر قاضی شرع یا اس کا قائم مقام زکاۃ وغیرہ کی رقم وصول کرنے پر مقرر کرے تو خاص مال زکاۃ سے بھی انہیں بلا تملیک فقیر بقدر ضرورت حق المحنت دینا اور لینا جائز ہے۔ اگرچہ وہ مالدار ہو۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "عامل زکاۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکاۃ پر مقرر کیا ہو جب وہ تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۵)

اور اگر مدرسہ والے بھیجیں جو نہ قاضی ہوں اور نہ ہی اس کا قائم مقام تو حیلۂ شرعی کے بعد ہی اجرت دینا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۲۴ رذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: - از: انوار اللہ قادری، پربھاس پاٹن، جوناگڈھ، گجرات

ذمہ داران مدرسہ نے بتاریخ ۲ رشوال بطور حیلہ شرعی دس ہزار رقم زید کو دی اس نے بعد قبضہ مدرسہ کو دی پھر اسی طرح دوسرے سال اسی تاریخ میں اسے دس ہزار رقم اسے دی اس نے پھر اسے مدرسہ میں دیدی تو اس پر زکاۃ واجب ہوئی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں زید پر زکاۃ واجب نہیں ہے کہ وجوب زکاۃ کے لئے مال نصاب پر سال گزرنا شرط

ہے یعنی وہ مال نصاب درمیان سال بالکل ختم نہ ہو ورنہ زکاۃ واجب نہ ہوگی جیسا کہ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں ہے "رجل له غنم للتجارة تساوی مائتی درهم فماتت قبل الحول فسلخها و دبغ جلدها حتی بلغ جلد ها نصابا فتم الحول کان علیه الزکاة و لو کان له عصیر للتجارة فتخمر قبل الحول ثم صار خلا یساوی نصابا فتم الحول لا زکاة فیه قالوا لان فی الفصل الاول الصوف الذی بقی علی ظهر الشاة متقوم فیبقی الحول ببقائه و فی الفصل الثانی هلك کل المال فبطل حکم الحول "اھ اور شامی جلد سوم صفحہ ۲۳۳ میں ہے۔"و شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فلا یضر نقصانه بینهما "فلو هلك کله ای فی اثناء الحول بطل الحول حتی لو استفاد منه غیره استانف له حولا جدیدا

لہٰذا اگر سال بھر زید کے پاس کچھ مال حاجت اصلیہ سے زائد رہا اور دوسرے سال اسی تاریخ اسی وقت اور اسی منٹ پر حیلۂ شرعی کیا گیا تو اس پر زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شبیر احمد مصباحی

۲؍ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد رفیق چودھری صاحب، مقام سرسیا، ایس نگر

زکاۃ کی رقم حیلۂ شرعی سے مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

الجواب:۔ زکاۃ کی رقم حیلۂ شرعی سے مسجد میں لگائی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی درمختار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں "وحیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب بها و کذا فی تعمیر المسجد" (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۴۶۹) اور خود سیدنا امام اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں اگر کسی نے زر زکاۃ اسے (مصرف زکاۃ) دیا اور ماذون مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکاۃ ادا کرو اس نے خود بہ نیت زکاۃ لے لیا اس کے بعد مسجد میں لگا دیا تو یہ بھی صحیح و جائز ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۴۷۵)

پس معلوم ہوا کہ حیلۂ شرعی کے ذریعہ زکاۃ کی رقم مسجد میں لگانا جائز ہے لیکن جہاں کے لوگ مسجد دوسری رقموں سے بنا سکتے ہوں وہ آج کے مروجہ حیلۂ شرعی زکاۃ کی رقم مسجد میں نہ لگائیں صرف مجبوری کی صورت میں لگائیں تا کہ غرباء و مساکین وغیرہ جو اس کے اصل مصارف میں ہیں اور ضرورت مند مدارس عربیہ کی حق تلفی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

مسئلہ:۔

ایک کمیٹی نے بیت المال قائم کر رکھا ہے جس میں زکاۃ اور دیگر صدقات واجبہ کی رقم لوگ جمع کرتے ہیں کمیٹی والے اس

رقم سے غرباء و مساکین کی مدد کرتے ہیں اور ضرورت پر ان کا علاج کراتے ہیں بیت المال میں کافی رقم جمع ہوگئی ہے کیا اس رقم سے بعد حیلۂ شرعی دینی و دنیاوی مدرسہ کی تعمیر جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زکاۃ اور صدقات واجبہ کی رقم سے حیلۂ شرعی کے بعد دینی مدرسہ کی تعمیر جائز ہے جبکہ خاص اہل سنت کا ہو، ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد۴ صفحہ ۴۶۸ میں ہے لیکن دنیاوی مدرسہ کی تعمیر نیک کام سے نہیں ہے۔

کیونکہ حیلۂ شرعی کے ذریعہ زکاۃ اور صدقات واجبہ کی رقم نیک کاموں میں خرچ کرنے کی اجازت ہے اور دنیاوی مدرسہ کی تعمیر نیک کام سے نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۳۷۶ میں ہے ''امور خیر کے لئے حیلہ کرنے میں کسی قسم کی کراہیت یا قباحت نہیں'' اھ۔ اسی عبارت کے تحت حاشیہ میں ہے ''یہ اس کی دلیل ہے کہ امور خیر میں صرف کرنے کے لئے حیلہ کی اجازت ہے فقراء کی حق تلفی اور امور دنیوی میں صرف کرنے کی اجازت نہیں لہذا حیلہ کے بعد بھی اسکول کالج، دنیوی تعلیم میں صرف کرنا ممنوع ہے'' اھ

اور امور خیر میں خرچ صرف اسی صورت میں کریں جبکہ دیگر رقوم سے وہ امور انجام نہ پاسکیں تاکہ زکاۃ کے اصل مستحقین جو غرباء و مساکین وغیرہ ہیں ان کی حق تلفی نہ ہو اور غرباء و مساکین کے علاج میں اگر روپے ان کو دیتے ہیں تو زکاۃ ادا ہو جاتی ہے اور اگر ڈاکٹر کو علاج کے لئے دیتے ہیں تو ادا نہیں ہوگی کہ اس صورت میں تملیک فقیر نہیں پائی جائیگی۔

اور سوال سے ظاہر ہے کہ بیت المال کی رقم اس کے اراکین روک کر رکھتے ہیں اور اس کے مستحقین کو کبھی کبھی بوقت ضرورت دیتے ہیں تو یہ ناجائز و گناہ ہے کہ وہ زکاۃ وغیرہ کی ادائیگی کے صرف وکیل ہیں اور ان پر لازم ہے کہ اس کی ادائیگی میں وہ تاخیر ہرگز نہ کریں اس کے مستحقین کو فوراً پہنچادیں صرف اتنی رقم حیلۂ شرعی کے بعد روک لیں کہ جتنی رقم کی ضرورت عموماً پڑتی ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۶۰ میں ہے: "تجب علی الفور عند تمام الحول حتی یأثم بتاخیرہ" اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ:- از: نظام الدین احمد صاحب، سرسیا، سدھارتھ نگر

جو طالب علم صاحب نصاب ہے اس کا زکاۃ لینا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- صاحب نصاب طالب علم کا زکاۃ کھانا جائز ہے حضرت علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں "لا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا الا الی طالب العلم والغازی و منقطع الحج لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام یجوز دفع الزکاۃ لطالب العلم وان کان لہ نفقۃ اربعین سنۃ" اھ (ردالمحتار جلد۲ صفحہ ۶۵)

لیکن اگر نصاب اس کے دسترس میں ہے تو جائز نہیں جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں ''جو نصاب پر دسترس رکھتا ہو ہرگز زکاۃ نہیں پاسکتا ہے اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی''

ملخصا (فتاوی رضویہ جلد۴ صفحہ ۴۶۵) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: وفاء المصطفی الامجدی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از: محمد ابرار خاں قادری، مدرسہ اشرفیہ ریاض العلوم، بیر پور، بلرامپور

چندہ وصول کرنے والے نے زکاۃ کی رقم بغیر حیلۂ شرعی اپنی ضرورتوں میں خرچ کر ڈالی اور مدرسہ میں پہنچ کر اپنی تنخواہ سے وہ رقم وضع کرادی تو اس طرح زکاۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ آج کل مدارس عربیہ کے چندہ وصول کرنے والے عموماً عامل نہیں ہوتے کہ انہیں بھیجنے والے ذمہ داران مدرسہ ہوتے ہیں جو حاکم اسلام نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جہاں حاکم اسلام نہ ہو وہاں مدارس عربیہ کے ذمہ داران حاکم اسلام نہیں قرار دیئے جائیں گے اور نہ ان کے مقرر کرنے سے زکاۃ وغیرہ وصول کرنے والے عامل ہوں گے۔ بلکہ ایسی جگہ میں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم اس کے قائم مقام ہے۔'' (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۰۲) لہذا وہ وکیل ہوتے ہیں اور انہیں اجازت نہیں کہ بلا تملیک حق المحنت لیں۔ یا زائد لے کر بعد میں اپنی تنخواہ سے مدرسہ کو وضع کرائیں اگر ایسا کرتے ہیں تو یہ خیانت ہوگی جو حرام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ." یعنی اے ایمان والوں اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرو (پارہ ۹ سورۂ انفال آیت ۲۷) اور اس طرح کرنے سے زکاۃ بھی ادا نہیں ہوگی بلکہ انہیں زکاۃ دینے والوں کو تاوان دینا ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اگر وکیل نے پہلے اس روپیہ کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپیہ زکاۃ میں دیا تو زکاۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے اور مؤکل (یعنی زکاۃ دینے والے) کو وہ تاوان دے گا اھ'' (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۲۳)

لہذا چندہ وصول کرنے والوں پر لازم ہے کہ اپنا خاص روپیہ یا جن روپیوں کو شرعاً تصرف کرنے کی اجازت حاصل ہے انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کریں اور چندہ کے سب روپئے مدرسہ میں جمع کریں پھر بعد تملیک جو حق المحنت انہیں ملے اسے اپنے خرچ میں لائیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عبد الحمید رضوی مصباحی

۲۰ ربیع الآخر ۲۰ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

باب صدقة الفطر

صدقۂ فطر کابیان

مسئلہ:۔ از: شرافت حسین عزیز ثاقب، ارماوی نرسا، دھنباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) صدقۂ عید الفطر دوکلو پینتالیس گرام فی کس دیا جاتا ہے مگر دوسرے حضرات نے جو ایک کلو چھ سو سینتیس گرام لکھا ہے کیا یہ درست نہیں ہے اگر درست نہیں ہے تو دوکلو پینتالیس گرام کی تفصیلی تحقیق سے مطلع فرما کر کرم فرمائیں۔ بینوا توجروا.

(۲) ہمارے یہاں یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار جب کچھ لکھتے ہیں تو پہلے ۷۸۶ پھر ۹۲ یا ۹۱۷ لکھتے ہیں جب کہ ۷۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد ہے اور ۹۲ محمد کا ۹۱۷ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ تو کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ لکھنا ضروری ہے اگر ضروری ہے تو پھر تلاوت قرآن سے قبل تسمیہ کے ساتھ درود پڑھنا لازم ہوگا اور نماز میں تعوذ وتسمیہ کے بعد ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ضروری ہوگا؟

لہٰذا حضور والا سے گذارش ہے کہ اس کی ابتدا کب سے ہے؟ اور لکھنا کیسا ہے؟ مع حوالۂ کتب جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) اعلیٰ تحقیق یہی ہے کہ صاع کا وزن ۳۵۱ روپیہ بھر ہے یعنی انگریزی سیر سے چار سیر چھ چھٹانک ایک روپیہ بھر۔ اور نصف صاع ایک سو ساڑھے پچھتر ۱/۲ ۱۷۵ روپیہ بھر ہے۔ یعنی دو سیر تین چھٹانک آٹھ آنہ بھر۔ اور نئے پیمانے سے نصف صاع گیہوں کا وزن ۲ کلو تقریباً ۴۷ گرام ہوتا ہے۔ ایک کلو چھ سو سینتیس گرام اعلیٰ تحقیق کے خلاف ہے۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۵۰۸ ملاحظہ ہو۔ و المولی تعالی اعلم.

(۲) اسلاف کرام اور بزرگان دین کا یہ طریقہ رہا کہ وہ جب بھی کچھ لکھتے یا کتاب وغیرہ تصنیف کرتے تو تبرکاً اسے اللہ و رسول کے نام سے شروع کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے مگر بعد میں بے ادبی سے بچانے کے لئے جس طریقے سے خط وغیرہ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے ان کے اعداد ۷۸۶ کے لکھنے کا رواج تبرکاً ہوا اسی طرح ۹۲ اور ۹۱۷ کے لکھنے کی بھی ابتداء ہوئی۔ پھر جس جگہ بے ادبی کا اندیشہ نہیں وہاں بھی لوگ لکھنے لگے۔ اور جو چیز تبرکاً لکھی جاتی ہے وہ ضروری نہیں ہوتی۔

لہٰذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کا عدد ۷۸۶ لکھنے کے بعد ۹۲ یا ۹۱۷ لکھنا ضروری نہیں۔ صرف جائز ومستحسن ہے۔ اسی

طرح تلاوت قرآن کے وقت درود شریف پڑھنا بہتر ہے لازم نہیں۔اور جب تسمیہ کے عدد ۷۸۶ کے بعد ۹۲ یا ۹۱ لکھنا ضروری نہیں تو اس سے نماز کے اندر تعوذ وتسمیہ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا استدلال غلط ہے۔اور اس کی ابتداء کب سے ہوئی یہ غیر ضروری سوال ہے۔اور حدیث شریف میں ہے "من حسن اسلام المرأ ان یترک ما لایعنیہ" اھ. واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۷/محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:-از: ابوطلحہ خاں برکاتی، دوستپور، امبیڈکر نگر

صدقۂ فطر میں دھان یا چاول گیہوں کی جگہ پر دینا چاہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- صدقہ فطر میں گیہوں کی جگہ پر چاول، دھان، جوار یا باجرا دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ روٹی گیہوں یا جو کی ہو ایسا ہی بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۷۰ پر ہے۔اور سیدنا اعلی حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اتنے دیئے جائیں گے'' (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۵) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں: "مالم ینص علیہ کذرۃ و خبز یعتبر فیہ القیمۃ" (درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۸۳) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد عبدالحی قادری
۳/ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:-از: محمد خلیل احمد رضوی، ہانگل شریف، ضلع ہاویری (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چاول، دھان، اور جوار و باجرا وغیرہ میں صدقۂ فطر ادا کرنے کی کیا مقدار ہے؟ زید جو مفتی کہلاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چاول میں گیہوں کا دوگنا دینا ہوگا تو زید کا یہ قول شرعا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا قول درست نہیں۔چاول، دھان اور جوار باجرا وغیرہ میں صدقۂ فطر ادا کرنے کی مقدار گیہوں کا دوگنا نہیں ہے بلکہ مذکورہ اشیاء میں اس کی مقدار آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت ہے۔یعنی جتنی رقم میں آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو خریدا جاسکے اتنی رقم کا غلہ ان سے ادا کرنا واجب ہے۔فتاوی عالمگیری جلد اول باب صدقۃ الفطر صفحہ ۱۹۲ پر ہے: "و ما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ" اھ. اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۸۳ پر ہے: "و مالم ینص

علیه کذرۃ و خبز یعتبر فیه القیمة" اھ. اور قوله و خبز کے تحت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "عدم جواز دفعه الا باعتبار القیمة هو الصحیح لعدم ورود النص به فکان کالذرۃ و غیرها من الحبوب التی لم یرد بها نص" اھ. اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''ان چار چیزوں (گیہوں، کھجور، منقی اور جَو) کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے مثلاً چاول، جوار، باجرا یا اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا۔ یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت کی ہو''۔ (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۷۰) و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

ا ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:- از: شکیل احمد قادری، مدرسہ عربیہ رحمانیہ، رحمان گنج (بارہ بنکی)

صدقۂ فطر کی مقدار میں اختلاف کی صورت میں کس مسئلہ پر عمل کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صاع کی تحقیق میں اختلاف ہونے کے سبب صدقۂ فطر کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے اعلی تحقیق یہ ہے کہ صاع کا وزن ۳۵۱ روپیہ بھر ہے یعنی انگریزی سیر سے چار سیر چھ چھٹانک ایک روپیہ بھر اور نصف صاع ۱۷۵ ۱/۲ ایک سو ساڑھے پچھتر روپیہ بھر ہے یعنی دو سیر تین چھٹانک آٹھ آنہ بھر اس لئے کہ صاع وہ پیمانہ ہے جس میں آٹھ رطل اناج آئے۔ اعلی حضرت قدس سرہ نے تحریر کیا وہ پیمانہ کہ جس میں ایک سو چالیس روپیہ بھر جو آئے اس میں ایک سو پچھتر روپیہ اٹھنی بھر گیہوں آئے۔ فتاوی رضویہ جلد ا صفحہ ۱۴۵ میں ہے: ''فقیر نے ۲۷ رمضان المبارک ۷ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا تو ٹھیک چار رطل جو کا پیمانہ تھا اس میں گیہوں برابر مسطح ہموار بھر کر تولے تو ایک سو چالیس روپیہ بھر جو کی جگہ ایک سو پچھتر روپیہ آٹھ آنہ بھر گیہوں آئے تو نصف صاع گیہوں صدقۂ فطر کا وزن ایک سو پچھتر روپیہ آٹھ آنہ بھر ہوا جو انگریزی سیر سے دو سیر تین چھٹانک آٹھ آنہ بھر ہے اس لئے انگریزی یعنی دو کلو اور تقریباً ۴۷ گرام ہوگا۔ اس لئے اسی ۸۰ روپیہ بھر کا سیر ۹۳۳ گرام کا ہوتا ہے۔

لہذا صدقۂ فطر کی مقدار کے متعلق اختلاف کی صورت میں اعلی حضرت قدس سرہ کی تحقیق پر عمل کیا جائے۔ و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۷ ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:- از: (مولانا) ممتاز احمد قادری استاذ دار العلوم جامعیہ طاہر العلوم، چھتر پور (ایم پی)

باپ بمبئی میں ہے اور اس کے چھوٹے بچے اس کے وطن یوپی میں رہتے ہیں تو اس صورت میں باپ پر چھوٹے بچوں کے

فطرہ کے گیہوں کی قیمت بمبئی کے حساب سے نکالنا واجب ہے یا اس کے وطن یوپی کے اعتبار سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- باپ پر چھوٹے بچوں کے فطرہ کے گیہوں کی قیمت بمبئی ہی کے حساب سے نکالنا واجب ہے اگر چہ اس کے بچے وطن یوپی میں ہیں اس لئے کہ فطرہ میں اس جگہ کا اعتبار ہے جہاں صدقۂ فطر نکالا جائے۔ خواہ اس جگہ اہل و عیال رہتے ہوں یا کسی دوسرے شہر میں رہتے ہوں۔

فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص ۱۹۰ میں ہے: "فی صدقة الفطر یعتبر مکانه لامکان اولاده الصغار و عبیده فی الصحیح کذا فی التبیین و علیه الفتوی کذا فی الفطرة یعتبر المؤدی لامکان المؤدی اعنی الولد الدقیق" اھ. و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۴ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: ممتاز احمد قادری، دار العلوم جامعیہ طاہر العلوم، چھتر پور

زکاۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب میں کیا فرق ہے؟

الجواب:- زکاۃ اور صدقۂ فطر دونوں کا نصاب تو ایک ہی ہے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کا مالک ہونا اور ملکیت نصاب کا حوائج اصلیہ سے زائد ہونا البتہ وجوب زکاۃ کے لئے صاحب نصاب کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے لیکن صدقۂ فطر میں ایسا نہیں لہٰذا مجنوں اور صبی (نابالغ) کے اولیاء پر ضروری ہے کہ ان کے مال سے ان کا صدقۂ فطر نکالیں اگر ایسا نہیں کرتے تو بعد افاقۂ جنوں یا بعد بلوغ ان دونوں کو صدقۂ فطر نکالنا ہوگا علاوہ ازیں ادائیگی زکاۃ کے لئے مال نصاب پر پورا سال گذرنا ضروری ہے۔ اور مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا بھی ضروری ہے خواہ یہ نمو (مال کا بڑھنا) ثمن خلقی (سونا، چاندی) کے ذریعہ ہو یا جو ثمن خلقی کے حکم میں ہے اس کے ذریعہ ہو یا چرائی کے جانور کے سبب یا بہ نیت تجارت جب کہ صدقۂ فطر کے لئے نہ سال گذرنا ضروری ہے اور نہ ہی مال کا نامی ہونا نیز وجوب زکاۃ کے بعد اگر مال نصاب ہلاک ہو جائے تو زکاۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف صدقۂ فطر کے کہ بعد ہلاکت میں بھی وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا نیز اگر کسی کے پاس ایسی زمین و جائداد ہو جو اس کی رہائش وغیرہ سے فاضل ہو ساتھ ہی اس کی قیمت نصاب وغیرہ کو پہونچتی ہو اور وہ زمین و جائداد بہ نیت تجارت نہ ہو تو اس پر زکاۃ نہیں حالانکہ صدقۂ فطر واجب ہے۔

تنویر الابصار مع درمختار جلد ۲ ص ۴ بیان زکاۃ میں ہے: "شرط افتراضها عقل و بلوغ و اسلام" اھ درمختار مع شامی ج ۲ ص ۷۹ باب صدقۂ فطر میں ہے: "تجب علی کل مسلم و لو صغیرا مجنونا حتی لو لم یخرج ولیهما

وجب الاداء بعد البلوغ و بعد الافاقة فی المجنون" اھ اور بحر الرائق جلد ثانی ص ۲۷۱ میں ہے: "لم یقید النصاب بالنمو کما فی الزکاۃ لانها وجبت بقدرة ممکنة و لهذا لو هلك المال بعد الوجوب لایسقط بخلاف الزکاۃ" اھ

اور شرح وقایہ جلد اول ص ۲۴۰ صدقۃ الفطر میں ہے: "تجب علی حر مسلم له نصاب الزکاۃ و ان لم ینم و قد ذکرنا فی اول کتاب الزکاۃ ان النماء بالحول مع الثمنیة او السوم او نیة التجارة فمن کان له نصاب الزکاۃ ای نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة فان کان من احد الثمنین او السوائم او مال التجارة تجب علیه الصدقة و ان لم یحل علیه الحول و ان کان من غیرهذه الاموال کدار لایکون للسکنی و لاللتجارة و قیمتها تبلغ النصاب تجب بها صدقة الفطر مع انه لاتجب بها الزکاۃ" اھ. و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: ابرار احمد اعظمی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۸/ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

مسئلہ:- از: جمیل احمد رضوی، بارہ، کانپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلے میں کہ روزہ کی حالت میں زید نے ہندہ سے زنا کیا تو ان دونوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- روزہ کی حالت میں زنا' معاذ اللہ، استغفر اللہ' اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ایسے لوگوں کو بہت سخت سزا دی جاتی۔ موجودہ صورت میں یہ حکم ہے کہ اگر گناہ عام لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو ان دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے ورنہ جن لوگوں پر ظاہر ہوا صرف انہیں لوگوں کے سامنے توبہ واستغفار کرایا جائے۔ اور قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، غربا ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللهِ مَتَاباً" (پارہ ۱۹ ارکوع ۴) پھر اگر ماہ رمضان کے ادا روزہ میں ایسا ہوا تو روزہ توڑنے کے کفارہ میں دونوں ساٹھ ساٹھ روزے مسلسل رکھیں۔ اگر عذر یا بغیر عذر کے ایک روزہ بھی درمیان میں چھوٹ گیا تو ساٹھ روزہ پھر سے رکھنا پڑے گا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ کا کفارہ ان دنوں میں رکھے کہ شروع یا درمیان میں عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ذی الحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخیں نہ ہوں۔ اور کفارہ کا ساٹھ ساٹھ روزہ رکھنے کے ساتھ ان دونوں پر ماہ رمضان کے ایک ایک روزہ کی قضا بھی فرض ہے۔

اور جس روزہ میں یہ گناہ سرزد ہوا اگر وہ روزہ رمضان شریف کی قضا کا تھا یا نفلی تھا تو ان صورتوں میں صرف ایک ایک روزہ قضا کی نیت سے رکھنا ضروری ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷/ رجب المرجب ۱۶ھ

مسئلہ:- از: منجانب دفتر دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم، چھتر پور (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر چھتر پور واطراف چھتر پور میں ۱۸/ جنوری ۱۹۹۹ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۴۱۹ھ کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید الفطر کا چاند نظر نہیں آیا لہذا ۳۰ رمضان کو لوگوں نے روزہ رکھا صبح تقریباً آٹھ بجے خبر ملی کہ مہوبہ باندہ میں عید منائی جارہی ہے۔ لہذا چھتر پور سے دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ حضرت

مولانا حافظ وقاری محمد عزیز الدین صاحب جعفری نوری ودار العلوم کے مدرس حافظ قاری مقیم احمد صاحب خطیب بس اسٹینڈ مسجد
بذریعہ جیپ مہوبہ گئے اور وہاں جاکر حضرت مولانا قاضی سید محمد حسین صاحب قاضی شہر مہوبہ وقاری سید محمد آفاق حسین صاحب و
دیگر حضرات سے ہلال عید الفطر کی انتیسویں رمضان کے ہونے کی شرعی شہادت لی اور لوگوں کو عیدگاہ میں عید ملتے ہوئے دیکھا مہوبہ
کے ان حضرات نے دار العلوم ربانیہ باندہ جاکر وہاں کے علماء (حضرت مولینا سید غازی ربانی صاحب وغیرہ) سے شرعی شہادت
لی۔ باندہ والوں نے کانپور سے حضرت علامہ مولینا قاضی عبد السمیع صاحب قاضی شہر کانپور ومولانا قاری میکائیل صاحب ضیائی سے
شرعی شہادت لے کر باندہ میں ۱۹؍جنوری ۹۹ کو عید الفطر کی نماز ادا کی اور عید منائی مہوبہ سے مولانا عزیز الدین صاحب وحافظ مقیم
صاحب شرعی شہادت لے کر تقریباً ۲؍بجے دن چھتر پور واپس آئے اور بس اسٹینڈ کی مسجد میں تقریباً پچاس ساٹھ آدمیوں کے
سامنے شرعی شہادت دی اور لوگوں کو شہادت پر گواہ بنایا پھر یہ کہا کہ شرعی شہادت مل جانے کے بعد روزہ رکھنا جائز نہیں۔
لہذا آپ حضرات روزہ توڑ دیں بعدہ دیگر مساجد میں جاکر ان حضرات نے اعلان کردیا۔ اس کے بعد شہر میں اختلافات
ہوئے اور ان اختلافات کو ہوا دینے میں مولانا نانانی صاحب نے بہت بڑا کردار ادا کیا اور جگہ جگہ کہا جن حضرات نے روزہ توڑا ہے
وہ پے در پے ساٹھ روزے رکھیں کیوں کہ کفارہ واجب ہے بہر حال کچھ حضرات نے روزہ توڑا اور کچھ حضرات نے روزہ نہیں توڑا
اور جعفری صاحب وحافظ مقیم صاحب کو برا بھلا کہا عید الفطر کی نماز ۲۰؍جنوری ۱۹۹۹ء کو ہوئی شہر چھتر پور کے مفتی حضرت علامہ مولینا
مفتی محمد لقمان صاحب قبلہ یہاں نہیں تھے عید بعد تشریف لائے لوگوں نے مختلف بیانات انہیں دیئے۔
لہذا مفتی صاحب نے حضرت مولینا ممتاز صاحب مدرس دار العلوم ہذا وحافظ مقیم صاحب مدرس دار العلوم ہذا کو کانپور بھیجا
یہ دونوں حضرات قاضی شہر قاضی عبد السمیع صاحب کے پاس گئے قاضی شہر کانپور اور قاری میکائیل صاحب نے شہادت دی کہ ۲۹
رمضان بروز پیر عید الفطر کا چاند کانپور میں متعدد حضرات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کی شرعی شہادت ہم لوگوں کو دی اور
یہاں ۱۹؍جنوری ۱۹۹۹ء کو عید منائی گئی اور چاند دیکھنے والوں کی تحریریں بھی دکھائیں نیز کتاب القاضی الی القاضی کی جو صورت ہے
اس کو بھی انہوں نے کیا (جس کی فوٹو کاپی منسلک ہے) دریافت طلب امر یہ ہے کہ ظہر کے بعد جن حضرات نے روزہ توڑا اور جن
حضرات نے تڑوایا ان کا یہ فعل شرعی رو سے کیسا ہے غلط ہے یا صحیح؟ بیان فرمائیں نیز جن حضرات نے روزہ نہیں توڑا اور گالیاں
دیں اور اس شہادت سے آگاہ ہو جانے کے بعد جس عالم نے لوگوں کو اس شرعی حکم کے خلاف بھڑکایا اور شہر میں شورش کو ہوا دی ایسے
لوگوں کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۴۰۹ میں ہے: الشهادة على الشهادة مقبولة و ان كثرت استحسانا فى كل حق على الصحيح بشرط تعذر حضور الاصل بمرض او سفر اه مخلصاً" یعنی گواہی پر گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے اور مذہب صحیح پر یہ امر ہر حق میں جائز ہے۔ بشرطیکہ اصل گواہان کا

ادائے شہادت کے لئے مرض یا سفر کے سبب حاضر ہونا متعذر ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہان اصل میں سے ہر ایک دو آدمیوں سے کہیں کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جاؤ کہ میں نے فلاں مہینہ کا چاند فلاں دن کی شام کو دیکھا پھر ان گواہان شرع میں سے ہر ایک آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں اور فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ انہوں نے فلاں مہینہ کا چاند فلاں دن کی شام کو دیکھا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جاؤ ایسا ہی فتاوٰی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۴۹ پر ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں اگر کانپور والوں نے باندہ والوں کو اور باندہ والوں نے مہوبہ کے لوگوں کو اور انہوں نے چھتر پور والوں کو مذکورہ طریقے پر گواہ بنایا اور ہر ایک ان میں عادل تھا تو عند الشرع اٹھارہ جنوری کی رویت ثابت ہوگئی اس صورت میں ۱۹ جنوری کو چھتر پور میں روزہ توڑنا اور تڑوانا صحیح ہوا اور اگر مذکورہ طریقے پر ایک شہر کے لوگوں نے اپنی گواہوں پر دوسرے شہر کے لوگوں کو گواہ نہیں بنایا یا ان میں کوئی فاسق تھا تو ۱۸ جنوری کی رویت ثابت نہ ہوئی اس صورت میں ۱۹ جنوری کو چھتر پور میں روزہ توڑنا اور تڑوانا غلط ہوا۔ پھر اگر بعد میں ۱۸ جنوری کی رویت ثابت ہوگئی تو روزہ توڑنے اور تڑوانے والوں پر صرف توبہ لازم ہے۔ اور اگر بعد میں بھی شرعی طور پر ۲۹ رمضان کی رویت ثابت نہ ہوئی تو توبہ کی ساتھ پے در پے ساٹھ روزے رکھنا بھی لازم۔

اور جن لوگوں نے ۱۹ر جنوری کو روزہ نہیں توڑا اور مخالفت اس بنیاد پر کی کہ شرعی طور پر ۲۹ رمضان کی رویت ثابت نہ ہوئی اور روزہ تڑوایا گیا تو وہ حق بجانب ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور اگر شرعی طور پر ۲۹ کی رویت ثابت ہونے کے باوجود روزہ نہیں توڑا اور مخالفت کی تو وہ گنہگار ہوئے توبہ کریں۔ اور گالی دینے والے بہرحال توبہ کریں کہ حدیث شریف میں ہے سباب المسلم فسوق۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ ذوالقعدہ ۹اھ

مسئلہ:- از: رویت ہلال کمیٹی آف نارتھ امریکہ

سعودیہ عربیہ میں چاند کی تاریخ اکثر ایک یا دو دن پوری دنیا سے آگے ہوتی ہے۔ جیسے اسی سال عید الاضحیٰ امریکہ، یورپ سے ایک دن اور پاک و ہند سے دو دن قبل وہاں ہوئی۔ رمضان و عید بھی وہاں ایک دن بیشتر ہوئی تو کیا سعودی حکومت کے اعلان پر دنیا بھر کے مسلمانوں پر رمضان اور عید و بقر عید ایک دن کرنا لازم ہے؟ یا اپنے اپنے ملک کی رویت ہلال کے مطابق عمل کریں؟

(۲) سعودی حکومت بعض سالوں میں ایسی تاریخوں میں حج کراتی ہے کہ پوری دنیا کی رویت ہلال سے ایک دن پہلے حج ہو جاتا ہے نیز رویت کے قواعد کے اعتبار سے مکہ معظمہ میں رویت ناممکن ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات ولادت قمر بھی نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں حج ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) امسال ۲۶ / مارچ جمعہ کو سعودی حکومت نے حج کرایا جبکہ اس دن امریکہ کی رویت ہلال کے مطابق ۸ / ذی الحجہ اور پاک و ہند کی رویت کے مطابق ۷ / ذی الحجہ تھی علم ہیئت کے اعتبار سے ۱۷ / مارچ ۱۹۹۹ء مطابق ۲۸ / ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ بروز بدھ پوری دنیا میں رویت ہلال ممکن نہ تھی۔ امریکہ خصوصاً کیلفورنیا جہاں کا وقت سعودی عرب سے گیارہ گھنٹے پیچھے ہے ۱۷ / مارچ کو مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آیا۔ لیکن سعودی عرب میں اسی دن چاند ہونے کا اعلان ہو گیا۔ جبکہ اس دن ۲۸ / ذی القعدہ تھی۔ تو کیا ایسا شرعاً یا عقلاً ممکن ہے کہ مشرق و مغرب میں کہیں چاند نہ ہو صرف سعودی عرب میں ۲۸ تاریخ کو نظر آ جائے؟

(۴) خیر رمضان و عید تو لوگ ہر جگہ ہر ملک میں اپنے اپنے اعتبار و ثبوت سے کر سکتے ہیں یا کر لیتے ہیں لیکن وقوف عرفہ تو سب کو سعودی، حکومت کے اعلان پر ہی کرنا ہوتا ہے۔ تو ایک دن پہلے وقوف عرفہ ہونے کی صورت میں اگر حج نہیں ہوتا تو عوام کیا کریں؟ اگر پوری دنیا کے مسلمان اس بات پر احتجاج کرتے ہوئے سعودی حکومت کو توجہ دلائیں اور صحیح تاریخ میں حج کرانے کا مطالبہ کریں تو ان کا یہ اقدام جائز ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) کسی ملک میں بعض ملکوں سے ایک دن قبل یا کسی شہر میں بعض دوسرے شہروں سے ایک روز پہلے چاند کی رویت تو ہو سکتی ہے لیکن ساری دنیا سے ایک یا دو دن پہلے سعودی عربیہ یا کسی دوسرے ملک میں چاند کی رویت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جس ملک میں چاند نظر آئے گا جو ممالک اس سے مغرب میں واقع ہیں ان میں بھی کہیں نہ کہیں نظر آ جائے گا۔ ساری دینا میں صرف ایک ملک کے لئے چاند کی پیدائش ہو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر ایک ملک کے اعلان پر کسی دوسرے ملک میں بلکہ ایک شہر کے اعلان پر دوسرے شہر میں بھی رمضان یا عید و بقر عید کا دن ٹھہرا لینا جائز نہیں کہ اعلان رویت کہ حدود صرف شہر اور اس کے حوالی ہیں جیسا کہ خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے ردالمحتار جلد دوم مطبوعہ نعمانیہ دیوبند صفحہ ۹۱ اور منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق جلد دوم مطبوعہ کوئٹہ پاکستان صفحہ ۲۷۰ پر افادہ فرمایا ہے لہذا سعودی حکومت کے اعلان پر دنیا بھر کے مسلمانوں پر عید وغیرہ ایک ہی دن کرنا لازم تو کیا جائز بھی نہیں۔

البتہ اگر کسی جگہ دوسرے ملک یا دوسرے شہر کی رویت ہلال شرعی طور پر اپنے تمام شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے تو وہاں کے لوگوں پر اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہو جائے گا۔ یعنی شہادت، شہادت علی الشہادۃ، شہادۃ علی القضاء، کتاب القاضی الی القاضی یا استفاضہ سے اس لئے کہ اگرچہ بعض لوگوں کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہے لیکن ظاہر الروایت اور احوط یہی ہے کہ وہ معتبر نہیں یہاں تک کہ اہل مغرب کی رویت اگر اہل مشرق پر بطریق ایجاب ثابت ہو جائے تو اس کے بمطابق ان پر عمل لازم ہو جائے گا۔ بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۲۷۰ میں ہے: "يلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب و قيل يعتبر فلا يلزمهم برؤية غيرهم اذا اختلف المطالع وهو الاشبه كذا فى التبيين والاول ظاهر الرواية وهو الاحوط كذا فى فتح القدير وهو ظاهر المذهب و عليه الفتوىٰ كذا فى الخلاصة. اه" اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۹۶ میں ہے:

"اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب و علیه اکثر المشایخ و علیه الفتوی فیلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئك بطریق موجب. اه."

لیکن ریڈیو وغیرہ سے چاند کی رویت کا اعلان بچند وجوہ مقبول نہیں۔ اول اس کی بہت سی خبریں جھوٹی ہوتی ہیں۔ دوم خبر دینے والے عموماً کافر یا فاسق ہوتے ہیں۔ سوم اپنا دیکھنا نہیں بیان کرتے بلکہ دوسروں کا دیکھنا بیان کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض اپنا دیکھنا ہی بیان کریں تب بھی مقبول نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بناء نہیں ہوسکتی کہ آواز سے آواز مشابہ ہوتی ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۲۷) چہارم کبھی نا اہل مفتی کے فیصلہ کی خبر دیتے ہیں۔ پنجم کبھی بازار میں اڑی ہوئی افواہ کا اعلان کردیتے ہیں۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۹۷ میں ہے: "قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة و لا یعلم من اشاعها کما ورد ان فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم الکلمة فیتحدثون بها و یقولون لاندری من قال فمثل هذا لاینبغی ان یسمع فضلا ان یثبت به حکم. اه" اور پھر عید و بقرعید وغیرہ گیارہ مہینوں کے لئے گواہی شرط ہے اور ریڈیو کے ذریعہ گواہی بھی ہو تو وہ معتبر نہیں۔

اور نجدی وہابی کے متعلق رئیس المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم مشرکون و استباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم." یعنی عبدالوہاب کے ماننے والے نجد سے نکلے اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ وہ لوگ اپنا مذہب حنبلی بتاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کی مخالفت کریں وہ کافر و مشرک ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے اہل سنت و جماعت اور ان کے عالموں کے قتل کو جائز ٹھہرایا۔'' (ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۳۰۹)

اور دیوبندی مسلک کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔'' (شہاب ثاقب صفحہ ۴۳) اور دیوبندی مسلک کے ایک دوسرے معتمد و مشہور مولانا خلیل احمد انبیٹھی لکھتے ہیں: "کفر الوهابیة اتباع محمد بن عبد الوهاب الامة." یعنی محمد بن عبدالوہاب کے وہابی چیلوں نے امت کی تکفیر کی۔ (المہند صفحہ ۳۷) اور جو کسی مسلمان کی تکفیر کرے یعنی اس کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما. رواه الشیخان" یعنی جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر خود اس پر پلٹ آیا۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ

صفحہ ۴۱۱)اور اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں: "رجع الیه تکفیره لکونه جعل اخاه المؤمن کافرا فکانه کفر نفسه. اه ملخصاً" (مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۱۳۷) اور سعودی حکومت محمد بن عبدالوہاب ہی کے عقیدے پر ہے تو امت مسلمہ کو کافر قرار دینے کے سبب وہ مسلمان نہیں۔ اس لئے بھی اس کا کوئی اعلان قابل اعتبار نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا اعلان ہرگز نہ مانیں۔ اپنے شہر اپنے ملک یا کسی شہر اور کسی ملک کے سنی صحیح العقیدہ سے چاند کی رویت بطریق ایجاب ثابت ہو تو اس کے مطابق عمل کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایک دن پہلے کرنے سے حج نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ کتاب الحج مسائل منشورہ صفحہ ۲۸۴ اور شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۹۰ میں ہے اس لئے کہ جس عبادت کے لئے جو وقت مقرر ہے اگر اس سے پہلے وہ کی جائے تو ادا نہیں ہوتی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) علم ہیئت کے مطابق جب تک کہ چاند سورج سے دس درجہ بلکہ زیادہ دوری پر نہ ہو عادۃً رویت ہلال ممکن نہیں۔ اور چاند پورے دن رات میں بارہ درجے مسافت طے کرتا ہے۔ لہٰذا اگر سعودی عرب میں ۱۷ مارچ کو رویت ہوتی تو کیلیفورنیا شہر میں جہاں کا وقت سعودی عرب سے گیارہ گھنٹے پیچھے ہے چاند کی سورج سے تقریباً پندرہ درجے دوری کے سبب مطلع صاف ہونے کی صورت میں اس کی رویت ضرور ہو جاتی لیکن وہاں رویت نہ ہوئی جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ سعودی عرب میں چاند ہونے کا اعلان سراسر غلط ہے کہ جب علم ہیئت کے اعتبار سے اس روز پوری دنیا میں رویت ہلال ممکن نہ تھی اور کہیں وہ نظر بھی نہ آیا تو صرف سعودی عرب میں اس تاریخ کو چاند کی رویت ہو جائے اور مشرق و مغرب میں کہیں چاند نہ ہو یہ کسی طرح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) جب کہ ایک دن پہلے وقوف عرفہ کرانے کے سبب حج نہیں ہوتا تو ساری دنیا کے مسلمانوں پر اس کے متعلق احتجاج کر کے سعودی حکومت کو توجہ دلانے اور صحیح تاریخ میں حج کرانے کے لئے مطالبہ کرنے کا اقدام جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: ۔از: حاجی محمد توفیق رضوی، رضا اکیڈمی، نائگاؤں بازار، ناندیڑ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت ان مسائل میں کہ:

(۱) نوری رضوی تقویم بارگاہ میں حاضر ہے۔ روزہ افطار سحری اسی تقویم سے کئے جاتے ہیں کیا اس سے مذکورہ بالا چیزوں پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) یہاں مشہور ہے کہ صبح صادق سے ۲۲ منٹ قبل سحری بند کر دی جائے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے کیوں کہ ایک پرانی تقویم جو کہ حیدرآباد نظام کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے اس میں بھی یہی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) نوری رضوی تقویم کئی مقام سے جانچی گئی صحیح ثابت ہوئی اس کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ اطمینان کے لئے بریلی شریف سے بھی تصدیق حاصل کرلیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صبح صادق سے ۲۲ منٹ قبل سحری بند کر دینا درست تو ہے لیکن ضروری نہیں بلکہ صبح صادق تک آدمی کھا، پی سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ." یعنی کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ فجر کا سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جائے۔ (پارہ ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۷) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، پرسواں، میر گنج، جونپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کن روزوں میں رات ہی سے نیت کرنا ضروری ہے؟

الجواب:- ادائے رمضان اور نذر معین اور نفل کے علاوہ باقی روزے مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معین اور نفل کی قضا (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضاء) اور نذر معین کی قضا، اور کفارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیت کرنا ضروری ہے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۸۵-۸۷ میں ہے: "يصح اداء صوم رمضان و النذر المعين و النفل بنية من الليل الى الضحوة الكبرى لا بعدها و لا عندها الشرط للباقي من الصيام قران النية للفجر و لو حكما وهو تبييت النية للضروة." و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کبته: خورشید احمد مصباحی

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: شمس الدین احمد، بھیرہواں، نیپال

رمضان شریف میں دن ڈوبنے سے کچھ پہلے یہ جانتے ہوئے کہ ابھی افطار کا وقت نہیں ہوا ہے بلا عذر شرعی روزہ توڑ دیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر واقعی افطار کا وقت نہیں ہوا تھا اور جان بوجھ کر بلا عذر شرعی روزہ توڑ دیا اور رات ہی سے اس کے ادا کی نیت کی تھی تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰ پر ہے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "کسی نے بلا عذر شرعی رمضان مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شی سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرور نہ ہوتا تو

اس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۰۰) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ...... پے در پے ساٹھ روزے رکھے یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ روزے رکھے پہلے کے روزے محسوب نہیں ہوں گے اگرچہ انسٹھ رکھ چکا تھا۔ اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چھوٹا ہو مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کئے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساتھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔'' (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۲۳) اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''یہاں باندی غلام کہاں جنہیں آزاد کرنے پر قدرت ہو جب اس پر قدرت نہیں تو پے در پے دو ماہ کے بے فصل روزے اس پر لازم جس نے بے وجہ مقبول شرع قصداً روزہ اس طرح توڑا جس میں کفارہ لازم...... پے در پے روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے اگر کوئی عاجز نہ ہو روزے پے در پے دو ماہ بے فصل رکھ سکے اور روزے نہ رکھے تو ساٹھ مسکین نہیں اگر ساٹھ ہزار مساکین کو کھانا دیگا کفارہ ادا نہ ہوگا۔'' (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۴۷) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مع خانیہ صفحہ ۲۱۵ میں: کفارة الفطر و کفارة الظهار و احدة وهی عتق رقبة مؤمنة او کافرة فان لم یقدر علی العتق فعلیه صیام شهرین متتابعین و ان لم یستطع فعلیه اطعام ستین مسکینا صاعا من تمر اوشعیرا و نصف صاع من حنطة.اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی

۱۳ر جمادی الاخرہ ۱۹ھ

مسئلہ: - از: شبیر احمد مصباحی، مدرسہ حنفیہ عالم خاں جونپور

ہوائی جہاز پر افطار کب کرے؟ کیا اپنے شہر کے برابر جہاز پہنچ جائے تو شہر کے وقت کے اعتبار سے افطار کرنا صحیح ہے؟ جبکہ سورج جہاز پر رہنے کی وجہ سے دکھائی دیتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - سورج کے تمام و کمال ڈوبنے کا تعین ہونے پر افطار کا حکم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج ڈوبنے تک روزے پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ." اسی آیت کے تحت ممتاز الفقہاء ملاجیون علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "الآیة تدل علی تمام حد الصوم اعنی الامساك عن الاکل و الشرب و الوطی نهارا مع النیة." یعنی پھر رات آنے تک روزے پورے کرو یہ آیت روزے کے حد پورے ہونے پر دلالت کرتی ہے یعنی کھانے پینے اور وطی سے پورے دن نیت کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رہنا۔ (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۷۹) اور دن کا اطلاق شرعی صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک ہوتا ہے۔ اور سورج ڈوبنے کا اعتبار اسی جگہ کا ہوگا جہاں روزہ دار ہے تو جب

ہوائی جہاز پر سفر کرنے والے کو سورج نظر آرہا ہے تو شہر کے برابر جہاز پہنچنے پر اس شہر کے وقت کے اعتبار سے افطار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ اس کے حق میں ابھی سورج ڈوبا ہی نہیں۔ لہذا اس پر لازم ہے کہ جب اوپر کے اعتبار سے سورج ڈوبنے کا اسے یقین ہو جائے تب افطار کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحمید الرضوی المصباحی

۱۶ر جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: اقبال احمد، جونپور، یوپی

زید نے پچیس برس روزہ نہ رکھا اب وہ چاہتا ہے کہ اس فرض سے بری ہو جائے تو کیا فدیہ ادا کرنے سے بری ہو جائے گا جب کہ اس کے اندر اتنی طاقت ہے کہ روزہ رکھ سکتا ہے؟

(۲) زید کی نمازیں بے شمار قضا ہیں اس کو پنجوقتہ کے ساتھ پڑھتا ہے کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ جلد از جلد اس کے سر کا بوجھ ٹل جائے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کے اندر جب روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ فدیہ ادا کرنے سے ہرگز بری نہیں ہوگا اس پر ان تمام روزوں کی قضا فرض ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''فدیہ یہ صرف شیخ فانی کے لئے رکھا گیا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقتاً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اس کے لئے فدیہ کا حکم ہے اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو اس پر خود روزہ رکھنا فرض اگر چہ تکلیف ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۲)

اور حاشیہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۹۶ پر ہے: ''جتنے روزے ذمہ میں جب تک اس کو قوت ہو فرض ہے کہ ان کی قضا کرے قوت ہوتے ہوئے ان کا فدیہ ادا کرنا کافی نہ ہوگا۔ اھ'' اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "لیس علی غیرہ الفداء (ای الشیخ الفانی) لان نحو المرض و السفر فی عرضۃ الزوال فیجب القضاء و عند العجز بالموت تجب الوصیۃ بالفدیۃ. (شامی جلد دوم صفحہ ۱۳۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) زید کی جو بے شمار نمازیں قضا ہیں ان کے جلد سے جلد ادا کرنے کی آسان صورت یہ ہے کہ ہر روز ہر وقت کی قضا نمازوں کو اس طریقہ تخفیف کے ساتھ جس قدر ہو سکے پڑھے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلی کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے اور فرضوں کی تیسری، چوتھی رکعت میں ''الحمد شریف'' کی جگہ فقط سبحان اللہ، سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلا جائے مگر وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں پڑھنا ضروری ہے اور وتروں میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط تین یا ایک بار ''ربی اغفرلی'' کہے۔ اور پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا

کی جگہ صرف "اللھم صلی علی سیدنا محمدو آلہ" کہہ کر سلام پھیر دے۔ اسی طرح اس وقت تک اپنی قضا نمازوں کو ادا کرتا رہے جب تک اسے خوب خوب یقین واطمینان نہ ہو جائے اور قضا باقی رہنے کا گمان ختم نہ ہو جائے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۲۱ اور ۶۲۴ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۵ رجمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبدالغفار روانی، سوئی بگ، بڈگام (کشمیر)

نسیم رحمت حصہ سوم صفحہ ۱۴ پر ہے کہ سال بھر میں پانچ روزہ حرام ہے عید الفطر، عید الاضحیٰ کے دوروزے اور تین روزے ایام تشریق کے حرام ہیں۔ ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں، اور تیرہویں تاریخ کو ایام تشریق کہتے ہیں اھ۔ جبکہ انوار الحدیث صفحہ ۲۳۸ پر ہے کہ یکم شوال اور دس گیارہ بارہ ذوالحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں سے کون سی عبارت درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عید و بقر عید اور ایام تشریق یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی یعنی قریب بحرام ہے ایسا ہی بہار شریعت جلد پنجم صفحہ ۱۴۲ پر ہے۔ اور ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۰۸ پر ہے: "لو قال للہ علی صوم ھذہ السنۃ افطر یوم الفطر و یوم النحر و ایام التشریق و قضاھا. للنھی عن الصوم فیھا. اھ" اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۱۰ پر ہے۔ اور اسی طرح حضور فقیہ ملت کی تصنیف ''عجائب الفقہ'' صفحہ ۱۸۰ پر بھی ہے۔ لہذا نسیم رحمت کی روایات درست ہے۔ اور ایسا ہی انوار الحدیث کی پہلی لیتھو طباعت میں بھی ہے البتہ فوٹو آفسیٹ کی ابتدائی چند اڈیشنوں میں پاکستانی کتابت کی غلطی کی بناپر ۱۳ رذو الحجہ چھوٹ گیا تھا جس کی تصحیح کے ساتھ کئی اڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۵ رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: غلام محی الدین، معلم الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد (یوپی)

۲۹ ررمضان المبارک کو رویت نہ ہونے کی صورت میں ۳۰ ررمضان کو عید کی نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ عدم جواز کی صورت میں نماز پڑھانے والے امام اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے مقتدیوں پر کیا حکم نافذ ہوگا؟ کیا ان پر کفارہ لازم ہے اور انہوں نے حدیث کی مخالفت قصدا کی ان پر شرع کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ۲۹ ررمضان المبارک کو کسی بھی سبب سے چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورا کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ فان اغمی علیکم فاقدروا لہ ثلثین." یعنی چاند دیکھ

کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو اگر انتیس کو چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۴۷) اور حدیث شریف میں ہے: "لاتصوموا حتی تروا الهلال و لا تفطروا حتی تروه فان اغمی علیکم فاقدروا له." یعنی جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھ لو افطار نہ کرو اگر ابر و غبار ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن کی مقدار پوری کرلو۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۵۶)

لہٰذا اگر ۲۹ ررمضان کی رویت نہ ہوئی تو جن لوگوں نے بغیر ثبوت شرعی عید کی نماز پڑھ لی ان پر ایک روزہ کی قضا اور توبہ لازم ہے۔ ہاں اگر بعد میں ۲۹ ررمضان کی رویت ثبوت شرعی سے ثابت ہوگئی تو روزہ کی قضا نہیں مگر توبہ کرنا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جو لوگ غیر ثبوت شرعی کو ثبوت مان کر عید کرلیں ان پر ایک روزہ کی قضا ہے اگر چہ واقع میں وہ عید ہی کا دن ہو مگر یہ کہ بعد ثبوت شرعی اس دن کی عید ثابت ہو جائے تو اب اس روزہ کی قضا نہ ہوگی صرف بے ثبوت شرعی عید کرنے کا گناہ رہے گا جس سے توبہ کریں۔'' (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۶۸)

لہٰذا جس امام نے بغیر ثبوت شرعی ۳۰ ررمضان کو عید کی نماز پڑھائی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور جن لوگوں نے اس امام کی اقتداء میں عید کی نماز پڑھی ہے وہ بھی توبہ کریں اور ان پر کفارہ نہیں۔ صرف قضا ضروری ہے۔ اور حدیث شریف کی قصداً مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر توبہ ضروری ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: کمال اختر، ستولی بازار، مہراج گنج، یوپی

روزہ کی حالت میں کولگیٹ منجن کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب:- روزے کی حالت میں کالگیٹ اور منجن کرنا ناجائز وحرام نہیں ہے جب کہ یقین ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا ہاں مکروہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۱۴ میں ہے منجن ناجائز وحرام نہیں جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: "کره ذوق شئ الخ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی

۸ رشعبان المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد ارشد رضا مصباحی، ہمری، دیوریا

افطار کے وقت کی دعا افطار کی بعد پڑھے یا پہلے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- افطار کی وقت کی دعا افطار کرنے کے بعد پڑھے نہ کہ افطار کے پہلے فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۵۱ میں ہے: ''فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے "ابو داؤد عن معاذ بن زهره انه بلغه ان النبی صلی الله علیه وسلم كان اذا افطر قال اللهم لك صمت و علی رزقك افطرت فحمل افطر علی معنی اراد الافطار صرف عن الحقیقة من دون حاجة الیه و ذا لا یجوز و هكذا فی افطرت." حضرت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: "كان اذا افطر قال ای دعا و قال ابن الملك ای قرأ بعد الافطار الخ انتهی بالفاظه." و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شاہد رضا نوری

مسئلہ:- از: ڈاکٹر اے، ایس، خان چھتر پور

انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب:- انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا چاہے گوشت میں لگوائے یا رگ میں کیوں کہ اس سلسلے میں حکم شرعی یہ ہے کہ قصداً کھانے پینے اور جماع کے علاوہ ایسی دوا یا غذا سے روزہ ٹوٹے گا جو پیٹ یا دماغ میں داخل ہو۔ دوا تر ہو یا خشک جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ رحیمیہ صفحہ ۱۰۴ میں ہے: "و فی دواء الجائفة و الآمة اكثر المشايخ علی ان العبرة للوصول الی الجوف و الدماغ لا لكونه رطبا او یا بساحتی اذا علم ان الیابس وصل یفسد صومه و لو علم ان الرطب لم یصل لم یفسد هكذا فی العنایة. اه" دماغ میں داخل ہونے سے اس لئے روزہ ٹوٹے گا کہ دماغ سے پیٹ تک ایک منفذ ہے جس کے ذریعہ دواء وغیرہ پیٹ میں پہنچ جاتی ہے ورنہ درحقیقت پیٹ میں کسی چیز کا داخل ہو کر رک جانا ہی فساد صوم کا سبب ہے۔ جیسا کہ بحر الرائق جلد دو صفحہ ۳۰۰ میں ہے: "قال فی البدائع و هذا یدل علی ان استقرار الداخل فی الجوف شرط لفساد الصوم و فی التحقیق ان بین الجوفین منفذا اصلیا فما وصل الی جوف الرأس یصل الی جوف البطن كذا فی العنایة. اه ملخصاً"

گوشت میں انجکشن لگنے سے دوا پیٹ یا دماغ میں کسی منفذ کے ذریعہ داخل نہیں ہوتی بلکہ مسامات کے ذریعہ پورے بدن میں پھیل جاتی ہے اور مسامات کے ذریعہ کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۰۴ میں ہے: "و ما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هكذا فی شرح المجمع. اه"

اسی طرح رگ میں انجکشن لگنے سے بھی دوا پیٹ یا دماغ میں منفذ سے داخل نہیں ہوتی بلکہ رگوں سے دل یا جگر میں پہنچتی ہے اور پھر وہاں سے رگوں کے ذریعہ ہی پورے بدن میں پھیلتی ہے ان رگوں کو شرائین یا آوردہ کہتے ہیں جو بالترتیب دل یا جگر سے نکلی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ماہر علم طب حضرت علامہ محمود چغمینی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "اما العروق الضوارب التی تسمی

الشرائین فهی نابتة من القلب فی تجویفها روح کثیر و دم قلیل و منفعتها ان تفید الاعضاء قوة الحیلة التی تحملها من القلب. و امام العروق الغیر الضوارب التی تسمی آورده فهی نابتة من الکبد فیها دم کثیر او روح قلیل و منفعتها ان تسقی الاعضاء الدم الذی تحمله من الکبد. اه ملخصاً" (قانونچہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ نامی پریس، لکھنؤ) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد، سرسیا، سدھارتھ نگر

زید کہتا ہے کہ جو شخص روزہ نہ رکھے اور بلا عذر علانیہ دن میں کھائے تو اس کے قتل کا حکم ہے۔ لہذا اس کا ذبیحہ بھی حرام ہے تو اس کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ بینو توجروا.

الجواب:- زید کا قول صحیح ہے کیوں کہ جو مسلمان رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ نہ رکھے اور بلا عذر علانیہ دن میں کھائے وہ دین کا مذاق اڑانے والا مرتد ہے۔ اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے جیسا کہ شامی جلد دوم مطبوعہ کوئٹہ پاکستان صفحہ ۱۲۰ میں ہے: "قال شرنبلالی صورتها تعمد من لا عذر له الا کل جهارا یقتل لانه مستهزئی بالدین او منکر کما ثبت منه. اه" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ اَبِا للّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ." (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ، آیت ۶۵، ۶۶) اس کے تحت تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۹۵ میں ہے: "انه تعالیٰ بین ان ذلك الاستهزاء کان کفرا. اه" اسی میں چند سطر بعد ہے: "ان الاستهزاء بالدین کیف کان کفرا با للّٰه و ذلك لان الاستهزاء یدل علی الاستخفاف. اه" اور حدیقۂ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۹۹ میں ہے: "الاستخفاف بالشریعة ای عدم المبالات باحکامها و اهانتها و احتقارها کله کفر ای ردة عن الاسلام. اه" اور فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۴۰ میں ہے "استخفاف کردن بشریعت کفر است اھ" اور درمختار ج ۵ ص ۲۰۹ میں ہے: "لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد اه" اور فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۲۹ میں ہے: "مرتد کے ہاتھ کا ذبیحہ نرا حرام ہے۔ اھ"

اور اگر اس کا علانیہ کھانا پینا مذاق اڑانے اور انکار کرنے کے طور پر نہ ہو تو اگر چہ اس کا یہ فعل سخت گناہ کبیرہ اور کافروں جیسا ہے لیکن اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ اور نہ اس کا ذبیحہ حرام ہوگا البتہ اسلامی حکومت میں ایسے شخص کے لئے سخت سزا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلد ہفتم صفحہ ۱۸۶ میں ہے: "ان علی (رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) اتی بالنجاشی الشاعر و قد شرب الخمر فی رمضان فضربه ثمانین ثم ضربه من الغد عشرین و قال ضربناك بعشرین بجرأتك علی اللّٰه تعالیٰ و افطارك فی رمضان. اه" اور بحر الرائق جلد پنجم صفحہ ۴۶ میں ہے: "المفطر فی نهار رمضان یعزر و یحبس. اه"

لہذا مطلق طور پر شخص مذکور کے بارے میں قتل اور ذبیحہ کے حرام ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں کہ یہ حکم صرف روزہ کی فرضیت کے انکار یا استہزاء کی صورت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ:- از: مولانا حفیظ اللہ قادری، سرسیا، ایس نگر

کچھ لوگ رمضان میں چلتے پھرتے اور کاروبار کرتے رہتے ہیں مگر روزہ نہیں رکھتے اور علانیہ کھاتے پیتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم بیمار ہیں ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب:- بیماری کے سبب روزہ نہ رکھنے کے عذر یہ ہیں کہ مریض کا مرض شدید ہو جانے یا دیر میں صحت یاب ہونے یا صحت مند کو مریض ہونے کا گمان ہو فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ان صورتوں میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم ناکافی ہے گمان غالب کی صورتیں ہیں اس کی ظاہر نفسانی پائی جاتی ہے یا اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے یا کسی مسلمان طبیب حاذق مستور الحال یعنی غیر فاسق نے اس کی خبر دی ہو (بہار شریعت حصہ ۵ صفحہ ۱۳۱) اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۳۶ پر ہے "مریض خافه الزيادة لمرضه و صحيح خاف المرض و خادمة خافت الضيف بغلبة الظن بأمارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور".

لہذا صورت مسئولہ میں جو لوگ ماہ رمضان کے دنوں میں پھرتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں اگر واقعی وہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہیں کہ جس کے سبب وہ روزہ نہیں رکھ سکتے تو وہ معذور ہیں روزہ نہ رکھنے پر کوئی گنہگار نہیں لیکن علانیہ کھانے پینے کے سبب وہ لوگ ظالم جفا کار سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو انھیں سزائے قتل دی جاتی اس لئے کہ بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ ایسے لوگوں کو قتل کر دے درمختار مع شامی صفحہ ۱۲۰ جلد ۲ پر ہے۔ "لو اكل عمدا شهرة بلا عذر يقتل" اور اسی کے تحت شامی میں ہے۔ "قال الشر نبلالي صورتها تعمد من لا عذر له الا كل جهارا يقتل لا نه مستهزئ بالدين او منكر لما ثبت منه بالضروة و لا خلاف في حل قتل" اھ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

لیکن موجودہ صورت میں جو کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے تو ایسے لوگ اگر علانیہ کھانے پینے سے باز نہ آئیں تو انکا سخت سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ "قال اللہ تعالی: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ". (پارہ ۷ رکوع ۱۴) واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: وفاء المصطفیٰ الامجدی

مسئلہ:- از: شمس الحق قریشی سستی پور بہار

ہمارے علاقے میں عید الفطر کا نہ چاند دیکھا گیا اور نہ ہی کوئی شرعی شہادت ملی مگر کچھ لوگوں نے ریڈیو ٹیلیفون کی خبر پر عید

کی نماز ادا کر لی اور دوسرے لوگوں نے تیس کی گنتی پوری کر کے نماز پوری کی نماز پڑھی تو دونوں گروہوں میں کون حق پر ہے۔ نیز ریڈیو ٹیلیفون کی خبر در بارۂ ہلال کہاں تک درست ہے۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب کہ اس علاقہ میں نہ چاند نظر آیا اور نہ ہی شہادت شرعی ملی تو جن لوگوں نے ریڈیو ٹیلیفون کی خبر غیر معتبر جان کر اس پر عمل نہ کیا اور تیس کی گنتی پوری کر کے عید کی نماز پڑھی وہی لوگ حق پر ہیں کہ یہی شریعت کا حکم ہے حدیث شریف میں ہے۔ "لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروا الهلال فان اغمی علیکم فاقدروا له" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر ابر وغیرہ ہو تو مقدر کر لو اور دوسری حدیث میں ہے۔ "فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین" یعنی ابر یا غبار کی وجہ سے ۲۹ کا چاند نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کرو (مشکوۃ صفحہ ۱۷۴) اور جن لوگوں نے ریڈیو، ٹیلیفون کی خبر معتبر مان کر عید کی نماز پڑھی وہ سخت گنہگار ہیں کہ ۲۹ تاریخ کو رویت نہ ہونے اور شہادت شرعی نہ ملنے کی وجہ سے روزہ کا چھوڑنا اور عید کی نماز پڑھنا جائز نہ تھا۔

اور ریڈیو، ٹیلیفون کی خبر شرعاً معتبر نہیں کہ ان پر خبر دینے والے اکثر فاسق یا غیر مسلم ہوتے ہیں نیز وہ اپنا دیکھنا بیان نہیں کرتے بلکہ سنی ہوئی خبروں کی خبر دیتے ہیں اگر وہ اپنا دیکھنا بیان کرے جب بھی معتبر نہیں اور ریڈیو پر سوال و جواب نہیں ہو سکتا اور اس لئے بھی کہ جب گواہ پردے کے پیچھے ہوتا ہے تو گواہی معتبر نہیں ہوئی اور آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "ٹیلیفون کہ اس میں شاہد مشہور نہیں صرف آواز سنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بناء نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ (اور یہی صورت ریڈیو میں بھی ہے) (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۲۷) اور فتاویٰ عالمگیری جلد سوم صفحہ ۴۵۳ پر ہے۔ "لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذا لنغمة تشبه النغمة" اھ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

۷ رجمادی الاخرہ ۲۰ھ

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

مسئلہ:-
اعتکاف واجب یا سنت مؤکدہ میں معتکف اپنی مسجد سے نکل کر دوسری مسجد کی محفل نعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں معتکف کا اعتکاف واجب یا سنت مؤکدہ میں اپنی مسجد سے نکل کر دوسری مسجد کی محفل نعت میں شریک ہونا جائز نہیں ہے اگر معتکف دوسری مسجد کی محفل نعت میں شریک ہوا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیوں کہ معتکف کے لئے مسجد سے نکلنے کے لئے صرف دو عذر ہیں ایک عذر طبعی جو کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے مثلاً استنجا، غسل وغیرہ اگر مسجد میں ممکن نہ ہو، تو دوسرا عذر شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جانا جیسا کہ فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ وغیرہ۔ دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ جانا وغیرہ ملخصاً'' (بہار شریعت جلد پنجم صفحہ ۷۵) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۱۲ میں ہے: "لو خرج لجنازة يفسد اعتكافه و كذا لصلاتها و لو تعينت عليه او لانجاء الغريق او الحريق او الجهاد اذا كان النفير عاما او لاداء الشهادة هكذا فی التبيين. اه." اور اگر اعتکاف واجب میں منت مانتے وقت یہ شرط زبان سے ذکر کر دیا تھا کہ محفل نعت میں شریک ہوگا تو اس صورت میں دوسری مسجد کی محفل نعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اگر منت مانتے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہوگا تو یہ شرط جائز ہے اب اگر ان کاموں کے لئے جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا مگر خالی دل میں نیت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہہ لینا ضروری ہے۔ اھ'' (بہار شریعت جلد پنجم صفحہ ۷۶) اور فتاویٰ عالم گیری جلد اول صفحہ ۱۰۹ اپر ہے: "و لو شرط وقت النذر و الالتزام ان يخرج الى عيادة المريض و صلاة الجنازة و حضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا فی تاتار خانيه ناقلا عن الحجة اه". (ہدایہ) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتاب الحج

حج کا بیان

مسئلہ:- از: محمد صدیق نوری، جواہر مارگ، اندور (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ عورت حیض کی سبب طواف زیارت نہ کرسکی اور اپنے وطن آنے کے لئے دہلی روانہ ہوگئی تو اب طواف زیارت کب کرے؟ اور اس طواف کے بدلے بڑے جانور اونٹ وغیرہ کی حرم میں قربانی کرانا کافی ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عورت مذکورہ پر لازم تھا کہ جب تک وہ طواف زیارت نہ کرلیتی دہلی کے لئے روانہ نہ ہوتی مگر وہ طواف زیارت کئے بغیر چلی آئی تو اس کا حج پورا نہیں ہوا۔ وہ شوال، ذوالقعدہ، یا ذوالحجہ میں مکہ شریف حاضر ہوکر طواف زیارت کرے اور تاخیر کے سبب دم دے یعنی ایک بکرا یا مینڈھا حرم میں ذبح کرے۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول صفحہ ۶۵۳ پر ہے: "الحنيفية قالوا اذا وقف بعرفة فی شهر ذی الحجة و لم يطف طواف الافاضة حتی فرغ ذلك الشهر كان عليه ان يطوفه فی هذه الاشهر فی سنة اخری." اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مع خانیہ صفحہ ۲۴۶ پر ہے: "يجب عليه دم لتاخير طواف الزيارة عند ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ كذا فی المحيط. اھ" اور اس طواف کے بدلے حرم میں بڑے جانور کی قربانی کرانا کافی نہ ہوگا۔ جیسا کہ بدائع الصنائع جلد ثانی صفحہ ۱۳۳ میں ہے: "لا يجزئ عن هذا الطواف بدنة لانه ركن و اركان الحج لايجزئ عنها البدل و لايقوم غيرها مقامها بل يجب الاتيان بعينها كالوقوف بعرفة .اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

كتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍شعبان المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد صدیق نوری، اندور (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ (۱) ممبئی میں احرام باندھ لیا پھر مکہ شریف کے لئے روانہ ہونے ہی والا تھا کہ پاسپورٹ میں کسی غلطی کی وجہ سے اس کا یہ سفر ملتوی کردیا گیا اب وہ احرام کیسے کھولے؟ بینوا توجروا.

(۲) طواف کرتے وقت حجاج چادر صحیح کرتے رہتے ہیں۔ کبھی پیچھے والوں کے منہ پر چادر آجاتی ہے اور کبھی سر پر گرتی ہے۔ کیا اس صورت میں اسے دم وغیرہ دینا ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱)صورت مسئولہ میں جس شخص نے ممبئی میں احرام باندھ لیا پھر مکہ شریف کے لئے روانہ ہی ہونے والا تھا کہ پاسپورٹ میں کسی غلطی کی وجہ سے اس کا سفر ملتوی کر دیا گیا تو وہ شرع کے نزدیک محصر ہے۔اور محصر یعنی جو حج عمرہ کا احرام باندھ لے مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کسی حاجی کو دیدے جو حرم شریف میں اس کی طرف سے قربانی کردے۔اس لئے کہ اس قربانی کا حرم میں ہونا شرط ہے حرم سے باہر نہیں ہوسکتی مگر دس گیارہ، بارہ کی شرط نہیں ان تاریخوں سے پہلے اور ان کے بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔البتہ یہ ضروری ہے کہ جسے قربانی کے لئے رقم دے اس سے کوئی وقت متعین کرلے کہ آپ فلاں دن فلاں وقت قربانی کریں اور جب وہ وقت گذر جائے تو احرام کھول دے اور بہتر یہ ہے کہ سر منڈا کر احرام کھولے۔لیکن جو وقت متعین کیا تھا اگر کسی وجہ سے اس کے بعد قربانی ہوئی اور وہ یہاں اس سے پہلے ہی احرام سے باہر ہو گیا تھا تو دم دے۔اور اگلے سال محصر اس کی قضا کرے۔اگر صرف حج کا احرام تھا تو قضا میں ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قران تھا تو ایک حج اور دو عمرے کرے اور دو جانور ذبح کرے اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو صرف ایک عمرہ کرے۔(بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۵۰)

خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَ لَاتَحْلِقُوْ رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ" یعنی اگر حج وعمرہ سے تم روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے کرو اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی جگہ (دم) میں نہ پہنچ جائے۔(پارہ ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۶) اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۵۵ میں ہے:" اما حكم الاحصار فهو ان يبعث بالهدى او بثمنه يشترى به هديا و يذبح عنه و مالم يذبح لايحل و هو قول عامة العلماء و يجب ان يواعد يوما معلوما يذبح عنه فيحل بعد الذبح و لايحل قبله حتى لو فعل شيئا من محظورات الاحرام قبل ذبح الهدى يجب عليه ما يجب على المحرم اذالم يكن محصرا. اه" پھر چند سطر بعد ہے:"اذا تحلل المحصر بالهدى و كان مفردا بالحج فعليه حجة و عمرة من قابل و ان كان مفردا بالعمرة فعليه عمرة مكانهاو ان كان قارنا فانما يتحلل يذبح هديين و عليه عمرتان و حجة كذا فى المحيط. اه" اور اسی میں صفحہ ۲۵۶ پر ہے:"هدى الاحصار لايجوز ذبحه الا فى الحرم عندنا و يجوز ذبحه قبل يوم النحر و بعده عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ" اه

اور اگر وہ وجہ ختم ہو جائے جس کے سبب رکنا ہوا تھا اور ابھی اتنا وقت ہو کہ حج اور قربانی دونوں پالے گا تو جانا فرض ہے۔ اب اگر گیا اور حج نہیں پایا تو عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے۔ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔و الله تعالىٰ اعلم.

(۲)صورت مسئولہ میں جب چادر منہ یا سر پر پڑے تو اسے فوراً ہٹا دے۔اور اس پر دم وغیرہ کچھ لازم نہیں۔ و الله تعالىٰ اعلم.

صح الجواب وهو تعالىٰ اعلم بالصواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ ررجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: دل محمد انصاری، کمبنی کپڑا ادوگ وارڈ ۳ درخشوا اسنولی روڈ، بھیرہوا (نیپال)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید پر حج فرض ہے جس کی بوڑھی ماں زندہ ہے اور بیوی بھی موجود ہے۔ اس کے تین لڑکے شادی شدہ بال بچے والے ہیں جو زید کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ اور ماں باپ و دادی کی ہر ممکن خدمت کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں کیا زید ماں اور بیوی کو چھوڑ کر حج کے لئے جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جبکہ زید پر حج فرض ہے تو وہ بوڑھی ماں اور بیوی کو چھوڑ کر حج کے لئے جا سکتا ہے بلکہ جب زید کے تین لڑکے شادی شدہ بال بچے والے ہیں۔ اور ماں باپ و دادی کی ہر ممکن خدمت کرتے ہیں تو حج کے لئے اس کے جانے پر نہ بیوی کو نان ونفقہ کی تکلیف ہوگی نہ بوڑھی ماں کو اس کی خدمت کی حاجت ہوگی۔ تو اس صورت میں ان کی اجازت کے بغیر بھی جا سکتا ہے۔

لہٰذا اگر زید حج کرنے پر قادر ہے تو اس کو جلد سے جلد ماں اور بیوی کو چھوڑ کر حج کے لئے جانا ضروری ہے۔ اگر قدرت کے باوجود تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی درمختار کے قول "ممن یجب استئذانہ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "کاحد ابویہ المحتاج الی خدمتہ و الاجداد و الجدات عند فقد ھما فیکرہ خروجہ بلا اذنھم کذا فی الفتح. و زاد فی البحر عن السیر و کذا ان کرھت خروجہ زوجتہ و من علیہ نفقتہ. اھ و الظاھر ان ھذا اذا لم یکن لہ ما یدفعہ للنفقۃ فی غیبتہ. اھ تلخیصاً" (شامی جلد دوم صفحہ ۱۴۰) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جب حج کے لئے جانے پر قادر ہو تو حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اسی سال میں۔ اور اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ گیا تو فاسق ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۸) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یکم رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: وزیر جی، یس جی کپڑے والے، عیدگاہ گلی، دودھ تلائی، کھنڈوہ (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مسلمان نے کسی مومن کا قرض ادا نہ کرتے ہوئے حج کے لئے پیسہ بھر دیا۔ جس سے قرض لیا تھا اس سے یہ کہہ دیا کہ قرض ادا کر کے حج کو جاؤں گا اور اسے دھوکہ دے کر بغیر قرض ادا کئے حج پر چلا گیا اور حج کر کے آنے کے بعد بھی قرض ادا نہیں کیا۔ کیا اس شخص کا حج مقبول ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- حج مقبول ہونے کی تین نشانیاں ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی حج کے بعد ہمیشہ کے لئے نرم دل ہو جائے۔ دوسرے گناہوں سے نفرت کرنے لگے۔ تیسرے نیک اعمال کی طرف رغبت ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''گفتہ اند نشان حج مبرور آنست کہ بہتر از انکہ رفتہ است بر گردد۔ و باید راغب در آخرت و زاہد در دنیا و بمعاصی عود نہ کند۔'' یعنی بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حج مقبول کی پہچان یہ ہے کہ حاجی پہلے سے اچھا ہو کر واپس ہو اور آخرت کی رغبت رکھے اور دنیا والوں سے بچے اور گناہوں میں دوبارہ ملوث نہ ہو۔ اھ (اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ ۳۰۲)

رہی قرض کی بات تو جس سے قرض لیا تھا جب اس سے یہ کہا کہ قرض ادا کر کے حج کو جاؤں گا لیکن دھوکا دے کر قرض ادا کئے بغیر حج کے لئے چلا گیا اور حج سے آنے کے بعد بھی ادا نہیں کیا تو وہ وعدہ خلافی کے سبب گنہگار ہوا اس پر لازم ہے کہ جلد سے جلد قرض ادا کر دے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا" یعنی اور عہد پورا کرو بیشک عہد سے سوال ہوتا ہے۔ (پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۴) اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علی الید ما اخذت حتی تودی." (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۵۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۳۰ ربیع الاول ۲۱ھ

مسئلہ: -از: محمد کلیم اشرف امجدی، شریفی لائبریری، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید اپنی والدۂ مرحومہ کے لئے حج بدل کرنا چاہتا ہے زید اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کر چکا ہے۔ سوتیلی ماں سے اس کے تین بھائی ہیں تو زید اپنی ماں کے حج بدل کے لئے اپنے سوتیلی بھائیوں کی بیویوں میں سے کس کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو زید خود تنہا حج بدل کرے یا دوسرے کو بھیج کر کروائے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - (۱) عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج یا کسی اور کام کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'لا یحل لا مرأة تؤمن باللہ و الیوم الاخر ان تسافر مسیرة یوم و لیلة الا مع ذی رحم محرم یقوم علیها. یعنی حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے۔ یعنی بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو ایسا اگر محرم ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اس سے حفاظت نہ ہو سکے گی یا نا حفاظتی کا اندیشہ ہوگا۔''
(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۸۲)

لہٰذا زید اپنی ماں کے حج بدل کے لئے سوتیلے بھائیوں کی بیویوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ ہرگز نہیں لے جا سکتا کہ ان کی بیویاں زید کے لئے محرم نہیں۔ البتہ زید خود اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے۔ اور کسی دوسرے کو بھیج کر بھی کروا سکتا ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۶۳ پر ہے۔

لیکن سوال میں یہ مذکور نہیں کہ اس کی والدہ پر حج فرض تھا اور اس نے حج بدل کرانے کی وصیت کی ہے۔ لہٰذا اگر اس پر حج فرض تھا اور اس کی وصیت بھی اس نے کی ہے تو زید اس کی طرف سے حج بدل ضرور کرائے یا خود کرے۔ اور اگر فرض تھا لیکن وصیت نہیں کی تو اس صورت میں بھی حج بدل اس کی طرف سے خود کرے یا دوسرے سے کرائے۔ اور اگر اس پر حج فرض نہیں تھا اور سوال میں اس کا ذکر نہ ہونے سے ظاہر یہی ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے حج نفل کا بدل کرانا چاہتا ہے۔ اگر یہی صورت حال ہے تو زید پر لازم ہے کہ وہ اپنی ماں کے لئے حج نفل کی فکر نہ کرے۔ بلکہ اسی روپیہ سے اس کی نماز اور روزہ کی فدیہ نکالے جو اس پر فرض

تھے اگر چہ اس نے وصیت نہ کی ہو۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "اذ لم یوص فتطوع بھا الوارث فقد قال محمد فی الزیادات انہ یجزیہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔" یعنی اگر میت نے وصیت نہیں کی پھر بھی وارث نے فدیہ ادا کر دیا تو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ والرضوان نے فرمایا: "ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی کافی ہو جائے گا۔" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۹۲) اسی لئے میت کے ذمہ اگر نماز روزہ کی قضا باقی ہے مگر اس نے فدیہ کی وصیت نہیں کی ہے پھر بھی بہت سے لوگ اپنے عزیز کو بری الذمہ کرنے اور خدائے تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے جس قدر نماز اور روزے اس کے ذمہ ہوتے ہیں ان کا فدیہ نکالتے ہیں

اور اگر مرنے والا نماز روزے کا پابند تھا پھر بھی اس کی طرف سے فدیہ نکالنا چاہئے اس لئے کہ عموماً لوگ بڑھاپے میں پابند ہوتے ہیں جوانی میں خاص کر بالغ ہوتے ہی پابند نہیں ہوتے اور نہ ان کو بعد ہی میں ادا کرتے ہیں تو اس زمانے کی قضائیں باقی رہ جاتی ہیں۔ پھر ان عبادتوں کی ادائیگی میں عام طور پر لوگ مسائل کی رعایت نہیں کرتے، کپڑے کو پاک کرنا نہیں جانتے، غسل میں ناک کی سخت ہڈی تک پانی نہیں چڑھاتے، اعضائے وضو کے بعض حصے کو دھوتے ہیں اور بعض حصوں کو صرف بھگا کر چھوڑ دیتے ہیں، نماز کے اندر سجدہ میں انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگاتے اور خاص کر قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں اور صحیح پڑھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ جن کے سبب ان کی نمازیں باطل ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ فقہ کی تمام کتابوں میں مذکور ہے

تو اس طرح کی غلطیاں کرنے والے بظاہر نمازی تو ہوتے ہیں مگر حقیقت میں ساری نمازیں ان کے ذمہ باقی رہ جاتی ہیں۔ اور اسی طرح روزہ میں بھی اس کے احکام کی رعایت نہیں کرتے۔ سحری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد بھی کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی روزہ کے دوسرے مسائل کی رعایت نہیں کرتے جن کے سبب سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ: -از: حافظ محمد مدنی رضوی، دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ڈاکخانہ یا بینک میں رقم فکس کی تو چند سال میں وہ ڈبل ہو گئی تو ایسی رقم سے حج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- یہاں کے ڈاکخانہ یا گورنمنٹ کے بینک میں رقم جمع کرنے سے جو نفع ملتا ہے اس سے حج کرنا اور اپنی دوسری جائز ضروریات میں اسے خرچ کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ شرعاً سود نہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "گورنمنٹ سے جو روپیہ زائد ملتا ہے سود نہیں کہ سود ہونے کے لئے مال معصوم ہونا ضروری ہے۔" "و مال الحربی لیس بمعصوم۔" جب گورنمنٹ ایک رقم اپنی رضا سے خود زائد دیتی ہے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ سود نہیں مگر۔ سود سمجھ کر لینا ضرور گناہ ہوگا اس کے سمجھنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا جو زائد مال اخذ کیا مال حلال ہے مگر حرام سمجھ کر لیا اس کا گناہ ہوا اگر اسے سود

جانتا ہے اور لیتا ہے تو گنہگار ہے۔اھ‘‘ (فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید صفحہ ۴۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۴ رشعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ: -از: محمد صدیق نوری، اندور (ایم۔پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) حاجی نیت کب کرے احرام باندھتے وقت یا نماز پڑھکر یا تلبیہ کہنے کے بعد؟

(۲) آج کل شیطان کو کنکری مارنے کا وقت صبح کر دیا گیا ہے تو کیا صبح کنکری مار سکتے ہیں؟

(۳) ایک شخص نے شکرانہ اور دم کی قربانی کے لئے ہندوستان اپنے گھر والوں کو فون کر دیا کہ تم قربانی کر دو انہوں نے یہاں قربانی کر دی تو ان کی یہ قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- احرام باندھنے کے بعد جب دو رکعت نماز نفل پڑھکر فارغ ہو جائے تو تلبیہ کہنے سے پہلے حج افراد کرنے والا اس طرح نیت کرے "اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی و تقبلہ منی." یعنی اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۲۳ پر ہے: "اذا فرغ من صلاتہ یطلب من اللہ التیسیر و یدعوا اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی و تقبلہ منی.اھ" اور اگر حج تمتع کرنا ہو تو پہلے عمرہ کی نیت اس طرح کرے۔"اللھم انی ارید العمرۃ فیسرھا لی و تقبلھا منی." اور اگر حج قران کرنا ہے تو یوں نیت کرے۔"اللھم انی ارید العمرۃ و الحج فیسرھما و تقبلھما منی." ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۹۵ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ذی الحجہ کی گیارہ بارہ تاریخ کو کنکری مارنے کا وقت سورج ڈھلنے سے صبح تک ہے اور دس تاریخ کو اس دن کی فجر سے گیارہ کی فجر تک۔ اور تیرہ تاریخ کو صبح سے سورج ڈوبنے تک ہے مگر اس دن صبح سے سورج ڈھلنے تک کنکری مارنا مکروہ ہے اور اس کے بعد سے سورج ڈوبنے تک مسنون ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۱۰ پر ردالمحتار کے حوالہ سے ہے۔ اور حدیث شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: "رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرمی علی راحلتہ الجمرۃ یوم النحر ضحیٰ و اما بعد فاذا زالت الشمس." یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو چاشت کے وقت اپنی سواری سے کنکری مارتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد گیارہ بارہ تیرہ کو سورج ڈھلنے کے بعد‘‘ (ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۲۷۱)

لہذا گیارہ بارہ تاریخ کو صبح کنکری نہیں مار سکتے ہیں اس لئے کہ ان دنوں میں اس کا وقت دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ تو سعودیہ حکومت کا گیارہ بارہ کو کنکری مارنے کا وقت صبح کر دینا شرع کے خلاف ہے اور یہ ہرگز جائز نہیں۔ الفقہ علی

المذاہب الاربعہ جلد اول صفحہ ۶۶۷ میں ہے: "وقت الرمي في اليوم الثاني و الثالث هو من بعد الزوال الى الغروب و يكره في الليل الى الفجر و قبل الزوال لايجزي. اھ" اور فتاویٰ عالم گیری جلد اول صفحہ ۲۳۳ میں ہے: "وقت الرمي في اليوم الثاني و الثالث فهو ما بعد الزوال الى طلوع الشمس من الغد حتى لايجوز الرمي فيهما قبل الزوال. اھ" البتہ دسویں اور تیرہویں تاریخ کو صبح کنکری مار سکتے ہیں مگر جب تیرہ کو صبح سے لے کر سورج ڈھلنے تک کنکری مارنا مکروہ ہے تو اس تاریخ کو بھی سورج ڈھلنے کے بعد ہی مارے تاکہ سنت کے مطابق ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "اگر ہندوستان میں ہزار گائیں یا اونٹ کردیں ادا نہ ہوگا کہ اس کے لئے حرم شرط ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۶۹) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "يتعين الحرم للكل" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۷۲) اور للکل کے تحت شامی میں ہے: "بيان لكون الهدى مؤقتا بالمكان سواء كان دم شكرا و جناية لما تقدم انه اسم لما يهدى من النعم الى الحرم. اھ"

لہٰذا جس شخص نے ہندوستان اپنے گھر والوں کو فون کر کے یہاں شکرانہ اور دم کی قربانی کروائی اس کی طرف سے قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ اس پر اب بھی حرم میں شکرانہ اور دم کی قربانی واجب ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۱۸ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد صدیق نوری، اندور (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت ان مسائل میں کہ ایک شخص تمتع کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوا مکہ پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہاں اس کا قیام سولہ دن رہے گا۔ لہٰذا اس نے اقامت کی نیت کر لی پھر سولہ دن کے بعد دیگر افعال حج ادا کرنے کیلئے وہ منی، عرفات اور مزدلفہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسے منی و عرفات وغیرہ میں قصر نماز پڑھنا لازم تھا یا مکمل؟ کیوں کہ ایک صاحب کہتے ہیں چونکہ وہ مکہ میں مقیم تھا اور منی وغیرہ کی دوری مسافت قصر نہیں لہٰذا وہ منی میں بھی مقیم ہی رہے گا جب کہ دوسرے شخص کا کہنا ہے کہ اگرچہ وہ مکہ میں مقیم ہو لیکن اسے منی وغیرہ میں قصر ہی کرنا ہوگا کیوں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے؟ بینوا توجروا۔

(۲) یہاں سے مکہ مکرمہ گیا پانچ دن کے قیام کے بعد اسے حاضری بارگاہ رسالت کے لئے مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا دس یوم مدینہ طیبہ میں گذار کر واپس مکہ مکرمہ آیا۔ اب سات دن کے قیام کے بعد مکہ مکرمہ سے منی وغیرہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ تمام افعال حج ادا کرنے کے بعد مزید پندرہ یوم مکہ مکرمہ میں مقیم رہا۔ ان صورتوں میں کہاں قصر کرنا لازم تھا اور کہاں مکمل پڑھنا ضروری تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) صورت مسئولہ میں پہلے شخص کا قول صحیح ہے اور دوسرے کا قول صحیح نہیں اس لئے کہ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مکہ شریف میں ۱۶ دن ٹھہرنا ہے تو وہ مقیم ہو گیا۔ پھر منی کے لئے روانہ ہوا تو مکہ شریف سے منی کی دوری چونکہ ساڑھے ستاون میل یعنی ساڑھے بانوے کلومیٹر نہیں ہے۔ لہذا وہ منی عرفات وغیرہ میں بھی مقیم ہی رہا۔ اور ان مقامات پر چار رکعت والی فرض نماز مکمل پڑھنا ضروری تھا۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں: "مدة الاقامة خمسة عشر يوما او اكثر لما روى عن عمر و ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما انهما قالا اقل مدة الا قامة خمسة عشر يوما.اه" اور رہا وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے منی وغیرہ میں قصر فرمایا تو یہ اس صورت میں ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں اس وقت پہنچے کہ آپ کو وہاں پندرہ دن ٹھہرنے سے پہلے حج کے لئے منی جانا تھا تو اس صورت میں آپ مسافر ہی رہے جس کے سبب منی میں قصر فرمایا اور ایسی صورت میں وہاں قصر ہی واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۴۰ میں ہے: "ان الحاج اذا دخل مكة فى ايام العشر و نوى الاقامة نصف شهر لاتصح لانه لابد له من الخروج الى عرفات فلا يتحقق الشرط.اه" و الله تعالىٰ اعلم.

(۲) اگر حاجی مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے جانتا تھا کہ ہم وہاں سے پندرہ روز کے قبل ہی مدینہ منورہ بھیج دیئے جائیں گے۔ یا ایسے وقت میں وہاں پہنچا کہ اگر مدینہ طیبہ اسے بھیجا جائے تو دس روز وہاں رہ کر ایام حج سے پہلے واپس نہیں آ سکتا تو ان صورتوں میں وہ مکہ شریف میں قصر کرے گا۔ اور اگر ایسے وقت میں مکہ معظمہ پہنچا کہ حج کیلئے نکلنے کو پندرہ دن سے کم باقی ہے تو اس صورت میں بھی وہاں قصر کرے گا۔ اور اگر جانتا ہے کہ پندرہ روز یا اس کے بعد مکہ شریف سے مدینہ منورہ بھیجے جائیں گے تو مکہ معظمہ پہنچ کر مقیم رہے گا قصر نہیں کرے گا۔

لہذا جن صورتوں میں حج سے پہلے مکہ معظمہ میں قصر کرے گا ان صورتوں میں منی، عرفات اور مزدلفہ میں بھی قصر کرے گا اور جن صورتوں میں حج سے پہلے مکہ معظمہ میں مقیم تھا ان صورتوں میں منی، مزدلفہ اور عرفات میں بھی مقیم رہے گا نماز میں قصر نہیں کرے گا اور حج سے واپس ہو کر اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ مکہ معظمہ میں اقامت کی نیت ہے تو مکمل پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا۔ اور مدینہ منورہ میں چونکہ آٹھ نو روز سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع نہیں ملتا اس لئے مدینہ منورہ میں بہر حال قصر کرے گا۔ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ ر رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: (صوفی) محمد صدیق نوری، ۲۰ ر جواہر مارگ، اندور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اگر حج کا احرام باندھتے وقت عورت کو حیض آ گیا تو وہ کیا کرے۔ اور مکہ معظمہ سے روانگی کے وقت اگر حیض آ جائے تو عورت کو طواف رخصت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر حج کا احرام باندھنے کے وقت عورت حائضہ ہو جائے تو وہ بھی دیگر حاجیوں کی طرح غسل کرے اور باطہارت احرام باندھ کر سوائے سعی وطواف کے تمام افعال حج کو ادا کرے۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۰۶ میں ہے: "قال القهستاني فلو حاضت قبل الاحرام اغتسلت و احرمت وشهدت جميع المناسك الا الطواف والسعي. اھ" اور اگر مکہ معظمہ سے روانگی کے وقت عورت کو حیض آ جائے تو اس پر طواف رخصت واجب نہیں بلکہ وہ دروازہ پر کھڑی ہو کر کعبہ کو حسرت کی نگاہ سے دیکھے اور دعا کرتی چلے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۷۱۴ میں ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۲۱ رشوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:- از صوفی محمد صدیق، جواہر مارگ، اندور (ایم۔ پی)

حج فرض ہونے کی شرطیں کیا ہیں؟ اور جن روپیوں کی زکاۃ نہیں نکالی گئی ان سے حج کیا تو حج ہوا یا نہیں؟ اور حاجی کہلانے کے لئے حج کیا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں:
(۱) مسلمان ہونا (۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا (۵) آزاد ہونا (۶) تندرست ہو کہ حج کو جا سکے (۷) سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے (۸) وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔ (بہار شریعت حصہ ششم از ۸ تا ۱۳ ملخصا)

جن روپیوں کی زکاۃ نہیں نکالی گئی ان سے حج کرنا جائز نہیں اگر کیا تو قبول نہ ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''حرام مال کا حج میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا۔ اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے "لالبيك و لا سعديك و حجك مردود عليك حتى ما في يديك." یعنی نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود۔ جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس نہ دے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۸۵)

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "قال في البحر و يجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها و لا تنافي بين سقوطه و عدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول." (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۵۲)

حاجی کہلانے کے لئے حج کرنا گناہ و ناجائز ہے کیونکہ یہ ریا ہے اور عبادات میں ریا حرام ہے تو جس نے دکھاوے کے لئے حج کیا وہ قبول نہ ہوگا۔ مگر فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''دکھاوے کے لئے حج کرنا حرام ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۸) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درمختار کے قول: "و قد يتصف

بالحرمة کالحج بمال حرام" کے تحت لکھتے ہیں "کذا فی البحر و الاولیٰ التمثیل بالحج ریاء و سمعة فقد یقال ان الحج نفسه الذی هو زیارة مکان مخصوص الخ لیس حراما بل الحرام هو انفاق المال الحرام." (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۵۲) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۷؍ جمادی الاخرہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: مجیب اللہ چودھری، سرسیا، الیس نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ہندہ جو زید کی بیوی ہے اس نے زید کے ساتھ سفر کرنے کے لئے حج کا فارم بھرا اور نمبر آ گیا اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ کیا ہندہ ایام عدت میں حج کے لئے جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہندہ موت کی عدت میں حج کے لئے نہیں جا سکتی اسے عدت ختم ہونے تک اپنے شوہر زید کے مکان میں رہنا واجب ہے کہ عدت موت میں عورت کا سفر کرنا حرام ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۵۴ میں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۷۴ میں ہے: "تعتد ان ای معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه و لا تخرجان منه الاان تخرج او یتهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لاتجد کراء البیت و نحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیه. اه و اللہ تعالیٰ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

مسئلہ:- از: عبدالغفور، استاذ دارالعلوم رضویہ دساواں، کبیر نگر (یوپی)

زید نے اپنی قیام گاہ سے احرام باندھ لیا تو اسی وقت سے احرام کا حکم لگے گا یا جب اس کی نیت کرے؟ بینوا توجروا۔

(۲) طواف کے دو پھیرے کرنے کے بعد کسی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے تیسرا پھیرا کرنے میں دشواری محسوس ہو تو تھوڑی دیر ٹھہر کر بقیہ پھیرے کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) جو بلڈ پریشر کے مریض ہیں یا بہت زیادہ کمزور ہیں وہ معذور ہیں یا نہیں اگر معذور ہیں تو کیا رات میں کنکری مار سکتے ہیں نیز غیر معذور کا رات میں کنکری مارنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۴) حج کے شکرانہ کی قربانی منیٰ کے علاوہ حدود حرم میں کرنا کیسا ہے نیز جو حاجی معلم کو پیسہ دیدیتے ہیں پھر حاجی خود یا معلم اپنے کواٹر پر قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۵) ایام حج میں جو صدقہ واجب ہوتا ہے اس میں کہاں کے گیہوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ جہاں کا حاجی ہے وہاں کی قیمت یا جہاں ادا کیا جائے وہاں کی قیمت نیز حرم کے مساکین اکثر نجدی، وہابی ہیں تو انہیں دینے سے ادا ہوگا یا نہیں۔ اور کیا ہندوستان آ کر یہاں

کے فقراء کو دیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صرف احرام باندھ لینے سے احرام کے احکام نافذ نہیں ہوں گے جب تک کہ نیت کے ساتھ لبیک نہ پکارے۔ فتاوی قاضی خاں مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۵ پر ہے: "لا یصیر محرما عندنا بمجرد النیة ما لم یضم الیها التلبیة او یسوق الهدی و لو لبی و لم ینو لا یصیر محرما فی الروایات الظاهرة. اھ" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''احرام کے لئے نیت شرط ہے اگر بغیر نیت لبیک کہا احرام نہ ہوا یوں ہی تنہا نیت بھی کافی نہیں۔ جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور چیز نہ ہو اھ'' (بہار شریعت حصہ ششم ص ۴۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طواف کے پھیروں میں زیادہ دیر تک ٹھہرنا مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی طواف کے مکروہات ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا یعنی کچھ پھیرے کر لئے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا کسی اور کام میں لگ گئے باقی پھیرے بعد کو کئے۔'' (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ ۷۰۴) اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۷۷ پر بھی ہے۔ لیکن اگر کسی بیماری یا زیادہ کمزوری کے سبب مسلسل پھیرے میں دشواری ہوتی ہے تو کچھ دیر ٹھہر کر بقیہ پھیرے کرنا جائز ہے فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے: "المشقة تجلب التیسر" (الاشباہ صفحہ ۸۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جو زیادہ کمزور ہیں یا بلڈ پریشر کے مریض ہیں کہ بھیڑ میں جان جانے کا خطرہ ہے وہ معذور ہیں ایسے لوگ رات میں کنکری مار سکتے ہیں۔ اور جو غیر معذور ہیں ان کا رات میں کنکری مارنا اساءت ہے۔ فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۳۹۴ پر نہایہ سے ہے: "اللیل وقت الجواز مع الاسائة و لابد من کون محمل ثبوت الاساءة عدم عذر حتی لایکون رمی الضعفة قبل الشمس و رمی الرعاء لیلا یلزمهم الاساءة اھ." و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حج کے شکرانہ کی قربانی منی کے علاوہ حدود حرم میں کرنا جائز ہے۔ مگر خلاف سنت ہے۔ اور حدود حرم کے غیر میں کرنا جائز نہیں۔ فتاوی ہندیہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ پر ہے: "ان اختار النسك ذبح فی الحرم کذا فی المحیط و ان ذبح فی غیر الحرم لایجوز عن الذبح ا.ھ" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اس قربانی کے لئے ضروری ہے کہ حرم میں ہو بیرون حرم نہیں ہو سکتی اور سنت یہ ہے کہ منی میں ہو۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۱۸ بحوالہ منسک) لیکن جو حاجی معلم کو پیسہ دیدیتے ہیں وہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی کریں اس لئے کہ وہاں کے معلم زیادہ تر بدعقیدہ نجدی وہابی ہیں جو بحکم فقہا کافر و مرتد ہیں۔ ان کے ذبح کرنے سے قربانی نہیں ہوتی۔ درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۲۹۸ پر ہے: "لاتحل ذبیحة مرتد اھ ملخصاً" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) ایام حج میں جو صدقہ واجب ہوتا ہے اس میں اس مقام کی قیمت معتبر ہوگی جہاں حاجی صدقہ دے اور صدقہ دینے میں بہتر یہی ہے کہ حرم کے مساکین کو دے کہ انہیں دینے میں ایک کے بدلے لاکھ کا ثواب ہے مگر جب کہ وہاں کے اکثر لوگ وہابی

نجدی ہیں جنہیں صدقہ دینا جائز نہیں تو ہندوستان آ کر یہاں کے فقیروں کو دینے میں کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۴۴ میں ہے: "الافضل ان یتصدق علی فقراء مکة و لو تصدق علی فقراء غیر مکة جاز کذا فی المحیط." اور شامی جلد دوم صفحہ ۵۵۸ باب الجنایات میں ہے: "قوله این شاء ای فی غیر الحرم او فیه و التصدق علی فقراء مکة افضل اھ" اور تنویر الابصار باب المصرف میں ہے: "لا یجوز صرفها لاھل البدع اھ." و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۲۶ر شوال المکرم ۲۰ھ

الاجوبة کلها صحیحة: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد اسلم قادری، دار العلوم رضویہ، دساواں، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ طواف مسجد حرام میں یا اس کے باہر سے کرنا کیسا ہے؟ نفلی طواف میں سعی کر لی تو پھر طواف زیارت میں سعی کی ضرورت نہیں۔ مگر کیا نفلی طواف کا احرام باندھا پھر طواف وسعی کے بعد احرام اتار دیا۔ تو اس سے بھی طواف زیارت کے بعد سعی کی ضرورت نہیں رہے گی یا جب حج فرض کا احرام باندھے گا تبھی یہ بات ہوگی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- طواف مسجد حرام کے اندر سے ہی کرنا ضروری ہے اگر باہر سے کرے گا طواف نہ ہوگا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۶۴ پر ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۹۷ میں ہے: "ان مکان الطواف داخل المسجد و لو وراء زمزم لا خارجه. اھ" اور صرف نفلی طواف کے لئے احرام باندھ کر طواف وسعی کے بعد خواہ وہ فرض ہو یا نفل نفلی طواف میں رمل وسعی کرے تو اس صورت میں طواف زیارت کے بعد اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ایک نفلی طواف میں رمل وسعی کرے اب اسے بھی طواف زیارت میں ان امور کی حاجت نہ ہوگی۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۶۷) و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: عبد الحمید مصباحی
۲۹ر ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد فاروق قادری، نیواڑی، مہوبہ (یوپی)

حالت احرام میں کان ڈھکنا جائز ہے یا نہیں؟ کتاب مسمّٰی بہ 'حج وزیارت' کے احرام کے مباحات کے بیان میں مذکور ہے۔ سر یا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا کپڑے سے کان یا گردن کا چھپانا یہ ساری چیزیں حالت احرام میں جائز ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حاجی حالت احرام میں کان کس طرح چھپائے گا اس کی کیا صورت ہوگی؟ جب کہ دوسری جگہ اسی کتاب

میں صفحہ ۸۶ پر تحریر ہے کہ ''یا مرد نے چوتھائی سر یا پورا سر چھپایا تو بارہ گھنٹے یا زیادہ لگا تار چھپانے پر دم ہے اور کم میں صدقہ ہے'' بینوا توجروا۔

الجواب:- حالت احرام میں کان ڈھکنا جائز ہے کپڑے سے کان چھپانے کی صورت یہ ہے کہ رومال یا کوئی کپڑا کان پر ڈال کر ہاتھ سے دبائے رکھے۔ کان کے بارے میں یہی حکم ہے۔ البتہ سر بارہ گھنٹے یا اس سے زیادہ چھپائے تو دم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

مسئلہ:- از: (حاجی) کمال احمد، جلال پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسائل ذیل میں:

(۱) زید کے والد اور بیوی کا انتقال ہو چکا ہے وہ حج بدل کرنا چاہتا ہے تو کس کی جانب سے حج بدل کرنا بہتر ہے؟

(۲) قران، تمتع، افراد ان میں سے کس میں حج بدل کرنا افضل ہے؟

(۳) ہوائی سفر میں احرام کہاں سے باندھے؟

(۴) اگر مکہ معظمہ سے عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ جانا ہوا۔ بعد میں ارکان حج کی ادائیگی کے لئے مکہ آیا تو احرام پھر سے باندھنا پڑے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) والد کی جانب سے حج بدل کرنا بہتر ہے کیوں کہ احادیث مبارکہ میں والدین کی جانب سے حج کرنے پر ثواب عظیم کا مژدہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے روز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔'' اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو ان کا حج پورا کردیا جائے گا۔ اور اس کے لئے دس حج کا ثواب ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۵۲)

(۲) قران سے حج بدل کرنا افضل ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ہندوستان کے حاجیوں کو جہاں سے جدہ کی پرواز ہو وہاں سے احرام باندھ لینا بہتر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

(۴) عمرہ کے بعد مدینہ منورہ جائیں یا دوسری کسی جگہ میقات کے باہر جائیں واپسی پر دوبارہ احرام باندھنا پڑے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

۲۸ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: برکت القادری جودھپوری دار العلوم فیضان اشرف، باسنی ضلع ناگور

زید کے مرنے کے بعد یا پہلے اس کی اولاد یا زوجہ سود کے پیسوں سے حج بیت اللہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد یا اس کی بیوی کوئی بھی سود کے مال سے حج نہیں کرسکتا کہ حرام ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۵۶ میں ہے: "قد يتصف بالحرمة الحج بمال حرام." اور اسی کے تحت شامی میں ہے "ان الحج ليس حراما بل الحرام هو انفاق المال الحرام" اور چند سطر بعد ہے "الحج لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث. اھ" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "مال حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔" (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۷) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
یکم ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: سید عمران علی بن سید ظفر علی، مدھیہ پردیش

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج کے لئے گئی منی میں پہنچ کر عورت کو حیض آ گیا۔ تو کیا وہ اس حالت میں حرم شریف میں داخل ہو سکتی ہے؟ کیا وہ خانہ کعبہ کا طواف کرسکتی ہے؟ اس حالت میں وہ عورت کس طرح ارکان حج ادا کرے گی؟ بينوا توجروا.

الجواب:- اگر نویں ذی الحجہ کو منی میں عورت کو حیض آ گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے تک حیض ہی کی حالت میں رہی تو طواف اور سعی کے علاوہ حج کے تمام ارکان ادا کرے گی۔ اور طواف حیض سے فارغ ہونے کے بعد کرے گی مگر اس صورت میں تاخیر کے سبب اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر بارہویں کو اتنا پہلے حیض ختم ہو گیا کہ سورج ڈوبنے سے پہلے غسل کر کے چار پھیرے طواف کرسکتی ہے تو کرنا واجب ہے اگر نہیں کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ دم دینا پڑے گا۔ اور بقیہ تین پھیرے بعد میں کر لے حالت حیض میں نہ تو خانۂ کعبہ کا طواف کرسکتی ہے۔ اور نہ ہی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۵۲۸ پر ہے: "وحيضها لا يمنع نسكا الا الطواف و لا شئ عليها بتاخيره اذا لم تطهر الا بعد ايام النحر." اور اسی میں صفحہ ۵۱۹ پر ہے: "لو طهرت الحائض ان قدر اربعة اشواط و لم تفعل لزم دم و الا لاه" اور شامی میں ہے: "اى ان بقى الى غروب الشمس من اليوم الثالث من ايام النحر ما يسع طواف اربعة اشواط، و الظاهر انه يشترط مع ذلك زمن يسع خلع ثيابها و اغتسالها و يراجع. و لو حاضت بعد ما قدرت على الطواف فلم تطف حتى مضى الوقت لزمها الدم لانها مقصرة بتفريطها. اى بعد ما قدرت على اربعة اشواط." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: نذیر احمد ڈار نیر بارہ مولہ، کشمیر

ایک شخص دو سال کے لئے میوہ باغ کسی بیوپاری سے بیچتا ہے اور پیشگی رقم ایک ساتھ لیتا ہے۔ پھر حج کرتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کا حج مقبول ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- میوہ باغ کو جب تک پھل نہ آئے بیچنا ہرگز جائز نہیں کہ بیچتے وقت بیچی جانے والی چیز کا موجود ہونا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لاتبع مالیس عندك." یعنی وہ چیز مت بیچو جو تمہارے پاس نہ ہو۔ (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۲۳۳) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "باغ کی بہار پھل آنے سے پہلے بیچ ڈالی یہ ناجائز ہے۔" (بہار شریعت جلد یازدہم صفحہ ۲۶) اور اسی میں ۸۸ پر ہے: "پھل اس وقت بیچ ڈالے کہ ابھی نمایاں بھی نہیں ہوئے ہیں یہ بیع باطل ہے۔ اھ" اور فتاویٰ عالمگیری جلد سوم صفحہ ۱۰۶ پر ہے: "بیع الثمار قبل الظهور لا یصح اتفاقا. اھ" اور ایسا ہی درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۵۵۴ پر بھی ہے۔

لہذا جب یہ بیع جائز نہیں تو اس سے جو رقم حاصل کی گئی وہ حرام۔ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "مال حرام کا حج میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا۔" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۸۵) اور حدیث شریف میں ہے: "جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے تو فرشتہ جواب دیتا ہے "لا لبیك و لا سعدیك و حجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدك" یعنی نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت مقبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھوں میں ہے واپس نہ دے۔" (ترغیب وترہیب جلد دوم صفحہ ۱۱۲)

ہاں اگر ایسی بیع وہ یہاں کے کافر سے کرتا ہے تو جائز ہے اور اس رقم کا حج میں صرف کرنا بھی جائز ہے کہ کافر حربی کا مال عقد ممنوع کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے۔ اور وہ مسلم کے لئے حلال وطیب ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔" (بہار شریعت جلد یازدہم صفحہ ۱۵۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۱۰ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:- از: سیف الرضا رضوی، گھانچی واڑ نانی دمن، گجرات

ایک شخص کو اپنے خاندان میں کسی کے نام حج بدل کروانا ہے اسی درمیان ایک مسجد کا تعمیری کام شروع ہوا جس میں روپیہ کی ضرورت پڑی وہ شخص اب یہ چاہتا ہے کہ حج بدل نہ کرا کے وہ روپیہ تعمیر مسجد میں دیدے۔ آیا تعمیر مسجد میں وہ روپیہ دینا جائز ہوگا یا حج بدل کرانا ہی ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر اسے کسی ایسے شخص کی طرف سے حج بدل کروانا ہے جس پر حج فرض تھا اور وصیت کی تھی تو اس کے تہائی مال سے حج بدل کرائے اگرچہ اس نے وصیت کرتے وقت میں تہائی مال کی قید نہ لگائی ہو مثلاً یہ کہا کہ میری طرف سے حج بدل کروا دیا جائے تو اس صورت میں مسجد کی تعمیر میں روپیہ دینے کی بجائے حج بدل ہی کروانا ضروری ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۵۸ میں ہے: "ان مات عن وصية لا يسقط الحج عنه و اذا حج عنه يجوز عندنا و يحج عنه من ثلث ماله سواء قيد الوصية بالثلث بان اوصى ان يحج عنه بثلث ماله او اطلق بان اوصى بان يحج عنه هكذا فى البدائع. اھ" اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۵۸ پر بھی ہے۔

اور اگر کسی کے نام نفلی حج بدل کروانا ہے تو اس شخص کو نفلی حج بدل کروانے کے بجائے روپیہ مسجد کی تعمیر کے لئے صدقہ کر دینا افضل ہے کہ مسجد کی تعمیر میں روپیہ کی ضرورت و حاجت ہے اور حاجت کے وقت صدقہ حج نفل سے افضل ہے۔ جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''مسافر خانہ بنانا حج نفل سے افضل ہے۔ اور حج نفل صدقہ سے افضل یعنی جب کہ اس کی زیادہ حاجت نہ ہو ورنہ حاجت کے وقت صدقہ حج نفل سے افضل ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۶۷) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد عبد القادری رضوی ناگوری
۲۳؍ ذی القعدہ ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:-

نجدی حکومت نے بتاریخ ۱۱؍۱۲؍ ذی الحجہ شیطان کو کنکری مارنے کا وقت صبح سے کر دیا ہے تو ان دنوں میں قبل زوال کنکری مارنے کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ۱۱؍۱۲ ذی الحجہ کو کنکری مارنے کا وقت آفتاب ڈھلنے صبح تک ہے دوپہر سے پہلے کنکری مارنا یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف ہے اور ایک ضعیف روایت ہے۔ حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ''گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سن کر پھر رمی کو چلو بعینہٖ اسی طرح بارہویں تاریخ بعد زوال تینوں جمرے کی رمی کرو بعض لوگ دوپہر سے پہلے آج رمی کر کے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۰۹)

اقول و باللہ التوفیق۔ وہ روایت ضعیف جو ہمارے اصل مذہب کے خلاف ہو وہ ہمارا مذہب نہیں اور نہ تو ہم ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ دے سکتے ہیں کہ ظاہر الروایہ کے خلاف فتویٰ دینا جہلاء کے گناہوں کا ذمہ اپنے سر لینا ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''یہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لئے ہے۔ البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالنے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو

پیٹھ دیتے اور ایک روایات نادرہ مرجوحہ مرجوع عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو روہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلاء کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شاہد رضا

مسئلہ:- از: مولانا نعیم الدین بن محمد سمیع، پرسا، ایس نگر

بمبئی میں عمرہ کا احرام باندھ کر جب عورت جدہ پہنچی تو اسے حیض آ گیا جس کی عادت سات یوم کی ہے۔ مکہ معظمہ پہنچنے کے ایک دن بعد اسے مدینہ طیبہ بھیج دیا گیا اب وہ عمرہ کا احرام کھول دے یا بندھا رہنے دے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں عورت احرام نہ اتارے اور جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ پھر جب مکہ شریف پہنچے تو طواف وغیرہ عمرہ کے افعال کر کے احرام کھول دے۔

عمرہ کی ارکان کی تکمیل سے پہلے احرام کھول دینے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ حج کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "انقضی راسك و امتشطی و اهلی بالحج و دعی العمرة." (شرح الکبیر للمغنی جلد سوم صفحہ ۲۴۸، نیز بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۳۹ بالفاظ مختلفۃ) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:- از: مولوی صلاح صاحب، اوجھا گنج، بستی

مکہ شریف میں مقیم کسی شخص سے حج بدل کرانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جس کی جانب سے حج بدل کرانا ہے اگر اس پر حج فرض ہے تو مکہ شریف میں مقیم سے حج بدل کرانا درست نہیں۔ کیوں کہ حج بدل کرنے والے کو اس کے وطن سے جانا شرط ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۵۴ میں ہے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حج بدل کرنے والے کو اسی کے شہر سے جانا چاہئے مکہ معظمہ سے حج بدل کرا دینا اس میں داخل نہیں۔ رہا ثواب تو حج کرنے والے صاحب اس پر اجرت لیتے ہیں اور جب اجرت لی تو ثواب کہاں۔ اور جب انہیں کو ثواب نہ ملا تو میت کو کیا پہنچائیں گے۔ خصوصاً بعض مطوف یہ ظلم کرتے ہیں کہ چار چار شخصوں سے حج بدل کر کے روپے لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۶۶۵) اور اگر اس پر حج فرض نہ ہو، نفل ہو، یا وہ مکی ہو تو مکہ معظمہ میں مقیم کسی شخص سے حج بدل کرانا درست ہے۔ (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۵۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ:- از: طیب علی صاحب چودھری، سرسیا، الیس نگر

زید کے ذمہ بہت سی نمازوں کی قضا باقی تھی یہاں تک کہ اس نے حج کرلیا جب اس سے نمازوں کی قضا پڑھنے کے بارے میں کہا جاتا ہے تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ حج کرنے سے سب نمازیں معاف ہوگئیں ہم قضا نہیں پڑھیں گے ہم نے عالموں سے سنا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حج کے بعد آدمی ایسا ہو جاتا ہے کہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو کیا واقعی حج کرنے سے چھوٹی ہوئی نماز، روزہ، اور زکاۃ جو ادا نہیں کی گئی ہیں۔ وہ سب معاف ہو جاتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کا خیال خیال فاسد ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی نماز اور روزے کی قضا جلد از جلد ادا کرے یونہی حق العبد میں گرفتار ہو تو معاف کرائے۔ اور کبائر کا مرتکب ہو تو توبہ اور استغفار کرے کیونکہ احادیث شریفہ میں ہے جن مقامات پر اعمال صالحہ کرنے پر عفو گناہ کی خوش خبری آئی ہے وہاں گناہوں سے مراد صغائر ہیں۔ مثلاً یہی حدیث جس کا حوالہ زید نے دیا ہے۔ 'مشکوۃ باب المناسک' میں حضرت ابو ہریرہ سے یوں مروی ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا: "من حج لله فلم يرفث و لم يفسق رجع كيوم ولد." اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاجی کے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن محدثین اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث میں جن گناہوں کے بخشے جانے کا مژدہ ہے ان سے مراد صغائر ہیں۔ جیسا کہ اسی حدیث کے تحت مرقاۃ حصہ سوم صفحہ ۱۶۸ میں ہے: "اعلم ان ظاهر الحديث يفيل غفران الصغائر و الكبائر السابقة لكن الاجماع ان المكفران مختصة با لصغائر عن السيئات التى لا تكون متعلقة بحقوق العباد من السيئات فانه يتوقف على ارضائهم." و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:- از: محمد حسام الدین فنر، واشی نوممبئی

کیا حیلۂ شرعی کے بعد حج وعمرہ کے صدقے کو عربی مدرسوں میں صرف کیا جاسکتا ہے؟

الجواب:- حج وعمرہ کے صدقے کو حیلۂ شرعی کے بعد عربی مدرسوں میں صرف کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ صدقے کے حقدار فقراء ومساکین ہوتے ہیں۔

لیکن حج وعمرہ کے صدقے کا حکم یہ ہے کہ اس صدقے کو صرف ایک مسکین کو دینے سے ادا نہیں ہوگا بلکہ صدقہ چھ مسکینوں کو دیا جائیگا صدقۂ فطر کی مقدار، حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "على ستة مساكين كل واحد نصف صاع حتى لو تصدق بها على ثلاثة او سبع فظاهر كلامهم انه لا يجوز لان عدد منصوص عليه" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: وفاء المصطفیٰ الامجدی

مسئلہ:- از: طیب علی صاحب چودھری، سرسیا، ایس نگر

جو شخص حج کے لئے جاتا ہے اس پر قربانی واجب ہوتی ہے یا نہیں اگر واجب ہوتی ہے تو کتنی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- حاجی تین طرح کے ہوتے ہیں مفرد، قارن، متمتع۔ مفرد وہ ہے جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو قارن وہ ہے جس نے حج وعمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا ہو اور متمتع وہ حاجی ہے جس نے عمرہ کی نیت سے احرام باندھا پھر عمرہ ادا کر کے مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھا ہو حاجی اگر مفرد ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں جبکہ ۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ کو شرعی مسافر ہو اور اگر مقیم ہونے کے ساتھ صاحب نصاب بھی ہو تو ایک قربانی واجب ہے اور اگر قارن و متمتع ہے تو اس پر حج کی ایک قربانی واجب ہے لیکن جب ایام قربانی میں شرعی مسافر نہ ہو اور مالک نصاب بھی ہو تو بقرعید کی بھی ایک قربانی واجب ہوگی اس صورت میں قارن و متمتع پر دو قربانی واجب ہوگی۔

جیسا کہ بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۰۴ کی اس عبارت سے ظاہر ہے ''یہ قربانی وہ نہیں جو بقرعید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلا نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگر چہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن و متمتع پر واجب ہے اگر چہ فقیر ہو اور مفرد کے لئے مستحب اگر چہ غنی ہو'' اھ۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''اگر احرام باندھتے وقت تنہا حج کی نیت باندھی تھی یا احرام میں فقط عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کر کے پھر حج کا احرام مکہ معظمہ میں باندھا تھا تو قربانی ضرور نہ تھی ہاں اگر احرام میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ باندھی تھی یا احرام میں فقط عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کر کے پھر حج کا احرام مکہ معظمہ میں باندھا تھا تو البتہ قربانی واجب تھی'' ملخصا (فتاوٰی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۶۶۹)

اور شامی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ پر ہے "یجب فی یوم النحر الرمی ثم الذبح لغیرہ المفرد" اھ اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۵۳۴ میں ہے "الذبح لہ (ای للمفرد) افضل ویجب للقارن و المتمتع و اما الاضحیۃ فان کان مسافرا فلا یجب علیہ والا کالمکی فتجب کما فی البحر" اھ اور فتاوٰی قاضی خان مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۰۴ پر ہے "یجب الدم علی القارن و المتمتع شکرا لما انعم اللہ تعالی علیہ بتیسیر الجمع بین العادتین" اھ

(نوٹ) اگر حج کرنے والا یہ جانتا ہو کہ مکہ معظمہ میں ہمارے اوپر قربانی واجب ہوگی تو بہتر یہی ہے کہ وہ اس کا انتظام اپنے گھر کر دے پھر حج کو جائے۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

مسئلہ:۔از: مولانا تبارک علی، گرام رانی پور خورد، پوسٹ سودی پور، ضلع بستی

بخدمت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ موضع اوجھا گنج ضلع بستی یوپی عرض گذارش یہ ہے کہ میں اسی موضع میں ایک مدرسہ چلا رہا ہوں اور اسی گاؤں کے پڑوس میں ایک موضع سائیں ناتھ پور ہے جس کا رہنے والا نورعلی نام کا ایک لڑکا ہے جو کان پور میں رہتا تھا وہاں سے ایک لڑکی بھگا کر لایا ہے جو مسلمان ہے چھ ماہ سے اسے یونہی رکھا ہے۔اب اس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا ہے شرعی احکام کے مطابق اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے تو کس طرح اسے شریعت حکم دیتی ہے؟ نکاح پڑھنے کا مجھے حکم دیں۔

الجواب:۔ جناب مولانا صاحب! سلام مسنون نورعلی نام کا لڑکا جو کانپور سے لڑکی بھگا کر لایا ہے اس کے ساتھ نکاح کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی اس لئے کہ اس لڑکی کا غیر شادی شدہ ہونا یقین کے ساتھ معلوم نہیں۔اور نورعلی کا بیان کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے نہیں مانا جائے گا اس لئے کہ جب چھ ماہ سے اس لڑکی کو اپنے گھر رکھ کر حرام کاری کر رہا ہے تو اس کی بات کا کیا اعتبار وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔

لہذا نورعلی پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس لڑکی کو اپنے گھر سے نکال دے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پارہ۷رکوع۱۴) لڑکی کو گھر سے نہ نکالنے پر اگر مسلمان نورعلی کا بائیکاٹ نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ." (پارہ۶ سورۂ مائدہ، آیت۷۹) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۶ر صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: محمد ادریس، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح احمد کے ساتھ کیا شادی کے کچھ دنوں بعد احمد نے اپنی بیوی ہندہ کی رخصتی کا مطالبہ کیا جو از زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی رخصتی سے وقتی طور پر انکار کیا۔جس پہ

احمد نے کہا کہ اگر نہیں رخصت کرو گے تو پچھتاؤ گے اور پھر احمد گھر سے باہر چلا گیا تقریبا دس سال تک احمد کا کوئی پتہ نہ ہونے پر زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا دوسرے لڑکے سے نکاح کرنا چاہا۔ دوسرے لڑکے کے ولی نے زید سے احمد کے لاپتہ ہونے نیز نکاح کے جواز کا فتویٰ طلب کیا تو زید نے کہا کہ اس کا نکاح ہو جائے گا ہم نے اس کے لئے فتویٰ منگوایا ہے مگر فتویٰ کی تحریر دوسرے لڑکے کے ولی کو دیا نہیں۔ اور اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح زید نے خالد سے کر دیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید نے اپنی شادی شدہ لڑکی کا نکاح، طلاق یا فسخ قاضی کے بغیر فریب دے کر جو خالد سے کیا وہ نکاح درست نہ ہوا۔ لہذا خالد پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس لڑکی کو اپنے سے الگ کر دے اور ناجائز نکاح کے سبب وہ اور اس کا ولی گنہگار ہوئے۔ دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اور زید جس نے اپنی شادی شدہ لڑکی کا نکاح دوسرے سے کیا وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اسے اور اس کی لڑکی کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے، ان سے پابندی نماز کا عہد لیا جائے۔ اور انہیں قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَاباً." (پارہ ۱۹ رکوع ۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد عثمان علی، مدرسہ تعلیم القرآن پچھوہی بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک غیر مسلم کی لڑکی جو بھنگی قوم سے ہے وہ مسلمان ہوگئی تو مسلمان اس سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر وہ شادی شدہ ہو اور اس کا شوہر بھی تین حیض آنے سے پہلے اسلام لے آئے تو وہ بدستور سابق اس کی بیوی رہے گی اس صورت میں کسی دوسرے کے لئے اس سے شادی کرنا جائز نہیں اور اگر شوہر اسلام نہ لائے تو تین ماہواری گذرنے کے بعد اس سے شادی کرنا جائز ہے۔ ایسا ہی حاشیہ فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۸ پر ہے۔ اور اگر شادی شدہ نہیں تو اسے مسلمان بنا کر فوراً اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ." (پارہ ۴ سورہ نساء، آیت ۲۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۸ر ذی القعدہ ۱۹ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد شمس الہدی، مقام موہن پور، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ابراہیم کی شادی ہوئی مگر اس کی بیوی کا طور طریقہ صحیح نہیں تھا اس لئے اس نے اپنی بیوی کو زبانی وتحریری طلاق دے دی لڑکی کے گھر والے کہتے ہیں کہ ہم اس کو نہیں مانتے تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ محمد ابراہیم دوسری شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو کیسے کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ." یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ (پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۷) اور حدیث شریف میں ہے: "انما الطلاق لمن اخذ بالساق. لہٰذا جبکہ محمد ابراہیم نے اپنی بیوی کو زبانی وتحریری طور پر طلاق دیدی تو اس پر طلاق پڑ گئی چاہے لڑکی کے گھر والے مانیں یا نہ مانیں۔ اور جس طرح طلاق سے پہلے وہ دوسری شادی کرسکتا تھا ایسے ہی وہ طلاق کے بعد بھی دوسری شادی کرسکتا ہے۔ جیسے کہ عام طور پر شادی کی جاتی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۶ رشوال ۱۹ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) زید عاقل بالغ مکمل ہوش وحواس میں قاضی شہر کے سامنے اقرار کرتا ہے کہ ہندہ میری بیوی کو طلاق دیتا ہے اور ہندہ سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔ پھر زید قاضی شہر کے سامنے دو گواہوں کی موجودگی میں اپنی بیوی ہندہ کو تین مرتبہ طلاق بائن دیتا ہے جو اس طرح ہے۔ ''طلاق بائن دیا، طلاق بائن دیا، طلاق بائن دیا'' پھر طلاق نامہ پر دستخط کرتا ہے اس کی کاپی بھی حاصل کرتا ہے جس نامہ کی کاپی منسلک ہے۔ اب زید اپنی مطلقہ بیوی کو قبل عدت یا بعد عدت نکاح کر کے لاسکتا ہے۔ یا بذریعہ حلالہ کر کے لاسکتا ہے۔ براہ کرم جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(۲) زید نے بیوی کو طلاق دیا اس وقت ہندہ کے گود میں ڈیڑھ سال کی عمر کی ایک بچی تھی۔ عدت گذرنے کے بعد اس ہندہ نے دوسرے سے نکاح کی ساتھ ہی بچی بھی ہندہ کے پاس ہی رہی۔ اب وہ بچی بالغ یعنی ۱۷ سال عمر کے دور سے گذر رہی ہے۔ اب ہندہ کے ساتھ آئی ہوئی بچی کی شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ دوسرے شوہر کا کہنا ہے کہ شادی کے کارڈ پر اور قاضی کے فارم پر میرا ہی نام آنا چاہئے تو شادی کے موقعہ پر نکاح کے وقت پہلے شوہر کے نام سے نکاح درست ہے یا بعد کے شوہر کے نام سے درست ہوگا؟ براہ کرم حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب:- (۱) صورت مسئولہ میں ہندہ پر تین طلاقیں پڑ گئیں۔ اب بغیر حلالہ وہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پارہ ۲ رکوع ۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) نکاح کے موقع پر اگر لڑکی کے نام کے ساتھ ہندہ کے پہلے شوہر کا نام لیا گیا تو یہ مطلب ہوگا کہ فلاں کی حقیقی لڑکی۔ اور اگر دوسرے شوہر کا نام لیا گیا تو یہ مطلب ہوگا کہ فلاں کی ربیہ لڑکی۔ بہر حال دونوں میں سے کسی کا بھی نام لیا جائے نکاح ہو جائے گا اس لئے کہ لڑکا کے نزدیک لڑکی کا متمیز ہونا ضروری ہے۔ اور وہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳۰ رمحرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: امتیاز احمد، کسمہی، ایس نگر

نکاح پڑھانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نکاح پڑھانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دولہن اگر بالغ ہو تو نکاح پڑھانے [illegible] اس کے ولی سے اجازت لے۔ دولہا کو کلمہ اور ایمان مجمل اور مفصل پڑھا دے تو بہتر ہے پھر خطبۂ نکاح پڑھے کہ ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور بعد میں جائز ہے اور کم سے کم دو گواہوں کی موجودگی میں دولہا کی طرف مخاطب ہو کر یوں کہے کہ میں نے فلاں بنت فلاں (مثلاً خالدہ بنت بکر) کو اتنے مہر کے بدلے آپ کے نکاح میں دیا کیا آپ نے قبول کیا اگر دولہا [illegible] میں نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا مگر یہ ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے الفاظ اتنی بلند آواز سے کہے جائیں کہ کم از کم حاضرین میں سے دو مکلف آدمی سن سکیں اور اگر اتنا آہستہ کہے کہ دو مکلف آدمی نہ سن سکیں تو نکاح نہیں ہوگا۔ جب دولہا قبول کر لے تو نکاح پڑھانے والے کو چاہئے کہ دولہا، دولہن کے درمیان الفت ومحبت کی دعا کرے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم، بہار شریعت حصہ ہفتم اور انوار الحدیث میں ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "و شرط حضور شاھدین حرین او حر و حرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح." (درمختار جلد دوم صفحہ ۲۹۵-۲۹۹) اور عام طور پر جو رائج ہے کہ عورت یا اس کے ولی سے ایک شخص اجازت لے کر آتا ہے جسے وکیل کہتے ہیں وہ نکاح پڑھانے والے سے کہہ دیتا ہے کہ میں فلاں کا وکیل ہوں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ نکاح پڑھا دیجئے یہ طریقہ محض غلط ہے وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ نکاح پڑھانے کے لئے دوسرے کو وکیل بنائے۔ اگر ایسا کیا تو نکاح فضولی ہوا دولہا دولہن کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اجازت سے پہلے بالغ مرد وعورت یا نابالغ کے اولیاء میں سے ہر ایک کو توڑ دینے کا اختیار حاصل ہے بلکہ یوں چاہئے کہ جو پڑھائے وہ عورت یا اس کے ولی کا وکیل بنے۔ خواہ یہ خود اس کے پاس جا کر وکالت حاصل کرے یا دوسرا اس کی وکالت کے لئے اذن لائے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۱۲ میں ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۰ رجمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-

نکاح میں دو فاسقوں کو گواہ ٹھہرایا تو نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دو فاسقوں کو گواہ ٹھہرایا تو نکاح ہو گیا۔ مگر ثبوت نکاح کے لئے ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''نکاح کے گواہ فاسق ہوں تو ان کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ مگر عاقدین میں سے اگر کوئی انکار کر بیٹھے تو ان کی شہادت سے نکاح ثابت نہ ہوگا۔ تلخیصاً'' (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۱۲) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "انعقد بحضور الفاسقین و ان لم یقبل اداءھم عند القاضی. اھ ملخصاً" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۹۷) البتہ اگر مجمع عام میں نکاح ہوا تو جتنے لوگوں نے ایجاب و قبول کے الفاظ سنے ان کی گواہیوں سے نکاح ثابت ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: محرم علی، موضع ہتوا، پوسٹ ہریا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ حشمت علی ایک ایسی عورت کو لا کر غلام حسین کے گھر کر گیا جس کے بارے میں عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دیدی ہے۔ سوال یہ کہ عبدالرحمٰن جو پابند شرع بھی نہیں ہے اس ایک شخص کی گواہی پر مذکورہ عورت سے غلام حسین شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عبدالرحمٰن جبکہ پابند شرع بھی نہیں ہے۔ اس ایک شخص کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی کہ گواہی کے لئے دو عادل مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "و اشھدوا ذوی عدل منکم." (سورہ طلاق پارہ ۲۸، رکوع ۱۷) لہٰذا غلام حسین بغیر ثبوت شرعی اس عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور اس نے جو اجنبی عورت کو گھر میں رکھا ہے اس پر واجب ہے کہ فوراً اسے اپنے گھر سے نکال دے۔ اور اگر اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق قائم کیا ہو تو اس سے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اسے قرآن خوانی میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ " وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً" (پارہ ۱۹ سورہ فرقان، آیت ۷۱) اور اگر غلام حسین اس عورت کو فوراً اپنے گھر سے نہ نکال دے تو سب لوگ اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں، اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سلام و کلام سب بند کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷، رکوع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحی قادری

۳ر جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

مسئلہ:-

نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب:- جو شخص نان ونفقہ کی قدرت رکھتا ہو اگر اسے یقین ہو کہ نکاح نہیں کرے گا تو گناہ میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسے شخص کو نکاح کرنا فرض ہے۔ اور اگر گناہ کا یقین نہیں بلکہ صرف اندیشہ ہے تو نکاح کرنا واجب ہے۔ اور شہوت کا بہت زیادہ غلبہ نہ ہو تو نکاح کرنا سنت موکدہ ہے۔ اور اگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان ونفقہ نہ دے سکے گا یا نکاح کے بعد جو فرائض متعلقہ ہیں انہیں پورا نہ کر سکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر ان باتوں کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے مگر نکاح بہرحال ہو جائے گا۔ ایسا ہی بہار شریعت جلد ہفتم صفحہ ۵ پر ہے۔

اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: و یکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الا به فرض نهاية و هذا ان ملك المهر و النفقة و الا فلا اثم بتركه بدائع و يكون سنة مؤكدة في الاصح فيأثم بتركه و يثاب ان نوى تحصينا و ولدا حال الاعتدال اى القدرة على وطء و مهر و نفقةو مكروها لخوف الجور فان تيقنه حرم. " (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۲۸۲-۲۸۳)

اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''اور اگر جانے کہ میں نکاح نہ کروں گا تو ہمیشہ خدا کی یاد اور بندگی میں رہوں گا اور حرام سے بچوں گا تو نکاح نہ کرنا افضل ہے۔'' (کیمیائے سعادت اردو صفحہ ۲۵۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۸ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: ارشاد حسین صدیقی، محلہ کسان ٹولہ سنڈیلہ (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ طلاق دینے کے بعد تین ماہ تیرہ دن گزار کر اس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا۔ دوسرے شخص نے بغیر ملے جلے ہی طلاق دیدی ۳ ماہ ۱۳ دن کے بعد پہلے شخص نے پھر اپنے ہی ساتھ نکاح کر لیا۔ ایسی صورت میں اس شخص اور اس کی بیوی پر کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ نیز جس نے نکاح پڑھایا اور جس شخص نے بغیر حلالہ ہی طلاق دیدی ان سب لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جب ان سے بتایا گیا کہ اس طرح سے حلالہ نہیں ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہاں سب اسی طرح کرتے ہیں۔ نیز یہاں کے لوگ حلالہ کی صحیح صورت نہیں جانتے ہیں تحریر فرمادیں۔ تاکہ لوگوں کو سمجھایا جا سکے کہ اس طرح سے صحیح طور پر حلالہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب کہ دوسرے شخص نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی۔ تو وہ عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوئی کہ حلالہ میں وطی شرط ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لا حتى تذوقي عسيلته و يذوق عسيلتك. " (مشکوۃ

شریف صفحہ ۳۸۴) اور سیدنا اعلیٰ حضرت اما احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع اور وہ اس سے ہمبستری بھی کرلے اور اس کے بعد وہ طلاق دے اور اس طلاق کی عدت اسی طرح گذرے کہ یا تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو وہ نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا۔'' (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۴۴)

لہذا مرد و عورت دونوں پر لازم ہے کہ زنا کاری سے بچیں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اور ایک دوسرے سے فوراً جدا ہوجائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سارے مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پارہ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اور شخص مذکور جو یہ کہتا ہے کہ یہاں حلالہ سب اسی طرح کرتے ہیں۔ تو حلالہ کے متعلق لوگوں کے اس طرح کھلواڑ کرنے سے حلالہ نہیں ہوگا بلکہ شریعت کے مطابق حلالہ کرنے سے حلالہ صحیح ہوگا۔ اور نکاح خواں نے اگر مذکورہ صورت حال کو جانتے ہوئے شریعت کو کھیل بنایا کہ جس سے نکاح جائز نہیں، نکاح پڑھا کر زنا کا دروازہ کھولا تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اس پر لازم ہے کہ مسلمانوں کے سامنے توبہ و استغفار کرے اور نکاح نہ ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ روپیہ بھی واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اور جس نے بغیر وطی کے طلاق دیدی اس پر کوئی الزام نہیں۔ اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ مطلقہ کی عدت تین ماہ تیرہ دن ہیں وہ غلط ہے کہ طلاق دی گئی عورت اگر حاملہ، پچپن سالہ اور نابالغہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہیں خواہ وہ تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں پورے ہوں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ" (پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۲۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد حنیف قادری

۷؍رجب المرجب صفحہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: حافظ شیدا حسین، مقام دھرم پور، پرس رام پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت ان مسائل میں:

(۱) بکر کی لڑکی ہندہ کو ناجائز حمل ہوا۔ اسی حالت میں اس کا نکاح کیا گیا لیکن جس کے زنا سے حمل ہوا تھا اس سے نہیں بلکہ دوسرے سے ہوا تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) نکاح کے ڈیڑھ ماہ بعد بکر کی لڑکی ہندہ کو زندہ بچہ پیدا ہوا جسے گلا دبا کر مار ڈالا اور کہیں پھینک دیا یہ بات پورے گاؤں میں مشہور ہے اس کے باوجود بکر کے یہاں کچھ لوگ کھانا کھائے۔ سوال یہ ہے کہ ہندہ، بکر اور اس کے یہاں کھانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) صورت مسئولہ میں بکر کی لڑکی ہندہ کا حمل کی حالت میں جو نکاح کیا گیا ہے وہ نکاح صحیح و درست ہے۔ البتہ اگر زانی سے نکاح کیا جاتا تو وہ ہمبستری کرسکتا تھا اور یہ نکاح جبکہ دوسرے سے ہوا تو وہ ہمبستری نہیں کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۰ میں ہے: "قال ابو حنیفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ يجوز ان يتزوج امرأة حاملا من الزنا و لا يطؤها حتى تضع. في مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنى هو بها و ظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل و له ان يطأ ها عند الكل كذا في الذخيرة اھ" اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۱۶ پر ہے: "صح نكاح حبلى من زنا لا من غيره و ان حرم وطؤها و دواعيه حتى تضع و لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

(۲) اگر واقعی ڈیڑھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور حقیقت میں زنا سے مار ڈالا تو مار ڈالنے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور حق اللہ و حق العبد میں گرفتار ہے۔ اس لئے کہ ناحق کسی جان کو قتل کرنا حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ قال الله تعالىٰ "وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِداً فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عظيماً." (پارہ ۵، رکوع ۱۰)

لہٰذا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ فلاں شخص نے مارا ہے تو اسے برادری سے خارج کر دیں۔ اور پھر کہیں پھینک دینا اور بڑا ظلم ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو سخت سزا دی جاتی۔ اور ہندہ حرام کاری کے سبب سخت گنہگار ہے۔ اور ہندہ کے ماں باپ نے اگر اس کی صحیح نگرانی نہیں کی اور اسے گھومنے پھرنے کے لئے آزاد رکھا تو ہندہ کے ساتھ وہ لوگ بھی گنہگار ہوئے۔ ان سب کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے اگر وہ لوگ توبہ و استغفار نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان لوگوں سے میل جول، کھانا پینا شادی بیاہ ایک لخت بند کردیں۔ قال الله تعالىٰ "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ ۱۲، رکوع ۱۰) اور جو لوگ ان ساری باتوں کو جاننے کے باوجود ان کے یہاں کھانا کھائے وہ بھی گنہگار ہیں۔ توبہ و استغفار کریں۔ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد نمیر الدین حبیبی مصباحی

۱۵/ ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ:- از: قطب اللہ صاحب، خادم مخدومیہ مسجد، اشورہ، ممبئی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی پھر عدت کے بعد اس نے ہندہ کو بیوی بنا کر رکھ لیا یہاں تک کہ اسے حمل ہو گیا تب بکر کے ساتھ حلالہ کے لئے نکاح ہوا بکر نے بعد وطی طلاق دے دی طلاق کے چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو حلالہ ہوا یا نہیں؟ اور بچہ پیدا ہونے کے بعد زید اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں حلالہ ہو گیا اور بچہ کی پیدائش کے بعد زید دوبارہ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ کہ طلاق

مغلظہ کے بعد عورت شوہر پر بے حلالہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ." (پارہ ۲، رکوع ۱۳) جب زید نے بغیر حلالہ ہندہ کو بیوی بنا کر رکھ لیا تو دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے دونوں توبہ واستغفار کریں لیکن چونکہ ہندہ کا حمل ناجائز ہے اس لئے حالت حمل میں بھی اس سے نکاح صحیح تو ہوا مگر وضع حمل تک وطی حرام ہے۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "صح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره و ان حرم وطؤها حتى تضع ملخصاً" (درمختار مع شامی جلد دوم ۳۱۶) لہذا جب بکر نے ہندہ سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوا اور وضع حمل تک اس سے وطی حرام ہوئی۔ مگر اس کے باوجود اس نے وطی کر لی تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی ہوگئی اگرچہ بکر سخت گنہگار مرتکب حرام، مستحق عذاب نار ہوا کہ نکاح صحیح کے بعد وطی حرام سے بھی حلالہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حیض نفاس، احرام وصوم میں وطی حرام ہے۔ لیکن ان حالات میں شوہر ثانی نے وطی کی تو یہ حلالہ کے لئے کافی ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۷۰ پر ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۷۳ پر ہے: "و لو وطئها الزوج الثاني في حيض او نفاس او احرام او صوم حلت للاول كذا في محيط السرخسي. اه" والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:۔ از مطیب اللہ، مقام جیاواں، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید ایک دن ہندہ کے گھر جا کر سو گیا اس پر گاؤں کے کچھ لوگوں نے الزام لگایا کہ ان کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں۔ وہ دونوں قرآن اٹھا کر قسم کھانے کے لئے تیار ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن گاؤں والوں نے نہ مانا اور کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ پھر ایک ناکح کو بلا کر دونوں کا زبردستی نکاح پڑھا دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے اور ناکح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بدگمانی حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ." یعنی اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کہ بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ (پارہ ۲۶ سورۂ حجرات، آیت ۱۲) مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوت شرعی ہرگز جائز نہیں شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ میں نہ آئی یہاں حسن ظن واجب اور تکذیب قاذف لازم ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ لہذا جب زید اور ہندہ یہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات نہیں تو گاؤں والوں کا یہ کہنا کہ ان دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ چشم دید شرعی گواہ نہ پیش کر دیں۔ اگر وہ گواہ نہ پیش کر سکیں تو زید و

ہندہ کو پاک دامن ہی قرار دیا جائے گا۔اور بلا ثبوت شرعی ناجائز تعلقات کا الزام لگانے والے سخت گنہگار ہیں۔ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں۔البتہ زید ہندہ کے گھر جا کر سونے کے سبب متہم ہوا، مسلمان اس سے بدظن ہوئے اور فتنہ وفساد برپا ہوا اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا حرام ہے۔لہٰذا زید توبہ کرے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:''جس بات میں آدمی متہم ہو مطعون، انگشت نما ہو شرعاً منع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔سے حدیث ہے من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر فلا یقف مواقف التھم۔" اور چند سطر بعد دوسری حدیث میں ہے 'الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا اھ ملخصاً۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۲۷) یعنی فتنہ سویا ہوا ہے جو اسے جگائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"۔(پارہ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۱) اور اگر ہندہ کی طرف سے اجازت تھی اور زید نے قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا اگر چہ زبردستی قبول کیا ہو۔کہ اس میں نیت اور ارادہ کی ضرورت نہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:"ان النکاح مما یستوی فیہ الھزل و الجد فلا یحتاج الی نیۃ و قصد حتی لو تکلما بالایجاب و القبول ھازلین او مکرھین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ و ان عدم القصد۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۶)

اور اگر گاؤں والوں کو ان کے قرآن اٹھا کر قسم کھانے پر اعتماد نہیں تھا تو انہیں یوں کہنا چاہئے تھا کہ ہم تم لوگوں کے قرآن اٹھا کر قسم کھانے کو نہیں مانیں گے لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے تو ایسا کہنا کفر ہے۔مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر صفحہ ۶۹۲ میں ہے:"اذا انکر آیۃ من القرآن او استخف بالقرآن کفر اھ ملخصاً"۔

لہٰذا جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کے ساتھ تجدید ایمان کریں اور اگر بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں اور آئندہ کفر کے الفاظ اپنی زبان پر ہرگز نہ لانے کا پختہ عہد کریں۔اور نکاح پڑھانے والے پر کوئی مواخذہ نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-از: اسلم نوری، مدرسہ دارالعلوم معینیہ، مہدی نگر، بینک کٹ بروراج مظفر پور (بہار)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی پانچ بچے پیدا ہوئے حال میں زید کو اپنی سالی سے خلط ملط ہوگئی جب کہ سالی کی شادی ہو چکی ہے اور اس کے سابق شوہر سے چند بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں۔زید ایک بار مسلح ہو کر اپنی سالی کے پاس چند غنڈے کو لے کر پہنچا اور اپنی سالی کو گھر میں لایا۔زید اس لئے حربہ کے ساتھ پہنچا کہ اس کی سالی کے سسرال والے زید سے سخت متنفر تھے اس لئے زید نے گولی بارود کے ساتھ اپنی سالی کو گھر میں لایا۔اور چند کافروں کے بتوسط

سرکاری کورٹ میں جاکر سالی سے شادی کا کاغذ بنوایا اور سالی کو اپنے گھر میں رکھنا شروع کیا۔ جب لوگوں کو اس کی واقفیت ہوئی تو ان لوگوں نے زید کے اوپر بندش لگائی اس پر بھی زید باز نہیں آیا عوام کے نزدیک جھوٹ بولتا رہا۔ اور اپنی سالی سے نکاح کی صورت لے کر قریب کے ایک مفتی کے پاس پہنچا۔ مفتی صاحب نے مشورہ دیا کہ اپنی سالی کے شوہر سے طلاق طلب کیجئے اگر طلاق پر آمادہ نہ ہو تو خلع کرا لیجئے۔ زید کی سالی نے خلع کے بارے میں ایک مقدمہ دائر کیا اور اپنے شوہر کا پتہ اس کے گھر کا لکھوایا جب کہ اس کا شوہر اس وقت آسام میں رہتا تھا۔ مفتی صاحب نے نوے دن کے بعد اس کا نکاح فسخ کر دیا۔ اس کی واقفیت جب زید کے گاؤں والوں کو ہوئی تو اس پر کافی ہنگامہ ہوا۔ پھر زید نے مفتی کے نزدیک اپنی زوجہ ہندہ کے پاگل ہونے کا بیان دیا حالانکہ اس کی بیوی پاگل نہیں زید نے مفتی سے کہا میں اپنی سالی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مفتی نے جواب دیا کہ اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدو اور اس کی عدت گذر جائے تو سالی سے نکاح کرلو۔ لہذا مفتی کے کہنے پر زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا۔ اور اسی مفتی سے نکاح بھی پڑھوایا۔ جب کہ زید کے گاؤں کے سارے لوگوں نے مفتی کو منع بھی کیا اور کافی بحث و مباحثہ بھی ہوئے لیکن مفتی صاحب باز نہیں آئے اور انہوں نے زید کا نکاح اس کی سالی سے کر دیا۔ اور گھر پہ میلاد شریف بھی پڑھوایا اور کھانا بھی کھائے اس محفل میں گاؤں کا ایک فرد بھی نہیں آیا تھا۔ اور اب تک زید پہلی بیوی کو اور سالی کو مفتی کے کہنے پر دونوں کو گھر میں رکھے ہوئے ہے۔ مفتی نے یہ بھی کہا تھا کہ جس طرح ایک مسافر کی مدد کی جاتی ہے اسی طرح پہلی بیوی کو اپنے گھر میں رکھو اور نان ونفقہ دے کر اس کی مدد کرو۔ لہذا اب تک دونوں عورتوں کو گھر رکھے ہوئے ہے۔ سماج کے لوگ اب تک زید کا بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ یہ استفتاء سماج کے مشورے سے لکھا گیا ہے۔ تاکہ معاشرہ کی اصلاح ہو اور ساتھ ہی ساتھ زید و مفتی کی بھی اصلاح ہو۔ مفتی صاحب کئی بار سماج کے خلاف مشورہ دے کر ایسے غلط کرنے والوں کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ لہذا زید و مفتی کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کا اپنی سالی سے ناجائز تعلقات رکھنا۔ اس سے کورٹ میرج کرنا اور اسے اپنے گھر میں رکھنا سخت ناجائز و حرام ہے کہ زنا تو مطلقاً حرام ہے کسی سے بھی ہو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا." یعنی زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔ (پارہ ۱۵ سورۂ اسراء، آیت ۳۲)

اور ہندہ اگر زید کی عدت میں ہے تو زید کی سالی اس پر دو وجہوں سے حرام ہے اول یہ کہ ہندہ جب تک زید کی عدت میں ہے سالی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ پارہ چہارم کی آخری آیت محرمات میں ہے: "وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ." دوسرے یہ کہ زید کی سالی دوسرے کے نکاح میں ہے اس لئے اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جب شوہر نے ہنوز طلاق نہ دی بیوی بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے کسی کو ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں۔ اگر کر بھی لیا تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یونہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی و زانیہ رہیں گے۔ اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا اھ ملخصاً'' (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۱۸)

اور زید کی سالی کا نکاح فسخ کرنے کی کوئی ایسی وجہ شرعی نہیں جس کی بنیاد پر اس کا نکاح فسخ کرنا صحیح ہو۔ اور جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا عالم سنی صحیح العقیدہ مستند محقق مفتی اس کے قائم مقام ہوگا۔ کسی نام نہاد عالم غیر ذمہ دار اور دنیادار مفتی جو بلاوجہ شرعی نوے دن میں فسخ نکاح کا حکم دیدے۔ جسے اس کے شرائط معلوم نہ ہوں، جس کو حلال وحرام میں تمیز نہ ہوا سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہرگز نہیں۔ حدیقۂ ندیہ جلد اول صفحہ ۳۵۱ میں ہے: "اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء و یلزم الامة الرجوع الیهم و یصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم اه" لہذا زید کی سالی کا نکاح مفتی مذکور کے فسخ کرنے سے فسخ نہ ہوا وہ بدستور اپنے شوہر اول کے نکاح میں ہے، اسی کی بیوی ہے اور ایسے مفتی پر فرشتوں کی لعنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض." یعنی جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا آسمان وزمین کے فرشتوں نے اس پر لعنت کی۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۹۳)

لہذا نام نہاد مفتی زید کی سالی کا نکاح اول فسخ کرنے، اس کا نکاح زید کے ساتھ پڑھنے، ہندہ کو ناحق طلاق دلوانے اور خلاف شرع غلط کام کرنے والوں کا ساتھ دینے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار ہے۔ وہ مفتی نہیں بلکہ شیطان ہے کہ جان بوجھ کر زنا میں ملوث کیا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور جو پیسہ لیا ہوا سے واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں اور بالخصوص علماء وخواص اس سے تعلقات بالکل منقطع رکھیں اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام وکلام سب کچھ بند کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور حدیث شریف میں ہے: "لیس منا من خبب امرأة علی زوجها." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے وہ ہمارے گروہ سے نہیں رواہ احمد۔ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "جب کسی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو معاذ اللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرا دینا کیسا اشد واخبث ظلم ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۸۶)

اور زید و اس کی سالی دونوں پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور زید کی سالی اپنی سسرال چلی جائے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو دونوں کو بہت سخت سزا دی جاتی موجودہ صورت میں ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کسی بھی فعل حرام و شریعت مطہرہ کے خلاف قدم اٹھانے کی ہرگز جرأت نہ کریں اور زید کی سالی چالیس عورتوں کے مجمع میں آدھا گھنٹہ سر پہ قرآن مجید لئے کھڑی رہے اور اسی حالت میں پختہ عہد کرے کہ اب کبھی ایسی غلطی ہرگز نہیں کرونگی۔ اور ان دونوں کو مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے اور قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں

مددگار ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً." (پارہ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱)

اگر زید واس کی سالی علانیہ توبہ واستغفار نہ کریں اور وہ سر پہ قرآن مجید لئے نہ کھڑی رہیں تو سب مسلمان ان کے ساتھ بائیکاٹ کا سلسلہ جاری رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳)

اور ہندہ اگر زید کی عدت میں ہے تو اسے رہنے کا مکان اور نفقہ دینا لازم ہے۔ اور تاوقتیکہ جائز طور پر اس سے نکاح نہ کرلے اسے اپنے گھر میں ہرگز نہ رکھے کہ حرام کاری کا قوی اندیشہ ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۲ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد سلیم برکاتی، محلہ ٹھی پورہ، کالپی شریف، ضلع جالون

ایک برادری میں تقریباً دس بارہ افراد ایسے ہیں جنہوں نے اپنی بیویوں کو طلاق مغلظہ دیدی۔ عدت گذار کر دوسرے سے نکاح ہوا انہوں نے صرف نکاح کو کافی جانا بغیر وطی کئے صبح ہوتے ہی طلاق دیدی۔ اس کے بعد کسی کا نکاح فوراً ہوگیا اور کسی کا کچھ دنوں کے بعد تو اس صورت میں حلالہ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اس نام نہاد حلالہ کے بعد شوہر اول سے نکاح کے بعد بعض کو بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں۔ تو شوہر اول زانی ہوئے یا نہیں؟ اور یہ بچے ولد الزنا ہوئے یا نہیں؟ اور شوہر ثانی جس نے حلالہ کے لئے نکاح کیا تھا بغیر وطی طلاق دیدی شرعاً وہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ شوہر اول سے عورتوں کو فوراً الگ ہو جانا چاہئے یا نہیں؟ اگر وہ الگ نہ کریں تو ان کے گھر والے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اور عام مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر ان عورتوں کا حلالہ کے لئے دوسرے سے نکاح کیا جائے تو عدت گذار کر یا بغیر عدت گذارے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حلالہ کے لئے نکاح صحیح کے ساتھ ہمبستری شرط ہے۔ اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری کئے طلاق دیدی تو عورت شوہر اول سے نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ ایسا ہی حدیث عسیلہ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے:

"ان کان الطلاق ثلثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا في الهداية اه." اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "حلالہ محض نکاح کا نام نہیں۔ حلالہ اس وقت تک نہ ہوگا جب تک دوسرا شوہر اس سے وطی نہ کرے۔ (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۳۶۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں شوہر ثانی نے جب بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو حلالہ صحیح نہ ہوا۔ اور اگر شوہر اول جانتا تھا کہ حلالہ

صحیح نہیں ہوا ہے اس کے باوجود نکاح کرلیا تو نکاح باطل ہوا اور مرد و عورت زانی وزانیہ اور بچے ولد الزنا ہوئے ان پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اور شوہر ثانی سے اگر خلوت بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس نے طلاق دیدی تو دوسرے سے نکاح کرنے کے لئے عدت واجب نہیں۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۴۰۸ میں ہے: "الوطی فی الباطل زنا محض اھ" اور ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۱۳۲ میں ہے: "الظاهر ان المراد بالباطل ما وجوده كعدمه و لذا لا يثبت النسب اھ" اور درمختار جلد سوم صفحہ ۵۰۲ میں ہے "لا عدة لزنا اھ" اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''وہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعاً سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولد الزنا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۳۴) اور اگر یہ جان کر نکاح کیا کہ خلوت کے بعد طلاق دی اور عورت اس کی عدت میں ہے تو بھی نکاح باطل ہوا اس صورت میں بھی مرد و عورت زانی و زانیہ اور بچے ولد الزنا ہوئے بعد تفریق عدت گذارے بغیر صحیح حلالہ کے لئے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۱۳۲ میں ہے: "نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لايوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلاً اھ" اور اگر یہ جان کر نکاح کیا کہ حلالہ صحیح ہوگیا اب یہ میرے لئے حلال ہے تو نکاح فاسد ہوا اگر ہمبستری ہوچکی اور بچے بھی پیدا ہوگئے تو یہ بچے ثابت النسب ہوں گے اور شوہر زانی نہیں ہوں گے مگر وطی حرام ہوئی۔ جیسا کہ جد الممتار جلد دوم صفحہ ۴۰۸ میں ہے: "الوطی فی الفاسد حرام و لیس بزنا۔"

لہٰذا مرد و عورت سخت گنہگار ہوئے ان پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ البتہ الگ ہونے پر عدت واجب ہوگی بغیر عدت گذارے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۱۳۳ پر نکاح فاسد کے بیان میں ہے: "تجب العدة بعد الوطی لا الخلوة من وقت التفريق او متاركة الزوج اھ" اور شامی جلد سوم صفحہ ۱۳۱ میں ہے: "قوله فی نكاح الفاسد يسقط الحد و يثبت النسب اھ۔" اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کرلیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا زنا ہوا تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو۔ اور اگر انجانے میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں اس کے چھوڑتے ہی جس سے چاہے نکاح کرلے۔ جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن چھوڑا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۴۰) اور شوہر ثانی جس نے بغیر ہمبستری کئے طلاق دیدی اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور شوہر اول پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں اگر وہ الگ نہ ہوں اور ان کے گھر والے بھی اسی پر راضی ہوں تو یہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔ اور تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر وہ ان عورتوں کو نہ چھوڑیں تو سب مسلمان ان لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں اور اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام وکلام سب کچھ بند کردیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا

یُنسِیَنَّکَ الشَّیطٰنُ فَلَاتَقعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ " (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہوئے اور مرد وعورت زانی و زانیہ اوران سب کے لئے عذاب شدید و نار جہنم کی وعید ہے۔ یو ہیں وہ جو اس نکاح پر راضی ہوئے نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے۔ ان سے میل جول کرنے والے اگر اس نکاح پر راضی یا اسے ہلکا جانتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۳۹) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۳۰ ربیع الاخر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور ہندہ دو تین مرتبہ زید کے یہاں آئی گئی پھر ہندہ کو اس نے طلاق دیدی مگر اس کے میکہ اور گاؤں والوں نے زبردستی زید کو اس کے لے جانے پر مجبور کیا اور اس کو لے جانے کے لئے پولیس کا بھی سہارا لیا تو زید کو بعد طلاق بدرجۂ مجبوری ہندہ کو لے جانا پڑا مگر وہ اب بھی اس سے بالکل دور ہے اسے گھر کے ایک کمرہ میں الگ رکھا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو ہندہ سے کس طرح چھٹکارا مل سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا۔ لہٰذا اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے لیکن جب کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو ہندہ اس پر حرام ہوگئی بغیر حلالہ کے وہ اس پر حلال نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجاً غَیْرَهٗ. " (پارہ ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے: "ان كان الطلاق ثلثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. " لہٰذا وہ اگر اسے رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت طلاق کی عدت پوری کرنے کے بعد کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس سے وطی بھی کرے پھر اس کی طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے۔

اور مذکورہ صورت کوئی شرعی مجبوری نہیں زید پر فرض ہے کہ اس سے فرار اختیار کرے اور اگر ابھی عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو اپنے گھر علیحدہ اسے روک رکھے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے لیکن اس سے پورے طور سے الگ رہے اور اگر عدت پوری ہوچکی ہے تو فوراً اسے اپنے گھر سے نکال کر باہر کرے۔ اور ہندہ کے گھر اور گاؤں والے یہ جاننے کے باوجود کہ زید اسے تین طلاق دے چکا ہے اسے بیوی بنا کر رکھنے کے لئے مجبور کرنے کی وجہ سے سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہوئے کہ ان لوگوں نے حرام کاری کے لئے اپنی لڑکی زید پر پیش کی اور شریعت کا مذاق اڑایا ان پر علانیہ توبہ و استغفار فرض ہے ان کے لئے لازم ہے کہ اگر عدت پوری ہوچکی ہو تو جتنی جلدی ہو سکے لڑکی زید کے گھر سے لے جائیں ورنہ عدت مکمل ہونے دیں بشرطیکہ حرام کاری کا اندیشہ نہ ہو اگر

وہ ایسا نہیں کرتے تو مسلمان ان سے سلام وکلام بند کردیں اور ان کا بائیکاٹ کریں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''تین طلاق سے عورت مغلظہ قابل حلالہ ہو جاتی ہے ایسی عورت سے طلاق کی ہمبستری زنا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۳۴) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "لَاتَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً" یعنی زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے۔ (پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

لہذا زید جب کہ یہ جان رہا ہے کہ اس پر ہندہ کو رکھنے کے لئے دباؤ ڈالا جائے گا اور وہ اسے رکھنا نہیں چاہتا تو کسی نامعلوم جگہ چلا جائے تاکہ مطعون ومتہم ہونے سے بچ سکے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۳۰ رذوالحجہ ۲۱ھ

مسئلہ:-

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی پھر رخصتی سے پہلے آپس میں نااتفاقی پیدا ہوگئی تین سال تک مقدمہ چلا پھر زید نے طلاق دیدی درمیان میں ہندہ کو ایک بچہ پیدا ہوا لیکن زید ہندہ کا بیان ہے کہ ہماری آپس میں ملاقات نہیں ہوئی ہے سوال یہ ہے کہ ہندہ پر عدت گزارنا لازم ہے یا بغیر عدت گذارے دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں ہندہ پر عدت گزارنا لازم ہے بغیر عدت گزارے ہندہ دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی بشرطیکہ وہ بچہ وقت نکاح سے چھ ماہ یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو حدیث شریف میں ہے: "و قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما سنة فولدت لستة اشهر من تزوجها بتصوره کرامة او استخداما فتح .اه"

اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا تو ہندہ پر عدت نہیں وہ بعد طلاق فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا." (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب، آیت ۴۹) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری

۱۸ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالرشید نوری، بھوپال، ایم۔ پی

ایک مولانا صاحب جو قاضی نہیں ہیں اور نہ ان کو نکاح پڑھانے کی اجازت ہے انہوں نے دو ہندو گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھا دیا تو نکاح مذکور صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نکاح پڑھانے کے لئے قاضی کا ہونا شرط نہیں کوئی بھی پڑھا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر مولانا صاحب نے نکاح پڑھادیا تو نکاح صحیح ہوجاتا جبکہ گواہ مسلمان ہوتے اس لئے کہ مسلمان مرد وعورت کا نکاح صحیح ہونے کے لئے گواہوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور کافروں کی گواہی معتبر نہیں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا" یعنی اللہ کافروں کو مسلمانوں پر بھی کوئی راہ نہ دے گا۔ (پارہ ۵ سورۂ نساء، آیت ۱۴۱) اس کی تفسیر میں حضرت ملا احمد جیون علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا اى حجة على المؤمنين فى الدنيا ان لايجوز شهادة الكافر على المسلم. لانه فيه ولاية لهم على المسلم. اھ" (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۲۱۳) اور درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۹۲ میں ہے: "شرط حضور شاهدين مسلمين لنكاح مسلمة. اھ" اور بحرالرائق جلد سوم صفحہ ۸۹ میں ہے: "لا ينعقد بحضرة الكفار فى نكاح المسلمين لانه لا ولاية لهؤلاء اھ."

لہٰذا صورت مذکورہ میں نکاح صحیح نہیں ہوا۔ بدائع الصنائع جلد دوم صفحہ ۲۵۴ میں ہے: "لا ينعقد نكاح المسلم المسلمة بشهادة الكفار لان الكافر ليس من اهل الولاية على المسلم. اھ" اور تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد دوم صفحہ ۹۹ میں ہے: "لابد من اشراط الاسلام فى انكحة المسلمين لانه لاشهادة للكافر على المسلم اذ لاولاية عليه. قال الله تعالىٰ: "لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا. اھ" اور ایسا ہی جوہرہ نیرہ جلد دوم صفحہ ۶ پر بھی ہے۔

لہٰذا اس مرد وعوت کے لئے ضروری ہے کہ وہ فوراً الگ ہوجائیں اور کسی سنی صحیح العقیدہ سے سنی مسلمان گواہوں کی موجودگی میں پھر سے نکاح پڑھوائیں۔ اور پہلے نکاح پڑھانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علانیہ توبہ کرے اور نکاح صحیح نہ ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب لوگ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے پاک کا ارشاد ہے: "وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پارہ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی
۱۲ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-

ہندہ کافرہ اصلیہ ایک شخص کے ساتھ فرار ہوگئی اور دوسرے شہر میں جاکر مسلمان ہوگئی تو بعد اسلام فوراً شخص مذکور اس سے نکاح کرسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب:- فرار ہونے والی ہندہ کافرہ اصلیہ اگر شوہر والی نہیں ہے تو شخص مذکور بعد اسلام فوراً اس سے نکاح کرسکتا

ہے اور اگر شوہر والی ہے تو بعد اسلام فوراً اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اگر شوہر والی کافرہ مسلمان ہو جائے تو حکم یہ ہے کہ اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام لے آئے تو عورت بدستور اس کی بیوی ہے اور اگر شوہر اسلام سے انکار کرے تو تین حیض کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نکاح کرنا صحیح نہیں جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی ہے عورت بعد کو جس سے چاہے نکاح کرلے کوئی اسے منع نہیں کر سکتا۔" (بہار شریعت حصہ ہفتم ص ۱۷۲) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد رئیس القادری برکاتی
۱۲ رجب المرجب ۱۸ھ

مسئلہ:-

حلالہ کے لئے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا پھر ایک شب کے بعد اس نے طلاق دے دی۔ بکر کا بیان ہے کہ ہم نے بغیر ہمبستری اسے طلاق دی ہے اور ہندہ کہتی ہے کہ بکر نے مجھے ہمبستری کے بعد طلاق دی ہے تو اس صورت میں حلالہ کے صحیح ہونے کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- شوہر ثانی نے ہمبستری کی ہے یا نہیں اس سلسلے میں عورت کی بات مانی جائے گی اگر عورت کہتی ہے کہ شوہر ثانی نے ہمبستری کی ہے اور شوہر ثانی انکار کرتا ہے تو حلالہ صحیح مانتے ہوئے شوہر اول کو نکاح جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ادعت ان الثانی جامعها و انکر الجماع حلت للاول. اھ" (ردالمحتار ج ۲ صفحہ ۵۴۲)

لہذا جب کہ ہندہ ہمبستری کا دعویٰ کرتی ہے تو اس صورت میں حلالہ کے صحیح ہونے کا حکم کر دیا جائے گا لیکن عام طور پر لوگوں کے دلوں سے اللہ و رسول کا خوف نکلتا جا رہا ہے اور جھوٹ کا رواج بہت زیادہ ہوتا جا رہا ہے اس لئے عورت کی بات قسم ہی کے ساتھ مانی جائے گی۔ فقہائے کرام ارشاد فرماتے ہیں: "من لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل." و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:-

حلالہ کے لئے نکاح ہوا مگر شوہر ثانی نے بغیر وطی طلاق دیدی تو اب تیسرے شوہر سے کب نکاح ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں اگر شوہر ثانی سے خلوت ہوئی اور اس نے وطی کئے بغیر طلاق دی تو عورت پر عدت واجب ہے عدت گزارنے کے بعد تیسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ غیر صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لئے قائم مقام وطی ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۱۴۲) اور شوہر ثانی سے خلوت

نہیں ہوئی تو عورت بغیر عدت گذارے تیسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ قبل دخول طلاق دینے سے عدت واجب نہیں ہوتی۔ جیسا کہ پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے: "اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ" اور فتاویٰ ہندیہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ میں ہے: "اربع من النساء لاعدة عليهن المطلقه قبل الدخول." و الله تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:-

بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں۔ تین مہینہ تیرہ دن بعد زید نے اس سے نکاح کیا۔ زید و ہندہ میں تنہائی ہوئی مگر وطی نہ ہوئی یہاں تک کہ زید نے طلاق دیدی۔ پھر تین مہینہ تیرہ دن بعد ہندہ نے بکر سے نکاح کر لیا جب کہ زید کے طلاق کے پورے نو ماہ بعد ہندہ کو بچہ پیدا ہوا۔ تو ہندہ سے بکر کا دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور بچہ کس کا قرار دیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر تین مہینہ تیرہ دن کے اندر عدت پوری ہو چکی تھی اس کے بعد زید سے نکاح ہوا تو بچہ زید کا قرار دیا جائے گا اگر چہ وہ وطی سے انکار کرے۔ لقوله عليه السلام "الولد للفراش" اور اگر عدت پوری نہ ہوئی تھی تو زید کا نکاح ہندہ سے فاسد ہوا اس صورت میں بچہ بکر کا قرار دیا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ میں ہے: "اذا تزوجت المعتدة بزوج آخر ثم جائت بولد لاقل من سنتين منذ طلقها الاول فالولد للاول اه ملخصا." (جلد اول صفحہ ۵۳۸) اور دونوں صورتوں میں ہندہ سے بکر کا نکاح صحیح نہیں ہوا اس لئے کہ پہلی صورت میں وہ غیر معتدہ تھی اور دوسری صورت میں حلالہ صحیح نہ ہونے کے سبب۔

لہذا بکر پر لازم ہے کہ اگر وہ ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو جائز طریقہ پر رکھے یعنی اگر پہلی صورت ہے۔ تو دوبارہ نکاح کرے اور اگر دوسری صورت ہے تو پھر سے حلالہ کرائے۔ اگر وہ ناجائز طریقہ پر ہندہ کو رکھے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔

اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط ہے صحیح یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ، نابالغہ اور پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ" (پارہ ۲ رکوع ۱۲) و الله تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:-

ایک عورت دور دراز مقام سے آئی ہے وہ کہتی ہے کہ میں بیوہ ہوں غریبی کی وجہ سے میرے ماں باپ میرا دوسرا نکاح نہیں کر سکے اور نہ وہ میرا خرچ برداشت کر سکتے ہیں اس لئے میں گھر سے چلی آئی ہوں۔ کوئی مجھ سے نکاح کر لے تو زید نے اسے اپنے

گھر رکھ لیا پھر اب وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- یہ بڑا ہی پرفتن دور ہے ایسا سننے میں بھی آیا ہے اور مشاہدین کا بیان بھی ہے کہ کچھ نا معلوم عورتیں آتی ہیں اور طرح طرح کی مجبوریاں بیان کر کے رہنا شروع کر دیتی ہیں بعدہ کسی نوجوان سے شادی کر کے گھر کی ملکہ بن جاتی ہیں۔ اور مہینہ دو مہینہ بعد پورے گھر کا زیور رقم وغیرہ قیمتی اشیاء لے کر فرار ہو جاتی ہیں اس قسم کی عورتیں اکثر ایک جگہ سے دوسری جگہ اور تیسری جگہ بھاگتی رہتی ہیں اور غلط بیان جھوٹی قسمیں کھا کر نکاح کرتی رہتی ہیں۔

لہذا جب تک یقینی طور پر تحقیق حال نہ ہو جائے کہ یہ عورت بیوہ ہے کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے۔ اس وقت تک صرف عورت کے بیان پر زید سے شادی کا حکم نہ دیا جائے گا اور زید کے گھر میں اگر اور عورتیں نہیں ہیں صرف زید ہی رہتا ہے تو ایسی اجنبیہ کو تنہا گھر میں رکھنا حرام ہے کہ یہ محل فتنہ ہے۔ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مقام میں تنہا ہونا حرام ہے۔'' (بہار شریعت جلد شانز دہم صفحہ ۶۹)

اور ترمذی شریف میں ہے: "قال لایخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان." (جلد اول صفحہ ۱۴۰)
یعنی جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:-

الملفوظ میں ہے کہ اعلیٰ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ وہابی کا پڑھایا ہوا نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جواب دیا کہ نکاح ہو ہی جائے گا اگرچہ برہمن پڑھائے۔ سوال یہ ہے کی کیا یہ مسئلہ صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- وہابی کا پڑھایا نکاح ہو جاتا ہے کیونکہ وہ صرف وکیل ہوتا ہے اور وکالت کے لئے اسلام شرط نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۱۷ میں ہندیہ کے حوالہ سے ہے: "تجوز وكالة المرتد بان و كل مسلم مرتدا و كذا لو كان مسلما وقت التوكيل ثم ارتد فهو على وكالته الا ان يلحق بدار الحرب فتبطل وكالته كذا فى البدائع." مگر اس سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں کہ اس میں وہابی کی تعظیم ہے۔ اور اس کی تعظیم ناجائز و حرام ہے۔ لہذا اعلیٰ حضرت کے ملفوظ کا یہ مسئلہ صحیح ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۸؍ رجب المرجب ۱۷ھ

باب المحرمات

محرمات کا بیان

مسئلہ:-از: برکت علی، موضع اکیلا کو بیر پور، پوسٹ گنارے، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلے میں کہ چچا کی عورت کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- چچا کی عورت کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"و احل لکم ما وراء ذلکم" (پارہ۵،آیت۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ ذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:-از: محمد محسن، محمود پور، سعد اللہ نگر، بلرام پور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید کی شادی ہندہ کی لڑکی کے ہمراہ ہوئی ہے اور زید کا باپ ہندہ کے ساتھ شادی کر لیا ہے۔ صورت مسئولہ میں زید کے باپ کی شادی ہندہ کے ساتھ درست ہوئی کہ نہیں اگر نہیں ہوئی ہے تو ایسی صورت میں زید کے باپ بکر کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) خالد کو غائب ہوئے تقریباً دس سال سے زائد کا عرصہ گذر گیا ہے اور خالد کی بیوی ہندہ اتنے عرصہ میں اپنے خسر سے ناجائز طریقے سے تعلق پیدا کر لی ہے اور اسی عرصے میں ہندہ کے لڑکا بھی پیدا ہوا گاؤں والوں کے دباؤ سے ہندہ نے اپنے خسر سے شادی کر لی صورت مسئولہ میں ہندہ کی شادی اپنے خسر کے ساتھ درست ہوئی کہ نہیں؟ ہندہ کے خسر کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ہندہ کو اپنے شوہر خالد کا کب تک انتظار کرنا چاہئے اور جو لوگ ان حالات کو جانتے ہیں کیا اس کے یہاں کھا سکتے ہیں کہ نہیں اور اس کے بچوں کے ساتھ شادی بیاہ وغیرہ کا رشتہ ناطہ کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ شریعت مطہرہ کے احکام سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب:- (۱) صورت مسئولہ میں زید کے باپ کا ہندہ کے ساتھ شادی کر لینا جائز ہے۔ یعنی بہو کی ماں سے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں: "لانه فی الشرع لم یثبت حرمة کذلك." و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بیٹا کی بیوی سے نکاح کرنا حرام قطعی ہے۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ حَلَائِلُ اَبْنَائِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ." یعنی تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام کی گئیں۔(پارہ۴، آیت آخری) لہذا بہو اور خسر پر لازم ہے کہ فوراً ایک

دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اور انہیں قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین بھی کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً۔" (پارہ ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) اگر بہو اور خسر ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں تو سارے مسلمان ان دونوں کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کر دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔" (پارہ ۷، رکوع ۱۴) اور گاؤں کے جن لوگوں نے بہو کو خسر سے شادی کرنے پر دباؤ ڈالا وہ بھی علانیہ توبہ واستغفار کریں۔

ہندہ اپنے خسر سے ناجائز تعلق اور نام نہاد نکاح کے سبب اپنے شوہر پر حرام ہوگئی لیکن تاوقتیکہ شوہر متارکہ نہ کرے یا طلاق نہ دے یا قاضی شرع اس کے شوہر کی موت کا حکم نہ کرے وہ دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی۔ ہندہ کے شوہر کی موت وزندگی کا حال معلوم نہ ہو تو وہ مفقود الخبر ہے۔ مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے "لقوله عليه السلام اعمار امتي مابين الستين الى السبعين"

مگر وقت ضرورت ملجۂ مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس اپنا دعویٰ پیش نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی۔ بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے۔ اس مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور جس علاقہ میں شوہر کے گم ہونے کا گمان ہو اس علاقہ کے کثیر الاشاعت اخبار میں کم سے کم تین بار تلاش گم شدہ کا اعلان شائع کریں جب یہ مدت گذر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اور تلاش گم شدہ کے اعلانات کے اخبارات کو بطور ثبوت حاضر کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گذار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ شخص مذکور بہو کو اپنے گھر سے نکال کر علانیہ توبہ واستغفار کرے تو اس کے بچوں کے ساتھ شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ ر شوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: صغیر خاں بن نذیر خاں، موگھٹ تھانے کے پیچھے۔ شکر تالاب، کھنڈوہ

(۱) زید جس کی عورت ہندہ ہمیشہ بیمار رہتی تھی۔ ہندہ کی بھتیجی کے ساتھ زید نے زنا کیا پھر بعد میں نکاح کرلیا اس کے دو تین بچے بھی ہوگئے۔ اس کی عورت مرگئی تھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح مذکور جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید اور ہندہ کی بھتیجی ایک دوسرے کے ساتھ زنا کرنے کے سبب سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہوئے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان دونوں کو بہت کڑی سزا دی جاتی۔ ہندوستان کی موجودہ حالت میں حکم یہ ہے کہ ان کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً۔" (پارہ ۱۹، رکوع ۴)

اور زید نے اپنی بیوی ہندہ کے مرنے کے بعد اگر اس کی بھتیجی سے نکاح کیا تو نکاح مذکور جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فوراً اس کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے لعدم الجمع نکاحا و لاعدة اذ لاعدة علی الرجل کما حققه فی العقود الدرية اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۸۴) اور اگر ہندہ کے مرنے سے پہلے کہ وہ زید کے نکاح میں رہی اور اس نے ہندہ کی بھتیجی سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح ہرگز نہ ہوا کہ پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "نهی ان تنكح المرأة علی عمتها او العمة علی بنت اخيها۔" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت پر اس کی پھوپھی سے یا پھوپھی پر بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۴) اور حضرت علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "لایجمع الرجل بین امرأة و ابنة اخيها. اھ ملخصاً" (بحر الرائق جلد سوم صفحہ ۹۵) اس دوسری صورت میں وہ دونوں دوبارہ نکاح کریں اور ناجائز نکاح کے ساتھ ایک دوسرے سے میاں بیوی کا تعلق رکھنے کے سبب علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد نسیم القادری گونڈوی ثم بلرامپوری، دار العلوم اہل سنت فیض النبی، کپتان گنج، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کی ماں سے ابتدائے شباب میں وطی کی اور اس جرم کا اس نے ایک عالم دین اور بعض احباب ومتعلقین کے سامنے اقرار بھی کیا جب یہ بات بالکل ظاہر ہوگئی تو برادری کے لوگوں نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ ایک مدت تک اس کی زندگی بائیکاٹ ہی کی حالت میں گذری اس مدت میں وہ اپنی بیوی سے قطع تعلق نہیں ہوا بلکہ اسی بیوی کے ساتھ اب تک زندگی گذار رہا ہے۔

اب بعض لوگوں نے اس کا بائیکاٹ ختم کر کے اپنی شادی وغیرہ تقریب میں اس کو شریک کرنا شروع کر دیا ہے۔ جب کہ بعض ان کے اس فعل سے متنفر ہیں۔ چنانچہ بکر نے اپنی شادی کی تقریب میں زید کو شریک کیا اور اسی طرح دوسرے لوگ بھی زید کو شریک کر رہے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان شریک کرنے والوں پر حکم شرع کیا ہے حالانکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ زید مذکورہ بالا فعل شنیع کا مرتکب ہے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ان شریک کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے آیا انہیں بھی بائیکاٹ کیا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب کہ زید نے اپنی بیوی کی ماں سے زنا کیا جس کا اس نے اقرار بھی کیا ہے تو زید کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "حرم اصل مزنیته و ممسوسته بشهوة و المنظور الی فرجها الداخل و فروعهن. اھ ملخصاً" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۰۴)

لہٰذا ان دونوں پر لازم تھا کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے اور علانیہ توبہ و استغفار کرتے۔ لیکن جب وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوئے تو ایسی صورت میں سارے مسلمانوں پر ان کا بائیکاٹ کرنا ہی لازم تھا اور اب بھی اس وقت تک بائیکاٹ کرنا ضروری ہے۔ جب تک کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار نہ کرلیں۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اگر زید کا بائیکاٹ نہیں کیا جائے گا تو آج اس نے اپنی مزنیہ کی بیٹی کو رکھ لیا کل لوگ اپنی خالہ یا پھوپھی یا لڑکی کو رکھ لیں گے۔ اس طرح سے لوگ جری ہو جائیں گے اور حلال و حرام کے درمیان امتیاز ختم ہو جائے گا۔

لہٰذا بکر وغیرہ جن لوگوں نے زید کا بائیکاٹ نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے ہیں اور شادی وغیرہ میں اس کی دعوت کرتے ہیں۔ تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا بھی سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پارہ ۷ رکوع ۱۴) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: چنکو، موضع رتن پورا، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو اپنی بہو کے ساتھ برائی کرتے دیکھ کر شور مچایا تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ پردھان نے زید سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں خطاوار ہوں۔ اور بہو سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ زید نے مجھے شروع ہی سے کھلا پلا کر اپنے بس میں کر لیا ہے۔ زید کے لڑکے بکر نے اپنے باپ سے کہا کہ تم نے مجھے مٹا دیا دھنسا دیا۔ پھر اپنی عورت کو ڈانتے پھٹکارتے اور مارتے پیٹتے ہوئے اپنی سسرال کی طرف لے کر چلا اور کہا چل تو رنڈی ہے میں تجھے

طلاق دے کر آتا ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں بکر اپنی اس بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا زید اپنی بہو سے نکاح کرسکتا ہے؟ اور زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- سوال سے ظاہر ہے کہ شوہر یعنی بکر کو اپنی بیوی کے ساتھ باپ کا بدکاری کرنا تسلیم ہے تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔ بحر الرائق جلد سوم صفحہ ۱۰۰ میں فتح القدیر سے ہے: "ثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان یصدقها و یقع فی اکبر رأیه صدقها و علی هذا ینبغی ان یقال فی مسه ایلها لا تحرم علی ابیه و ابنه الا ان یصدقها او یغلب علی ظنه صدقها ثم رأیت عن ابی یوسف ما یفید ذلك اه."

لہذا بکر پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال الله تعالیٰ: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ۷ ع۱۴) اور زید بھی اپنی بہو سے نکاح نہیں کرسکتا۔ قال الله تعالیٰ "حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (الی ان قال) وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ." یعنی تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام کی گئیں۔ (پ۴، آیت آخری) اور زید سخت گنہگار ہوا اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال الله تعالیٰ "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللهِ مَتَاباً." (پ۱۹ ع۴ آیت ۱۷) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابر[illegible] امجدی برکاتی

۱۴ رمحرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:- از: زاہد علی برکاتی، مدرسہ عربیہ قادریہ وجہ العلوم، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کا نکاح خالدہ کے ساتھ پڑھایا بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے خالدہ کی سگی بہن سے زنا کیا ہے جس کا خالد خود اقرار بھی کرتا ہے اور ایک شخص نے کہا کہ میں نے خالد کو اس کی ماں کے ساتھ بھی زنا کرتے دیکھا مگر خالد اس سے انکار کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد کا نکاح خالدہ کے ساتھ ہوا یا نہیں۔ نیز نکاح خواں اور گواہان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر واقعی نکاح سے پہلے ہی خالد نے خالدہ کی ماں سے زنا کیا تھا تو خالدہ ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔ اس صورت میں اس کا نکاح خالدہ سے جائز نہیں ہوا۔ فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۷۴ پر فتح القدیر سے ہے: "من زنی بامرأة حرمت علیه امها و ان علت و ابنتها و ان سفلت. اه" لیکن جب کہ خالد خالدہ کی ماں سے زنا کا انکار کرتا ہے تو ایک شخص کے بیان سے اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور نکاح کے جائز ہونے ہی کا حکم کیا جائے گا اگر خالد غلط بیانی سے کام لے رہا ہے تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ اور اس صورت میں نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں۔

البتہ خالد خالدہ کی سگی بہن سے زنا کرنے کے سبب دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں۔ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں۔اور خالدہ کی بہن عورتوں کے مجمع میں اور خالد مردوں کی پنچایت میں دونوں ایک ایک گھنٹہ اپنے سر پر قرآن مجید لئے کھڑے رہیں اور یہ عہد کریں کہ ہم آئندہ ایسی برائی نہیں کریں گے۔اور انہیں قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے،غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَاباً." (پ۱۹سورۂ فرقان،آیت ۷۱)و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۵/ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ: -از محمد یوسف قادری،بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بکر ایک عورت کو نکاح کر کے رکھے ہوئے ہے۔اور اس کی سگی بہن کو بغیر نکاح بیوی بنا کر رکھے ہے۔تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ ناجائز عورت سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کو زید اپنے لڑکا کے ساتھ نکاح کر کے لایا۔تو زید اور جو لوگ شادی میں شریک ہوئے ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور زید بکر کے یہاں آمد و رفت رکھے اور بہو کو اس کے یہاں رخصت کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ بہو کو رخصت کرے تو کوئی حرج نہیں۔بینوا توجروا۔

الجواب:- بکر زنا کار سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسے بہت کڑی سزا دی جاتی ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ نہ اس کے پاس اٹھو،بیٹھو اور نہ اس کی طرف مائل ہو یعنی اس کا سخت بائیکاٹ کرو۔قرآن مجید میں ہے:"وَ إِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ۷ع۱۴)اور ارشاد ہے."وَ لَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ۱۲سورہ ہود،آیت ۱۱۳)

لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بائیکاٹ کا حکم دیا تو زید اس کے یہاں اپنے لڑکا کی شادی کرنے کے سبب گنہگار ہوا۔وہ جمعہ کی نماز کے وقت مسلمانوں کے سامنے پندرہ منٹ تک قرآن مجید اپنے سر پر لئے کھڑا رہے۔اسی حالت میں توبہ کرے اور عہد کرے کہ اب آئندہ ہم ایسے زنا کار و بدکار کا بائیکاٹ رکھیں گے۔اور ان سے کوئی رشتہ نہیں کریں گے۔اور جو لوگ جان بوجھ کر مذکورہ لڑکی کی شادی میں شریک ہوئے وہ بھی توبہ کریں اور زید بہو کو اس حرام کار کے یہاں ہرگز رخصت نہ کرے کہ جب ایسے شخص کے بائیکاٹ کا حکم ہے تو اگر زید اپنی بہو کو اس زنا کار کے یہاں رخصت کرے گا تو اس کو لینے کے لئے بھی جائے گا اور پھر بکر زید کے گھر رخصت کرانے آئے گا وہ ایک دوسرے کی عزت اور خاطر مدارات کریں گے تو پھر اس کا بائیکاٹ ہی نہ ہوا اور قرآن کے حکم پر عمل ہی نہ ہوا۔اور اگر اب بھی اس کا بائیکاٹ نہ ہوا تو اسے عبرت نہ ہوگی اور وہ ایسے ہی زندگی بھر حرام کاری کرتا رہے گا۔

لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ زید بہو کو اس زنا کار کے یہاں رخصت کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اسے بایکاٹ کر کے حرام کاری سے نہ روکنے والوں پر عذاب ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔" (پ ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۹) البتہ بکر اپنی سالی کو اپنے گھر سے نکال دے اس سے کوئی تعلق نہ رکھے بلکہ لوگوں کے اطمینان کے لئے کسی سے اس کی شادی کرادے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے پھر جب لوگوں کو اس کی توبہ پر اطمینان ہو جائے تب زید اپنی بہو کو اس کے یہاں رخصت کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے بکر کے یہاں اگر وہ یا اس کا لڑکا آمد و رفت رکھے اور لڑکی کو اس کے یہاں رخصت کرے تو سب مسلمان اس کا بایکاٹ کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۳ / جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبد العزیز علوی، مدرسہ صدیقیہ، بھنان، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید خالد کی عورت کو لے کر فرار ہو گیا جب کہ خالد کی بیٹی جو اسی عورت کے بطن سے ہے زید کے لڑکے کے نکاح میں ہے۔ تو اس صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اپنی سمدھن کو لے کر فرار ہونے کے سبب اس کے بیٹے کے نکاح پر کچھ اثر پڑا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید خالد کی عورت کو لے کر فرار ہونے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا اس پر لازم ہے کہ خالد کی عورت کو فوراً اپنے سے الگ کر دے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اعمال صالحہ یعنی قرآن خوانی اور میلاد شریف وغیرہ کرے تو بہتر ہے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَاباً۔" (پ ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) اگر زید اس عورت کو اپنے سے الگ نہ کرے یا توبہ و استغفار نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت بایکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام و کلام سب بند کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ لَاتَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ۔" (پ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) زید کا اپنی سمدھن کو لے کر فرار ہونے کے سب اس کے بیٹے کے نکاح پر کچھ اثر نہ پڑا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳۰ / ذی الحجہ ۱۴ھ

مسئلہ:- از: عبد اللطیف، مالی ٹولہ، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا زید سے ناجائز جسمانی تعلقات ہیں اور اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ کچھ دنوں بعد زید کی شادی ہندہ کی لڑکی سے کر دی گئی جس سے تین بچے بھی ہیں۔ پھر کچھ دنوں بعد ہندہ کی لڑکی نے اپنے

شوہر کو اپنی ماں کے ساتھ جسمانی تعلق کرتے دیکھ لیا۔ جب اس نے اپنے شوہر سے اس بات پر غصہ کا اظہار کیا تو اس نے ہنس کر کہا کہ تم بچوں میں پھنسی رہتی ہو اس لئے ہم تمہاری ماں سے کام چلا لیتے ہیں۔ تو دریافت طلب یہ امور ہیں کہ ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اس واقعہ کے بعد ہندہ کی لڑکی زید کی زوجیت میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا وہ زید سے طلاق حاصل کئے بغیر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ کی لڑکی سے شادی کرنے سے پہلے زید کے ہندہ سے ناجائز تعلقات تھے اور اب بھی ہیں جس کا زید مقر ہے تو ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں ہوا اور وہ لڑکی زید پر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہوگئی۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ ج اول ص ۲۲۸ پر فتح القدیر سے ہے: "من زنى بامرأة حرمت عليه امها وان علت و ابنتها و ان سفلت اھ" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "و حرم ایضا بالصهرية اصل مزنية و فروعهن مطلقاً اھ" (درمختار ج ۲ ص ۳۰۳)

لہذا زید پر فرض ہے کہ وہ ہندہ کی لڑکی سے متارکہ کرے مثلاً یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے چھوڑا۔ اور اس سے میاں بیوی کا تعلق ہرگز ہرگز قائم نہ کرے اس کے بعد ہندہ کی لڑکی عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ درمختار مع شامی ج دوم ص ۳۰۷ میں ہے: "بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لايحل له التزوج باخر الا بعد المتاركة و انقضاء العدة. اھ" اور زید ہندہ سے بھی نکاح نہیں کر سکتا کہ وہ اس کی ساس ہے اس پر فرض ہے کہ وہ ہندہ کو اپنے سے دور رکھے اور اس سے ناجائز تعلق ہرگز قائم نہ کرے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے اور نیک اعمال مثلاً قرآن خوانی و میلاد شریف کرے اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قال الله تعالى "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللهِ مَتَاباً" (پارہ ۱۹ ع ۴) اگر زید ہندہ کی لڑکی سے متارکہ نہ کرے اور ہندہ سے ناجائز تعلقات ختم نہ کرے اور علانیہ توبہ و استغفار نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ قال الله تعالى "وَ لَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" (پ ۱۲ سورہ ہود آیت ۱۱۳) و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد حنیف قادری

۹ رجمادی الاولی ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد صابر القادری، مقام پونڈ پوسٹ برہم پور، ضلع دربھنگہ، بہار

زید کے پاس چار بیویاں تھیں ان میں سے ایک کو طلاق دی کچھ دنوں بعد اس نے چوتھی شادی پھر کر لی تو اس کی بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر زید نے پھر چوتھی شادی عدت گذرنے سے پہلے کی تو یہ نکاح باطل محض ہوا کہ چوتھی عورت کے ہوتے ہوئے اگر چہ وہ عدت میں ہو پانچویں سے نکاح کرنا حرام ہے۔شرح وقایہ جلد دوم صفحہ ۱۷ میں ہے: "لا نکاح خامسة فی عدة الرابعة ۔ "اوراس کے تحت عمدۃ الرعایہ میں ہے: "اذا کانت له اربع زوجات فطلق احداهن لا یحل له نکاح خامسة مالم تنقض العدة ۔ اھ" اوراگر عدت طلاق یا اس کی مدت کے بعد عقد کیا ہے تو کوئی حرج نہیں جب کہ اور کوئی وجہ مانع شرعی نہ ہو۔ و الله تعالیٰ اعلم ۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۱۴؍رجب المرجب ۱۷ھ

مسئلہ:- از: مراد علی مقام وڈا کخانہ، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیوی کی حقیقی خالہ سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

الجواب:- بیوی کی حقیقی خالہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یجمع بین المرأة و عمتها و لابین المرأة و خالتها ۔" یعنی عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۳) حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ عورت اور اس کی خالہ کو ایک ساتھ عقد میں رکھنا حرام ہے مگر جب کہ عورت نکاح یا عدت میں نہ ہو تو اس کی خالہ سے نکاح کرنا حلال ہے۔و الله تعالیٰ اعلم ۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۷؍شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق چودھری صاحب، سریا، الیس نگر

اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے۔اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اسی وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لئے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے۔اور سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۱۷ میں ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم ۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری
۱۹؍شعبان المعظم ۱۴ھ

مسئلہ:- از: بدرالدین احمد قادری، مدرس مدرسہ فیض غوثیہ نعیم العلوم، سونہا بھان پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بڑے بھائی بکر کی بیوی کو رکھ لیا تو بکر مرتد ہو گیا۔ اور مورتی پوجنے لگا۔ تو اب بکر کی بیوی زید سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بکر جب کہ مورتی پوجتا ہے۔ تو وہ مرتد ہو گیا اور عورت اس کے نکاح سے فوراً نکل گئی۔ اب بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ۱۶۱ میں ہے۔ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ارتداد احدهما ای الزوجین فسخ عاجل۔" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۲۵) اور زید بغیر نکاح اپنی بھابھی کو بیوی بنا کر رکھنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار و لائق غضب جبار ہوا اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ اور قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے۔ مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے۔ اور ان دونوں سے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کا عہد لیا جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَاباً۔" (پ ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) و اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: حافظ وقاری محمد مقصود احمد صاحب، اندور

باپ کی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- باپ کی ساس جو نانی ہو اس سے نکاح کرنا حرام ہے چاہے وہ سگی نانی ہو یا سوتیلی جیسے کہ سگی دادی اور سوتیلی دادی سے نکاح حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَاۗؤُکُمْ۔" (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۲۲) اس آیت کریمہ میں آباء سے مراد اصول ہیں۔ یعنی باپ دادا اور نانا وغیرہ کما ہو مصرح فی التفسیرات۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۷۴ بیان محرمات میں ہے: "الرابعة نساء الآباء و الاجداد من جهة الاب او الام و ان علوا فهولاء محرمات على التابيد نكاحا و وطأ كذا فى الحاوى القدسى۔ اھ"

البتہ باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں نہ سگی اور نہ سوتیلی اس سے نکاح کرنا جائز ہے کہ وہ حرام نہیں۔ اس لئے کہ باپ کی ساس ہونے سے نانی حرام نہیں ہے۔ بلکہ سگی نانی ماں کی ماں اور نانا کی بیوی ہونے کے سبب حرام ہے۔ اور نانا کی منکوحہ ہونے کے سبب سوتیلی نانی حرام ہے۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیرالدین حبیبی مصباحی

۵ رجمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد برکاتی، سرسیا، ایس نگر

مطلقہ عورت طلاق کے بیس روز بعد دوسرا نکاح کرے تو یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- خلوت صحیحہ سے پہلے اگر شوہر نے طلاق دیدی تو عورت فوراً جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے کہ اس صورت میں عدت نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ "اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔" (پ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۹) یا عورت حاملہ تھی شوہر نے اسے طلاق دیدی پھر بیس دن کے اندر بچہ پیدا ہوا تو اس صورت میں بھی بیس دن کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس لئے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔" (پ۲۸ سورۂ طلاق، آیت ۴) اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد شوہر نے طلاق دی اور عورت حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔" (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۸) اور اگر بوجہ صغر سنی یا بڑھاپے کے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ الّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔" (پ۲۸ سورۂ طلاق آیت ۴) لہذا ان دونوں صورتوں میں بیس روز پر عورت دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: سمیر الدین احمد حبیبی مصباحی
۱۰ ربیع الآخر ۱۸ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد ریاست علی حشمتی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ہندہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہے وہ حمل ہی کی حالت میں نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اس بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں کہا کہ میں اس کا منھ قیامت تک نہیں دیکھنا چاہتا ہوں اب زید بیوی کو رکھنا چاہتا ہے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر واقعی ہندہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہے اور حمل کی حالت میں نکاح کرنا چاہتی ہے تو کر سکتی ہے۔ البتہ اگر جس کا حمل ہے اس سے نکاح کرے تو وہ ہمبستری کر سکتا ہے۔ اور اگر دوسرے سے کرے تو وہ ہمبستری نہیں کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۰ میں ہے: "قال ابو حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حاملا من الزنا و لا یطؤھا حتی تضع و فی مجموع النوازل اذا تزوج امرأۃ قد زنی ھو بھا و ظھر بھا حبل فالنکاح جائز عند الکل و لہ ان یطأھا عند الکل کذا فی

الذخیرۃ۔ اھ" اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۱۶ پر ہے: "صح نکاح حبلی من زنا لامن غیرہ و ان حرم وطؤھا و دواعیہ حتی تضع و لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا۔ اھ" اور ہندہ حرام کاری کے سبب سخت گنہگار ہے۔ اور ہندہ کے ماں باپ نے اگر اس کی صحیح نگرانی نہیں کی اور اسے گھومنے پھرنے کے لئے آزاد رکھا تو ہندہ کے ساتھ وہ لوگ بھی گنہگار ہوئے۔ ان سب کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ اور قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، غرباء مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے۔ اگر وہ لوگ توبہ واستغفار نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان لوگوں سے میل جول، کھانا پینا، شادی بیاہ سب بند کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ۱۲ ع ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صورت مستفسرہ میں زید کا اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں یہ کہنا کہ میں اس کا منہ قیامت تک نہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی کہ یہ الفاظ طلاق سے نہیں ہے۔ بلکہ صرف اظہار ناراضگی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۴۶۸ پر ہے: "لو قال لاحاجة لی فیك و نوی الطلاق لایقع و كذا لو قال ما اریدك۔ اھ ملخصاً" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عمیر الدین احمد مصباحی

۱۶؍ جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: حافظ سرور احمد صاحب، چندن نگر، اندور

ہندہ کے لڑکے کا نکاح اس کے بھائی کی پوتی سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نکاح مذکور بلاشبہ جائز ہے اس لئے کہ جب ہندہ کے بھائی کی بیٹی سے اس کے لڑکے کا نکاح جائز ہے تو پوتی سے بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے۔ بشرطیکہ دودھ وغیرہ کا رشتہ کوئی وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔" (پ۵ سورۂ نساء، آیت ۲۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲؍ جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد توفیق محبوبی نظامی، سودی پور، بستی

بکر زید کی بیوی کو لے کر بھاگ گیا کچھ دنوں بعد زید کی بیوی واپس آئی مگر کچھ دن رہ کر پھر بکر کے یہاں بھاگ گئی اور بکر نے اس سے نکاح کرلیا تقریباً ۲۳ برس سے دونوں ایک ساتھ رہ رہے ہیں مگر زید اب بھی خواہش مند ہے کہ میری بیوی کسی طرح مجھے مل جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور بکر کی صحبت سے ایک بچی نور جہاں پیدا ہوئی ہے تو اس کا نکاح کسی سے

جائز ہے یا نہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لڑکی ولد الزنا ہے۔اس کا نکاح جائز نہیں تو ایسا کہنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں بکر زید کی بیوی کو لے کر فرار ہونے کے سبب دونوں سخت گنہگار حرام کار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار ہیں۔اور زید بھی اپنی بیوی کی صحیح دیکھ ریکھ نہ کرنے کے سبب سخت گنہگار ہے۔قرآن مجید میں ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا۔ "یعنی اے ایمان والو بچاؤ! اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے۔(پ۲۸ سورۂ تحریم آیت ۶) اور حدیث شریف میں ہے: "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته۔ "یعنی تم سب اپنے ماتحتوں کے حاکم و ذمہ دار ہو اور ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۷۱) ان سب پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور بکر پر لازم ہے کہ وہ فوراً زید کی بیوی واپس کرے کہ بکر کا اس کی عورت سے نکاح ہوا ہی نہیں خالص زنا کاری ہوئی وہ عورت اب بھی زید کی بیوی ہے۔ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۱۳۲ میں ہے: "اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا و لهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی کما فی القنیة وغیرها۔اھ" اور بکر کی صحبت سے جو بچی پیدا ہوئی ہے اس کا نکاح کسی بھی سنی صحیح العقیدہ شخص سے کرنا جائز ہے ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۶۴۱ پر ہے: "جو لوگ مذکورہ لڑکی سے نکاح کو ناجائز بتاتے ہیں وہ بے علم فتویٰ دینے کے سبب گنہگار ہیں توبہ کریں۔اگر بکر زید کو اس کی بیوی واپس نہ کرے اس کے ساتھ رہے تو مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔خدائے تعالیٰ ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ " (پ۷ ع۱۴) اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے اور ان پر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔ " (پ۶ سورۂ مائدہ آیت ۷۹) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۴ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از محمد رئیس، مدرسہ سلطانیہ دارالانوار، موہن پور، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی آٹھ ماہ بعد حمل قرار پایا جب حمل چار ماہ کا ہوا تو زید پندرہ دن کے لئے کہیں باہر چلا گیا۔واپسی پر ہندہ نے زید سے بتایا کہ آپ کے بھائی نے زبردستی میرے ساتھ برائی کی۔سوال یہ ہے کہ کیا زید کا نکاح ہندہ سے ٹوٹ گیا؟ اور جو بچہ پیٹ میں ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر واقعی زید کے بھائی نے اس کی منکوحہ ہندہ کے ساتھ برائی کی ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا توبہ واستغفار کرے۔ لیکن اس کے زنا کرنے سے زید کا نکاح نہیں ٹوٹا اور جو بچہ ہندہ کے پیٹ میں ہے وہ زید ہی کا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش" یعنی بچہ شوہر کا ہے۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ زنا کے متعلق فرماتے ہیں: "معاذ اللہ یہ فعل بیشک حرام ہے۔ مگر اس کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹا وہ بدستور اس کی زوجہ ہے زنا سے صرف چار حرمتیں ثابت ہوتی ہیں۔ مزنیہ زانی کے اصول وفروع پر حرام ہو جاتی ہے اور زانی پر مزنیہ کے اصول وفروع حرام۔ بحر الرائق جلد سوم کتاب النکاح صفحہ ۱۰۸ میں ہے: "اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني و فروعه نسبا و رضاعا و حرمة اصولها و فروعها على الزاني نسبا و رضاعا كما في الوطى الحلال تلخيصاً" (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۷۲) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۲؍ صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از سید عبد القدیر، دھرولی، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید وبکر دونوں سگے بھائی ہیں اور دونوں شادی شدہ ہیں زید کے پاس چار لڑکے بھی ہیں اور زید کا لڑکا شادی کرنے کے لائق بھی ہو گیا ہے اور بکر کا انتقال ہو گیا ہے ایسی صورت میں زید کے لڑکے کا نکاح بکر کی عورت سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں بکر کی موت کے بعد اگر اس کی بیوی کی عدت گذر چکی ہے تو زید کا لڑکا اس سے شادی کر سکتا ہے بشرطیکہ رضاعت وغیرہ کوئی اور وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ خدائے تعالیٰ نے بیان محرمات کے بعد فرمایا: "وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ ۔" (پ۵، آیت ۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳؍ ذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: اختر علی نظامی، مقام وڈا کھانہ چوکواسنہا بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کو بیوی بنا کر کے رکھ لیا جس سے تین لڑکیاں ہیں کچھ دنوں بعد شخص مذکور مر گیا دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ ان لڑکیوں سے کوئی مسلمان شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- مذکورہ لڑکیوں سے کسی مسلمان کا نکاح کرنا جائز ہے کہ ان کی کوئی غلطی نہیں لیکن وہ عورت جو کہ اپنے باپ کی بیوی بنی رہی یہاں تک اسے لڑکے بھی پیدا ہوئے اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور وہ عورتوں کے مجمع میں ایک گھنٹہ سر

پر قرآن مجید لئے کھڑی رہے اور اسی حالت میں یہ عہد کرے کہ اب میں حرام کاری نہیں کروں گی۔ اس کے بعد عورت مذکورہ کی لڑکیوں کے ساتھ شادی کی جائے اس سے پہلے نہیں۔ اور اسے قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ومددگار ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً۔" (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: غیاث الدین نظامی مصباحی
۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: کلیم اللہ، ساکن ور گجوت، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین ملت اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا کچھ دنوں کے بعد ہندہ کی سگی چھوٹی بہن بھی زید کے ساتھ رہنے لگی۔ زید کے ناجائز تعلقات اس سے بھی ہوگئے۔ پھر زید نے اس سے کورٹ میرج کیا اور اس کو اپنے گھر رکھا۔ ہندہ اور اس کی سگی بہن دونوں حاملہ ہوئیں ہندہ کو بچہ پیدا ہوا بچہ اور ماں (ہندہ) دونوں کا انتقال ہوگیا۔ دوسری عورت (ہندہ کی سگی بہن) کو بھی بچہ پیدا ہوا وہ بھی مرگیا۔ اب زید کے ساتھ ہندہ کی سگی بہن ہے زید اس کو اپنی بیوی بنا کر رکھنا چاہتا ہے از روئے شرع زید اور ہندہ کی سگی بہن کے اوپر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کا اپنی سالی سے ناجائز تعلقات رکھنا اور اس سے کورٹ میرج کرنا سخت حرام ہے کہ زنا تو مطلقاً حرام ہے کسی سے بھی ہو۔ اور دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ پارۂ چہارم کی آخری آیت محرمات میں ہے: "وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ۔" لہذا زید کا اپنی سالی کو بیوی بنا کر رکھنا اور اس سے صحبت کرنا سخت حرام اور اس کی بیوی ہندہ بھی اس وقت تک زید پر حرام تھی جب تک وہ اپنی سالی سے تعلقات بالکل منقطع نہ کرلیتا۔

لیکن جب ہندہ کا انتقال ہوگیا تو اب وہ اپنی سالی سے نکاح کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ کسی کے نکاح یا عدت میں نہ ہو۔ زید اور اس کی سالی دونوں ناجائز تعلقات اور زنا کی بنیاد پر سخت گنہگار مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان کو بہت کڑی سزا دی جاتی موجودہ صورت میں ان پر لازم ہے علانیہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کسی بھی فعل حرام وشریعت مطہرہ کے خلاف ہرگز قدم اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔ اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھیں قرآن خوانی ومیلاد شریف کریں کہ نیکیاں قبول توبہ میں مددگار ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً۔" (پ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۷۱) اور ہندہ کے ماں باپ جنہوں نے اپنی جوان بیٹی کو اس کے بہنوئی کے یہاں رکھ چھوڑا انہیں بھی علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-از: ازہار احمد امجدی، اوجھا گنج

زید اپنی سالی ہندہ سے زنا کرتا رہا پھر بیوی کی موجودگی میں اس سے نکاح کر لیا کچھ دنوں بعد ہندہ کو بچہ پیدا ہوا تو وہ زید کا ترکہ پائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں بیوی کی موجودگی میں سالی سے زید کا نکاح فاسد ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ وطی سے چھ مہینہ بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ ثابت النسب اور مستحق وراثت ہوگا۔ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۷۷ میں ہے: "و ان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد۔ اھ" اور فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۲۷ میں ہے: ''اور اولاد کہ نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب اور مستحق الارث ہے۔ فی الدر المختار 'و یثبت النسب احتیاطا بلا دعوة و تعتبر مدته و هی ستة اشهر من الوطی و الا لا یثبت و هذا قول محمد و به یفتیوو قالا ابتداء المدة من وقت العقد کالصحیح و رجحه فی النهر بانه احوط انتهی" لہذا وطی سے چھ مہینہ بعد اگر ہندہ کو بچہ پیدا ہوا جب تو وہ زید کا ترکہ پائے گا ورنہ نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عالم مصباحی

۸؍ جمادی الاولی ۲۰ھ

مسئلہ:-از: رضی الدین احمد، سرسیا، ایس نگر

بیوی کی موجودگی میں اس کی مطلقہ یا بیوہ بہو سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بیوی کی موجودگی میں اس کی مطلقہ یا بیوہ بہو سے نکاح کرنا جائز ہے کہ وہ اس کی بہو نہیں اس کی زوجہ کی بہو ہے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۰ میں ہے اور درمختار جلد دوم صفحہ ۳۰۹ میں ہے: "جاز الجمع بین امرأة و امرأة ابنها" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

۳؍ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-از: مونس عالم نظامی، پیر ولی، گورکھپور

سوتیلی ماں کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- سوتیلی ماں کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۳۱ میں ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "بنت زوجة ابیه حلال اھ" (درمختار جلد دوم صفحہ ۳۰۲) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-

حاملہ عورت سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب:- اگر عورت کسی کی نکاح یا عدت میں نہیں ہے یعنی یہ حمل شوہر کا ہے جس نے اسے طلاق دی ہے یا مر گیا تو ایسی حاملہ سے نکاح کرنا جائز نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸ پر ہے "لا یجوز للرجل ان یتزوج غیرہ و کذلک المعتدۃ اھ" اگر حمل زنا سے ہے یعنی عورت شوہر والی نہیں ہے تو اس سے زانی اور غیر زانی دونوں کا نکاح کرنا جائز ہے مگر جس کا حمل ہے وہ قربت بھی کر سکتا ہے اور غیر زانی کے لئے قربت اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے۔

حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "صح نکاح حبلی من زنا و ان حرم وطوھا ودواعیہ حتی تضع لئلایسقی ماؤہ زرع غیرہ اذا لشعر ینبت منہ ......لو نکحھا الزانی حل لہ و طوھا اتفاقا (ردالمحتار شامی جلد دوم صفحہ ۳۱۶) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۰ پر ہے "لا یجوزان یتزوج امراۃ حاملا من الزنا و لا یطوھا حتی تضع اھ" واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: وفاء المصطفیٰ امجدی

مسئلہ:-

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی جب وہ رخصت کرا کے لے گیا تو اسی روز چند لوگوں کے سامنے طلاق دے دی طلاق نامہ لکھ کر نہیں دے رہا ہے تو ہندہ کب دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ اور کیسے کر سکتی ہے جب اس کے پاس طلاق کا ثبوت نہیں ہے بینوا توجروا.

الجواب:- اگر زید نے ہندہ کو واقعی طلاق دے دی ہے اور وطی یا خلوت کر چکا تھا تو ہندہ بعد عدت نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۲۶ میں ہے "رجل تزوج نکاحا جائزا فطلقھا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ کذا فی فتاوی قاضی خاں"

اور اگر وطی یا خلوت نہیں ہوئی تو اس پر عدت نہیں جب چاہے نکاح کر سکتی ہے اور طلاق کے ثبوت کے لئے ان لوگوں سے جن کے سامنے زید نے طلاق دی ہے طلاق کے لئے وہی تحریر کافی ہوگی بشرطیکہ وہ لوگ عادل ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبد الحمید رضوی

۲۹ رذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: برکاتیہ بک اسٹال، کول پیٹھ، ہبلی، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک شادی شدہ مرد ہے جس کے بیوی اور بچے ہیں حال ہی میں زید نے ایک مطلقہ عورت کو بطور باندی گھر میں رکھا ہے جس کی زندگی کے اخراجات (نان و نفقہ) کی ساری

ذمہ داری زید نے اپنے ذمہ لے لی ہے زید اس باندی سے اپنے گھر کے سارے کام کاج کرالیتا ہے اور چند ہی روز قبل اس نے اس باندی سے جماع بھی کیا تو یہ دیکھ کر عمرو نے کہا اے زید تم نے اس مطلقہ عورت یعنی باندی سے جماع کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ وہ زنا میں داخل ہے تو یہ سن کر زید نے جواب دیا کہ نہیں تم غلطی پر ہو اب ہی نہیں بلکہ دور رسالت میں بھی اکثر صحابہ کرام کے اپنی باندیوں سے جماع کرنے کے ثبوت آج بھی ہمیں کتابوں میں دیکھنے کو ملتے ہیں تو اب دریافت امر یہ ہے کہ زید اور عمرو میں سے کس کا کہنا درست ہے؟ اور وہ کیسے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب:- یہاں کی عورت کو بغیر نکاح باندی بنا کر رکھنا اور اس سے وطی کرنا حرام و ناجائز ہے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "یہاں جواری (کنیزان شرعی) کہاں؟ حرائر کا خریدنا بیچنا حرام (فتاوی مصطفویہ جلد سوم صفحہ ۶۸) لہذا زید کا دور رسالت کی باندیوں پر قیاس کرنا غلط ہے اور جب یہاں شرعی باندی کا وجود نہیں تو اس عورت سے بلا نکاح وطی صریح زنا ہے۔

لہذا زید فعل حرام کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اگر وہ عورت واقعی مطلقہ ہے اس نے عدت گزاری ہے اور زید اسے رکھنا چاہتا ہے تو اس کا نکاح کردیں ورنہ مسلمان اس کا سختی سے بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ر جمادی الاولی ۲۰ھ

باب الولی والکفو

ولی اور کفو کا بیان

مسئلہ:- از: محمد یونس قادری، متعلم دار العلوم مسکینیہ، دھوراجی، راجکوٹ

ماں باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا کیسا ہے؟ اگر اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بالغ لڑکی یا لڑکا والدین کی اجازت کے بغیر کسی سے نکاح کرلیں تو نکاح ہوجائے گا۔ لیکن اگر والدین راضی نہیں ہیں تو وہ گنہگار ہوں گے۔ البتہ اگر بالغ لڑکی اپنا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر غیر کفو سے کرے گی تو نکاح نہ ہوگا حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ان المرأة اذا زوجت نفسها من کفو لزم علی الاولیاء و ان زوجت من غیر کفو لا یلزم او لا یصح بخلاف جانب الرجل فانه اذا تزوج بنفسه مکافئة له او لا فانه صحیح لازم. اھ" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۴۴) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر وہ شخص جس سے ہندہ بہ ناراضی پدر اپنا نکاح بطور خود کرنا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے تو بلاشبہ نکاح صحیح و درست ہوجائے گا اور والدین کی ناراضی اگرچہ ہندہ کو نقصان کرے مگر جواز نکاح میں خلل نہ آئے گا۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۳۴۲) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی		کتبہ: محمد ابرار احمد امجد برکاتی

۷؍ محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: شیر علی پور ینا، ہریا، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ جو اپنے آپ کو مطلقہ بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں سید زادی ہوں زید اسے بمبئی سے لایا ہے اور اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ وہ خود بنکر برادری سے تعلق رکھتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب تک کہ دو عادل گواہوں سے ہندہ کا مطلقہ ہونا ثابت نہ ہوجائے اس وقت تک زید یا کسی کو اس کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ." (۲۸ پ سورۂ طلاق، آیت ۲) اور اگر واقعی ہندہ سید زادی ہے تو ولی کی اجازت کے بغیر بھی اس سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ زید ہندہ کا کفو نہیں۔ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ فوراً اس کو اپنے گھر سے نکال دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ"۔ (پ ۷ ع ۱۴)
و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۷ر شعبان المعظم ۱۹ھ

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد القادری برکاتی، سرسیا، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چچا نے اپنی نابالغہ بھتیجی زینب کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا تو نکاح ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر چچا نے نکاح مذکور غیر کفو یا مہر مثل میں زیادہ کمی کے ساتھ کیا ہے۔ تو نکاح نہ ہوا اور اگر کفو سے مہر مثل کے ساتھ کیا ہے تو ہو گیا لیکن بالغہ ہونے کے بعد فسخ کا اختیار ہوگا اگر چہ خلوت بلکہ وطی ہو چکی ہو۔ یعنی اگر نکاح ہونا پہلے سے معلوم ہے تو بالغ ہوتے ہی فوراً اور اگر معلوم نہ تھا تو جس وقت معلوم ہوا اسی وقت فوراً فسخ کر سکتی ہے۔ اگر کچھ بھی وقفہ ہوا تو اختیار فسخ جاتا رہا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ آخر مجلس تک اختیار باقی رہے مگر فسخ نکاح کے لئے قاضی کا فیصلہ شرط ہے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۲۰، ۳۳۱ میں ہے: "ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب و ابیه لا یصح النکاح من غیر کفء او بغبن فاحش اصلا و ان کان من کفء و بمهر المثل صح و لکن لهما ای لصغیر و صغیرة و ملحق بهما خیار الفسخ و لو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده بشرط القضاء للفسخ. ملخصاً". واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۱۴ر جمادی الآخرہ ۱۷ھ

مسئلہ:-

ہندہ بالغہ کا نکاح اس کے باپ نے ہندہ کی اجازت کے بغیر زید سے کر دیا۔ ہندہ رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر گئی۔ اور چار دن بعد واپس آئی۔ اب کہتی ہے کہ زید کو سفید داغ کی بیماری ہے اور نکاح میری اجازت کے بغیر ہوا ہے۔ اس لئے میں دوسری شادی کروں گی۔ زید کے ساتھ نہیں رہوں گی تو اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بالغہ کا نکاح بغیر اس کے اذن کے ہو تو اس کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز کر دے تو جائز ہو جاتا ہے رد کر دے تو باطل ہو جاتا ہے۔ مگر جو رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر گئی اس سے اس کی رضا ثابت ہو گئی۔ لہذا اب اس کا انکار کرنا بے کار ہے۔ ہاں اگر اس کا زید کے گھر جانا بجبر واکراہ ہوا اور وہاں زید کے ساتھ خلوت وصحبت بھی بجبر واکراہ ہوئی تو نکاح

نہیں ہوا اور اگر ان امور میں یعنی اس کے گھر جانے، اس سے خلوت وصحبت ہونے میں اس کی رضا شامل رہی تو اگرچہ پہلے نکاح لازم نہیں ہوا تھا مگر اب ہو گیا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۴ پر ہے۔ لہذا اب اس کا یہ کہنا کہ زید کو سفید داغ کی بیماری ہے اس لئے میں دوسری شادی کروں گی اس کا یہ کہنا محض بے فائدہ ہے کیوں کہ مسئلہ کفائت میں امراض وعیوب کا اعتبار نہیں۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''امراض وعیوب مثلاً جذام، جنون، برص اور گندہ دہنی وغیرہا کا اعتبار نہیں۔'' (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۴۸) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "و لا یعتبر فی الکفأۃ السلامة من العیوب التی یفسخ بها البیع کالجذام و الجنون و البرص و البخر و الدخر بحر." (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۵۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: صحبت اللہ سبزی فروش، سبزہ منڈی بھنان، بستی

زید راعین برادری کا ہے اس نے اپنے ہی قصبہ کے ایک منصوری برادری کی لڑکی سے تعلق پیدا کیا پھر اسے دیہات میں لے جا کر اس کے ماں باپ کے راضی وخوشی سے نکاح کیا جس پر راعین برادری نے تین سال سے اس کا بائیکاٹ کر رکھا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید نے لڑکی کی ماں باپ کی راضی خوشی سے نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً جائز ہے۔ اس وجہ سے اگر راعین برادری نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ تو یہ سراسر ظلم وزیادتی ہے۔ البتہ اگر زید نے مذکورہ لڑکی کے ساتھ حرام کاری کی جس بنیاد پر اس کا بائیکاٹ کیا گیا تو یہ صحیح ہے۔ اس صورت میں اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور اسے قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے غریبوں ومسکینوں کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ اور زید اپنے یہاں کی مجلس میلاد شریف میں ایک گھنٹہ اپنے سر پر قرآن مجید لئے کھڑا رہے اور عہد کرے کہ میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس کا بائیکاٹ ختم کردیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و من تاب و عمل صالحا فانه یتوب الی الله متابا." (پ ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) اور حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له." (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶) اگر یہ سب کرنے کے باوجود راعین برادری والے اور دوسرے مسلمان اس کا بائیکاٹ ختم نہیں کریں گے تو سخت گنہگار رہوں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی مصباحی

۸ر ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: مولانا شہاب الدین، حسن گڈھ، بستی (یوپی)

زید عالم جو شاہ برادری کا ہے اس کا نکاح خاں برادری کی لڑکی ہندہ بالغہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکی کے والدین راضی نہیں ہیں اگر وہ بغیر والد کی رضا کے نکاح کر لے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں شاہ برادری کا آدمی زید اگر چہ عالم ہے لیکن اس کے ساتھ ہندہ خاں برادری کا نکاح اگر اس کے والد کے لئے عرف میں باعث ننگ و عار ہو تو اس کی رضا کے بغیر زید کا نکاح ہندہ سے نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ والد کی رضا کے بغیر کرے گی تو نکاح نہیں ہوگا درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۲۲ پر ہے: "بعدم جوازه اصلا بلا رضا ولی بعد معرفته اياه. اھ" اور اگر اس کے والدین کے لئے باعث ننگ و عار نہ ہو تو جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اللهم الا اذا تقادم العهد و تناساه الناس و ظهر له الوقع فى القلوب و العظم فى العيون و بحيث لم يبق العار لبنات الكبار و ذلك قليل جدا فى هذا الامصار بل لالكاد يوجد عند الاعتبار و من عرف المدار عرف ان الحكم عليه يدار. اھ مخلصاً" (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۵۳)

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۴ رذی الحجہ ۲۰ھ

مسئلہ:۔از: محمد جاوید، باریکہ کمپاؤنڈ، بھیونڈی، تھانہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی ہندہ جو بالغہ ہے وہ اپنے وطن میں ہے اور زید ممبئی میں ہے، زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کیا لڑکی کی غیر موجودگی میں تو کیا بغیر ہندہ کے اجازت سے نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے بکر سے کر دیا تو اب وہ نکاح ہندہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے نکاح کو باقی رکھے یا رد کر دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "بالغہ کا عقد بے اس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز کر دے جائز ہو جاتا ہے رد کرے باطل ہو جاتا ہے۔ اھ" (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۶۲) اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۷ میں ہے: "لا يجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل من اب او سلطان بغير اذنها بكرا كانت او ثيبا فان فعل ذلك فالنكاح موقوف على اجازتها فان اجازته جاز و ان ردته بطل كذا فى السراج الوهاج. اھ" لیکن اگر اپنے نکاح کی یقینی خبر سن کر کہ میرے باپ نے بکر سے میرا نکاح کر دیا ہے۔ ہندہ خاموش رہی تو یہ اس کی اجازت مانی جائے گی اور نکاح جائز ہو گیا۔ اب وہ نکاح فسخ نہیں کر سکتی۔ ایسا ہی فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۲۸ میں ہے۔ اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۷ میں ہے: "بلغها الخبر من رجل و احد ان كان ذلك الرجل رسول الولى يكون سكوتها رضا سواء

کان الرسول عدلا او غیر عدل کذلک فی المضمرات. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: سلامت حسین نوری
۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: سلامت حسین رضوی، مکن پور، الہ آباد

اگر کسی غیر سید نے کسی سیدزادی سے شادی کی اس حال میں کہ اس کے والدین راضی تھے اور وہ غیر سید لڑکا عالم ہے۔ اور ذات کا فقیر ہے تو اس کے نکاح کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ کیا اللہ و رسول کے نزدیک کسی کی کسی طرح کی کوئی گرفت نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر غیر سید نے سیدہ بالغہ سے نکاح کیا اس حال میں کہ سیدہ اور اس کے والدین جان بوجھ کر راضی تھے تو نکاح جائز ہے خواہ غیر سید عالم ہو یا نہ ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔

پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں اس سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اسی عقد پر راضی ہیں باپ خود اس کے سامان میں ہے جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہہ نہیں۔ کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۴۷) اور اگر نابالغہ ہے تو نکاح لازم ہے بشرطیکہ اس سے پہلے ولی نے اپنی کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں بہت زیادہ کمی کے ساتھ نہ کیا ہو ورنہ جائز نہ ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۴۴ اور بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۴۲ پر ہے۔ اور درمختار میں ہے: "لزم النکاح بغیر کفء و ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار و ان عرف لایصح النکاح اتفاقاً. اھ ملخصاً." (الدرالمختار فوق ردالمحتار ج سوم صفحہ ٦٦)

کفائت اولیاء کا حق ہے حق شرع نہیں درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۸۵ پر ہے: "الکفائۃ حق الولی. اھ" لہٰذا غیر کفو میں نکاح کرنے نہ کرنے کا انہیں اختیار ہے تو جب انہوں نے غیر کفو سے جان بوجھ کر نکاح کی اجازت دیدی اور اپنا حق زائل کر لیا تو اللہ و رسول کے نزدیک کسی کی کوئی گرفت نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۱۹/ صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: مرحوم عبدالرحیم صاحب تجوری والے، اندور (ایم پی)

ماہنامہ ''دین و دنیا'' دہلی ستمبر ۲۰۰۰ کے صفحہ ۲۴ پر مولانا خالد سلیم الحسینی نے لکھا ہے کہ اگر کسی باپ یا وارث نے لڑکی کی

شادی کم عمری میں کردی تو بالغ ہونے کی بعد اگر یہ لڑکی چاہے تو اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مذکورہ بالا مسئلہ اس طرح ہرگز صحیح نہیں اس لئے کہ باپ یا دادا کا کیا ہوا نکاح اس طرح لازم ہوجاتا ہے کہ لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار فسخ نہیں ہوتا اگرچہ باپ یا دادا نے مہر مثل سے کم میں یا غیر کفو سے نکاح کردیا ہو بشرطیکہ ان کا سوء اختیار نہ معلوم ہو یعنی اس سے پہلے اس کے باپ یا دادا نے اپنی کسی لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو فاسق سے نہ کیا ہو ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۴۳ پر ہے اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۴۳ میں ہے: "لزم النكاح و لو بغبن فاحش بغير كفو ان كان الولى ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار. اھ" اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۵ میں ہے: "فان زوجهما الاب و الجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. اھ" اور فتاوی شامی جلد دوم صفحہ ۳۴۲ پر ہے: "لو فعل الاب و الجد عند عدم الاب لايكون الصغير و الصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ. اھ"

لیکن اگر باپ یا دادا کا سوء اختیار معلوم ہو تو ان کا کیا ہوا نکاح نہیں ہوگا جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم ۳۴۳ پر ہے: "ان عرف لايصح النكاح اتفاقاً. اھ" اور مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۳۴۵ پر ہے: "اما لو كان الاب معروفا بسوء الاختيار كان العقد باطلا اتفاقا. اھ" اور اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی مثلاً چچا وغیرہ نے لڑکی کا نکاح کیا اور لڑکی کا باپ مر گیا ہو تو اس صورت میں اگر لڑکا لڑکی کا کفو نہیں یا اس کا جس قدر مہر مثل تھا اس سے کم باندھا تو ان صورتوں میں یہ نکاح بالکل صحیح نہ ہوا یہاں تک کہ اگر وہ لڑکی بالغہ ہونے کے بعد جائز رکھے پھر بھی جائز نہ ہوگا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۳۴۲ پر ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۴۱ پر ہے: "ان كان المزوج غير الاب و ابيه و لو الام لا يصح النكاح من غير كفء و بغبن فاحش اصلاً. اھ" اور اگر یہ بات نہ ہو بلکہ لڑکا لڑکی کا کفو ہو اور مہر مثل بھی باندھا ہو تو نکاح صحیح ہو گیا مگر لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کردے۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۵ میں ہے: "و ان زوجهما غير الاب و الجد فلكل و احدمنهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح و ان شاء فسخ عند ابى حنيفة و محمد رحمهما الله. اھ" اور فتاوی شامی جلد دوم صفحہ ۳۴۲ پر ہے: "ان فعل غيرهما فلهما ان يفسخا بعد البلوغ. اھ" اور ایسا ہی جوہرہ نیرہ جلد دوم صفحہ ۲۷ پر ہے۔

مگر فسخ نکاح کے لئے قضاء قاضی ضروری ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۴۳ میں ہے: "لهما خيار الفسخ بالبلوغ و العلم بالنكاح بعده بشرط القضاء للفسخ. اھ" اور مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۳۴۶ میں ہے: "شرط القضاء للفسخ. اھ" اور ایسا ہی فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۱ پر ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی ‌ ‌ ‌ کتبہ: عبدالقادر رضوی ناگوری

۱۱ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: سلامت علی رضوی، مکھن پور، الہ آباد، یوپی

غیر عالم سید کا نکاح سیدہ کے ساتھ کرنے کے بارے میں کیا حکم شرع ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں یوں ہی سیدہ کا نکاح قریش کے ہر خاندان میں ہوسکتا ہے چاہے وہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ اوران کے علاوہ مثلاً مغل، پٹھان یا انصاری ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو یا نہ ہو سیدہ بالغہ ان سے نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ اس کے ولی کے لئے عار نہ ہو یعنی جس کا پیشہ اور خاندان اچھا ہو اور ذلیل پیشہ اور قوم کا آدمی نہ ہو اور اگر ایسی برادری کا آدمی ہے جس کا پیشہ انتہائی ذلیل ہو کہ سید برادری کے لوگ ایسی پیشہ وری سے ننگ وعار کرتے ہیں تو اگر چہ وہ مفتی وشیخ الحدیث کیوں نہ ہو سید برادری کا کفو نہیں ہوسکتا۔ اور اگر سیدہ نابالغہ ہے اور قریش کے علاوہ قوم میں نکاح کرنے والا اس کا باپ یا دادا نہ ہو تو یہ نکاح محض باطل ہوگا اور اگر باپ یا دادا نابالغہ سیدہ لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہیں تو ان کا کیا ہوا نکاح بھی سیدہ کا غیر سید کے ساتھ صحیح نہ ہوگا۔

اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو وہ اپنی رضامندی سے اپنا نکاح غیر سید سے کرسکتی ہے اور اگر اس کا ولی باپ یا دادا ان کی اولاد ونسل سے کوئی مرد موجود ہے تو اگر اس کو غیر سید جان کر قبل از نکاح صراحۃً نکاح کی اجازت دیدیں جب ہی جائز ہوگا ورنہ سیدہ بالغہ کا کیا ہوا نکاح بھی غیر سید کے ساتھ محض باطل ہوگا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۵۲، ۴۵۴ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری
۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: قاری برکت اللہ، غوث پور، بستی

سید اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح پٹھان سے کرے تو ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ سید نے اگر اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح پٹھان سے کردیا اور اس کا سوء اختیار معلوم ہے یعنی اس سے پہلے اپنے کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کر چکا ہے تو اس کا کیا ہوا یہ دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگر اس سے پہلے اپنی کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے نہیں کیا ہے تو یہ نکاح لازم ہوجائے گا جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۰۴ میں ہے: "لزم النکاح و لو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار. و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شاہد رضا

مسئلہ:۔ از: رضی الدین احمد برکاتی، سرسیا، ایس نگر

بکر جو شریف آدمی ہے اس نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کا نکاح اس کی رضا سے زید کے ساتھ کیا جو بدچلن آدمی ہے تو اس

نکاح کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر نکاح کے وقت بکر کو زید کا بدچلن ہونا معلوم تھا تو وہ لازم ہوگیا۔ اور اگر نکاح کے وقت بدچلن ہونے کا علم نہیں بعد میں معلوم ہوا تو یہ نکاح باطل محض ہوا کہ وہ اپنی بدچلنی کے سبب فاسق ہے اور فاسق بنت صالح کا کفو نہیں اور غیر کفو جان کر جب تک ولی صریح اجازت نہ دے اس کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہوتا۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۸۹ میں ہے: "الكفائة تعتبر في العرب و العجم ديانة اى تقوى فليس فاسق كفوأ لصالحة او فاسقة بنت صالح معلنا كان اولا." اور اسی جلد کے صفحہ ۵۶ پر ہے: "يفتى في غير الكفو بعدم جوازه اصلاً فلا تحل مطلقة ثلاثا نكحت غير كفوء بلا رضا ولى بعد معرفته اياه فليحفظ." اور ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۲۰ پر بھی ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:- از: موسیٰ صاحب، رائے پور (ایم پی)

زید اسی برادری کا آدمی ہے جو پٹھان کا کفو نہیں مگر بہت بڑا مفتی و شیخ الحدیث ہے تو پٹھان کی لڑکی ولی کی رضا کے بغیر اس سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کر سکتی ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت نے فتح القدیر وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے: "شرف العلم فوق شرف النسب." بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا یہ کہنا صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فتح القدیر وغیرہ کے حوالہ سے جزئیہ نقل فرمایا ہے۔ "شرف العلم فوق شرف النسب" لیکن اس جزئیہ کو مطلق تصور کرتے ہوئے ہر چھوٹی ذات کے عالم کو بڑی ذات کا کفو قرار دینا صحیح نہیں۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جہاں مذکورہ جزئیہ کو نقل فرمایا ہے۔ وہیں اس کے ساتھ دو قیدیں بھی ذکر فرمایا ہے۔ قید اول عالم متقی اور پرہیزگار ہو۔ قید دوم اس برادری کا آدمی نہ ہو جس کا پیشہ انتہائی ذلیل ہو۔ اب مذکورہ جزئیہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چھوٹی ذات کا عالم متقی اور پرہیزگار ہو اور ذلیل پیشہ ور قوم سے تعلق نہ رکھتا ہو تو بڑی ذات کا کفو ہوگا۔ اور اگر چھوٹی ذات کا عالم متقی نہیں یا متقی تو ہے لیکن ذلیل پیشہ ور قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ تو وہ بڑی ذات کا کفو نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر زید دین دار اور متقی نہیں ہے یا دین دار تو ہے لیکن ایسی برادری کا آدمی ہے جس کا پیشہ انتہائی ذلیل ہے کہ پٹھان برادری کے لوگ ایسے پیشہ ور سے ننگ و عار کرتے ہیں۔ تو اگرچہ زید متقی و شیخ الحدیث ہے وہ پٹھان برادری کا کفو نہیں ہو سکتا اور غیر کفو میں بغیر اجازت ولی نکاح درست نہیں۔ درمختار میں ہے: "يفتى في غير الكفو بعدم جوازه اصلاً و هو المختار للفتوى لفساد الزمان. اه" (جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحہ ۱۹۱) لہٰذا اس صورت میں پٹھان کی لڑکی بغیر اجازت ولی زید سے نکاح نہیں کر سکتی۔ البتہ اگر زید متقی اور پرہیزگار ہے اور ایسی برادری کا آدمی نہیں جس کے پیشہ سے پٹھان خاندان کے لوگ عار کرتے ہوں تو شرف علم کی وجہ سے زید پٹھان برادری کا کفو ہو جائے گا اور اس صورت میں پٹھان کی بالغہ لڑکی

ولی کی اجازت کے بغیر زید سے نکاح کر سکتی ہے۔
اور اگر زید ایسے پیشہ ورقوم کا آدمی تو ہے لیکن وہ اتنی مدت سے اپنا پیشہ چھوڑ چکا ہے کہ لوگ اس کے پیشہ کو بھول گئے اور اس کے علم وفضل تقویٰ وطہارت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت بیٹھ گئی کہ اب پٹھان اور اس جیسی برادری کے لوگ اور ان کی لڑکیاں زید سے عار نہیں کرتیں تو اس صورت میں بھی وہ پٹھان کا کفو ہوگا اور پٹھان کی بالغہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر اس سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر چہ یہ صورت نادر ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللهم الا اذا تقادم العهد و تناساه الناس و ظهر له الوقع فی القلوب و العظم فی العیون بحیث لم یبق العار البنات الکبار و ذلك قیل جدا فی هذه الامصار." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:-
زید کا نکاح حالت نابالغی میں ہوا اب بالغ ہونے کے بعد کہتا ہے مجھے منظور نہیں تو کیا حکم ہے طلاق پڑی یا نہیں؟ اور مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟ اور اگر دینا پڑے گا تو کتنا؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر زید کا نکاح اس کے باپ دادا نے کیا اور وہ سوء اختیار کے ساتھ معروف نہیں ہیں تو نکاح لازم ہے اور زید کا قول مذکور کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ اسے اختیار فسخ حاصل ہے۔ ہاں اگر طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے قبل وطی وخلوت صحیحہ کی صورت میں نصف مہر ورنہ کل مہر لازم ہوگا اور اگر ان کا سوء اختیار معلوم ہے مثلاً کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو یا مہر مثل میں فاحش کمی کے ساتھ یا لڑکے کا نکاح مہر مثل سے زائد پر یا غیر کفو میں پہلے کر چکا ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے غیر کفو یا مہر مثل میں فاحش زیادتی کے ساتھ کر دیا ہے تو مطلقاً صحیح نہیں۔ اور اگر مہر مثل پر کفو میں کیا ہے تو نکاح صحیح ہے۔ لیکن بالغ ہونے کے بعد فوراً اسی مجلس میں جب کہ اسے معلوم تھا یا بعد علم نکاح فوراً اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے اگر چہ خلوت و وطی ہو چکی ہو لیکن فسخ کے لئے قضائے قاضی کی ضرورت ہوگی جب تک قاضی فسخ نہ کرے وطی جائز ہے۔ اور اگر کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا ایسا ہی بہار شریعت ہفتم صفحہ ۲۵-۲۶ میں ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۱۰ میں ہے: "ان زوجهما الاب و الجد فلا خیار لهما بعد بلوغهما و ان زوجهما غیر الاب و انجد فلکل و احدمنهما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح و ان شاء فسخ و هذا عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله و یشترفیه القضاء." ایسا ہی ہدایہ اولین صفحہ ۲۹۶-۲۹۷ میں بھی ہے۔ نکاح فسخ نہ ہونے کی صورت میں ابھی مہر کی ادا لازم نہیں ہے اور اگر نکاح قبل وطی فسخ ہوا تو کچھ مہر ذمہ میں لازم نہیں ہے۔ اور اگر بعد وطی نکاح فسخ ہوا تو کل مہر لازم ہے اگر متعین تھی ورنہ مہر مثل کا دینا لازم ہے۔ جیسا کہ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۱۱ میں ہے: "اذا وقعت الفرقة بخیار البلوغ ان لم یکن الزوج

دخل بها فلا مهر لها وقعت الفرقة باختيار الزوج او باختيار المرأة و ان كان دخل بها فلها المهر كاملا وقعت الفرقة باختيار الزوج او باختيار المرأة." و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شبیر احمد مصباحی

مسئلہ: - از: مولانا نعیم بن محمد سمیع صاحب، پرسا، کھلیاوں، ایس نگر

نانا نے اپنی نابالغہ نواسی کا نکاح کر دیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: - صورت مسئولہ میں کئی صورتیں ہیں۔ (۱) نانا اس کا ولی اقرب ہے اور نکاح مہر مثل اور کفو کے ساتھ ہوا ہے تو نکاح جائز ہے۔ لیکن بعد بلوغ اس لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا چاہے نافذ کرے یا اس نکاح کو فسخ کر دے بہار شریعت ہفتم صفحہ ۴۲ میں ہے: ''اگر نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا اور مہر مثل سے زیادہ کمی کے ساتھ غیر کفو میں ہوا تو مطلقاً صحیح نہیں ہے۔ اور اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تو صحیح ہے مگر بالغ ہونے کے بعد فسخ کا اختیار رہوگا۔ اگر نکاح معلوم ہو تو فوراً اور نہ وقت علم فوراً فسخ کرے ورنہ فسخ نہ ہوگا۔ ملخصاً'' ہدایہ اولین صفحہ ۲۹۷ میں ہے: "و ان زوجهما غير الاب و الجد لكل و احدمنهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح و ان شاء فسخ."

(۲) ولی اقرب کے ہوتے ہوئے نانا نے اپنی نواسی کا نکاح کفو سے مہر مثل پر کیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (اگر ولی اقرب ولایت کا اہل ہو) (۳) نانا ولی ابعد ہے اور اس کا ولی اقرب اہل ولایت سے نہیں ہے تو اب نانا کا کیا ہوا نکاح ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۱۰ میں ہے: "ان زوج الصغير او الصغيرة ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولاية توقف نكاح الابعد على اجازته و ان لم يكن من اهل الولاية بان كان صغيرا او كان كبيرا مجنونا جاز." (۴) نانا نے نکاح غیر کفو یا مہر مثل سے کم پر کیا اور باپ دادا نے اس نکاح کو جائز کر دیا صحیح ہو گیا جب کہ باپ دادا معروف بسوء اختیار نہ ہوں کیوں کہ صورت مذکورہ میں نکاح فضولی ہوا اور نکاح فضولی اس صورت میں باپ دادا کی اجازت پر موقوف ہوگا جب کہ وہ معروف بسوء اختیار نہ ہوں بالغ ہونے کے بعد لڑکی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے کما فی عامۃ الکتب۔

(۵) اگر باپ دادا سوء اختیار کے ساتھ معروف ہوں بایں طور کہ اس کے پہلے کسی نابالغہ کا نکاح غیر کفو یا مہر مثل سے کم پر کر چکے ہوں تو اب نکاح مذکوران کی اجازت سے بھی صحیح نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۳۶۹ میں درمختار سے ہے: "لزم النكاح بغبن فاحش بنقص مهرها و زيادة مهره او بغير كفو ان كان الولي المزوج بنفسه ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار و ان عرف لايصح النكاح اتفاقاً.

(۶) نانا ولی ابعد ہے اور اقرب غائب منقطع ہے اور خوف ہے کہ اقرب کا انتظار کیا جائے تو کفو ہاتھ سے جاتا رہے گا تو نانا کا کیا ہوا نکاح [illegible]

لازم ہوگا جیسا کہ فتاوی رضویہ پنجم صفحہ ۲۷۸ میں ہے۔ ''بحالت غیبت اقرب ولی ابعد کو بے اجازت اقرب اس لئے نکاح کا اختیار دیا جاتا ہے کہ کوئی خواستگار کفو حاضر ہے اور انتظار اقرب پر راضی نہیں ہے۔ اس صورت میں شریعت ابعد کو نکاح کی اجازت دیتی ہے ورنہ نابالغ کا نقصان ہوگا۔ ملخصاً''

(۷) ولی اقرب کی موجودگی میں کوئی کفو نکاح کا خواستگار ہے اور نہ کرنے میں کوئی مصلحت شرعیہ بھی نہیں ہے تو اس صورت میں نانا کو نکاح کی اجازت ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۰۶ میں ہے کہ: ''کفو کے ملتے ہوئے ولی اقرب نکاح میں تاخیر کرے جس سے نابالغہ کے نقصان کا اندیشہ ہو کہ نہ خود کرے اور نہ دوسرے کو کرنے دے تو اس وقت کوئی بھی ولی (نانا وغیرہ) نکاح کفو مذکور سے کردے (باپ وغیرہ کسی بھی ولی اقرب کو) اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا۔ ملخصاً'' و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: شبیر احمد مصباحی

باب المہر

مہر کا بیان

مسئلہ:- از: محمد رفیق صاحب چودھری، سرسیا، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے تین روپیہ سوا دس آنہ مہر مقرر کیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- تین روپیہ سوا دس آنہ مہر کی اقل مقدار دس درم چاندی کی قیمت کو نہیں پہنچتا لہٰذا صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر دس درہم چاندی یا اس کی قیمت دینا واجب ہوگا۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۵۷ میں ہے: "تجب العشرة ان سماها او دونها." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۰؍ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: حسام الدین احمد، واشی نیو ممبئی

کچھ لوگ عورت کے مرتے وقت اس سے مہر معاف کرائے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- مرض الموت میں مہر کی معافی دوسرے ورثہ کی اجازت کے بغیر معتبر نہیں۔ یعنی بیوی نے معاف بھی کر دیا تو ایسی حالت میں ورثہ کی اجازت کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۶۶ میں ہے: "و صح حطها الكله و بعضه عنه. اھ" اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: "ولابد من رضاها و ان لاتكون مريضة مرض الموت. ملخصاً" اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۲۹۳ میں ہے: "لابد فی صحة حطها من الرضا حتى لوكانت مكرهة لم يصح و من ان لاتكون مريضة مرض الموت. هكذا فی البحر الرائق" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۷؍ رجب المرجب ۱۷ھ

مسئلہ:- از: شاہ محمد، بیلوا مشر، سانتھا بازار، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی نابالغہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کیا جب کہ ہندہ کی عمر چھ سال تھی۔ کچھ دنوں بعد بکر لاپتہ ہوگیا۔ بہت تلاش کیا گیا مگر اس کی موت و زندگی کا پتہ نہیں چلا۔ تو زید نے

ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کر کے رخصت بھی کر دیا۔ پھر عمرو نے تقریباً دو سال بعد ہندہ کو طلاق دے دی مگر مہر اور عدت کا خرچ دینے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر عمرو کو نکاح کے وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ ہندہ بکر کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح فاسد ہوا۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۵۹ میں فساد نکاح کی صورتوں میں ایک یہ صورت بھی مذکور ہے:" و نکاح امرأة الغیر بلا علم بانها متزوجة" اس صورت میں ہندہ پر عدت گذارنا واجب ہے۔ البتہ عدت کا خرچ زید پر لازم نہیں مگر مہر مثل و مسمی میں جو کم ہو اس کا دینا زید پر لازم ہے۔ یعنی بوقت نکاح جو مہر مقرر ہوا اگر وہ مہر مثل سے کم یا برابر ہے جب تو وہ لازم ہے ورنہ مہر مثل۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۸۱ میں ہے:" و تجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت. اھ" اور شامی جلد دوم صفحہ ۶۹۹ میں ہے:"لا نفقة علی مسلم فی نکاح فاسد و کذا فی عدته. اھ" اور بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۶۵ میں ہے:"نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں۔ اگر نفقہ پر مصالحت ہوئی جب بھی نہیں۔ اھ" اور درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۸۰ میں ہے:"یجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لا بغیره کالخلوة و لم یزد مهر المثل علی المسمی و لو کان دون المسمی لزم مهر المثل. اھ ملخصاً" اور اگر نکاح کے وقت عمرو کو یہ معلوم تھا کہ ہندہ بکر کی منکوحہ ہے اور اس نے ابھی تک ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے۔ یہ جانتے ہوئے عمرو نے ہندہ سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح باطل محض ہوا۔ اس صورت میں عدت واجب نہیں اور جب عدت واجب نہیں تو اس کے خرچ کا سوال ہی نہیں۔ مگر مہر مثل دینا واجب ہوگا جتنا بھی ہو۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۸۰ میں ہے:"اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلاً. اھ" اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:"فی الباطل یجب (مهر المثل) بالغا ما بلغ مطلقاً. اھ" (جدالممتار جلد دوم صفحہ ۴۰۸) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ر جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد برکاتی، نیواری، فیض آباد

ہندہ کا نکاح ہوا شوہر کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوئی مگر قربت نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ مر گیا تو ہندہ کو پورا مہر اس کے ترکہ سے ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں ہندہ کو اس کے متوفی شوہر کے ترکہ سے پورا مہر ملے گا۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۳۵۸ میں ہے:"یتأکد عند وطأ او خلوة صحت او موت احدهما. اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی المولیٰ عنہ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: و ان مات احدهما فقد انتهی النکاح

فیتوارثان و یجب المھر کله و ان مات قبل الدخول. اھ تلخیصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۸۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۹؍ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: اکرام الدین نوری، اندولی، اماری بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی تقریباً بیس سال کی عمر میں ہوئی اس نے بوقت نکاح مہر پانچ اشرفی قبول کیا۔ اب لڑکی کے والدین مہر کا مطالبہ کرتے ہیں جب کہ زید کا بیان ہے کہ اس نے بیوی سے مہر معاف کرا لیا ہے اور بیوی نے چار آدمیوں کے سامنے مہر کے معاف کرنے کا اقرار بھی کیا اب اس صورت میں زید پر مہر دینا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مہر متعین کرنے کے بعد بخوشی بیوی کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّ لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ" یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مہر مقرر شدہ انہیں دو اور قرارداد کے بعد تمہارے آپس میں جو رضامندی ہو جائے اس میں کچھ گناہ نہیں۔" (پ ۵ سورۂ نساء، آیت ۲۴) لہٰذا اگر واقعی زید نے اپنی بیوی سے مقرر شدہ مہر بلا اکراہ شرعی معاف کرا لیا تو معاف ہو گیا۔ اب لڑکی کے والدین کا زید سے مہر کا مطالبہ کرنا سراسر زیادتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول مطبوعہ کوئٹہ صفحہ ۳۱۳ میں ہے: "ان حطت عن مھرھا صح الحط کذا فی الھدایة و لا بد فی صحة حطھا من الرضا. اھ" لہٰذا صورت مسئولہ میں جب بیوی نے مہر بخوشی معاف کر دیا تو زید پر مہر دینا لازم نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "زن اگر شوئے خود را از مہر ابرائے شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمۂ شوہر ساقط شد۔ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: قاری غلام لیس، لیس دواخانہ، جلال پور

زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا اس نے آدھا مہر ہوش و حواس کی درستگی میں معاف کر دیا تھا۔ اب زید ماتقی مہر کیسے ادا کرے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر زید کی بیوی نے اپنی خوشی سے ہوش و حواس کی درستگی میں آدھا مہر مرض الموت میں مبتلا ہونے سے

پہلے معاف کردیا تھا تو وہ معاف ہوگیا۔فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۱۳ میں ہے: "ان حطت عن مهرها صح الحط كذافي الهداية و لابد في صحة حطها من الرضا حتى لوكانت مكرهة لم يصح و من ان لاتكون مريضة مرض الموت و هكذا في البحر الرائق." اور زید کے ذمہ آدھا مہر جو باقی ہے وہ اس کی بیوی کے ورثہ کی ملکیت ہے۔شوہر اپنا حصہ لے کر باقی اس کے وراثین ماں باپ بیٹا بیٹی جتنے ہوں سب کو ان کے حصہ کے مطابق دیدے۔اور اگر مرض الموت میں معاف کیا تو معاف نہ ہوا اس صورت میں پورا مہر ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا۔و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۶ رمحرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد صادق شیخ، پٹرول پمپ ایریا، سندھوا، بڑوانی (ایم پی)

زید نے ہندہ سے شادی کی چند سال ازدواجی زندگی گذارنے کے بعد نا اتفاقی ہوگئی اس کے بعد زید نے ہندہ کو لانے اور خوشحال زندگی گذارنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ہندہ پھر بھی نہیں آئی۔زید آج بھی ہندہ کو ہر حال میں رکھنا چاہتا ہے۔ہندہ نے زید پر کورٹ میں مقدمہ دائر کردیا۔اور کورٹ نے ہندہ کے حق میں فیصلہ دیا کہ زید ہندہ کو مہر کی رقم دے اور رقم پر بیاج (سود) بھی ادا کرے۔از روئے شرع کیا زید مہر کی رقم پر بیاج ادا کرے یا نہ کرے اگر کورٹ اس پر کاروائی کرے کہ بیاج دینا ہی ہے تو علمائے کرام زید کا کہاں تک ساتھ دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- کورٹ کے ہندہ کے حق میں فیصلہ کرنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس نے نکاح فسخ کیا ہے۔تو یہ عندالشرع ہرگز معتبر نہیں۔ہندہ زید سے طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی اور مہر اگر مطلق بندھا تھا جیسا کہ ہندوستان میں عام طور پر یہی رائج ہے تو زید پر ابھی مہر کا ادا کرنا لازم نہیں۔اور ہندہ کو بھی اس کے مطالبہ کا ابھی کوئی حق نہیں کہ اس صورت میں مہر کی ادائیگی کا وقت شوہر کی موت یا طلاق ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں جو مہر نہ معجّل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں کہ اسے طلاق دے جب کہ یہ بلانا چاہتا ہے اور وہ بلا وجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں۔اھ ملخصا" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۱۳)

اور مہر کی رقم پر بیاج دینا حرام ہے ہرگز جائز نہیں اور اس کا لینا بھی حرام ہے کہ مذہب اسلام میں سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "و حرم الربوا." یعنی اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا۔(پ ۳ سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۵) اور حدیث شریف میں ہے: "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل الربوا. و موكله و كاتبه وشاهديه و

قال هم سواء. -یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں سود دینے والوں سودی کاغذات لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔(مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۵ر شعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ:- از: وصال احمد اعظمی، مدرسہ غوثیہ تیغیہ، رسول آباد، سلطانپور

دس درہم کی موجودہ حیثیت کیا ہے۔اگر ۲۵۱ روپے مہر رکھا جائے تو مہر صحیح ہوگا کہ نہیں زید کہتا ہے موجودہ زمانے میں مہر ۵۵۱ سے کم نہ رکھا جائے ورنہ درست نہ ہوگا۔بینوا توجروا.

الجواب:- دس درہم کی موجودہ حیثیت دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی کے برابر جو کہ موجودہ وزن کے حساب سے ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام ہے۔لہٰذا ۲۵۱ روپے مہر رکھنا یا یہ کہنا کہ ۵۵۱ سے کم نہ ہو صحیح نہیں بلکہ نکاح کے وقت اتنی چاندی بازار میں جتنی قیمت کی ہو کم سے کم اتنے روپے کے مہر کا اعتبار ہوگا۔مثلاً اگر ایک تولہ چاندی کی قیمت ۸۴ روپے ہیں تو اس حساب سے کم سے کم مہر ۲۲۰ روپے ۵۰ پیسے ہونگے اور اگر ۱۰۰ روپے کا بھاؤ ہوجائے تو ۲۶۲ روپے ۵۰ پیسے ہوں گے۔خلاصہ یہ کہ چاندی کی قیمت میں کمی زیادتی سے مہر کی کم سے کم مقدار میں روپے کے اعتبار سے کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''کم سے کم مہر دس درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی یا چاندی کے سوا اور کوئی شی اتنی ہی چاندی کی قیمت کی۔اھ تلخیصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۰۰) اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۵۷ میں ہے:" اقله عشرة دراهم لحديث البيهقي وغيره لا مهر اقل من عشرة دراهم فضة وزن سبعة مثاقيل مضروبة كانت اولا و لو دينارا عرضا قيمته عشرة وقت العقد." و الله تعالىٰ اعلم.

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر جمادی الاخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد یعقوب، بلبھریا، بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں:

حرام کاری کے گناہ کم ہونے کے لئے لوٹا چٹائی مسجد میں دیتے ہیں اس چٹائی پر نماز پڑھنا یا لوٹا سے وضو کرنا درست ہے یانہیں؟ اور درست ہے تو کتب فقہ کی عبارت "لان التعزيز بالمال منسوخ و العمل به حرام" کا کیا مطلب ہے۔بینوا توجروا.

الجواب:- بیشک تعزیز بالمال (مالی جرمانہ) منسوخ ہے اور اس کا لینا حرام و ناجائز ہے۔ اور عبارت مذکورہ "لان التعزیز بالمال منسوخ و العمل به حرام" یہی معنی و مفہوم ہے مگر حرام کاری و بدکاری سے توبہ و استغفار کر لینے کے بعد مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی جو تلقین کی جاتی ہے۔ وہ اس کا جرمانہ نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک نیک کام ہے اور نیک اعمال توبہ کے قبول ہونے کے لئے مددگار و معاون ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَاباً" (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) اس کو تعزیز بالمال سمجھنا سخت غلطی و جہالت ہے۔ لہذا مسجد میں دی ہوئی ایسی چٹائی پر نماز پڑھنا اور ایسے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

مسئلہ:- از: سلیم احمد جسپوری، ادھم نگر، اترانچل

بیوی کے انتقال کے بعد مہر کی رقم کس طرح ادا کی جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا اور عورت بغیر معاف کئے مرگئی تو اب یہ اس کا ترکہ ہے جو اس کے وارثین کا حق ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۸ پر ہے۔ اور بدائع الصنائع جلد دوم صفحہ ۵۸۹ میں ہے: "لا یسقط عن الزوج شئ من المهر بل یتأکد المهر و المهر فی تلك الحالة ملك الورثة. اه ملخصاً" (یعنی عورت کے مرنے سے) مہر شوہر کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ مؤکد ہو جائے گا اور اس صورت میں وہ وارثین کا حق ہوگا۔ لہذا عورت اگر اولاد چھوڑ کر فوت ہوئی ہے تو مہر کا چوتھائی حصہ شوہر کا ہے ورنہ آدھا اس کا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَ لَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور باقی مہر عورت کے دیگر ورثہ کا ہے شوہر انہیں ان کے حصے کے مطابق پہنچا دے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۱۱ رذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: حافظ حشم اللہ صاحب، غوث پور، بستی

مہر کی رقم مسجد کی تعمیر میں دی جا سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب:- اگر کوئی وجہ مانع شرعی نہ ہو تو مہر کی رقم تعمیر مسجد میں دی جا سکتی ہے کہ مہر عورت کی ملکیت ہے چاہے خود استعمال کرے چاہے کسی کو دے اپنے میکہ والوں کو یا اپنے سسرال والوں کو یا مسجد میں دے اور اگر شوہر مہر کی رقم عورت کی بجائے مسجد میں دے تو یہ ناجائز ہے۔ اور اگر عورت مرض الموت میں ہے اور اس کے وارثین ہیں تو حساب کریں گے کہ مہر اس کے مال کا ثلث ہے یا ثلث سے کم ہے اگر ثلث ہے یا ثلث سے کم ہے تو مسجد میں دینے کے لئے عورت کی اجازت کافی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ

عالمگیری جلد ششم صفحہ ۱۰۹ میں ہے: "من اعتق فی مرضه او باع او حابی او وهب فذلك كله جاز وهو معتبر من الثلث. اھ" اور اگر ثلث سے زیادہ ہو تو زیادتی کے لئے وارثین کی اجازت ضروری ہے اور اگر عورت مرگئی ہے تو مہر کے مستحق اس کے ورثہ ہیں ان کی اجازت سے مسجد میں دے سکتے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد رئیس القادری برکاتی

۲۴ ر ذیقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ: -از: قاری برکت اللہ فیضی، غوث پور، بستی

مہر کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کے احکام کیا ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: - مہر کی کل تین قسمیں ہیں (۱) مہر معجل کہ خلوت سے پہلے مہر دینا قرار پایا ہو۔ (۲) مہر مؤجل جس کے لئے کوئی میعاد مقرر ہو۔ (۳) مہر مطلق کہ جس میں نہ تو خلوت سے پہلے مہر دینا قرار پایا ہو اور نہ ہی اس کے لئے کوئی میعاد مقرر ہو ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۶۵ پر ہے۔

(۱) **مہر معجل کے احکام:** مہر معجل ہونے کی صورت میں عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب تک مہر وصول نہ کرلے شوہر کو وطی اور مقدمات وطی سے باز رکھے اور شوہر کو حلال نہیں کہ عورت کو مجبور کرے اگر چہ اس سے قبل عورت کی رضامندی سے وطی وخلوت ہو چکی ہو یعنی یہ حق مہر جب تک وصول نہ کرلے عورت کو ہمیشہ حاصل ہے۔ (۲) اگر شوہر عورت کو سفر میں لے جانا چاہتا ہو تو عورت انکار کرسکتی ہے۔ (۳) مہر معجل لینے کے لئے عورت اگر وطی سے انکار کرے تو اس کی وجہ سے نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ (۴) مہر معجل ادا نہ کرنے کی صورت میں عورت بلا اجازت شوہر گھر سے باہر بلکہ سفر میں بھی جاسکتی ہے۔ جب کہ ضرورت سے ہو۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۶۵، ۶۷ پر ہے۔

مہر مؤجل کے احکام: اگر مہر مؤجل یعنی میعادی ہے اور میعاد مجہول ہے تو مہر فوراً دینا واجب ہے۔ ہاں اگر مؤجل ہے اور میعاد یہ ٹھہری کہ موت یا طلاق پر وصول کرنے کا حق ہے تو جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت مہر وصول نہیں کرسکتی اور طلاق یا موت واقع ہوئی تو اب یہ بھی معجل ہو جائے گا یعنی فی الحال مطالبہ کرسکتی ہے اگر چہ طلاق رجعی ہو مگر رجعی میں رجوع کے بعد پھر مؤجل ہو جائے گا۔ (۲) مہر مؤجل یعنی میعادی تھا اور میعاد پوری ہوگئی تو عورت اپنے نفس کو روک سکتی ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۶۵، ۶۶ پر ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ میعاد پوری ہونے کے بعد عورت مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے مگر اپنے آپ کو اس کے لئے کبھی روک نہیں سکتی۔ خصوصاً جب کہ رخصت ہو چکی ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۲۲ پر ہے۔

مہر مطلق کے احکام: مہر مطلق کا مدار عرف اور عادت پر ہے۔ جس خطہ میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً کل یا نصف یا ربع یا کسی قدر پیشگی لیتے ہیں وہاں اتنا پیشگی دینا ہوگا۔ اور جہاں عرف یوں ہے کہ موت یا طلاق کے بغیر لینا دینا نہیں ہوتا۔

(جیسا کہ عام طور پر ہندوستان میں یہی ہے) وہاں جب تک زوجین میں سے کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہو مطالبہ کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۳۱۶ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد القادری، برکاتی منزل، سرسیا، ایس نگر

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ایک سال بعد وہ کہیں باہر چلا گیا اور دو سال تک اپنی بیوی کی خبر گیری نہیں کی تو ہندہ کے باپ نے اس کا نکاح بکر سے کر دیا پھر بکر نے ایک سال بعد اس کو طلاق دیدی تو اس صورت میں ہندہ بکر سے مہر اور عدت کا خرچ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مذکورہ میں ہندہ کا منکوحہ ہونا اگر بکر کو معلوم تھا تو نکاح باطل ہوا اس صورت میں عورت مہر پانے کی مستحق نہیں اور نہ اس پر عدت لازم کہ صحبت زنائے خالص ہوئی۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۰۳ میں ہے: "اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا. اھ" اور اگر بکر ہندہ کا منکوحہ ہونا نہیں جانتا تھا تو اس صورت میں ہندہ کا نکاح کرنا بکر سے نکاح فاسد ہے اس لئے کہ ہندہ زید کی منکوحہ ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا۔'' (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۱۸) اب اگر چہ بکر سے ہندہ کا نکاح نکاح فاسد ہوا لیکن اگر وطی ہوگئی ہے تو مہر مثل واجب ہے جب کہ مہر مثل مقرر سے زائد نہ ہو ورنہ مقرر کردہ مہر ملے گا اور اگر وطی نہ ہوئی ہو تو مہر لازم نہیں۔ یعنی خلوت صحیحہ کافی نہیں۔ جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''نکاح فاسد میں جب تک وطی نہ ہو مہر لازم نہیں یعنی خلوت صحیحہ کافی نہیں اور وطی ہوئی تو مہر مثل واجب ہے جو مہر مقرر سے زائد نہ ہو اور اگر اس سے زائد ہو تو جو مقرر ہوا ہے وہی دیں گے۔ (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۴۵)

لیکن ہندہ کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا اس لئے کہ نکاح فاسد میں نفقہ واجب ہی نہیں ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں۔'' (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۴۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

باب الجہاز

جہیز کا بیان

مسئلہ:- از: محمد بن عیش محمد، سرسیا، ایس نگر

جہیز کا مطالبہ جب کہ شوہر کرتا ہے تو اس کا مالک وہ کیوں نہیں ہوتا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جہیز سب عورت کا ہوتا ہے دوسرے کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ عورت اس کی مالک مستقل ہوتی ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۱۹ میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة و انه اذا طلقها تأخذه كله و اذا ماتت یورث عنها. اه" اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص ملک دختر ہے۔ شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں۔ نہ اس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ ہو سکے فی الدرالمختار "جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له الاسترداد منها و لا لورثته بعده ان سلمها ذلك فی صحته بل تختص به و به یفتی" علامہ شامی فرماتے ہیں: "کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة لاحق لاحد فيه اه." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۲۹) اور فرماتے ہیں: ''شک نہیں کہ اب عامہ بلاد عرب و عجم کا عرف غالب و ظاہر و فاش و مشتہر و مطلقاً یہی کہ جہیز جو دولہن کو دیا جاتا ہے دولہن کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اسے ہیں جو اس وقت بطور تملیک دولہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۴۵) لہذا جہیز کی مالک عورت ہی ہوتی ہے شوہر نہیں ہوتا اگر چہ وہ جہیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ جیسے کہ مسجد کا متولی چندہ کا مطالبہ کرتا ہے مگر اس کا مالک نہیں ہوتا۔ البتہ کپڑا روپیہ وغیرہ جو کہ دولہن کی طرف سے دولہا کے مکان پر بطور لگن آتا ہے دولہا بعد قبضہ اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اگر چہ کہنے میں رواج مختلف ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ۵۶۱ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: بمیر الدین جیبی مصباحی

۲۰ محرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: قطب اللہ صاحب، خادم مخدومیہ، اشورہ جوگیشوری، ممبئی

ایک معاملہ میں شوہر کو بیوی کے اوپر بہت غصہ آ گیا تو اسی حال میں اس نے بیوی سے تین بار کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں تو اس پر طلاق پڑی یا نہیں؟ شوہر اس عورت کو پھر رکھنا چاہتا ہے۔ اگر عورت اس کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو وہ مہر اور جہیز کا سامان

پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ عورت کی گود میں ایک بچہ ہے وہ کس کی پرورش میں رہے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر غصہ حد جنون کو پہنچ گیا تھا تو طلاق کا حکم نہ کریں گے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''غصہ ہی اکثر طلاق کا باعث ہوتا ہے اکثر غصہ ہی میں طلاق دی جاتی ہے تو مطلقا غصہ طلاق نہ ہونے کے لئے کیونکر عذر معقول ومقبول ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر جوش غضب اس حال پر ہو کہ اس وقت عقل پر زوال حواس میں اختلال ہو زمین وآسمان کا اسے ہوش نہ ہو تو یہ زوال واختلال ضرور مانع وقوع طلاق ہوں گے اس حال کا ایقاع معتبر نہیں۔ غیر عاقل کی طلاق کا اعتبار نہیں۔ حدیث میں فرمایا: "کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ." نیز فرمایا "رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یبلغ و عن المعتوہ حتی یعقل." عالمگیریہ میں ہے: "یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا. اھ" (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۱۰۸) اور اگر غصہ حد جنون کو نہیں پہنچا تھا تو عورت پر طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ بغیر حلالہ شوہر اول سے نکاح نہیں کرسکتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "قال الزوج طلاق می کنم طلاق می کنم و کرر ثلثا طلقت ثلثا. اھ" (ج۱ ص۳۸۴) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پ۲ع۱۳)

اور عورت مہر نیز جہیز کا سامان پانے کی مستحق ہے کیوں کہ جہیز خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۹۹ میں ہے: "ان الجہاز للمرأة اذا طلقها تأخذه کله. اھ" اور بچہ ماں کی پرورش میں رہے گا جب تک کہ اس کی عمر سات سال کی نہ ہو جائے۔ البتہ اگر ماں بچہ کے غیر محرم سے شادی کرلے تو حق پرورش نانی کو ہوگا وہ نہ ہو تو دادی کو۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۱ اور فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۷۹ میں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸۷ پر ہے: "الحضانة تثبت للام. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی
۲۰ رمحرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: شاہ ابوالانور، درگاہ پورہ، ضلع بیدر، کرناٹک

ہندہ کا انتقال ہوگیا جس کی کوئی اولاد نہیں اس کے شوہر نے اپنے سسرال والوں کو جہیز کا پورا سامان واپس کردیا اور مہر بھی دے دیا تو کیا ہندہ کے بھائی بہن اور والدین کے لئے جہیز کے سارے سامان اور پورا مہر لے لینا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جہیز کے سارے سامان کی مالک ہندہ ہے تو اس کے مرنے کے بعد جہیز کا سارا مال اور مہر اس کا ترکہ ہوگیا جس میں وراثت جاری ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: جہیز میں عام عرف یہ ہے کہ عورت اس کی مالک ہوتی ہے۔ اھ'' پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں ''مع مہر جو مال ملک ہندہ سمجھا جائے گا حسب شرائط فرائض''

(تقسیم ہوگا) (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۲۸۱) اور شامی جلد سوم میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة و انه اذا طلقها تأخذه كله و اذا ماتت يورث عنها. اھ" اور جب کہ ہندہ کی کوئی اولاد نہیں ہے تو بعد تقدیم ماتقدم مہر اور جہیز کے پورے مال کا آدھا (½) خود شوہر کو ملے گا اور ماں کو چھٹا (⅙) حصہ ملے گا۔ پھر جو کچھ بچے گا وہ ہندہ کا باپ پائے گا۔ اور اس کے بھائی بہن کو اس صورت میں کچھ حصہ نہ ملے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ." اور اسی کا فرمان ہے: "فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ." (پ ٤ سورۂ نساء، آیت ١٢) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۴۸ پر باپ کی حالتوں کے بیان میں ہے: "اذا اجتمع مع ذی فرض ليس بولد فيأخذ ذو الفرض فرضه والباقی للاب بالعصوبة. اھ ملخصاً" اور اسی میں صفحہ ۴۵۳ پر ہے: "المحجوب يحجب بالاتفاق كالاخوين و الاختين فصاعدا بای جهة كانا لا يرثان مع الاب و يحجبان الام من الثلث الى السدس. اھ" اور سراجی صفحہ ۱۷ میں ہے: "بنوا الاعيان و العلات كلهم يسقطون بالاب بالاتفاق اھ باختصار" لہٰذا ہندہ کے والدین سامان جہیز اور مہر سے اتنا ہی لے سکتے ہیں جتنا کہ شرعاً ان کا حق ہے۔ پورا مہر اور جہیز کا سارا سامان لے لینا ان کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ ان پر لازم ہے کہ جہیز اور مہر سے آدھا مال ہندہ کے شوہر کو واپس کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۳ر جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد طارق، بلیلیس روڈ ہوڑہ، کلکتہ (بنگال)

گھر کے سارے افراد ایک ساتھ رہتے تھے۔ یعنی کھانا پینا سب کا ایک ہی ساتھ رہتا تھا۔ کسی ضرورت کی بنیاد پر ساس نے اپنی بہو سے زیورات مانگا تا کہ اسے بندھک (گروی) رکھ کر اس سے ضرورت کو پوری کرے۔ اور بہو سے کہا تمہارا زیور چھڑا کر دے دیا جائے گا مگر زیورات چھڑائے نہیں گئے یہاں تک کہ وہ تمام زیورات بک گئے تو سسر نے اپنی بہو سے کہا کہ میں تمہیں زیور خرید کر دوں گا لیکن خریدا نہیں یہاں تک کہ سسر کا انتقال ہو گیا تو کیا مال متروکہ سے زیورات خرید کر دیا جائے جب کہ زیور لینے والی یعنی ساس زندہ ہے اور جائداد والی ہے۔ یعنی اتنی حیثیت والی ہے کہ زیورات خرید سکے۔ شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ وہ زیور خرید کر دیا جائے یا نہیں؟ اگر دیا جائے تو کس کے مال سے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مذکورہ زیورات بہو کو اگر سسرال کی طرف سے عاریتاً یعنی صرف استعمال کے لئے ملے تھے جیسا کہ ہندوستان کا عام رواج ہے۔ تو ساس پر ان زیورات کا لوٹانا واجب نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''زیور وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کو پہننے برتنے کو بناتے ہیں جس میں نصاً یا عرفاً کسی طرح مالک کر دینا

مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر ہے. بہو کا اس میں کچھ حق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۴۳) البتہ اگر سسرال والوں نے ان زیورات کا بہو کو مالک بنادیا تھا یا اس کے والدین نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا تو ان دونوں صورتوں میں ساس پر لازم ہے کہ وہ زیورات خرید کر بہو کو دے۔ حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علی الید ما اخذت حتی تودی. رواہ الترمذی." (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۵۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
۱۴ محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: اشتیاق احمد، مہدیوانا نکار، سنت، کبیر نگر

اشفاق احمد نے اپنی بیوی آمنہ خاتون کو تین طلاقیں دیدی پھر سامان وغیرہ کی واپسی کے لئے لڑکی اور لڑکا والوں کو ایک مقام پر بلایا گیا تاکہ فیصلہ کیا جاسکے۔ پنچایت میں دونوں طرف کے علماء حضرات بھی تھے۔ جس میں لڑکی والوں نے ان امور کا مطالبہ کیا (۱) جہیز میں دیئے گئے سامان کی قیمت (۲) بارات میں لڑکی والوں کی طرف سے جو کھلایا پلایا گیا اس کا معاوضہ جو تقریباً چون ہزار روپے ہوتے ہیں (۳) مطلقہ کی گود میں ایک چار ماہ کی بچی ہے اس کو دودھ پلانے کا دو سال کا خرچ فی سال گیارہ ہزار روپے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اس عورت کی عدت کا خرچ اور نان ونفقہ از روئے شرع کیا ہے؟ اور پنچایت میں جو علماء حضرات تھے ان کی ذمہ داری کیا بنتی ہے؟ اگر وہ لوگ قرآن وحدیث کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو ان کے لئے شرع کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اشفاق احمد بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا اسے بوقت نماز جمعہ مسجد میں مسلمانوں کے سامنے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا جائز نہیں ہے۔

اور شادی کے وقت جو سامان لڑکا والوں کو لڑکی والوں کی طرف سے دیا گیا تھا وہ سب جہیز ہے وہ لڑکی کی ملک ہے اسے واپس کیا جائے۔ ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۱۵۸ پر ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تاخذه كله. اه" لڑکی والوں کا سامان جہیز نہ لے کر نقد کا مطالبہ باطل ہے۔

اور شادی کے وقت باراتیوں کو جو کچھ کھلایا پلایا گیا لڑکی والے اس کا معاوضہ ہرگز نہیں لے سکتے کہ وہ تبرع تھا اس کا معاوضہ مانگنا شرعاً جائز نہیں نہ اس کا کوئی حقدار ہے۔ اور عورت جب مطلقہ ہے تو بچی کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۲ پر ہے۔ لیکن لڑکی والوں کا اس زمانہ میں ہر سال دودھ پلانے کی اجرت گیارہ ہزار روپے کے حساب سے طلب کرنا بہت بڑا ظلم ہے اور انہیں سخت تکلیف پہنچانا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ مَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً

کَبِیْــراً۔" یعنی جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اسے عذاب چکھائیں گے۔(پ۱۸ سورۂ فرقان، آیت ۱۹) اور حدیث شریف میں ہے:" من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله." یعنی جس نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔(کنز العمال جلد شانزدہم صفحہ ۱۰)

اور عورت سامان جہیز و مہر کے ساتھ صرف عدت کا خرچ 'کھانا' کپڑا اور رہنے کا مکان پانے کی مستحق ہے پھر اگر مرد وعورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کی طرح ہوگا اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں جیسا اور ایک مالدار ہے دوسرا محتاج تو متوسط درجے کا۔ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۳ میں ہے۔

اور پنچایت میں جو علماء تھے ان کی اور دوسرے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بقدر طاقت لڑکی والوں پر شرع کے مطابق ہی مطالبہ کرنے کا دباؤ ڈالیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔حدیث شریف میں ہے:"ان الناس اذا رأوا منكرا فلم يغير وه يوشك ان يعمهم الله بعقابه." یعنی جب لوگ غلط کام دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔(مشکوۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

اور اگر لڑکی والے قرآن وحدیث کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں بلکہ دنیاوی حکام سے فیصلہ چاہیں تو ان کے کفر کا اندیشہ ہے کہ اسلام کو پس پشت ڈالنا ہے۔خدائے تعالیٰ کا حکم ہے:"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ." یعنی اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔(پ۵ سورۂ نساء، آیت ۵۹)

لہذا اگر لڑکی والے اپنے ناجائز مطالبات سے باز نہ آئیں اور سختی کریں تو تمام مسلمان ایسے ظالموں کا سماجی بائیکاٹ کریں۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَ لَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ." (پ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اور جو لوگ جان بوجھ کر ظالموں کا ساتھ دیں ان کے لئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من يمشي مع ظالم ليقويه و هو يعلم انه ظالم فقد خرج عن الاسلام." یعنی جو شخص کسی ظالم کے ساتھ چلے تاکہ اس کو تقویت دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔یعنی اس کی خوبیوں سے (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۵ رجمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: غلام نبی عرف دلدار بستوی، رحمت گنج بستی

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی زید نے کچھ دنوں بعد اسے طلاق دیدی اب ہندہ کے گھر والے سامان جہیز کے علاوہ شادی

کے موقع پر جو روپے دیئے تھے وہ بھی طلب کرتے ہیں اور منگنی کے وقت جو خرچ تھے نیز زید کے عزیز و اقارب کو جو کپڑے دیئے تھے ان سب کے عوض بھی روپے مانگتے ہیں تو ان سب کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سامان جہیز کا مالک عورت ہوتی ہے۔ ردالمحتار مع شامی میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تاخذه کله." (جلد چہارم صفحہ ۳۱۱)

رہا شادی کے موقع پر جو روپے اور اقارب کے لئے جوڑے وغیرہ دیگر اشیاء دیئے ہیں اس کی تین صورتیں ہیں۔ تملیکاً، عاریتاً، ہبۃً، اگر تملیکاً ہے تو واپس کرنا لازم نہیں اور ہمارے یہاں عرف یہی ہے کہ بوقت رخصتی سامان جہیز کی لسٹ بنتی ہے جس کی ایک ایک کاپی طرفین کو ان کے دستخط کے ساتھ دے دیجاتی ہے۔ مگر اس لسٹ میں بہت سی چیزوں کا ذکر نہیں ہوتا مثلاً کھانے کا خرچ سلام کے وقت کی رقم قبل نکاح اقارب کے جوڑے وغیرہ عموماً یہ ضیافۃً و تملیکاً ہوتا ہے۔ اور اگر سامان جہیز کے علاوہ اشیاء و روپے جوڑے عاریتاً دیئے ہیں تو بحلف ان کی بات مان لی جائے گی اور جو سامان بروقت موجود ہے اسے واپس لے سکتے ہیں اور جو سامان تلف ہوا، نقصان ہوا اور شوہر کے فعل سے نہ ہوا بلکہ چوری گیا، جل گیا، ٹوٹ گیا اور شوہر کی طرف سے کوئی بے احتیاطی بھی نہ تھی تو اس کا تاوان نہیں لے سکتے فتاوی عالمگیری میں ہے: "و العارية امانة ان هلكت من غير تعد لم يضمنها و لو شرط الضمان فى العارية." (جلد چہارم صفحہ ۳۶۳)

اسی طرح جو کچھ پہننے، برتنے استعمال کرنے میں نقصان ہوا اس کا بھی تاوان نہیں۔ جب کہ اس نے عادت عرف کے مطابق اسے برتا استعمال کیا ہے۔ اور اگر خراب کیا یا بے احتیاطی سے ضائع ہوا یا عادت و عرف سے زیادہ استعمال کیا تو ہندہ کے گھر والے بربناء تعدی تاوان لے سکتے ہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "اذا تنقص عين المستعار فى حالة الاستعمال لايجب الضمان بسبب النقصان اذا استعمله استعمالا معهودا." (جلد چہارم صفحہ ۳۶۸)

اور اگر دینا بطور ہبہ ثابت ہے تو اس صورت میں بھی کچھ نقصان ہو گیا شوہر کے اپنے فعل سے بلاقصد یا کسی کو دے دیا یا بیچ ڈالا تو اس کی واپسی ممکن نہیں۔ (یعنی اس کو نہیں لے سکتے) فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "اما العوارض المانعة من الرجوع فانواع (منها) هلك الموهوب لانه لا سبيل الى الرجوع فى قيمته لعدم انعقاد العقد عليه. (و منها) خروج الموهوب عن ملك الموهوب له باى سبب كان من البيع و الهبة و نحوهما." (ج ۴ ص ۳۸۶) اور اشیاء موہوب میں سے جو بدستور اس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع و موانع رجوع سے نہیں تو برضائے شوہر یا قضاء قاضی سے واپس لے سکتے ہیں۔ مگر گنہگار ہوں گے اس لئے کہ ہبہ میں رجوع سخت ممنوع و مکروہ ہے۔ "الرجوع فى الهبة مكروه فى الاحوال كلها و يصح كذا فى التتارخانية." (فتاویٰ ہندیہ جلد چہارم صفحہ ۳۸۵) اور بطور خود رجوع نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد نعیم برکاتی

باب نکاح الکافر والمرتد

کافرومرتد کے نکاح کابیان

مسئلہ:۔از: حافظ غفران احمد صاحب، سبزی فروشان، اندور

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت ومفتیان شریعت مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح دیوبندی مذہب کے لڑکے کے ساتھ کردیا۔اکثر مسلمانوں کی شہادت پر لڑکے کے والدین اور رشتہ دار جماعت اسلامی ہند سے تعلق رکھتے ہیں۔

زید کا کہنا ہے کہ لڑکی کا نکاح میری مجبوری تھی اگر نکاح نہ کرتے تو لڑکی کسی حادثہ کا شکار ہوسکتی تھی اس بنا پر مجبوری معنی رکھتی ہیں۔

زید کا کہنا ہے کہ لڑکا قرآن شریف میں قسمیں کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ جس پیر سے چاہو مجھے مرید کروالو۔نیز زید کا کہنا ہے کہ قرآن شریف کی قسم پر ہم نے نکاح کیا جب کہ زید دیوبندی مکر سے واقف تھا زید کے رشتہ داروں میں ایک عالم صاحب بھی ہیں عالم صاحب نے جب یہ رشتہ کے متعلق سنا تو زید کو رشتہ کرنے سے روکا لیکن زید نے عالم صاحب کی بات کو نظر انداز کردیا جب کہ عالم صاحب کا کہنا ہے کہ لڑکا شادی کی وجہ سے قسم کھارہا ہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ نکاح کا وقت قریب آیا تو عالم صاحب نے دیگر رشتہ داروں کو لڑکے کے عقائد سے آگاہ کیا لیکن چند لوگوں کے علاوہ رشتہ داروں نے زید کی دعوت میں شرکت کی اور عالم صاحب کی نصیحت کا مذاق اڑایا اور کہا کہ سنی وہابی کی لڑائی علماء کرواتے ہیں بالآخر عالم صاحب نکاح میں شریک نہیں ہوئے اور زید سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کرلیا عالم صاحب کی اس گفتگو پر زید کہتا ہے کہ عالم صاحب کس کس سے بچیں گے سارے لوگ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔لہٰذا حضور والا سے عرض ہے کہ زید پر حکم شرع کیا ہے؟اور جن لوگوں نے زید کی دعوت میں شرکت کی ان پر کیا حکم ہے اور زید کی لڑکی سے رشتہ رکھنا اور اپنی تقریب میں لڑکی کو بلانا کیسا ہے؟اور عالم صاحب حق پر ہیں یا نہیں ان کی گفتگو درست ہے یا نہیں اور ایسا نکاح از روئے شرع ہوا یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔عین کرم ہوگا۔

الجواب:۔ دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنا پر بمطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر ومرتد ہیں۔اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ قطعاً یقیناً کفار ومرتدین ہیں۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۲ میں ہے: "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة و لا مسلمة و لا کافرة اصلیة و کذلك

نکاح المرتدۃ مع احد. یعنی مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت یا مسلمہ عورت یا کافرہ اصلیہ سے جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ لہذا لڑکا مذکور اگر واقعی نام نہاد جماعت اسلامی ہند سے تعلق رکھتا ہے جو دیوبندی مذہب کی ایک شاخ ہے تو زید کی لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ جائز نہ ہوا۔ اور زید کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اگر نکاح نہ کرتے تو لڑکی کسی حادثہ کا شکار ہو جاتی۔ اس لئے کہ یہی بہانہ بنا کر ہر ایک مرتدوں سے رشتہ کرے گا تو اسلام کا قانون ہی مٹ جائے گا۔ اور اگر واقعی نکاح دیوبندی کے ساتھ نہ کرنے پر لڑکی کسی حادثہ کا شکار ہو جاتی تو اس کا کھلا ہوا مطلب تو یہ ہوا کہ زید نے اپنی لڑکی کو پردہ میں نہیں رکھا اسے آزاد چھوڑا یہاں تک دیوبندی لڑکا سے اس کا ایسا تعلق ہو گیا کہ اگر اس کے ساتھ زید شادی نہ کرتا تو وہ کسی حادثہ کا شکار ہو جاتی۔ نعوذ باللہ من ذلک شریعت میں ایسے شخص کو دیوث کہا جاتا ہے۔ درمختار میں ہے: " الدیوث من لا یغار علی اھلہ."

اور زید کا یہ کہنا کہ لڑکا قرآن شریف کی قسمیں کھاتا ہے اور کہتا ہے جس پیر سے چاہو مجھے مرید کروالو بالکل غیر معتبر ہے۔ اس لئے کہ دیوبندی وہ مکار قوم ہے جو سنی کے یہاں رشتہ کرنے کے لئے طرح طرح کے فریب سے کام لیتی ہے۔ اور اگر وہ واقعی دیوبندیت سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو قبل از نکاح اسے توبہ کرایا جاتا پھر جب خوب اطمینان ہو جاتا کہ واقعی لڑکا دیوبندیت سے توبہ کر کے سنی مسلمان ہو گیا ہے تب اس کیساتھ زید اپنی لڑکی کا نکاح کرتا۔ فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۲۱۳ میں ہے کہ فتاوی قاضی خاں پھر فتاوی عالمگیری میں ہے "الفاسق اذا تاب لا تقبل شھادتہ ما لم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبہ." یعنی فاسق توبہ کرلے تب بھی اس کی گواہی نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اتنا وقت نہ گذر جائے کہ اس پر توبہ کا اثر ظاہر ہو۔

اور وہ عالم صاحب کہ جنہوں نے زید کو دیوبندی کے ہاں رشتہ کرنے سے روکا وہ صحیح معنی میں عالم دین ہیں اور زید جس نے ان کی بات کو نظر انداز کر دیا وہ نام کا سنی مسلمان ہے کہ اپنے باپ کے دشمن سے رشتہ کرنا کبھی گوارہ نہ کرے گا لیکن ساری کائنات کے آقا جناب احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کے ساتھ رشتہ کرنا گوارہ کر لیا۔ اور عالم دین کے سمجھانے پر جن لوگوں نے زید کی دعوت میں شرکت نہیں کی وہی حقیقت میں سنی مسلمان ہیں اور لائق تعریف ہیں۔ اور جن لوگوں نے زید کی دعوت میں شرکت کی اور عالم دین کا مذاق اڑایا ان پر توبہ کرنا اور عالم مذکور سے معذرت کرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ عالم دین کا مذاق اڑانا اس کی توہین ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "من اھان العلم فقد اھان العلم و من اھان العلم فقد اھان النبی." یعنی جس نے عالم دین کی توہین کی تحقیق اس نے علم دین کی توہین کی۔ اور جس نے علم دین کی توہین کی تحقیق اس نے نبی کی توہین کی۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۸۱)

اور زید کا یہ کہنا کہ عالم صاحب کس سے کس سے بچیں گے سارے لوگ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اس کے نزدیک مرتد کے ساتھ لڑکی کا عقد کرنا اور سارے لوگوں کا ایک دوسرے سے ملنا جلنا برابر ہے۔ حالانکہ دیوبندیوں سے ملنا جلنا ضرور ناجائز ہے۔ مگر ان کے ساتھ لڑکی کی شادی کرنا زنا کا دروازہ کھولنا ہے کما مر۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ دیوبندی کے یہاں شادی کرنے کے سبب زید کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ لیکن اگر سارے مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے سے اس کے دیوبندی ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عوام بائیکاٹ نہ کریں مگر مخصوص لوگ چاہے وہ عالم ہوں یا نہ ہوں اس کا ضرور بائیکاٹ کریں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ". (پ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳)

زید کی لڑکی کا نکاح جب کہ لڑکا مرتد ہے تو نہیں ہوا لیکن اس کے ساتھ رہنے پر راضی رہے تو اسے شادی بیاہ وغیرہ کی تقریب میں بلانا ہرگز جائز نہیں۔ اور عالم دین حق پر ہیں ان کی اتباع مسلمانوں پر لازم ہے۔ جن لوگوں نے کہا کہ سنی وہابی کی لڑائی علماء کرواتے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب کہ وہ یہ بھی کہیں گے کہ ہندو مسلم کی لڑائی اللہ و رسول ہی کرواتے ہیں۔ معاذ اللہ رب العلمین۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبد الغفار، رمیا، شکرولی بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ ہماری آبادی میں ایک ایسا شخص ہے جو کہتا ہے کہ ہم وہابی کے ہاں شادی کریں گے تو اس کے متعلق ایک سنی عالم دین نے فرمایا کہ اس کا بائیکاٹ کیا جائے تو سب مسلمانوں نے اس کا بائیکاٹ کیا مگر ایک مولوی جو ہمارے یہاں بچوں کو پڑھاتے ہیں انہوں نے شخص مذکور کی دعوت قبول کی اور کھانا کھایا۔ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا آپ لوگوں سے کیا مطلب؟ تو اس معاملہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر واقعی شخص مذکور نے یہ کہا کہ ہم وہابی کے یہاں شادی کریں گے تو وہ بدمذہب ہے سنی عالم دین کا اس کے بائیکاٹ کرنے کے متعلق حکم دینا صحیح ہے۔ لہذا جس مولوی نے شخص مذکور کا بائیکاٹ نہیں کیا اور دعوت قبول کر کے اس کے یہاں کھانا کھایا پھر پوچھنے پر یہ کہا کہ آپ لوگوں سے کیا مطلب؟ تو سب مسلمان اس مولوی کا بھی بائیکاٹ کریں، اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں اور دوسری آبادی کا رہنے والا ہو تو اسے رخصت کر دیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لاتواکلوھم و لاتشاربوھم." یعنی بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھانا کھاؤ اور نہ پانی پیو۔ (بحوالۂ فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۰۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد مختار احمد، جرول روڈ، بہرائچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور وہ اپنی شادی دیوبندی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے اور وہ لڑکی سنیہ بننے کے لئے تیار ہے کیا اس کے وہاں شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ نیز لڑکا اور لڑکی شادی کے لئے رضامند ہیں شادی نہ ہونے کی صورت میں دونوں خودکشی کرلیں گے اور شادی اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ باراتی اس کے وہاں کھانا کھائیں اگر زید خود کھانے کا انتظام لڑکی کے گھر کردے تو لڑکی والے اس میں اپنی بے عزتی تصور کرتے ہیں اور شادی نہ ہونے کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اور شادی نہ ہونے کے بعد انجام کیا ہوگا یعنی دونوں خودکشی کریں گے۔ ایسی صورت میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کیا شادی ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ نیز سنی قاضی نکاح پڑھا سکتا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کے سبب برطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں اور مرتد سے نکاح ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۲ میں ہے: "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ و لا مسلمۃ و لا کافرۃ اصلیۃ و کذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط." یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں۔ ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب مبسوط میں ہے۔

لہٰذا سنی صحیح العقیدہ لڑکا کی شادی دیوبندی لڑکی سے ہرگز نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ سنی ہونے کے لئے تیار ہے اس لئے کہ اس طرح کے موقع پر دیوبندی اپنا مطلب نکالنے کے لئے بظاہر سنی بن جاتے ہیں مگر حقیقت میں وہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہیں اور کچھ دنوں بعد اپنے رشتہ دار کو دیوبندی بنا لیتے ہیں۔ ہاں اگر لڑکی کے سنی ہونے کے ساتھ اس کے گھر والے بھی سنی صحیح العقیدہ ہو جائیں تو دو تین سال تک دیکھا جائے کہ وہ سنیت پر قائم ہیں یا نہیں۔ جب خوب اطمینان ہوجائے کہ وہ سنیت پر قائم ہیں تب ان سے رشتہ ہوسکتا ہے اس سے پہلے ہرگز اجازت نہیں جیسے کہ شراب پینے والا اگر توبہ کرلے تو فوراً اسے امام نہیں بنا دیا جائے گا۔ بلکہ اطمینان کے لئے کچھ روز اسے دیکھا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری سے فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۳ میں ہے: "الفاسق اذا تاب لاتقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ." یعنی فاسق توبہ کرلے تب بھی اس کی گواہی نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اتنا وقت نہ گذر جائے کہ اس پر توبہ کا اثر ظاہر ہو۔

اور خودکشی کی دھمکی پر بھی کسی بدمذہب اور مرتد کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت شریعت ہرگز نہیں دے سکتی ورنہ ہر وہ شخص جوان کے یہاں شادی کرنا چاہے گا خودکشی کی دھمکی دے کر کرلے گا۔ تو امان اٹھ جائے گا۔ اور وہ اگر واقعی خودکشی کرے گا تو اسلام وسنیت کا کچھ نہیں بگڑے گا اپنی عاقبت برباد کرے گا جہنمی ہوجائے گا۔ غرضیکہ کسی حال میں دیوبندی کے یہاں شادی کرنے کے لئے شریعت کی اجازت نہیں خواہ زید خود لڑکی کے گھر کھانے کا انتظام کرے۔ اگر زید دیوبندی کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے

سے باز نہ آئے تو سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ اور اس کے کسی کام میں ہرگز شرکت نہ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷ ع ۱۴)
و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍ ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: جمن، بھمن گاؤں، علی پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی نابالغہ بیٹی ہندہ کا نکاح بکر کے بیٹے خالد کے ساتھ اس حالت میں کر دیا تھا جب کہ بکر کے گھر کی بدمذہبی ظاہر نہیں تھی۔ کچھ دن بعد لڑکی کے نابالغی کے وقت ہی میں بکر اور اس کے گھر کی وہابیت ظاہر ہوگئی۔ اس خبر کو سنتے ہی لڑکی جو سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ مجھے کاٹ کر کوئیں میں ڈال دو یہ برداشت ہے لیکن اس وہابی کے گھر مجھے نہ بھیجو میں وہاں رہنے کے لئے راضی نہیں ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہندہ کے والدین نے بکر کا عقیدہ اگر معلوم کئے بغیر اپنی بیٹی کا نکاح اس کے لڑکے خالد کے ساتھ کر دیا۔ تو انہیں علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور باپ مردوں کے مجمع عام میں اور ماں عورتوں کے مجمع میں دونوں کم سے کم ایک ایک گھنٹہ قرآن مجید اپنے سر پر رکھ کر کھڑے رہیں اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم کبھی ہرگز کسی لڑکا یا لڑکی کی شادی مذہب کی تحقیق کے بغیر نہیں کریں گے۔

پھر خالد اگر واقعی وہابی ہے تو اس کا نکاح ہندہ سے ہوا ہی نہیں کیوں کہ وہابی متعدد وجوہ سے کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''وہابیہ و نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔ اھ تلخیصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰) اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲ میں ہے: "لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدة و لامسلمة و لا کافرة اصلیة." یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں۔ اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''وہابی بددین ہیں جن پر طرح طرح کے الزامات کفر قائم ہیں ان سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا باطل محض ہے۔'' (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۵۷) لہذا جب خالد کا نکاح ہندہ سے ہوا ہی نہیں تو ہندہ اس سے طلاق حاصل کئے بغیر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲؍ صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد حسن، پرساد پور، نگر بازار بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی وہابی کے یہاں ہونا ۷ رجون ۲۰۰۱ء کو طے پایا تو بکر کہتا ہے کہ اگر زید نے وہابی کے یہاں شادی کی تو ہم سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں گے جب کہ وہ خود اپنی بہن کی شادی تقریباً بیس سال پہلے وہابی کے ہاں کر چکا ہے اور اس کے یہاں آمد ورفت رکھتا ہے شادی غمی میں شریک ہوتا اور بکر کے وہابی رشتہ دار بھی اس کے ہاں آتے رہتے ہیں بلکہ ۷ رجون کو اس کے گھر بھی شادی ہے۔ یقین ہے کہ اس میں بھی وہ اپنے وہابی رشتہ داروں کو بلائے گا تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنیاد پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش و برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان کرام نے مذکورہ بالا مولویوں کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ: "من شك فى كفره و عذابه فقد كفر." یعنی جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ اور سارے وہابی دیوبندی ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی کافر ومرتد ہیں اور مرتد کے ساتھ کسی کا نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲ پر ہے: "لا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة و لا مسلمة و لا كافرة اصلية و كذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا فى المبسوط." یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی کے ساتھ جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

لہٰذا اگر زید وہابی لڑکی کے ساتھ نکاح کرے تو جائز نہیں ہوگا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو وہابی کے یہاں رشتہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کریں اگر نہ مانے تو اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ". (پ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸)

اور بکر جس نے وہابی کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کی وہ توبہ کرے اور اسے وہابی کے ہاں جانے سے روک کر کسی سنی صحیح العقیدہ سے اس کا نکاح کردے۔ اگر بہن وہابی کے یہاں جانے سے باز نہ آئے تو بکر اس کے یہاں آمد ورفت بند کردے اور وہابی رشتہ داروں کو اپنے یہاں آنے سے روک دے اور شادی میں ان کو اپنے گھر ہرگز نہ بلائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بھی سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و لا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار." (پ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اور حدیث شریف میں ہے: "ان مرضوا فلا تعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم و لا تجالسوهم و لا تشاربوهم و لا تواكلوهم و لا تناكحوهم و لا تصلوا عليهم و لا تصلوا معهم." یعنی اگر بدمذہب بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک نہ ہو ان سے

ملاقات ہوتو انہیں سلام نہ کرو۔ان کے پاس نہ بیٹھو،ان کے ساتھ پانی نہ پیوان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھواور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۴/صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبدالقادر، موضع مرونیا، ڈاکخانہ مہراج گنج، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ موضع لنگھسرا کا رہنے والا ایک مسلمان جس نے مہراج گنج بازار میں بھی اپنا مکان بنالیا ہے وہ اپنے لڑکے کی شادی دیوبندی کے یہاں کرنے جارہا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جیسا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو ثابت کیا۔ پھر بعض علم غیب کے بارے میں یوں لکھا کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید بکر اور عمرو بلکہ ہر صبی ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (معاذ اللہ رب العلمین)

اس گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں آپ کے بعد دوسرا نبی ہوسکتا ہے جیسا کہ مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ: ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب کے آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔'' اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب سمجھنا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں یہ ناسمجھ اور گنواروں کا خیال ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر لکھا ہے کہ: ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ (معاذ اللہ رب العلمین)

دیوبندیوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ شیطان اور ملک الموت کے علم سے حضور صلی اللہ کا علم کم ہے۔ جو شخص شیطان اور ملک الموت کے لئے وسیع علم مانے وہ مؤمن مسلمان ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک اور بے ایمان ہے جیسا کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پر لکھا کہ شیطان اور ملک

الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (معاذ اللہ رب العلمین) دیو بندیوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسو اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے۔ ایسا ہی تقویۃ الایمان صفحہ ۷۹ میں ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی دیو بندیوں کے بہت سے کفری عقیدے ہیں جن کے سبب مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام اور مفتیان عظام نے دیو بندیوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۲ میں ہے: "لا یجوز للمرتدة ان یتزوج مرتدة و لا مسلمة و لا کافرة اصلیة و کذلك لایجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط." یعنی مرتد مسلمہ اور کافرہ اصلیہ سے مرتد کا نکاح کرنا جائز نہیں اور ایسے ہی مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بد مذہب سے دور رہو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے: "ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم و لا تجالسوهم و لا تشاربوهم و لاتواکلوهم و لاتناکحوهم و لاتصلوعلیهم و لا تصلوامعهم." یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی، اور ابن حبان کی روایت کا مجموعہ ہے۔

لہذا وہ مسلمان جو دیو بندی کے یہاں شادی کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ ایسے رشتہ سے وہ انکار کردے دیو بندی مرتد کے یہاں اپنے لڑکا کی شادی ہرگز نہ کرے اگر وہ نہ مانے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اس کی بارات میں ہرگز نہ جائیں اور نہ اس کی شادی کے کسی کام میں شریک ہوں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے اور اللہ و رسول سے دور ہو جائیں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ." (پ ۷ ع ۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: رضی الدین احمد القادری

۱۰/ ذی الحجہ ۱۸ھ

مسئلہ: - از: قاری غلام یٰسں خاں، لیس دواخانہ، جلال پور، فیض آباد

یہودی یا نصرانی عورت کو مسلمان بنائے بغیر اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- یہودیہ یا نصرانیہ سے بعض صورتوں میں مسلمان بنائے بغیر نکاح ہو جائے گا۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ان سے نکاح نہ کریں۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے مگر چاہئے نہیں کہ اس سے بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے۔'' (عالمگیری وغیرہ)

مگر یہ جواز اس وقت تک ہے جب کہ اپنے اسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں۔ اور اگر صرف نام کے یہودی یا نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں جیسے آج کل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۲۶) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "صح نكاح كتابية و ان كره تنزيها مؤمنة بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل و ان اعتقدوا المسيح الهاً. اھ" (درمختار جلد دوم صفحہ ۳۱۴) اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۱۴ میں ہے: "يجوز تزوج الكتابيات و الاولى ان لايفعل. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۲۸؍ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: فخر الدین حشمتی خادم معین الدین مسجد، ندی ناکہ بھیونڈی، تھانہ

زید خود کو سنی صحیح العقیدہ کہتا ہے اور سنی ماحول میں رہتا بھی ہے۔ اس نے اپنی لڑکی ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ کی جب کہ بکر دیوبندی ہے تو اس صورت میں ہندہ کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اور اس کے بچے صحیح النسب ہیں یا نہیں؟ نیز زید کے بارے میں حکم شرع کیا ہے اس سے تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں کھاتے پیتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب بکر دیوبندی ہے تو ہندہ کا نکاح اس کے ساتھ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ اس لئے کہ بمطابق فتویٰ حسام الحرمین دیوبندی کافر و مرتد ہیں اور مرتد کے ساتھ بالاتفاق نکاح باطل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۵۵۲ پر باب احکام المرتدین میں ہے: "منها ماهو باطل بالاتفاق نحو النكاح فلا يجوز له ان يتزوج امرأة مسلمة. اھ" اور ہندہ کے بچے ہرگز صحیح النسب نہیں بلکہ ولد الزنا ہیں۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۵۵۵ پر ہے: "نكح كافر مسلمة فولدت منه لايثبت النسب منه و لاتجب العدة لانه نكاح باطل. اھ"

لہٰذا زید جس نے اپنی لڑکی کا نکاح دیوبندی کے ساتھ کر کے زنا کا دروازہ کھولا ہے۔ وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی لڑکی کو دیوبندی کے گھر سے لے آئے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے تعلقات رکھنا سخت گناہ ہے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اگر مسلمان اس صورت میں اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا کریں گے تو وہ بھی

سخت گنہگار ہوں گے۔ اوران کے اوپر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ." (پ ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۹) لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ زید کے بائیکاٹ سے اس کے دیوبندی ہوجانے کا اندیشہ ہو تو عوام بادل ناخواستہ اس سے تعلق رکھیں مگر خواص اور علماء اس کا ضرور بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد نیاز برکاتی مصباحی، نوری جہانگیر گنج، فیض آباد

خالد نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح سنی سے کیا اور دوسری کا بیاہ دھوکہ سے دیوبندی کے ساتھ کیا دونوں بہنیں آپس میں ملاقات کرنا چاہتی ہیں تو سنی لڑکا روکتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ **بینوا توجروا.**

الجواب:- جس لڑکی کا بیاہ دھوکہ سے دیوبندی کے ساتھ ہوگیا شوہر کی دیوبندیت ظاہر ہونے پر لازم تھا کہ وہ لڑکی اس سے الگ ہوجاتی کہ نکاح دیوبندی کے ساتھ ہوا ہی نہیں مگر لڑکی مذکورہ نکاح نہ ہونے کے باوجود اس کے ساتھ رہی ہے۔ تو وہ سخت گنہگار اور حرام کار ہے۔ دوسری لڑکی کے شوہر پر یہی لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس سے ہرگز نہ ملنے دے اگر اپنی بیوی کو اس سے راہ ورسم رکھنے پر راضی ہوگا تو سخت گنہگار رہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ ۷ ع ۱۴)

اور خالد پر لازم ہے کہ دھوکہ سے دیوبندی کے ساتھ اپنی جس لڑکی کا بیاہ کردیا ہے اسے اس کے یہاں سے لاکر کسی سنی کے ساتھ نکاح کردے اور توبہ کرے۔ **و اللہ تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۳/ محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: ادریس ابراہیم قاضی خاں، سنی مسجد جھالود دائبود، گجرات

لڑکی سنی اور لڑکا دیوبندی امام صاحب نے کہا کہ میں نکاح نہیں پڑھوں گا۔ تو زید نے امام صاحب سے کہا کہ آپ لڑکے کو ساتوں کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھا دیجئے بعد میں لڑکا سنی رہے یا دیوبندی۔ امام حافظ قرآن ہیں انہوں نے زید کی بات مان کر نکاح پڑھا دیا تو اب امام صاحب اور زید پر شریعت کا حکم کیا ہے؟ امام صاحب اگر نکاح نہ پڑھاتے تو سنی اور دیوبندی کا شدید ہنگامہ ہو جاتا چونکہ یہاں گھال میل پالیسی چلتی ہے۔ اور دیوبندیوں کی اکثریت ہے۔ اب اگر ایسا موقع آجائے تو سنی امام کس طرح نکاح پڑھائے؟ **بینوا توجروا.**

الجواب:- دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ کی بنیاد پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر مرتد ہیں۔ اور مرتد کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲ میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة و لا مسلمة و لاکافرة اصلیة و کذلك لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط." یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں۔ اور ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

لہٰذا دیوبندی لڑکے کا نکاح سنی لڑکی سے ہرگز نہیں ہوا اگر چہ یہ کلمہ پڑھانے کے بعد نکاح پڑھایا گیا ہے۔ اس لئے کہ دیوبندی مرتد تو کلمہ پڑھتا ہی رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دیوبندی کو کلمہ پڑھا کر اس کا نکاح پڑھا دینا شیطانی فریب ہے اور ہرگز جائز نہیں۔

البتہ اگر وہ دیوبندیت سے توبہ کرلے اور دیوبندی پیشواؤں کو کافر مرتد کہے اور سنی صحیح العقیدہ ہونے کا اقرار کرے تو اس کے بعد ایک زمانہ دراز تک اسے چھوڑ دیں اور اس کے احوال پر گہری نظر رکھیں جب پورا یقین ہو جائے کہ واقعی وہ سنی صحیح العقیدہ ہوگیا، نیاز فاتحہ وغیرہ کرتا ہے اور دیوبندیوں سے بالکل میل جول نہیں رکھتا اور سب گمراہ فرقوں سے نفرت کرتا ہے۔ تب اس کا نکاح سنی لڑکی سے جائز ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد سوم صفحہ ۴۶۸ میں ہے: "الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادته ما لم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة. اھ"

لہٰذا دیوبندی جانتے ہوئے صرف کلمہ پڑھا کر فوراً سیہ سے نکاح پڑھانے کے سبب امام مذکور سخت گنہگار و فاسق ہے۔ اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے، نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ ۷ ع ۱۴)

اور امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کہ پڑھنی گناہ اور جو پڑھ لی اس کا دہرانا واجب ہے۔ فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ ۵۶۰ میں ہے: "الفاسق کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم. اھ" اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۵۷ میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها."

اور زید کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ "سا تو ں کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھا دیجئے بعد میں چاہے سنی رہے یا دیوبندی" اس لئے کہ فتویٰ دینا مفتی کا کام ہے جاہل کا نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض." یعنی جو بے علم فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۹۳) لہٰذا غلط مسئلہ بتانے کے

سبب زید سخت گنہگار ہوا اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ بے علم مسئلہ بتانے کی ہرگز جرأت نہ کرے۔

''اور یہ کہ امام صاحب نکاح نہ پڑھاتے تو سنی دیوبندی میں شدید ہنگامہ ہو جاتا'' ہرگز قابل قبول نہیں کہ نکاح نہ پڑھانے پر ہنگامہ کا صرف اندیشہ تھا۔ اور پڑھا دینے سے زنا کا دروازہ کھولنا متحقق ہے جو نہایت خبیث اور سخت حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىۤ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِیْلًا." یعنی زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔ (پ ۱۵ سورۂ اسراء، آیت ۳۲) لہذا چاہے ہنگامہ ہو یا گھال میل پالیسی یا دیوبندی وغیرہ کی اکثریت کسی بھی صورت میں کافر و مرتد گمراہ و بدمذہب لڑکا یا لڑکی کا نکاح پڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

نوٹ:- سنی اپنے باپ کے دشمن سے گھال میل رکھنا تو ہرگز پسند نہیں کرتے مگر حضور کے دشمن سے گھال میل اور دوستی کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جس طرح اپنے باپ کے دشمن سے قطع تعلق رکھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ دشمن رسول سے دور رہیں کہ وہ تو جان و مال کے دشمن ہوتے ہیں مگر یہ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: غیاث الدین نظامی مصباحی

۳ر ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد حیدر علی نظامی، مہدیوا، کبیر نگر

زید کی شادی ایسے گھر میں ہوئی جس کے بارے میں تحقیقی طور پر پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ اہل سنت و جماعت ہے یا بدعقیدہ، وہابی، دیوبندی لیکن جب گھر والوں سے پوچھا گیا تو جواب ملا کہ ہم لوگ بریلوی ہیں اس طرح یہ رشتہ ہو گیا کچھ برسوں کے بعد پتہ چلا کہ زید کے سسرال والے دیوبندی ہیں اب زید کے دل میں یہ بات کھٹک رہی ہے کہ شادی کے وقت جو نکاح ہوا وہ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے جب کہ دو تین بچے بھی ہو گئے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنیاد پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے مذکورہ بالا مولویوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور فرمایا ہے: "من شك فى عذابه و كفره فقد كفر." یعنی جو ان کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے اور سارے وہابی، دیوبندی، ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ لہذا وہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ اور مرتد کے ساتھ کسی کا نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۲ پر ہے: "لا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة و لا مسلمة و لا كافرة اصلية و كذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا فى المبسوط." یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ، کافرہ اصلیہ سے ہرگز جائز نہیں ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

لہذا جس لڑکی کے ساتھ زید کا نکاح ہوا تھا اگر وہ واقعی وہابیہ ہی تھی کہ مذکورہ بالا مولویوں کو مسلمان جانتی تھی یا سنی مسلمانوں کو مشرک سمجھتی تھی جیسے کہ اس زمانہ کا ہر وہابی تمام سنیوں کو مشرک سمجھتا ہے تو پہلا نکاح نہیں ہوا۔ اب اسے سنیہ صحیحۃ العقیدہ بنالیا جائے۔ اور پھر سے نکاح پڑھوایا جائے اور اگر اس لڑکی کا وہابیہ ہونا ثابت نہ ہو بلکہ صرف اس کے والدین کے وہابی ہونے کے باعث اس کو وہابی سمجھا گیا ہو تو نکاح صحیح ہوگیا تھا۔ اب دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ:۔ وہابی، دیوبندی، بہت مکار اور فریب کار ہیں طرح طرح کے حربے اور حیلوں سے سنیوں کو وہابی، دیوبندی بنانے کی خاطر ان کے یہاں رشتے اور تعلقات پیدا کرتے ہیں۔ لہذا سنی حضرات بلا تحقیق ہرگز ہرگز شادی، بیاہ نہ کریں اور وہابیوں، دیوبندیوں سے دور رہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۳؍ربیع النور ۲۳ھ

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتہ) کا بیان

مسئلہ:- از: سید اظہر الدین معرفت علیم کرانہ، بھنڈار، کھنڈوہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنی سگی بہن کی لڑکی کو دودھ پلایا تو اس کی چھوٹی بہن سے عورت مذکورہ کے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں جس لڑکی نے دودھ پیا وہ دودھ پلانے والی عورت کے لڑکے کی رضاعی بہن ہوئی اور رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۰۸ میں ہے: "تحل اخت اخیہ رضاعاً. اھ" واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶؍شوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: عظیم اللہ، اکوارے، شنکر پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

زید نے ڈھائی سال سے پہلے اپنی ممانی کا دودھ پیا۔ اور جوان ہونے پر اپنی اسی ممانی کی لڑکی سے شادی کر لی۔ کیا یہ نکاح جائز ہے؟ اور جس شخص نے اس کا نکاح پڑھایا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید نے جب کہ ڈھائی سال عمر ہونے سے پہلے اپنی ممانی کا دودھ پیا تو وہ اس کی رضاعی ماں ہو گئی اور اس کی ممانی کی جتنی اگلی پچھلی اولاد ہے سب زید کے بھائی بہن لہٰذا زید کا اپنی ممانی کی لڑکی سے نکاح کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الی ان قال) وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ." یعنی تمہارے اوپر تمہاری رضاعی بہنیں حرام کی گئیں۔ (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۲۳) ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان سختی کے ساتھ ان کا بائکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (پ۷ ع۱۴)

اور جس شخص نے ان کا نکاح پڑھایا اگر اسے معلوم تھا کہ یہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں پھر بھی اس نے

پڑھادیا تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔اور اگر اسے معلوم نہیں تھا تو اس پر کوئی الزام نہیں۔لیکن دونوں صورتوں میں اس پر واجب ہے کہ نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ واپس کرے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۲۳/صفر المظفر ۱۸ھ

مسئلہ:۔از: مولانا مونس عالم نظامی، پپردلی، گورکھپور

زید نے ہندہ کا دودھ پیا تو ہندہ کے شوہر کی بہن سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر ہندہ اس شوہر کی بہن ہے جس کے جماع سے دودھ پیدا ہوا ہے تو اس سے زید کا نکاح جائز نہیں کیوں کہ وہ زید کی رضاعی پھوپھی ہے۔لیکن اگر اس شوہر کے جماع سے دودھ نہیں ہوا ہے تو اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۳۲ پر ہے۔اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "یحرم من الرضاع فروع ابویہ." (شامی جلد دوم صفحہ ۴۰۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد عبدالحی قادری
۷/شعبان المعظم ۱۵ھ

مسئلہ:۔از: مولانا نعیم الدین بن محمد سمیع، پرسا، ایس نگر

زید نے ہندہ کے ساتھ اس کی ماں زینب کا دودھ پیا تو ہندہ کی چھوٹی بہن فاطمہ سے زید کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ زید کا فاطمہ سے نکاح کرنا حرام ہے کہ جب زید نے ہندہ کے ساتھ اس کی ماں زینب کا دودھ پیا تو وہ زید کی رضاعی ماں ہوئی اور جب اس کی ماں ہوئی تو اس کی بیٹی فاطمہ زید کی رضاعی بہن ہوئی اور رضاعی بھائی کا رضاعی بہن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔قال اللّٰہ تعالیٰ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (الی ان قال) وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۶۸)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۱۷ میں فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولھما و فروعھما. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اظہار احمد نظامی
۲۹/رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: رضی الدین احمد القادری، سرسیا، ایس نگر

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی یہاں تک کہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ اس کے بعد زید کی ماں کہتی ہے کہ میں نے ہندہ کو دودھ پلایا تھا اور پہلے مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ دودھ پلانے کے سبب ہندہ کا نکاح ہمارے لڑکے زید سے نہیں ہوسکتا۔ ورنہ میں شادی کے پہلے ہی بتادیتی۔ تو اس صورت میں زید و ہندہ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں صرف زید کی ماں کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی جب تک وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل گواہ پیش نہ کردے یا زید اقرار نہ کرلے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''رضاع کے ثبوت کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل گواہ ہوں اگرچہ وہ عورت خود دودھ پلانے والی ہو فقط عورتوں کی شہادت سے ثبوت نہ ہوگا۔ (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۳۴) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول مطبوعہ کوئٹہ صفحہ ۳۴۷ میں ہے: "الرضاع یظهر باحد امرین احدهما الاقرار و الثانی البینة کذا فی البدائع. و لایقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین او رجل و امرأتین عدول کذا فی المحیط."

البتہ اگر زید اقرار کرلے کہ ہندہ میری رضاعی بہن ہے اور پھر اسی پر قائم رہے۔ تو دونوں کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور اگر یہ کہے کہ مجھے وہم ہے کہ جیسا میں نے کہا معاملہ ویسا نہیں ہے تو استحسانا تفریق نہیں کی جائے گی۔ فتاویٰ ہندیہ جلد اول صفحہ ۳۴۷ میں ہے: "لو تزوج امرأة ثم قال بعد النکاح هی اختی من الرضاعة او ما اشبهه ثم قال اوهمت لیس الامر کما قلت لا یفرق بینهما استحسانا و لو ثبت علی هذا المنطق و قال هو حق کما قلت فرق بینهما و لو جحد بعد ذلك لا ینفع جحوده کذا فی المحیط." اور زید کے اقرار کرلینے سے ثابت ہوجائے گا کہ ہندہ اس کی رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن سے نکاح کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (الی ان قال) وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۲۳)

لہٰذا اگر شرعی طور پر ثابت ہوجائے کہ زید و ہندہ رضاعی بھائی بہن ہیں تو وہ آپس میں نکاح کرنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے ان پر فرض ہے کہ فوراً دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

۳ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:-

ہندہ نے زینب کو دودھ پلایا تو زینب کا نکاح ہندہ کے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زینب کا نکاح ہندہ کے بھائی کے ساتھ حرام ہے کہ زینب ہندہ کے بھائی کی رضائی بھانجی ہوئی اور جس طرح نسبی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح رضائی بھانجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الی ان قال) وَ بَنٰتُ الْأُخْتِ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۲۳) اور حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان الله حرم من الرضاعة ماحرم من النسب." (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۳) اور دوسری حدیث میں ہے: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة." (ایضاً صفحہ ۲۷۳) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد کبیر الدین حبیبی مصباحی
۱۳ر جمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: افتخار احمد، مصباح العلوم، سی بزرگ، کبیر نگر

زید اپنی خالہ کے پاس سویا ہوا تھا اور زید کی خالہ بھی سو رہی تھی زید بیدار ہوا اور اپنی خالہ کا دودھ پینے لگا جب اس کی خالہ بیدار ہوئی تو فوراً اس کو جدا کیا۔ جس وقت زید نے اپنی خالہ کا دودھ پیا تھا اس وقت اس کی عمر چھ ماہ تھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا نکاح اس کی خالہ کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کا نکاح اس کی خالہ کی لڑکی کے ساتھ حرام ہے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الی ان قال) وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۲۳) اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب." (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۷۶۴) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۴۳ میں ہے: "یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع جمیعا.اھ"

اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ایک عورت کا دودھ دو بچوں نے پیا اور ان میں ایک لڑکا ایک لڑکی ہے تو یہ دونوں بھائی بہن ہیں اور نکاح حرام ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۲۳) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد اویس القادری امجدی
۸ر صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رئیس، اٹوا کنگائی بستی

زید کے دو لڑکے نسیم و وسیم اور زینب کی ایک لڑکی شاکر النساء ہے۔ اور زینب نے زید کے بڑے لڑکے نسیم کو دودھ پلایا ہے

اب زینب کی لڑکی کی شادی زید کے چھوٹے لڑکے وسیم کے ساتھ طے ہوئی پھر زینب سے کسی نے کہا کہ جس طرح تو نے نسیم کو دودھ پلایا ہے اسی طرح ہوسکتا ہے کہ وسیم کو بھی پلایا ہو تو زینب نے کہا کہ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ میں نے اسے دودھ نہیں پلایا ہے۔ لیکن بھول میں ہوسکتا ہے کہ کبھی پلا دی ہوں۔ اور زینب کے گھر والوں سے پوچھا گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن زینب کی ماں نے کہا کہ اس نے وسیم کو دودھ نہیں پلایا ہے اور یہ بھی کہا کہ دونوں کی پیدائش کے درمیان دو مہینے کا فرق ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے چھوٹے لڑکے وسیم کا نکاح زینب کی لڑکی شاکر النساء سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں وسیم کا نکاح شاکر النساء سے کرنا درست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۴۳ پر ہے: "تحل اخت اخیہ رضاعاً. اھ" اور صرف شک ہونے یا کسی کے کہہ دینے سے کہ تو نے اسے دودھ پلایا ہے یا ہوگا شریعت میں رضاعت کا ثبوت نہیں ہوسکتا جب تک کہ زینب کو یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو یا شرعی شہادت نہ مل جائے یعنی دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو عادل ہوں گواہی دیں کہ زینب نے وسیم کو مدت رضاعت میں یعنی ڈھائی سال عمر ہونے سے پہلے دودھ پلایا ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۵ اور بہار شریعت جلد ہفتم صفحہ ۳۴ پر ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۲۴ پر ہے: "الرضاع حجته حجة المال و هی شهادة عدلین او عدل و عدلتین. اھ" اور اسی کے تحت شامی میں ہے: "افاد انه لا یثبت بخبر الواحد امرأة کان او رجلا قبل العقد او بعده و به صرح الکافی. اھ"

الانتباہ:- یہ معاملہ حلت وحرمت کا ہے اگر جھوٹ بول کر واقعہ کے خلاف سوال کر کے فتویٰ لیا گیا تو کسی کے فتویٰ دینے سے جو حرام ہے وہ حلال ہرگز نہیں ہوگا اور غلط سوال بنا کر فتویٰ لینے کا وبال بہت سخت ہے کہ از روئے شرع نکاح نہ ہونے کے سبب جو زندگی بھر حرام کاری ہوگی اس کا گناہ اس پر بھی ہوگا۔ اور عاقدین پر تو ہوگا ہی۔ اور وہ آخرت کی پکڑ سے ہرگز چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ." (پ ۳۰ سورۂ بروج، آیت ۱۲) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۱۵ ربیع الغوث ۲۲ھ

مسئلہ:- از: امتیاز احمد علوی، فرنیچر، کرلا ممبئی-۷

کنیز فاطمہ کے دو لڑکے ہیں زید و بکر اور زید کے لڑکے خالد رضا کا رشتہ بکر کی لڑکی زینب سے طے ہوئے تقریباً پانچ سال اور منگنی ہوئے تقریباً ڈھائی سال ہوئے۔ اب جب کہ شادی کرنے کا وقت آیا تو زید کی بیوی کہتی ہے کہ خالد رضا نے اپنی دادی کنیز فاطمہ کا دودھ پیا ہے جس کا علم زید اور کنیز فاطمہ کے شوہر (دادا) کو بھی ہے اور اگر ضرورت پڑی تو اور گواہوں کو بھی پیش کر سکتی ہوں۔ واضح رہے کہ یہ رشتہ خالد رضا کے دادا دادی نے گھر کے دیگر افراد کے مکمل اتفاق سے طے کیا۔ اور دادی نے رشتہ سے پہلے یا

بعد اپنی حیات میں کبھی دودھ پلانے کا اظہار نہیں کیا ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی کا جب کہ مذکورہ بیان ہے تو اس رشتہ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں صرف زید کی بیوی کا بیان دینا کہ خالد رضا نے اپنی دادی کنیز فاطمہ کا دودھ پیا ہے شریعت کے نزدیک کافی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۴۷ پر ہے: لایقبل فی الرضاع الاشهادة رجلین او رجل او امرأتین عدول کذا فی المحیط اھ"۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لئے کافی نہیں" اھ (فتاوی رضویہ جلد ۵ ص ۱۳۵) ہاں اگر زید کی بیوی اپنے علاوہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عادل کی گواہی پیش کر سکتی ہے اور وہ لوگ گواہی دے دیں کہ خالد رضا نے اپنی دادی کنیز فاطمہ کا دودھ ڈھائی سال کی عمر سے پہلے پیا ہے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اس صورت میں خالد رضا کا رشتہ بکر کی لڑکی زینب کے ساتھ کرنا حرام ہے ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ دودھ پینے والے پر رضاعی ماں کی نسبی اور رضاعی اصول و فروع سب حرام ہو جاتے ہیں حدیث شریف میں ہے: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. اھ." (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۴۷) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۴۳ پر ہے: "یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولهما و فروعهما من النسب والرضاع جمیعاً. اھ" لہٰذا ثبوت شرعی ہونے کے بعد اگر چہ کنیز فاطمہ نے دودھ پلانے کا اظہار نہیں کیا یا انکار بھی کرتی تب بھی یہ رشتہ حرام و ناجائز ہی رہتا۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۰۰ پر ہے

اور اگر خالد رضا نے واقعی اپنی دادی کنیز فاطمہ کا دودھ نہیں پیا ہے اور زید کی بیوی اپنے علاوہ کوئی گواہ نہیں پیش کر سکتی تو یہ رشتہ بلاشبہ جائز و درست ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و احل لکم ماوراء ذلکم." (پ ۵ سورۂ نساء، آیت ۲۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادری رضوی ناگوری
۲۷ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد نعیم الدین احمد، پرسا، ایس نگر

ہندہ نے زینب کو اس کی پیدائش کے تیسرے دن دودھ پلایا تو ہندہ کے لڑکا کی شادی زینب کی لڑکی خالدہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زینب ہندہ کے لڑکا کی رضاعی بہن ہوئی اور جس طرح نسبی بہن کی لڑکی سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی بہن کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے۔ جیسا کہ تفسیرات احمدیہ صفحہ ۱۷۱ میں ہے: "قوله علیه السلام یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب فحکمنا فیه بحرمة جمیع ما حرم فی النسب من الامهات و

البنات و الاخوات و العمات و الخالات و بنات الاخ و بنات الاخت .اھ"

لہذا ہندہ کے لڑکا کی شادی زینب کی لڑکی خالدہ سے ناجائز وحرام ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد عمادالدین قادری
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔از: محمد اجمل حسین، صدیقی نگر بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر کی اہلیہ نے زید کی لڑکی کو گود میں لیا اور پستان اس کے منہ میں ڈال دیا اور فوراً خیال آیا تو اس نے پستان اس کے منہ سے نکال لیا۔ بکر کی اہلیہ کا کہنا ہے کہ اس نے دودھ پیا کہ نہیں مجھے خیال نہیں ہے۔ ایسی صورت میں زید کی لڑکی سے بکر کے لڑکے کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ عورت کی اس بات سے کہ بچہ نے دودھ پیا کہ نہیں مجھے خیال نہیں" سے ظاہر یہی ہے کہ اس نے دودھ پیا ہے اس لئے احتیاطاً نکاح مذکور کے حرام ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۴۴ میں ہے: "فـــی القضاء لا تثبت الحرمة بالشك و فی الاحتیاط تثبت. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد المصباحی
۲۶ رشوال المکرم ۱۹ھ
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

خواتین کے لیئے
بارہ تقریریں
مرتبہ: نسیم فاطمہ نگران: محمد منشا تابش قصوری
تذکرۃ الواعظین
المعروف
خطبات الناصحین
مصنف: مولانا محمد جعفر قریشی حنفی
ترتیب و تدوین: محمد عبدالستار طاہر مسعودی
تنفیس الواعظین
ترجمہ تلخیص
انیس الواعظین
مصنف حضرت ابوبکر بن محمد بن علی بدر القریشی
مترجم مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ
کتاب الروح
علامہ حافظ ابن قیم
مترجم
مولانا محمد شریف نوری نقشبندی
سیرتِ محمدیہ
ترجمہ: مواہبِ لدنیہ
تصنیف: شیخ المورخین حضرت امام احمد محمد من ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی
ترتیب و تدوین: مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر مسعودی زید مجدہ
2 جلد مکمل RS:500
جامع الاحادیث
مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی
تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ
مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
6 جلدیں — RS:1500
قصص الانبیا علیہم السلام
شیخ الاسلام الامام الحافظ عماد الدین محمد بن اسماعیل
المعروف
امام ابن کثیر
مترجم: ابوثوبان سید اسد اللہ اسد
نزہۃ المحافل
ترجمہ
نزہۃ المجالس
تصنیف امام عبدالرحمٰن بن عبدالسلام الصفوری الشافعی (۹۰۰ھ)
ترجمہ علامہ محمد منشا تابش القصوری الحنفی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
2 جلد مکمل مجلد
الاربعین للغزالی
موسوم بہ
خطباتِ غزالی
مؤلف
حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم ڈاکٹر سید عامر گیلانی
نزھۃ الواعظین
ترجمہ
درۃ الناصحین
مصنف
حضرت العلام الشیخ عثمان بن حسن احمد الشاکر الخوبوی
مترجم
مولانا علامہ محبوب احمد چشتی
2 جلدیں

مقبول

اسرار خطابت

مصنف
جانشین امام خطابتؒ
حضرت صاحبزادہ
پیر محمد مقبول احمد سرور
فیصل آباد
(سمندری والے)

اسرار خطابت جلد اول 13 خطبات	فضائل اہلبیت از قرآن کریم۔فضائل اہلبیت از حدیث پاک۔فلسفہ شہادت دو خطبات۔قافلہ کی واپسی شان ولایت۔فوز عظیم۔اعلیٰ حضرت۔حیات اولیاء۔ثبوت میلاد۔میلاد شریف۔ولادت رسولؐ۔خلیفۃ اللہ الاعظم
اسرار خطابت جلد دوم خطبات	اچھی نسبت ۔ سرکار غوث اعظم ۔ وسیلہ ۔ برکات تبرکات ۔ صراط مستقیم ۔ توحید کی دلیل ناطق سراپا معجزہ ۔ شان صحابہؓ ۔ حضرت بلالؓ ۔ اولیت صدیق اکبرؓ ۔ خلیل الٰہی ۔ محسن رسول
اسرار خطابت جلد سوم 12 خطبات	تفسیر آیت اسریٰ۔فلسفہ معراج النبیؐ۔مسجد اقصیٰ تک۔مسجد اقصیٰ سے آگے۔محدث اعظم پاکستان۔شب برات کی برکات حضرت امام اعظم۔فضائل ماہ رمضان۔ماہ صیام کی برکات۔فضائل مخدومہ کونین۔غزوۂ بدر۔مولائے کائنات
اسرار خطابت جلد چہارم 13 خطبات	عظمت بلد الحبیب۔فلاح کا راستہ۔بے مثال بشر۔عظمت مصطفیٰؐ۔حسن بے مثال۔حاضر و ناظر رسول حدیث جبرائیل۔دستگیر عالمین۔عظمت والدین۔بنی صدیق۔ذبح عظیم۔حضرت عثمان غنیؓ۔حضرت فاروق اعظمؓ
اسرار خطابت جلد پنجم 12 خطبات	مودت اہلبیت ۔ محبت رسولؐ ۔ حیات النبیؐ ۔ فضائل درود شریف ۔ روضۃ من ریاض الجنۃ ۔ حق چار یار ذائقۃ الموت ۔ نور مبین ۔ صدیق اکبر سراپا حسنات ۔ ایصال ثواب ۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ ۔ لیلۃ القدر
اسرار خطابت جلد ششم	مخدومہ کائنات حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی سوانح طیبہ جس سے علماء محققین اور واعظین و مقررین بیک وقت مستفید ہو سکتے ہیں فصاحت و بلاغت اور مستند حوالہ جات سے مزین خوبصورت تحفہ
اسرار خطابت جلد ہفتم	حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سوانح طیبہ علماء و خطباء کے لیے یکساں مفید لاجواب کتاب

شبیر برادرز ۴۰۔اردو بازار۔زبیدہ سنٹر لاہور

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور
042-7246006